دہشت گردی

اور

فتنۂ خوارج

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

کا

مبسوط

تاریخی فتویٰ

منہاج القرآن پبلیکیشنز

دہشت گردی
اور
فتنۂ خوارج

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری
کا

مبسوط
تاریخی فتویٰ

دہشت گردی اور فتنۂ خوارِج

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا مبسوط تاریخی فتویٰ

اِہتمامِ اِشاعت	:	فریدِ ملّتؒ رِیسرچ اِنسٹی ٹیوٹ	Research.com.pk
مطبع	:	منہاج القرآن پرنٹرز، لاہور	
اِشاعتِ اَوّل	:	جنوری 2010ء	(5,000)
اِشاعتِ دُوُم	:	مارچ 2010ء	(3,000)
اِشاعتِ سوم	:	اپریل 2010ء	(3,000)
اِشاعتِ چہارُم	:	مئی 2010ء	(3,000)
اِشاعتِ پنجم	:	جون 2010ء	(5,000)
اِشاعتِ ششم	:	اگست 2010ء	(5,000)

ISBN 978-969-32-0846-7

منہاج القرآن پبلیکیشنز

365- ایم، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون: 35168514، 111-140-140 (+92-42)

یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور، فون: 37237695 (+92-42)

بسم الله الرحمن الرحيم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ

وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمِ

﴿صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَ بَارَکَ وَسَلَّمَ﴾

فہرس

عنوانات	صفحہ

حرفِ آغاز

گزشتہ کئی سالوں سے دہشت گردی کی اذیت ناک لہر نے امتِ مسلمہ کو بالعموم اور پاکستان کو بالخصوص بدنام کر رکھا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جہاں مسلمان مجموعی طور پر دہشت گردی کی مذمت اور مخالفت کرتے ہیں اور اسلام کے ساتھ اس کا دور کا رشتہ بھی قبول کرنے کو تیار نہیں ہیں، وہاں کچھ لوگ اس کی خاموش حمایت بھی کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ یہ لوگ اس کی کھلم کھلا مذمت و مخالفت کی بجائے موضوع کو خلط مبحث کے ذریعے الجھا دیتے ہیں۔ دہشت گردی کے قومی، علاقائی اور بین الاقوامی اسباب میں عالمی سطح پر بعض معاملات میں مسلمانوں کے ساتھ نا اِنصافی، بعض خطوں میں بالادست طاقتوں کے دُہرے معیارات اور کئی ممالک میں شدت پسندی کے خاتمے کے لئے طویل المیعاد جارحیت جیسے مسائل بنیادی نوعیت کے ہیں۔

اِسی طرح دہشت گردوں کی طرف سے مسلح فساد انگیزی، انسانی قتل و غارت گری، دنیا بھر کی پُر امن انسانی آبادیوں پر خودکش حملے، مساجد، مزارات، تعلیمی اداروں، بازاروں، سرکاری عمارتوں، ٹریڈ سنٹروں، دفاعی تربیتی مرکزوں، سفارت خانوں، گاڑیوں اور دیگر پبلک مقامات پر بم باری جیسے اِنسان دشمن، سفاکانہ اور بہیمانہ اقدامات روزمرہ کا معمول بن چکے ہیں۔ یہ لوگ آئے دن سینکڑوں ہزاروں جانوں کے بے دریغ قتل اور انسانی بربادی کے عمل کو جہاد سے منسوب کر دیتے ہیں اور یوں پورے اسلامی تصورِ جہاد کو خلط ملط کرتے رہتے ہیں۔ اس سے نوجوان نسل کے ذہن بالخصوص اور کئی سادہ لوح مسلمانوں کے ذہن بالعموم پراگندہ اور تشکیک و ابہام کا شکار ہو رہے ہیں کیونکہ ایسے اقدامات کرنے والے مسلمانوں میں سے ہی اٹھتے ہیں، اسلامی عبادات و مناسک کی انجام دہی بھی کرتے ہیں اور ان کی ظاہری وضع قطع بھی شریعت کے مطابق ہوتی ہے۔ لہٰذا عام

مسلمان ہی نہیں بلکہ بیشتر علماء اور دانش وَر بھی ایک مخمصے میں مبتلا ہیں کہ ایسے افراد اور گروہوں کے اس طرح کے طرزِ عمل، طریقہ کار اور اقدامات کے بارے میں شرعی اَحکامات کیا ہیں؟

علاوہ ازیں مغربی دنیا میں میڈیا عالمِ اسلام کے حوالے سے صرف شدت پسندی اور دہشت گردی کے اقدامات و واقعات کو ہی highlight کرتا ہے اور اسلام کے مثبت پہلو، حقیقی پُرامن تعلیمات اور اِنسان دوست فلسفہ وطرزِ عمل کو قطعی طور پر اُجاگر نہیں کرتا۔ حتی کہ خود عالمِ اسلام میں دہشت گردی کے خلاف پائی جانے والی نفرت، مذمت اور مخالفت کا سرے سے تذکرہ بھی نہیں کرتا۔ جس کے نتیجے میں منفی طور پر اسلام اور انتہاء پسندی و دہشت گردی کو باہم بریکٹ کر دیا گیا ہے اور صورت حال یہ ہے کہ اسلام کا نام سنتے ہی مغربی ذہنوں میں دہشت گردی کی تصویر ابھرنے لگتی ہے۔ اس سے نہ صرف مغرب میں پرورش پانے والی مسلم نوجوان نسل انتہائی پریشان، متذبذب اور اضطراب انگیز ہیجان کا شکار ہے بلکہ پورے عالم اسلام کے نوجوان اعتقادی، فکری اور عملی لحاظ سے متزلزل اور ذہنی انتشار میں مبتلا ہو رہے ہیں۔

ان تمام حالات کے نتیجے میں دو طرح کے ردِّعمل اور نقصانات پیدا ہو رہے ہیں۔ ایک نقصان اسلام اور اُمتِ مسلمہ کا اور دوسرا نقصان عالمِ مغرب اور بالخصوص پوری انسانیت کا۔ اسلام اور اُمتِ مسلمہ کا نقصان تو یہ ہے کہ عصرِ حاضر کی نوجوان نسل جو اسلام کی حقیقی تعلیمات سے شناسا نہیں وہ میڈیا سے متأثر ہوکر انتہا پسندی اور دہشت گردی کو (معاذ اللہ) دین و مذہب کے اثرات یا دینی اور مذہبی لوگوں کے رویوں کی طرف منسوب کر دیتے ہیں اور یوں اپنے لئے لادینیت یا دیں گریزی کی راہ میں بہتری سمجھنے لگتے ہیں۔ یہ غلط طرزِ فکر انہیں رفتہ رفتہ بے دین بنا رہا ہے جس کا نقصان پوری اُمتِ مسلمہ کی اگلی نسلوں کو ہوگا۔ اس کے برعکس دوسرا نقصان، عالمِ مغرب اور بالخصوص پوری انسانیت کے لئے یہ ہے کہ مذکورہ بالا پالیسیوں اور منفی سرگرمیوں کا کئی مسلم نوجوانوں پر منفی ردِّعمل ہو رہا

ہے۔ وہ اِسے عالمِ مغرب کے بعض مؤثر حلقوں کی اسلام کے خلاف منظّم سازش اور عداوت قرار دے رہے ہیں، جس کے نتیجے میں وہ ردِّعمل کے طور پر راہِ اعتدال (moderation) چھوڑ کر نفرت و انتقام کا جذبہ لے کر انتہاء پسند (extremist) اور پھر شدت پسند اور پھر بالآخر دہشت گرد بن رہے ہیں یا بنائے جا رہے ہیں۔ گویا مغربی پالیسیوں کی وجہ سے دہشت گردوں کو مزید نئی کھیپ اور نئی افرادی قوت میسر آتی جا رہی ہے اور یہ سلسلہ لامتناہی ہوتا دکھائی دے رہا ہے۔ سو دونوں صورتوں میں نقصان عالمِ انسانیت کا بھی ہے اور عالمِ اسلام کا بھی۔

مزید یہ کہ ایسے حالات عالمِ اسلام اور عالمِ مغرب کے درمیان تناؤ اور کشیدگی میں مزید اضافہ کرتے جا رہے ہیں اور دہشت گردی کے فروغ سے مسلم ریاستوں میں مزید دخل اندازی اور ان پر دباؤ بڑھائے جانے کا راستہ بھی زیادہ سے زیادہ ہموار ہوتا جا رہا ہے۔ پھر یہ خلیج عالمی سطح پر انسانیت کو نہ صرف بین المذاہب مخاصمت کی طرف دھکیل رہی ہے بلکہ عالمی انسانی برادری میں امن و سکون اور باہمی برداشت و رواداری کے امکانات بھی معدوم ہوتے جا رہے ہیں۔

اِن حالات میں ہم نے ضروری سمجھا کہ ملتِ اسلامیہ اور پوری دنیا کو دہشت گردی کے مسئلہ پر حقیقتِ حال سے آگاہ کیا جائے اور اسلام کا دوٹوک موقف قرآن و سنت اور کتبِ عقائد و فقہ کی روشنی میں واضح کر دیا جائے۔ یہ موقف شرق تا غرب دنیا کے ہر خطہ میں تمام قابلِ ذکر اداروں اور مؤثر طبقات تک پہنچا دیا جائے تاکہ غلط فہمی اور شکوک و شبہات میں مبتلا جملہ مسلم و غیر مسلم حلقوں کو دہشت گردی کے بارے میں اسلام کا نقطۂ نظر سمجھنے میں مدد مل سکے۔ اِس تحقیقی دستاویز کے مندرجات اور مشتملات کا اِجمالی خاکہ کچھ اِس طرح ہے کہ اِس دستاویز کے پہلے باب میں اِسلام کا معنی و مفہوم واضح کرتے ہوئے دینِ اِسلام کے تین درجات - اسلام، ایمان اور اِحسان - پر بحث کی گئی ہے۔ یہ تینوں الفاظ اپنے معنی اور مفہوم کے اعتبار سے سراسر اَمن و سلامتی، رحمت و رأفت، تحمل و

برداشت، محبت و اُلفت، اِحسان شعاری اور اِحترامِ آدمیت کی تعلیم کے حامل ہیں۔

اِس دستاویز کے دوسرے باب میں درجنوں آیات اور بیسیوں اَحادیث کے ذریعے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مسلمانوں کا قتلِ عام اور دہشت گردی اسلام میں قطعی حرام بلکہ کفریہ افعال ہیں۔ کبار ائمہ تفسیر و حدیث اورفقہاء و متکلمین کی تصریحات سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ چودہ سو سالہ تاریخِ اسلام میں جملہ اہلِ علم کا فتویٰ یہی رہا ہے۔

فتویٰ کے اگلے حصے میں غیر مسلم شہریوں کے حقوق کو شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اِس ضمن میں متعدد آیات و احادیث اور آثار سے استنباط کرتے ہوئے کبار اَئمہ کرام کی آراء بھی درج کی گئی ہیں۔

علاوہ ازیں اس بحث اور تحقیق کا اہم ترین نقطہ یہ ہے کہ وہ کیا فکر، نظریہ، سوچ اور ذہنیت ہے جو ایک مسلمان کو دوسرے مسلمانوں اور انسانوں کے قتلِ عام تک لے جاتی ہے؟ اُس کی نظر میں بازار میں خریداری کرنے والی عورتوں اورسکول جاتے معصوم بچوں کا قتل جائز ہی نہیں بلکہ باعثِ اجر وثواب بن جاتا ہے۔ وہ کون سی قوت ہے جو اسے یہ یقین دلا دیتی ہے کہ مساجد میں نماز کے لئے جمع ہونے والے مسلمانوں کا قتل عام کرکے بھی وہ جنت کا حق دار بن جائے گا؟ زندگی جیسی اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت، ایک دہشت گرد کیوں اپنے ہی ہاتھوں خودکش حملہ کرکے ختم کر لیتا ہے؟ یہ وہ سوالات ہیں جو ہر ذی شعور کے ذہن میں گردش کر رہے ہیں۔ اِن تمام اُبھرتے ہوئے سوالات کا جواب دینے کے لیے ہم نے علمی دلائل کے ساتھ ساتھ ان تاریخی حقائق سے بھی اِستدلال کیا ہے جن کی نشان دہی خود نبیِ آخر الزمان ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمائی تھی۔ ہم نے آیاتِ قرآنی، اَحادیثِ نبوی اور تصریحاتِ ائمہ کے ذریعے خوارج کی علامات اورعقائد ونظریات کا تفصیلی تجزیہ کرتے ہوئے یہ بات واضح کی ہے کہ دہشت گرد موجودہ دور کے خوارج ہیں۔

قرآن و حدیث، آثارِ صحابہ اور ائمہ و فقہاء کرام کے ناقابلِ تردید دلائل سے دہشت گردی کو خروج و بغاوت، فساد فی الارض اور کفریہ فعل قرار دینے کے بعد ہم نے

’’دعوتِ فکر و اِصلاح‘‘ کے عنوان سے ان تمام ذمہ دار طاقتوں کو اس طرف بھی متوجہ کیا ہے کہ ملکی اور عالمی سطح پر ایسے تمام محرکات کا خاتمہ ہونا چاہیے جن سے عوام الناس ابہام کا شکار ہوتے ہیں اور دہشت گردی کے پیچھے کارفرما خفیہ قوتوں کو تقویت ملتی ہے۔

آج کل ایک بحث یہ بھی چل رہی ہے کہ چوں کہ غیر ملکی سامراجی طاقتیں پاکستان سمیت مسلم ممالک میں بے جا مداخلت کر رہی ہیں، اِس لیے ان کے مفادات کو نقصان پہنچانے اور ان کا راستہ روکنے کے لیے جہادی گروہ سرگرمِ عمل ہیں۔ ان کا عمل اگرچہ درست نہیں لیکن نیت اور اِرادہ چوں کہ دفاعِ اِسلام ہے، اِس لیے انہیں برا نہیں کہنا چاہیے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ ایک گھناؤنا مذاق اور افسوس ناک روِش ہے۔ اِس فکری مغالطے کے ازالے کے لئے بحث کے آغاز میں مختصر سا حصہ اِس موضوع کے لیے بھی مختص کر دیا گیا ہے جس میں اس حقیقت کو آیات و احادیث کی روشنی میں واضح کیا گیا ہے کہ برائی کسی بھی صورت میں نہ اچھائی بن سکتی ہے اور نہ ظلم و زیادتی، حسنِ نیت کے باعث نیکی شمار ہوسکتی ہے۔

اِن ابتدائی وضاحتی معروضات کے ساتھ یہ حقیقت بیان کر دینا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ ہم یہ تحقیقی موقف محض دینِ اسلام کی عزت و حرمت اور خدمتِ انسانیت کی خاطر پیش کر رہے ہیں۔ اس سے ہمارا مقصود نہ کسی عالمی طاقت کی غیر دانش مندانہ کارروائیوں کی حمایت ہے اور نہ پاکستان سمیت کسی بھی حکومت کی غلط پالیسیوں کا تحفظ۔ ہمیں نہ کسی حکومت کی خوش نودی چاہیے اور نہ کسی عالمی ادارے یا ملک کی طرف سے دادِ تحسین۔ ہم ہمیشہ کی طرح یہ کام بھی اپنا منصبی فریضہ اور دینی ذمہ داری سمجھتے ہوئے سرانجام دے رہے ہیں۔ ہمارا مقصود اسلام کے روشن چہرے پر لگے ہوئے دہشت گردی کے بدنما داغ کو دھونا، مسلمانوں کو قرآن و سنت کی اصل تعلیمات سے رُوشناس کرانا اور انسانیت کو دہشت گردی کی دہکتی آگ سے نجات دلانے کی کوشش کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہماری اِس کاوِش کو اپنے حبیبِ مکرم ﷺ کے تصدق سے اپنی بارگاہ

میں شرفِ قبولیت سے نوازے۔

ذہنوں میں اُٹھنے والے سوالات اور اُن کے مختصر جوابات

دہشت گردی کے موجودہ خون آشام واقعات کو دیکھ کر ذہنوں میں چند سوالات اُٹھتے ہیں اور دنیا بھر کے عوام و خواص اِسلام سے متعلق اِن سوالات کی روشنی میں تسلی بخش وضاحت مانگتے ہیں۔ اِس تحریر میں کوشش کی گئی ہے کہ اِن تمام سوالات کا تفصیلی، مدلّل اور دوٹوک جواب دیا جائے۔ ذیل میں ترتیب وار پہلے اِن سوالات کے ساتھ مختصر جوابات دیے جارہے ہیں اور اِنہی مختصر جوابات کی تفصیل دستاویز کے آئندہ اَبواب میں بالترتیب پیش کی جائے گی۔

۱۔ اِس سلسلے میں سب سے پہلا سوال یہ ہے کہ کیا کسی جماعت کا خود کو حق پر سمجھتے ہوئے اپنے عقائد ونظریات کے فروغ وتسلط اور دوسروں کے عقائد کی اِصلاح کے نام پر طاقت اِستعمال کرنا جائز ہے؟ کیا نظریاتی اِختلاف رکھنے والوں کو قتل کرنے، اُن کے مال لوٹنے اور اُن کی مساجد، مذہبی مقامات اور شعائر کو تباہ کرنے کی اِسلام میں گنجائش ہے؟ اگر نہیں، تو اِس جرم کا اِرتکاب کرنے والوں کے لیے اِسلام نے کیا سزا مقرر کی ہے؟

۞ اِسلام اَمن و سلامتی اور محبت و مروّت کا دین ہے۔ اِسلامی تعلیمات کے مطابق مسلمان وہی شخص ہے جس کے ہاتھوں مسلم و غیر مسلم سب انسانوں کے جان و مال محفوظ رہیں۔ انسانی جان کا تقدس وتحفظ شریعتِ اِسلامی میں بنیادی حیثیت کا حامل ہے۔ کسی بھی انسان کی ناحق جان لینا اور اُسے قتل کرنا فعل حرام ہے بلکہ بعض صورتوں میں یہ عمل موجبِ کفر بن جاتا ہے۔ آج کل دہشت گرد اپنے عقائد ونظریات مسلط کرنے اور اپنے مخالفین کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے کی ناکام کاوِش میں جس بے دردی سے خود کش حملوں اور بم دھماکوں کے ذریعے گھروں، بازاروں، عوامی و حکومتی دفاتر اور مساجد میں مسلمانوں کی جانیں لے رہے ہیں وہ صریحاً کفر کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ دنیا اور آخرت میں ان کے

لئے ذلت ناک عذاب کی وعید ہے۔ دہشت گردی فی نفسہٖ کافرانہ فعل ہے اور جب اِس میں خودکشی کا حرام عنصر بھی شامل ہو جائے تو اس کی سنگینی میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ اِس کتاب میں درجنوں آیات اور بیسیوں اَحادیث کے ذریعے یہ ثابت کیا جاچکا ہے کہ مسلمانوں کا قتلِ عام اور دہشت گردی اسلام میں قطعی حرام بلکہ کفریہ افعال ہیں۔ کبار ائمہ تفسیر و حدیث اورفقہاء و متکلمین کی تصریحات سمیت چودہ سو سالہ تاریخِ اسلام میں جملہ اہلِ علم کا فتوی یہی رہا ہے۔ اپنی بات منوانے اور دوسروں کے موقف کو غلط قرار دینے کے لیے اِسلام نے ہتھیار اُٹھانے کی بجائے گفت و شنید اور دلائل سے اپنا عقیدہ و موقف ثابت کرنے کا راستہ کھلا رکھا ہے۔ ہتھیار وہی لوگ اُٹھاتے ہیں جن کی علمی وفکری اساس کمزور ہوتی ہے اور وہ جہالت وعصبیت کے ہاتھوں مجبور ہوتے ہیں، ایسے لوگوں کو اِسلام نے باغی قرار دیا ہے جن کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

۲۔ اِس ضمن میں دوسرا سوال یہ اُٹھتا ہے کہ مسلم ریاست میں غیر مسلم شہریوں کے کیا حقوق ہیں؟

۞ اسلام صرف مسلم ریاست کے مسلمان شہریوں کے جان و مال، عزت و آبرو کی حفاظت کی ہی ضمانت نہیں دیتا بلکہ غیر مسلم شہریوں اور معاہدین کی عزت و آبرو اور جان و مال کو بھی برابر تحفظ کی ضمانت دیتا ہے، شریعت اسلامیہ میں مسلم ریاست کے غیر مسلم شہریوں کے حقوق مسلم شہریوں کی طرح ہی ہیں، بحیثیت اِنسان اِن میں کوئی فرق نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اِسلامی قوانین میں مسلم اور غیر مسلم شہری قصاص اور دیت میں برابر ہیں۔ غیر مسلموں کو مسلم معاشرے میں مکمل شخصی اور مذہبی آزادی حاصل ہے۔ غیر مسلم شہریوں، ان کے سفراء اور اُن کی اَملاک وعبادت گاہوں کو مکمل تحفظ حاصل ہے۔ اسی طرح تاجروں کے جان و مال کا تحفظ بھی اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے۔ لہٰذا اسلام کسی طور بھی پُر اَمن و غیر متحارب غیر مسلم شہریوں کو قتل کرنے اور انہیں ایذاء رسانی کی اجازت نہیں دیتا۔ غیر مسلم پُراَمن شہریوں پر حملے کرنے والے، انہیں اغوا کر کے تاوان کا مطالبہ کرنے والے

اور انہیں حبسِ بے جا میں رکھ کر ذہنی و جسمانی اذیت دینے والے اسلامی تعلیمات کی صریح خلاف ورزی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

۳۔ تیسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اِسلام میں اِنسانی جان کی حرمت پر واضح اَحکامات موجود ہیں؟ کیا غیر مسلم عالمی طاقتوں کی ناانصافیوں اور مظالم کے ردِعمل کے طور پر انتقاماً بے قصور اور پُراَمن غیر مسلم شہریوں اور سفارت کاروں کو اَغواء کرنا اور قتل کرنا جائز ہے؟

انسانی جان کی عزت و حرمت پر اِسلامی تعلیمات میں کس قدر زور دیا گیا ہے اِس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ دورانِ جنگ بھی اِسلام غیر محارب لوگوں کے قتلِ عام کی اجازت نہیں دیتا۔ میدانِ جنگ میں بھی بچوں، عورتوں، ضعیفوں، بیماروں، مذہبی رہنماؤں اور تاجروں کو قتل کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ ہتھیار ڈال دینے والے، گھروں میں بند ہو جانے والے یا کسی کی امان میں آ جانے والے لوگوں کو بھی قتل نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی عامۃ الناس کا قتلِ عام کیا جا سکتا ہے۔ عبادت گاہوں، عمارتوں، بازاروں یہاں تک کہ کھیتوں، فصلوں اور درختوں کو بھی تباہ نہیں کیا جا سکتا۔ ایک طرف حالتِ جنگ میں بھی اس قدر احتیاط پر مبنی احکام و قوانین ہیں اور دوسری طرف دہشت گردوں کی ایسی کارروائیاں جو بلا امتیازِ مذہب و ملت، پُراَمن لوگوں، عورتوں، بچوں اور مساجد میں عبادت کرنے والے نمازیوں کے قتلِ عام کا باعث بن رہی ہوں، پھر بھی وہ اسلام کا نام لیں اور جہاد کی بات کریں، اِس سے بڑا تضاد تو شاید چشمِ فلک نے کبھی نہ دیکھا ہوگا۔ غیر مسلم عالمی طاقتوں کی ناانصافیوں اور بلاجواز کارروائیوں کے ردِعمل کے طور پر پُراَمن غیر مسلم شہریوں اور غیر ملکی سفارت کاروں کو قتل کرنا یا اُنہیں حبس بے جا میں رکھنا قطعاً جائز نہیں۔ جو ایسا کرتا ہے اُس کا اِسلام اور پیغمبر اِسلام ﷺ سے کوئی تعلق نہیں۔

۴۔ چوتھا اور اَہم سوال یہ ہے کہ کیا مسلم حکمرانوں کی غیر اِسلامی پالیسیوں اور فاسقانہ طرزِ عمل کے باعث اُنہیں حکومت سے ہٹانے، اپنے مطالبات منوانے یا اُنہیں راہِ

راست پر لانے کے لیے مسلح جد و جہد کی جاسکتی ہے؟ کیا آئینی طور پر قائم کی گئی مسلم حکومت کے نظم اور عمل داری (writ) سے بغاوت جائز ہے؟ نیز حکمرانوں کی اِصلاح اور تبدیلی کا جائز طریقہ کار کیا ہونا چاہیے؟

۞ اِسلام صرف مذہب ہی نہیں ایک مکمل دین ہے۔ اسلام نے جہاں زندگی کے ہر شعبہ کے لئے ضابطہ دیا ہے وہاں معاشرے کی اِجتماعیت کے تحفظ کا اِہتمام بھی کیا ہے۔ اس کے لئے ریاستی اداروں کے حقوق و فرائض طے کر دیے گئے ہیں۔ مسلم ریاست کے جملہ شہریوں کو ریاستی قوانین اور اصول وضوابط کا پابند بنایا گیا ہے۔ انہی ضابطوں میں سے ایک یہ ہے کہ مسلم ریاست اور معاشرے کو امن اور بقاے باہمی کا نمونہ ہونا چاہیے۔ اس لئے مسلم ریاست کے خلاف ہتھیار اٹھانے، اُس کے نظم اور اتھارٹی کو چیلنج کرنے اور اس کے خلاف اِعلانِ جنگ کرنے کی اسلام میں سخت ممانعت ہے۔ اس عمل کو شرعاً بغاوت اور خروج کا نام دیا گیا ہے۔ خدانخواستہ اگر ایسے حالات پیدا ہوجائیں تو مسلم حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس دہشت گردی اور بغاوت کا کلیتاً قلع قمع کرے تاکہ کسی فرد یا گروہ کو معاشرتی امن تباہ کرنے اور انسانی خون سے ہولی کھیلنے کی جرات نہ ہو۔ انسانی معاشرے اور بالخصوص مسلم ریاست کا امن اسلام کو اس قدر عزیز ہے کہ اس مقصد کے لئے حکمرانوں کے فسق و فجور، ناانصافی اور ظلم و استبداد کو بھی مسلح بغاوت کے لئے بناء جواز بنانے کی اجازت نہیں۔ اَحادیثِ رسول ﷺ کی روشنی میں مسلم ریاست کے خلاف بغاوت کا جواز اس وقت تک نہیں بن سکتا جب تک حکمران کفرِ بواح (صریح، اعلانیہ اور قطعی کفر) کے مرتکب نہ ہوں اور اقامتِ صلوۃ و دیگر اسلامی احکامات و شعائر کی بجا آوری کو بذریعہ طاقت روکنا نہ شروع کر دیں۔

آیات و اَحادیث اور تصریحاتِ ائمہ تفسیر و فقہ کی روشنی میں بغاوت کی حرمت و ممانعت واضح ہے۔ اس سلسلے میں احادیث کے علاوہ صحابہ کرام، تابعین، اتباع التابعین، امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور دیگر جلیل القدر ائمہ دین

رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فتاویٰ کی روشنی میں یہ اَمر واضح ہے کہ مسلم ریاست کے خلاف بغاوت کی قطعی ممانعت پر اِجماعِ اُمت ہے اور کسی مذہب و مسلک میں بھی اس پر اختلاف نہیں ہے۔ ایسے خروج اور بغاوت کو جو نظمِ ریاست کے خلاف ہو اور ہیئتِ اجتماعی کے با قاعدہ اِذن و اِجازت کے بغیر ہو وہ خانہ جنگی، دہشت گردی اور فتنہ و فساد ہوتا ہے، اسے کسی لحاظ سے بھی جہاد کا نام نہیں دیا جاسکتا۔

جہاں تک کسی بدکردار مسلمان حکمران یا حکومت کو راہِ راست پر لانے کے لیے جد و جہد کا تعلق ہے تو وہ ہرگز منع نہیں ہے۔ مسلح جد و جہد اور بغاوت کی ممانعت سے مراد یہ نہیں کہ برائی کو برائی نہ کہا جائے اور اسے روکنے کی کوشش نہ کی جائے یا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فرائضِ ایمانی کو ترک کر دیا جائے۔ اِحقاقِ حق اور اِبطالِ باطل مسلمانوں پر واجب ہے۔ اسی طرح اصلاحِ معاشرہ اور ابلیسی قوتوں کا مقابلہ دینی فرائض میں سے ہے۔ حکمرانوں اور نظامِ حکومت کی اصلاح کے لئے اور انہیں ظلم و جور اور فسق و فجور سے روکنے کے لئے تمام آئینی، سیاسی، جمہوری اور قانونی پر امن طریقے اپنانا نہ صرف جائز بلکہ واجب ہیں۔ اعلاء کلمۂ حق، انسدادِ استبداد اور بحالیِ نظامِ عدل کے لئے انفرادی، اجتماعی، تنظیمی اور جماعتی سطح پر تمام کاوشیں بروئے کار لانا فرائضِ دین میں سے ہے۔

۵۔ دہشت گردی کی تاریخ میں خوارج کا عنصر نا قابلِ فراموش ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ خوارج کون تھے، ان کا شرعی حکم کیا ہے اور کیا موجودہ دور کے دہشت گرد خوارج ہی کا تسلسل ہیں؟

۞ ''خوارج'' دین اِسلام کے باغی اور سرکش تھے۔ ان کی اِبتداء عہد رسالت مآب ﷺ میں ہی ہوگئی تھی۔ ان کی فکری تشکیل دورِ عثمانی رضی اللہ عنہ میں اور منظّم و مسلح ظہور دورِ علوی رضی اللہ عنہ میں ہوا۔ اِن خوارج کے اَعمال و عبادات اور ظاہراً پابندیِ شریعت ایسی تھی کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی بعض اوقات زیادہ عابد و زاہد محسوس ہوتے لیکن حضور نبی اکرم ﷺ کے واضح فرمان کے مطابق وہ اسلام سے کلیتًا خارج تھے۔ خوارج مسلمانوں کے قتل کو جائز

سمجھتے، ان کی رائے اور نظریہ سے اتفاق نہ کرنے کے باعث صحابہ کرام ﷺ کی بھی تکفیر کرتے، نعرہ اِسلامی ''لَا حُکْمَ إِلَّا لِلّٰہ'' بلند کرتے اور خلیفہ راشد سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے خلاف مسلح خروج، بغاوت اور قتال کو نہ صرف جائز سمجھتے بلکہ عملاً اس کے ضمن میں قتل و غارت گری کرتے رہے۔ یہی خوارج درحقیقت تاریخِ اسلام میں سب سے پہلا دہشت گرد اور نظمِ ریاست کے خلاف باغی گروہ تھا۔ نصوصِ حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کا ظہور ہر دور میں ہوتا رہے گا۔ گویا خوارج سے مراد فقط وہی ایک طبقہ نہیں تھا جو خلافتِ راشدہ کے خلاف نکلا بلکہ ایسی ہی صفات، نظریات اور دہشت گردانہ طرزِ عمل کے حامل وہ تمام گروہ اور طبقات ہوں گے جو قیامت تک اسی انداز سے نکلتے رہیں گے اور مسلح دہشت گردانہ کارروائیاں جہاد کے نام پر کریں گے۔ یہ شرعی اَعمال کی بدرجہ اَتم ظاہری بجا آوری کے باوجود فکر و نظر کی اِس خرابی کے سبب اِسلام سے خارج تصور ہوں گے۔ فرامین رسول ﷺ کی روشنی میں ایسے لوگوں کو مذاکرات کے نام پر مہلت دینا یا اُن کے مکمل خاتمے کے بغیر چھوڑ دینا اِسلامی ریاست کے لیے روا نہیں، سوائے اِس کے کہ وہ خود ہتھیار پھینک کر اپنے غلط عقائد و نظریات سے مکمل طور پر توبہ کرکے اپنی اِصلاح کر لیں۔

۶۔ ایک سوال یہ بھی ہوتا ہے کہ فتنہ انگیزی، دہشت گردی اور مسلح بغاوت کے خاتمے کے لیے حکومت اور مقتدر طبقات کو کیا اقدامات اٹھانے چاہییں؟

۞ حکومت اور مقتدر اداروں کو چاہیے کہ وہ ملکی اور عالمی سطح پر ایسے تمام محرکات اور اسباب کا تدارک کریں جن سے عوام الناس تشکیک کا شکار ہوتے ہیں اور دہشت گردی کے سرغنے کئی مضطرب اور جذباتی نوجوانوں کو آسانی سے اکسانے، ورغلانے اور گمراہ کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں بلکہ انہیں دہشت گردی کے لئے تیار کرنے کا موقع میسر آ تا ہے۔ دہشت گرد عناصر جن واقعات و حالات کو اپنے ناپاک ایجنڈے کے لئے بطور ایندھن استعمال کرتے ہیں ان پالیسیوں میں واضح اور مثبت تبدیلیوں کی ضرورت ہے تاکہ ان اَسباب و محرکات کا بھی قلع قمع کیا جا سکے۔ اسی طرح اگر عالمی طاقتیں اور پاکستانی

ایجنسیاں عوام کے حقیقی مسائل، مشکلات اور شکایات کی طرف توجہ نہیں دیں گی اور دہشت گردی کے خاتمے کے لیے دو رُخی پالیسی نہیں چھوڑیں گی، اُس وقت تک اَمن کی حقیقی بحالی محض خواب ہی رہے گی۔

۷۔ اِس ضمن میں ایک اور اَہم سوال جو ایک مغالطے کی صورت میں خواص و عوام کے درمیان گردش کر رہا ہے وہ یہ ہے کہ کیا دہشت گردی پر مبنی مندرجہ بالا ظالمانہ کارروائیاں اِعلاءِ کلمۂ حق اور مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کی جد و جہد کے اِرادے سے سندِ جواز حاصل کرسکتی ہیں؟

❁ آج بھی دہشت گرد خوارج کی طرح اِسلام کا ہی نام لیتے اور اعلاءِ کلمۂ حق کا نعرہ لگاتے ہیں لیکن ان کے جملہ اقدامات اسلامی تعلیمات کے سراسر خلاف ہیں۔ جب اِن کے حامیوں کے پاس اِن کے دفاع کے لئے کوئی شرعی دلیل نہیں رہتی تو وہ بات کا رخ حکمرانوں کے غیر شرعی کاموں اور عالمی طاقتوں کے ظلم و استبداد کی طرف موڑ دیتے ہیں۔ اِس طرح یہ جواز پیش کرتے ہیں کہ دہشت گرد اگرچہ اقدامات تو غلط کر رہے ہیں مگر اُن کی نیت درست ہے۔ یقیناً یہ ایک بہت بڑا مغالطہ ہے جس کا شکار آج کل پڑھے لکھے بھی ہیں اور اَن پڑھ بھی۔ برائی ہر صورت میں برائی ہے اور ظلم کی جو توجیہ بھی کریں وہ ظلم ہی رہے گا۔ لہٰذا کوئی بھی فعلِ حرام نیت کے اچھا ہونے سے حلال نہیں بن سکتا کیوں کہ شریعت اسلامی میں حکم عمل پر لگایا جاتا ہے۔ قتلِ انسانیت، جبر و بربریت، دہشت گردی، فساد فی الارض اور مسلح بغاوت کسی بھی نیک ارادہ وعزم کے باوجود قابلِ معافی نہیں ہے اور نہ ہی اس میں کسی رخصت کی گنجائش ہے۔ لہٰذا دہشت گردوں اور اُن کے بہی خواہوں کا یہ استدلال بھی شرعاً باطل ہے۔ چنانچہ اپنے دلائل کا آغاز ہم اِسی مغالطے کی وضاحت سے کر رہے ہیں کہ حسنِ نیت سے بدی کسی صورت بھی نیکی نہیں بن سکتی۔

حسنِ نیت سے بدی نیکی نہیں بن سکتی

اگر قتل و غارت اور تخریب کاری کے پیچھے کوئی نیک نیت اور اچھا مقصد کارفرما ہو، تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اس نیک نیتی کے باعث ظلم و بربریت کا عمل جائز قرار پاسکتا ہے؟ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ خودکش دھماکے غلط سہی؛ لوگوں کا قتلِ عام بھی برا سہی؛ ملک میں فتنہ و فساد پھیلانا بھی حرام سہی؛ تعلیمی، تربیتی، صنعتی، تجارتی اور عوامی فلاح و بہبود کے مراکز کو تباہ و برباد کرنا بھی گناہِ عظیم سہی؛ مگر کرنے والوں کی نیت نیک ہوتی ہے اور وہ یہ سب کچھ غیر ملکی ظلم و بربریت اور مسلمانوں پر کی جانے والی جارحیت کے ردِّ عمل کے طور پر جہاد سمجھ کر کرتے ہیں، لہٰذا ان کو موردِ الزام نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔

اس مختصر بحث میں ہم اس سوچ کا جائزہ قرآن وسنت کی روشنی میں لیں گے کہ قربِ اِلٰہی کے حصول کی نیت سے کی جانے والی بت پرستی کو قرآن حکیم نے ردّ کر دیا۔ اس حقیقت کو قرآن وسنت میں بڑی وضاحت و تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ تفہیم کے لئے چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ط وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ م مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ط اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ط اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌo(۱)

’’(لوگوں سے کہہ دیں:) سُن لو! طاعت و بندگی خالصتاً اللہ ہی کے لیے ہے، اور جن (کفّار) نے اللہ کے سوا (بتوں کو) دوست بنا رکھا ہے، وہ (اپنی بُت پرستی کے جھوٹے جواز کے لیے یہ کہتے ہیں کہ) ہم اُن کی پرستش صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کا مقرّب بنا دیں، بے شک اللہ اُن کے درمیان اس چیز کا فیصلہ فرما دے گا جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں، یقیناً اللہ اس شخص

(۱) الزمر، ۳۹: ۳

کو ہدایت نہیں فرماتا جو جھوٹا ہے، بڑا ناشکر گزار ہےo‘‘

مشرکینِ مکہ سے جب ان کی بت پرستی کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم ان کی عبادت محض اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اس پوجا کے عوض اللہ تعالیٰ کا قرب عطا کریں گے۔ قربِ الٰہی کے حصول کی نیت اچھی ہے مگر بت پرستی کفر و شرک ہے۔ سو ایک اچھی خواہش اور نیک نیت کے باعث بت پرستی کے مشرکانہ فعل کو جواز نہیں مل سکا۔

اِسی طرح دہشت گردوں کا دعوی اِصلاح بھی قبول نہیں ہوگا کیونکہ دہشت گرد اپنے عمل سے اِصلاح نہیں بلکہ خونریزی اور فساد انگیزی کا ثبوت دیتے ہیں۔ اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُکَ قَوْلُهٗ فِی الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللهَ عَلٰی مَا فِيْ قَلْبِهٖ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِo وَاِذَا تَوَلّٰی سَعٰی فِی الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِکَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ط وَاللهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَo وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ط وَلَبِئْسَ الْمِهَادُo(۱)

’’اور لوگوں میں کوئی شخص ایسا بھی (ہوتا) ہے کہ جس کی گفتگو دنیاوی زندگی میں تجھے اچھی لگتی ہے اور وہ اللہ کو اپنے دل کی بات پر گواہ بھی بناتا ہے، حالاں کہ وہ سب سے زیادہ جھگڑالو ہےo اور جب وہ (آپ سے) پھر جاتا ہے تو زمین میں (ہر ممکن) بھاگ دوڑ کرتا ہے تاکہ اس میں فساد انگیزی کرے اور کھیتیاں اور جانیں تباہ کر دے، اور اللہ فساد کو پسند نہیں فرماتاo اور جب اسے اس (ظلم و فساد پر) کہا جائے کہ اللہ سے ڈرو تو اس کا غرور اسے مزید گناہ پر اکساتا ہے، پس اس کے لیے جہنم کافی ہے اور وہ یقیناً برا ٹھکانا ہےo‘‘

اِن آیاتِ مبارکہ میں بھی یہی بات سمجھائی گئی ہے کہ کئی لوگ ایسی گفتگو کریں

(۱) البقرة، ۲: ۲۰۴-۲۰۶

گے جو ظاہری دلائل کے تناظر میں اچھی لگے گی۔ وہ لوگ اپنی نیک نیتی پر قسمیں کھائیں گے اور اپنے اچھے مقاصد اور نیک اہداف پر اللہ تعالیٰ کو گواہ بھی بنائیں گے، مگر ان کے ایسے قول و شہادت کے باوجود باری تعالیٰ نے انہیں فسادی اور شر پسند قرار دیا ہے اور ان کے لئے عذابِ جہنم کا اعلان فرمایا ہے۔ گویا ان شر پسندوں کی طرف سے اپنی نیتوں پر قسمیں کھانا اس لئے ردّ کر دیا گیا کہ ان کا عمل واضح طور پر دہشت گردی اور فساد انگیزی پر مشتمل ہے۔ لہٰذا ان کی مجرمانہ کارروائیوں کو اُن کی نیتوں اور ارادوں کی صفائی میں کھائی گئی قسموں سے جواز اور معافی نہیں مل سکی۔ یہ قرآن مجید اور شریعتِ اسلامیہ کا بنیادی قاعدہ ہے۔ یہی نکتہ درج ذیل آیتِ کریمہ میں واضح کیا گیا ہے:

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ لا قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ○ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ○[1]

’’اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد بپا نہ کرو، تو کہتے ہیں: ہم ہی تو اصلاح کرنے والے ہیں (یعنی مصلحین ہیں)○ آگاہ ہو جاؤ! یہی لوگ (حقیقت میں) فساد کرنے والے ہیں مگر انہیں (اس کا) احساس تک نہیں○‘‘

آپ نے دیکھا کہ یہاں بھی اسی مفسدانہ ذہنیت اور مجرمانہ نفسیات کا ذکر ہے کہ فتنہ و فساد بپا کرنے والے کبھی اپنے عمل کو فساد نہیں سمجھتے بلکہ اسے اصلاح اور جہاد کا نام دیتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ بزعمِ خویش معاشرے میں خیر و اِصلاح لانے کے نام پر ظلم و سفّاکی کی ساری کارروَائیاں کرتے ہیں۔ آج یہی المیہ ہے کہ دہشت گردی، قتل و غارت گری اور فساد انگیزی کے مرتکب لوگ، مجرمانہ، باغیانہ، ظالمانہ، سفّاکانہ اور کافرانہ کارروائیوں کو ملکی مفاد کے دفاع، اسلام کی حفاظت اور غیر ملکی جارحیت کے خلاف ردّعمل کے عنوانات کا جامہ ہائے جواز پہناتے ہیں۔

یہ معلوم ہونا چاہیے کہ جس طرح نیت کے اچھا ہونے سے فعلِ حرام جائز قرار

---

(۱) البقرة، ۲: ۱۱، ۱۲

نہیں پا سکتا، ارادے کے نیک ہونے سے کفریہ فعل درست قرار نہیں پا سکتا اور مقاصد کے پاک ہونے سے ناپاک فعل طاہر و مطہّر نہیں ہوسکتا؛ اسی طرح جہاد کی نیت اور ارادہ کر لینے سے فساد کبھی جائز نہیں ہوسکتا۔ دینِ اسلام کی حفاظت، غیر ملکی جارحیت اور اُمتِ مسلمہ پر ہونے والی ناانصافیوں اور زیادتیوں کے اِنتقام کی نیت اور ارادہ کر لینے سے پُراَمن شہریوں کا قتلِ عام، عوامی اَملاک، مساجد اور آبادیوں کی تباہی و بربادی اور بے دریغ ظلم و بربریت کبھی حلال نہیں ہوسکتی۔ اِسی طرح اَحکامِ اِسلام اور نظامِ عدل کے نفاذ کی نیت سے دہشت گردی اور قتل و غارت گری کبھی جائز نہیں ہوسکتی اور نہ ہی اِن مذموم کارروائیوں کے لئے کوئی استثنا یا معافی و رخصت کی صورت نکل سکتی ہے۔ ایسے باغیانہ اور مفسدانہ گروہوں کے بارے میں قرآن حکیم ارشاد فرماتا ہے:

اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًاo (۱)

’’یہ وہ لوگ ہیں جن کی ساری جد و جہد دنیا کی زندگی میں ہی برباد ہوگئی اور وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم بڑے اچھے کام انجام دے رہے ہیںo‘‘

قرآن و حدیث کے عمیق مطالعے سے یہ بات بلا خوفِ تردید کہی جاسکتی ہے کہ اسلام جائز مقاصد کو صرف جائز طریقوں سے پانے، نیک اَہداف کو صرف حلال وسائل سے حاصل کرنے اور پاکیزہ منازل تک صرف درست وسائط سے پہنچنے کی شرط عائد کرتا ہے۔ پاک منزل کبھی پلید راستے سے نہیں ملتی۔ مسجد کی تعمیر بڑا نیک کام ہے لیکن بینک میں ڈاکہ ڈال کر اس کی تعمیر کو کسی صورت میں جائز قرار نہیں دیا جاسکتا۔ رحم کے مقاصد کبھی ظالمانہ طریقوں سے حاصل نہیں ہوتے اور مومنانہ عزائم کبھی کافرانہ روش سے پورے نہیں ہوتے۔ مختصر یہ کہ خیر، خیر ہی کے طریق سے آتی ہے، شر کے طریق سے نہیں۔ یہ اس دین کی عظمت اور طہارت ہے کہ اس نے منزل اور راستہ دونوں کی اصلاح و تطہیر کی ہے، مقصد

(۱) الکہف، ۱۸: ۱۰۴

اور طریقہ دونوں کو پاکیزہ اور مہذب بنایا ہے۔

جو لوگ اپنی ظالمانہ روِش اور مذموم کردار کے جواز کے لیے **إنما الأعمال بالنيات**[۱] (اَعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے) سے اِستدلال کرتے ہیں، ان کی تمام تاویلات فاسد اور باطل ہیں۔ وہ کبھی بھی غلط کام کو درست نہیں کرسکتیں اور اِس حدیثِ نبوی ﷺ کا تعلق صرف اُن اعمال سے ہے جو بظاہر جائز، مشروع اور صالح ہوں۔ ان کی قبولیت کا مدار صحتِ نیت پر رکھا گیا ہے یعنی اگر نیت میں اخلاص ہے تو اَعمال قبول ورنہ ردّ کر دیے جائیں گے۔ اگر نیت اچھی نہیں ہوگی یا مطلوبہ نیت مفقود ہوگی تو وہ اعمال ظاہراً اچھے ہو کر بھی عبادت نہیں بنتے۔ وہ مردود ہو سکتے ہیں یا بے اَجر ہو سکتے ہیں۔ مگر جو اعمال اپنے وجود میں ہی ممنوع، ظلم، حرام یا کفر ہوں، انہیں اچھی سے اچھی نیت بلکہ کئی اچھی نیتیں مل کر بھی مقبول، جائز یا ماجور نہیں بنا سکتیں۔ یہ ایسا متفقہ شرعی کلیہ اور اسلامی قاعدہ ہے کہ صحابہ و تابعین سے لے کر فقہاء و محدّثین اور علماء و محققین میں سے کسی نے بھی تا حال اس سے کبھی اختلاف نہیں کیا۔ نیز **إنما الأعمال بالنيات** کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ نیتوں کے مطابق ہی اَعمال کا صدور ہوتا ہے، یعنی جیسی نیت اور ارادہ ہوگا ویسے ہی اَفعال سرزد ہوں گے۔ چنانچہ ایک دہشت گرد کی قتل و غارت اور لوٹ مار اس کے خبثِ نیت یعنی اُس کے مذموم عقائد و نظریات کی غماز ہے نہ کہ صالح نظریات کی۔ ظلم و ستم اُس کی سنگ دلی کی علامت ہے نہ کہ رحم دلی کی۔ لہٰذا باغی، مجرم، شرپسند، ظالم اور جابر لوگ اپنی غلط کارروائیوں کے جھوٹے جواز کے لئے جو چاہیں تاویلات وضع کرتے رہیں ان کا اسلامی تعلیمات سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔

خادمِ اُمت و اِنسانیت

محمد طاہر القادری

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب بدء الوحی، ۱: ۳، رقم: ۱
۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الإمارة، باب قوله ﷺ: إنما الأعمال بالنية، ۳: ۱۵۱۵، رقم: ۱۹۰۷

بابِ اوّل

اِسلام کا معنی و مفہوم

ا۔ اِسلام دینِ اَمن وسلامتی ہے

اسلام خود بھی امن وسلامتی کا دین ہے اور دوسروں کو بھی امن و عافیت کے ساتھ رہنے کی تلقین کرتا ہے۔ اسلام کے دینِ امن وسلامتی ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بھیجے ہوئے دین کے لئے نام ہی ''اسلام'' پسند کیا ہے۔[1] لفظِ اسلام سَلَمَ یا سَلِمَ سے ماخوذ ہے، جس کے معنی امن وسلامتی اور خیر و عافیت کے ہیں۔ اسلام اپنے لغوی معنی کے اعتبار سے سراسر امن (peace) ہے۔ گویا امن وسلامتی کا معنی لفظِ اسلام کے اندر ہی موجود ہے۔ لہٰذا اپنے معنی کے اعتبار سے ہی اسلام ایک ایسا دین ہے جو خود بھی سراپا سلامتی ہے اور دوسروں کو بھی امن و سلامتی، محبت و رواداری،

(۱) ا۔ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللهِ الْإِسْلَامُ.[1]

''بے شک دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔''

۲۔ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا.[2]

''اورتمہارے لیے اسلام کو (بطورِ) دین (یعنی مکمل نظامِ حیات کی حیثیت سے) پسند کرلیا۔''

۳۔ هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا.[3]

''اس (اللہ) نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے، اس سے پہلے (کی کتابوں میں) بھی اوراس (قرآن) میں بھی۔''

(۱) آل عمران، ۳: ۱۹
(۲) المائدۃ، ۵: ۳
(۳) الحج، ۲۲: ۷۸

اعتدال و توازن اور صبر و تحمل کی تعلیم دیتا ہے۔

قرآن و حدیث میں اگر مسلم اور مومن کی تعریف تلاش کی جائے تو یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک **مسلمان** صرف وہ شخص ہے جو تمام انسانیت کے لئے پیکرِ امن و سلامتی ہو اور **مومن** بھی وہی شخص ہے جو امن و آشتی، تحمل و برداشت، بقاء باہمی اور احترامِ آدمیت جیسے اوصاف سے متصف ہو۔ یعنی اجتماعی سطح سے لے کر انفرادی سطح تک ہر کوئی اس سے محفوظ و مامون ہو۔

۲۔ دینِ اِسلام کے تین درجات

پیغمبرِ اسلام حضور نبی اکرم ﷺ نے دینِ اِسلام کے درج ذیل تین درجات بیان فرمائے ہیں:

(۱) اِسلام

(۲) اِیمان

(۳) اِحسان

اَعمال، عقائد اور اَحوال کے باب میں دینِ اِسلام کے یہ تین مراتب ہیں۔ دینِ اِسلام کی تمام تعلیمات اِنہی کے گرد گھومتی نظر آتی ہیں۔ جیسا کہ امام بخاری اور امام مسلم کی روایت کردہ حدیثِ صحیح میں ہے کہ ایک مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بارگاہِ رِسالت مآب ﷺ میں حاضر تھے کہ حضرت جبریل علیہ السلام ایک سائل کی صورت میں حاضرِ مجلس ہوئے اور حضور نبی اکرم ﷺ سے درج ذیل تین سوال عرض کیے:

مَا الْإِسْلَامُ؟

''اسلام کیا ہے؟''

اِس پہلے سوال کے جواب میں حضور نبی اکرم ﷺ نے دین کے اساسی اَعمال بیان فرمائے۔

حضرت جبریل علیہ السلام نے دوسرا سوال یہ کیا:

مَا الْإِيمَانُ؟

''ایمان کیا ہے؟''

اِس کے جواب میں حضور نبی اکرم ﷺ نے دین کے اَساسی عقائد بیان فرمائے۔

حضرت جبریل علیہ السلام نے تیسرا سوال یہ کیا:

مَا الْإِحْسَانُ؟

''اِحسان کیا ہے؟''

اِس سوال کے جواب میں حضور نبی اکرم ﷺ نے دین کی اَعلیٰ قلبی کیفیات اور روحانی اَحوال بیان فرمائے جن سے بندۂ مومن کی باطنی تطہیر اور روحانی ارتقاء و اِستحکام کے بعد اُس کی شخصیت کی تکمیل ہوتی ہے۔

سوالات کے جواب حاصل کرنے کے بعد جب جبریل علیہ السلام واپس چلے گئے تو حضور نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا:

إِنَّهُ جِبْرِيْلُ أَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِيْنَكُمْ. (۱)

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الإیمان، باب سؤالِ جبریل النبي ﷺ عن الإِیمان و الإِسلامِ والإِحسانِ وعلمِ الساعۃ، ۱: ۲۷، رقم: ۵۰
۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الایمان، باب بیان الإیمان والإسلام والإحسان، ۱: ۳۶، رقم: ۸، ۹

←

’’یہ جبریل علیہ السلام تھے جو تمہیں (ان سوالات کے ذریعے) دین کی تعلیم دینے آئے تھے۔‘‘

اِس مضمون پر مشتمل متعدد اَحادیث میں دینِ اِسلام کے ان تین مراتب کی تفصیلات واضح کی گئی ہیں۔ اسی طرح قرآن حکیم میں بھی باری تعالیٰ نے مختلف مقامات پر دینِ اِسلام کے یہ تین درجات بیان فرمائے ہیں۔

دینِ اِسلام کے پہلے درجے ’’اِسلام‘‘ کے بارے میں قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا. (١)

’’آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اورتم پر اپنی نعمت پوری کر دی اورتمہارے لیے اسلام کو (بطورِ) دین (یعنی مکمل نظامِ حیات کی حیثیت سے) پسند کر لیا۔‘‘

دینِ اِسلام کے دوسرے درجے ’’اِیمان‘‘ کے بارے میں اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ط قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا

.... ٣۔ ترمذی، السنن، کتاب الإیمان، باب ما جاء فی وصف جبریل للنبي ﷺ الإیمان والإسلام، ٥: ٦، رقم: ٢٦٠١

٤۔ أبوداود، السنن، کتاب السنة، باب فی القدر، ٤: ٢٢٢، رقم: ٤٦٩٥

٥۔ نسائی، السنن، کتاب الإیمان وشرائعه، باب نعت الإسلام، ٨: ٩٧، رقم: ٤٩٩٠

٦۔ ابن ماجه، السنن، المقدمة، باب في الإیمان، ١: ٢٤، رقم: ٦٣

(١) المائدة، ٥: ٣

يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ. (۱)

''دیہاتی لوگ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں، آپ فرما دیجیے: تم ایمان نہیں لائے، ہاں یہ کہو کہ ہم اسلام لائے ہیں اور ابھی ایمان تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا۔''

دینِ اِسلام کے تیسرے درجے ''اِحسان'' کے بارے میں اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ. (۲)

''اور دین اِختیار کرنے کے اعتبار سے اُس شخص سے بہتر کون ہوسکتا ہے جس نے اپنا رُوئے نیاز اللہ کے لیے جھکا دیا اور وہ صاحبِ احسان بھی ہوا۔''

ایک مقام پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے دینِ اِسلام کے تینوں درجات بالترتیب اکٹھے بیان فرمائے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے:

لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ط وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ○ (۳)

''ان لوگوں پر جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اس (حرام) میں کوئی گناہ نہیں جو وہ (حکمِ حرمت اترنے سے پہلے) کھا پی چکے ہیں جب کہ وہ (بقیہ معاملات میں) بچتے رہے اور (دیگر اَحکامِ اِلٰہی پر) ایمان لائے اور اَعمالِ صالحہ پر عمل پیرا رہے، پھر (اَحکامِ حرمت کے آجانے کے بعد بھی ان سب حرام اَشیاء سے) پرہیز کرتے رہے اور (اُن کی حرمت پر صدقِ دل سے)

---

(۱) الحجرات، ۴۹: ۱۴

(۲) النساء، ۴: ۱۲۵

(۳) المائدة، ۵: ۹۳

ایمان لائے، پھر صاحبانِ تقویٰ ہوئے اور (بالآخر) صاحبانِ اِحسان (یعنی اللہ کے خاص محبوب و مقرب و نیکوکار بندے) بن گئے، اور اللہ اِحسان والوں سے محبت فرماتا ہےo‘‘

سطور بالا میں کی گئی اِس بنیادی بحث سے واضح ہوتا ہے، اور ائمہ دین کا بھی اِسی اَمر پر اِجماع ہے، کہ دینِ اِسلام کاملاً تین درجوں پر مشتمل ہے اور اس کی کل تعلیمات اِنہی تین درجوں میں تقسیم ہیں۔ اگر اِسلام کے عام معنی مراد لیے جائیں تو اس سے مراد مکمل دین ہے اور اگر اس کے خاص معنی مراد لیے جائیں تو اس سے مراد دین کے اساسی اعمال ہوں گے جنہیں اَرکانِ اِسلام سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہی ارکان اِسلام ہیں جن سے مسلمانوں کی انفرادی و اجتماعی زندگی عملی سانچے میں ڈھلتی ہے۔ اِسی طرح دینِ اِسلام کی وہ تعلیمات جن کا تعلق اَعمال اور اَحکام کے ساتھ ہے، ’’اِسلام‘‘ کے ذیل میں آتی ہیں۔ ان سے مسلمانوں کی عملی و اَخلاقی زندگی وجود میں آتی ہے۔ دینِ اِسلام کی وہ تعلیمات جن کا تعلق عقائد و نظریات کے ساتھ ہے، وہ ’’ایمان‘‘ کے ذیل میں آتی ہیں اور ان سے انسانی زندگی کا فکری و نظریاتی پہلو تشکیل پاتا ہے جب کہ دینِ اِسلام کی وہ تعلیمات جن سے اَعلیٰ قلبی کیفیات اور روحانی اَحوال نصیب ہوتے ہیں، وہ ’’اِحسان‘‘ کے ذیل میں آتی ہیں۔ اِن تعلیمات سے بندۂ مؤمن کی اَخلاقی و روحانی تطہیر ہوتی ہے اور اُس کے قلب و باطن کا روحانی اِرتقاء ہوتا ہے جو فی الحقیقت اِسلام اور اِیمان کا مقصد و مدعا ہوتا ہے۔

اب ہم بالترتیب دینِ اِسلام کے تینوں مراتب کا ذکر لغوی اور اِصطلاحی حوالے سے کرتے ہیں تاکہ یہ خوش گوار حقیقت واضح ہو سکے کہ اِن تین مراتب کا اَمن، امان اور سلامتی کے ساتھ کیا تعلق ہے۔

(۱) لفظِ اِسلام کا لغوی معنی اور تحقیق

لفظِ 'اسلام' مصدر ہے اور یہ سَلِمَ یَسْلَمُ سَلَامًا وسَلَامَةً سے ماخوذ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّةً.[۱]

''اِسلام (سلامتی) میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔''

یہاں السِّلْم کا معنی ابو عمرو نے اسلام کیا ہے۔ اور حضور نبی اکرم ﷺ کا فرمانِ اقدس ہے:

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَیَدِهٖ.[۲]

''مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان سلامت رہیں۔''

لہٰذا کسی فرد کے اسلام لانے اور مسلمان ہو جانے کا مطلب سلامتی کے دروازے میں داخل ہو جانا ہے یہاں تک کہ لوگ اس کے شر سے محفوظ ہو جائیں۔

امامِ لغت ابو منصور محمد الازہری (۲۸۲-۳۷۰ھ) تھذیب اللغة میں بیان کرتے ہیں کہ ابو اسحاق الزجاج نے اللہ تعالیٰ کے اس قول - ﴿فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ کَتَبَ رَبُّکُمْ عَلٰی نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ﴾[۳] (تو آپ (ان سے شفقتاً) فرمائیں کہ تم پر سلام ہو

(۱) البقرة، ۲: ۲۰۸

(۲) ۱۔ بخاري، الصحیح، کتاب الإیمان، باب من سلم المسلمون من لسانه ویده، ۱: ۱۳، رقم: ۱۰

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الإیمان، باب بیان تفاضل الإسلام وأيّ أموره أفضل، ۱: ۶۵، رقم: ۴۱

۳۔ ترمذی، السنن، کتاب الإیمان، باب ما جاء في أن المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده، ۵: ۱۸، رقم: ۲۶۲۷

(۳) الأنعام، ۶: ۵۴

تمہارے رب نے اپنی ذات (کے ذِمّہ کرم) پر رحمت لازم کرلی ہے) - کی تفسیر میں فرمایا کہ انہوں نے محمد بن یزید کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ لغتِ عرب میں سَلام کے چار معانی ہیں: ان میں سے ایک یہ کہ سَلام، سَلمت سے مصدر ہے؛ دوسرا یہ کہ سَلامَة کی جمع ہے؛ تیسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ کے اَسماے حسنیٰ میں سے ایک اسم مبارک ہے اور چوتھا یہ کہ یہ ایک ایسے درخت کا نام ہے جو سدا بہار شجرِ سایہ دار ہے۔ زجاج نے کہا: وہ سَلام جو سَلَّمتُ کا مصدر ہے، اس کا معنی انسان کے لئے دعا ہے کہ وہ اپنے دین اور اپنی جان میں آفات سے سلامت رہے اور اس کی تاویل تمام آفات و بَلِیّات سے نجات اور چھٹکارا پانا ہے۔[1]

جنت کو بھی دَارُ السَّلاَم اسی لئے کہا گیا ہے کہ اس میں کوئی فنا اور موت نہ ہو گی۔ نہ کسی کی زندگی کو خطرہ ہوگا نہ کسی کی صحت کو، نہ کسی کی عزت کو پریشانی لاحق ہوگی نہ کسی کی حرمت کو۔ یہ خالصتاً امن وسکون، راحت و عافیت اور مسرت و سلامتی کا گھر ہوگا جس میں کوئی خوف وحزن اور رنج و ملال بھی نہ ہوگا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾[2] (انہی کے لیے ان کے رب کے حضور سلامتی کا گھر ہے)۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ﴾[3] (اور اللہ سلامتی کے گھر (جنت) کی طرف بلاتا ہے)۔ اور دَارُ السَّلاَم سے مراد دَارُ السَّلاَمَة ہے یعنی سلامتی والا گھر، کیونکہ حقیقی سلامتی صرف اور صرف جنت میں ہے اور اس میں ایسی بقا ہے جس کے ساتھ فنا نہیں، ایسی غنا ہے جس کے ساتھ فقر نہیں، ایسی عزت ہے جس کے ساتھ ذلت نہیں اور ایسی صحت ہے جس کے ساتھ بیماری نہیں۔

امام راغب اصفہانی بیان کرتے ہیں: اَلسِّلْم اور اَلسَّلاَمَة کا معنی ظاہری اور باطنی آفات سے پاک ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(۱) أزهری، تهذيب اللغة، ۴: ۲۹۲

(۲) الأنعام، ۶: ۱۲۷

(۳) يونس، ۱۰: ۲۵

اِلَّا مَنۡ اَتَی اللّٰهَ بِقَلۡبٍ سَلِيۡمٍ○[1]

’’مگر وہی شخص (نفع مند ہوگا) جو اللہ کی بارگاہ میں سلامتی والے بے عیب دل کے ساتھ حاضر ہواo‘‘

یعنی ایسا دل جو ظلم و فساد سے خالی ہو۔ پس یہ سلامتی باطن سے متعلق ہے اور اللہ تعالیٰ کے اِرشادِ گرامی ﴿مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيۡهَا﴾[2] میں سلامتی کا تعلق ظاہر سے ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے فرامین مقدسہ ﴿وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ﴾،[3] ﴿اُدۡخُلُوۡهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيۡنَ﴾،[4] ﴿اهۡبِطۡ بِسَلٰمٍ مِّنَّا﴾،[5] ﴿يَهۡدِىۡ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضۡوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ﴾،[6] ﴿وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الۡجٰهِلُوۡنَ قَالُوۡا سَلٰمًا﴾،[7] سب میں سلامتی اور امن و عافیت کا ہی معنی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فرامین مبارکہ ﴿سَلٰمٌ قف قَوۡلًا مِّنۡ رَّبٍّ

(۱) الشعراء، ۲۶: ۸۹

(۲) ’’بالکل تندرست ہو اس میں کوئی داغ دھبہ بھی نہ ہو۔‘‘(۱)

(۳) ’’لیکن اللہ نے (مسلمانوں کو بزدلی اور باہمی نزاع سے) بچالیا۔‘‘(۲)

(۴) ’’(ان سے کہا جائے گا:) ان میں سلامتی کے ساتھ بے خوف ہو کر داخل ہو جاؤo‘‘(۳)

(۵) ’’ہماری طرف سے سلامتی اور برکتوں کے ساتھ (کشتی سے) اتر جاؤ۔‘‘(۴)

(۶) ’’اللہ اس کے ذریعے ان لوگوں کو جو اس کی رضا کے پیرو ہیں، سلامتی کی راہوں کی ہدایت فرماتا ہے۔‘‘(۵)

(۷) ’’اور جب ان سے جاہل (اکھڑ) لوگ (ناپسندیدہ) بات کرتے ہیں تو وہ سلام کہتے (ہوئے الگ ہو جاتے) ہیں۔‘‘(۶)

(۱) البقرة، ۲: ۷۱
(۲) الأنفال، ۸: ۴۳
(۳) الحجر، ۱۵: ۴۶
(۴) هود، ۱۱: ۴۸
(۵) المائدة، ۵: ۱۶
(۶) الفرقان، ۲۵: ۶۳

رَّحِیم﴾[۱] اور ﴿سَلٰـمٌ عَلَیۡکُمۡ بِمَا صَبَرۡتُمۡ﴾[۲] میں بھی سلامتی اور عافیت ہی مذکور ہے۔ لہٰذا یہ وہ پہلا معنی ہے جو اسلام کے لفظ میں لغتاً اور دلالتاً پایا جاتا ہے۔ اس سے یہ چیز اَظہر من الشّمس ہوگئی کہ ہر اسم یا فعل جو لفظِ اسلام کی اصل اور مادّہ سے مشتق ہو تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے اندر امن، امان، سلامتی اور عافیت کا معنی رکھتا ہو۔

باری تعالیٰ نے بھی اپنا ایک نام السّلام بیان فرمایا ہے، جس کا سبب بھی اَلسَّلَامَۃُ مِنَ الْعَیۡبِ وَالنَّقۡصِ وَالۡفَنَا یعنی اللہ تعالیٰ کا ہر عیب، نقص اور فنا سے پاک ہونا ہے۔ اِس سے لفظِ ''اسلام'' کے مذکورہ بالا معنی پر دلالت واقع ہوتی ہے کیونکہ اسمِ الٰہی ہونے کے باعث یہ لفظ اور اس کا مدلول اپنے اندر سلامتی، حسن، بھلائی اور خیر کے تمام معانی جمع کیے ہوئے ہے اور جملہ عوارضِ فساد کی مکمل نفی لیے ہوئے ہے۔ اس وجہ سے ہر مسلمان کا شعارِ ملاقات اور اس کی علامتِ اسلام ہی تسلیم کو بنا دیا گیا ہے کہ جب بھی دو مسلمان باہم ملیں تو ایک دوسرے کو السلام علیکم کہہ کر امن و سلامتی کی دعا اور پیغام دیں اور ایک دوسرے کے لئے ہر قسم کے شر و فساد اور عدوان و طغیان سے محفوظ رہنے کی نیک خواہش کا اظہار کریں۔ یہی حکم مسلمانوں کو خروج عن الصلٰوۃ پر دیا گیا ہے کہ نماز کا اختتام بھی دائیں بائیں ہر ایک کے لیے سلامتی، امن و امان اور حفاظت و عافیت کے پیغام پر کریں۔

اسی طرح السّلام کا ایک اور معنی ''سرسبز درخت'' ہے۔ لسان العرب اور تھذیب اللغۃ میں امامِ لغت ابو حنیفہ کا قول مروی ہے: اَلسَّلَامُ شَجَرٌ عَظِیۡمٌ وَھُوَ أَبَدًا

(۱) ''(تم پر) سلام ہو، (یہ) ربِّ رحیم کی طرف سے فرمایا جائے گاo''(۱)
(۲) ''(انہیں خوش آمدید کہتے اور مبارک باد دیتے ہوئے کہیں گے:) تم پر سلامتی ہو تمہارے صبر کرنے کے صلہ میں۔''(۲)

(۱) یسین، ۳۶: ۵۸
(۲) الرعد، ۱۳: ۲۴

أَخْضَرُ[1] (سلام ایسا شجرِ عظیم ہے جو ہمیشہ سرسبز و شاداب رہتا ہے)۔ اس کی وجہ بھی ائمہ لغت نے یہی لکھی ہے۔ یہ درخت آفات سے یعنی سوکھنے، جلنے اور جھڑنے سے محفوظ ہوتا ہے اس لئے اسے السّلام کہتے ہیں۔ ابن بری نے کہا ہے کہ شجر سایہ دار کو اَلسَّلْمُ کہتے ہیں اور اس کی جمع سلام ہے۔ سو اس کی وجہ تسمیہ بھی ہمیشہ سایہ دار اور سدا بہار رہنا ہے۔ گویا جو شے بھی سایہ دار ہو، نفع بخش ہو اور امن و سلامتی کی آئینہ دار ہو اس میں سِلْم، سَلْم اور سلام کا معنی تصور کیا جائے گا۔

مزید برآں عربی لغت میں سیڑھی کو السُّلَّمُ کہتے ہیں۔ الزجاج نے بیان کیا ہے: **السُّلَّمُ سُمِّیَ سُلَّمًا لأنّهٗ یُسَلِّمُکَ إِلٰی حَیْثُ تُرِیْدُ**[2] (سیڑھی کو بھی سُلَّم اس لئے کہتے ہیں کہ یہ انسان کو جہاں وہ چاہتا ہے سلامتی اور خیریت سے چڑھا دیتی ہے)۔ ورنہ بغیر سیڑھی کے چھت یا بلندی پر چڑھنے کے لیے چھلانگ سمیت جو طریقہ بھی استعمال کیا جائے گا، اس میں گرنے اور زخمی ہو جانے یا ہلاک ہو جانے کا خطرہ برقرار رہے گا۔ جب آپ سیڑھی کا ذریعہ اپنا لیتے ہیں تو خطرات سے محفوظ و مامون ہو جاتے ہیں۔ اس کے اسی سلامتی کے کردار کی وجہ سے لغتِ عرب میں اسے السُّلَّمُ کا نام دیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں بھی مذکور ہے:

اَوْ سُلَّمًا فِی السَّمَآءِ.[3]

''یا آسمان میں (چڑھنے والی) کوئی سیڑھی تلاش کر لیں۔''

اب لفظ السَّلْمُ کے ایک اور معنی پر غور کیجئے اور وہ ہے ڈول۔ صاحبِ لسان العرب ابن منظور لکھتے ہیں: **السَّلْمُ هو الدلو العظیمة**[4] (بڑے ڈول کو سَلم کہتے

(۱) ابن منظور، لسان العرب، ۱۲: ۲۹۷
(۲) ابن منظور، لسان العرب، ۱۲: ۲۹۹
(۳) الأنعام، ۶: ۳۵
(۴) ابن منظور، لسان العرب، ۱۲: ۲۰۱

ہیں)۔ آپ خوب جانتے ہیں کہ ڈول وہ برتن ہے جس کے ذریعے کنویں سے پانی نکالتے ہیں۔ مشینی دور سے قبل ڈول کے ذریعے ہی پانی نکالا جاتا تھا۔ سوال یہ ہے کہ ڈول کو سَلْمٌ کا نام کیوں دیا گیا۔ اس سے پانی نکال کر پیاسے اپنی پیاس بجھاتے ہیں۔ ضرورت مند پانی گھروں کو لے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ پہلے زمانہ میں غسل اور وضو بھی اسی طرح کیا جاتا تھا۔ سو ڈول کی اس حیات بخشی اور نفع رسانی کے باعث اسے سَلْمٌ کا نام دیا گیا کہ اسی کے ذریعے لوگوں کی کنوؤں کے پانی تک رسائی ہوتی ہے اور پانی سے زندگی، سیرابی، ٹھنڈک، سکون، راحتِ جان اور سبزی و ہریالی سب کچھ وابستہ ہے۔ اس لیے اس کے حصول کے ذریعے کو سلامتی (سَلْم) کا لقب مل گیا۔

لفظِ اسلام پر لغوی بحث ہم نے بطور نمونہ کی ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ اسلام اپنے لفظ، معنی اور عنوان کے لحاظ سے کلیتًا امن و سلامتی، خیر و عافیت اور حفظ و امان کا نام ہے۔ دوسرے لفظوں میں اسلام فساد و ہلاکت سے نہ صرف محفوظ و مامون ہونے بلکہ ہر ایک کو محفوظ و مامون رکھنے کا نام ہے۔ اس میں اصلاً کسی فساد انگیزی، تباہی و بربادی اور تفرقہ و انتشار کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی تعلیم کا ہر پہلو انتہا پسندی اور دہشت گردی کی نفی کرتا ہے اور اس کی جگہ بھلائی، آبادی، شادابی، سلامتی، ترقی، عافیت اور نفع بخشی کی ترغیب اور ضمانت دیتا ہے۔ سو جس شخص کا طرزِ عمل اسلام کے اساسی معنی اور اس کے فکری و عملی اطلاق سے متصادم ہوگا اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔

اب مذکورہ بالا معانی کی تائید میں حضور نبی اکرم ﷺ کے ارشادات ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ.(۱)

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الإيمان، باب من سلم المسلمون من ـــــ

''مسلمان وہ ہے جس نے اپنی زبان اور اپنے ہاتھ سے دوسرے مسلمانوں کو محفوظ رکھا۔''

۲۔ حضرت ابوموسی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَيُّ الْإِسْلَامِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ.(۱)

''میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا: یا رسول اللہ! کون سا

.... لسانه ويده، ۱: ۱۳، رقم: ۱۰

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الإيمان، باب بيان تفاضل الإسلام وأيّ أموره أفضل، ۱: ۶۵، رقم: ۴۱

۳۔ ترمذی، السنن، كتاب الإيمان، باب ما جاء في أن المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده، ۵: ۱۷، رقم: ۲۶۲۷

۴۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۴۴۰، رقم: ۱۵۶۷۳

۵۔ ابن حبان، الصحيح، ۱: ۴۰۶، رقم: ۱۸۰

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الإيمان، باب من سلم المسلمون من لسانه ويده، ۱: ۱۳، رقم: ۱۱

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الإيمان، باب بيان تفاضل الإسلام وأي أموره أفضل، ۱: ۶۶، رقم: ۴۲

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۳۷۲، رقم: ۱۵۰۳۷

۴۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۱۴، رقم: ۱۷۰۶۸

۵۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۱: ۵۷۹، رقم: ۵۱۷۶

۶۔ ابن أبی شيبة، المصنف، ۵: ۳۲۰، رقم: ۲۶۴۹۷

۷۔ حاكم، المستدرك، ۱: ۵۵، رقم: ۲۶

۸۔ عبد الرزاق، المصنف، ۱۱: ۱۲۷، رقم: ۲۰۱۰۷

اسلام افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: (بہترین اسلام اس شخص کا ہے) جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔‘‘

مذکورہ حدیث مبارکہ میں حضور نبی اکرم ﷺ نے أَيُّ الْإِسْلَامِ أَفْضَلُ کا جواب مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ دے کر لوگوں کے اس اعتراض کو رفع فرما دیا ہے کہ ’’ہم کس کا اسلام مانیں اور کس کا نہ مانیں۔‘‘ حضور نبی اکرم ﷺ نے اسلام کا واضح تصور (crystal clear vision) دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ بہترین اسلام ان لوگوں کا ہے جن کے ہاتھ اور زبان سے تمام طبقاتِ انسانی محفوظ رہیں، جو بقاے باہمی، محبت و رواداری، تحمل و برداشت اور بین المذاہب رواداری کے علم بردار ہوں۔ اس کے برعکس اگر کوئی تبلیغ و تنفیذِ دین کے لئے انتہا پسندی، نفرت و تعصب، افتراق و انتشار اور جبر و تشدد کا راستہ اختیار کرے اور پُر اَمن شہریوں کا خون بہائے تو ایسے لوگ، چاہے ظاہری طور پر اَعمالِ شرعی کے پابند ہی کیوں نہ ہوں، ان کا دعویٰ اسلام ہرگز پسندیدہ اور مقبول نہیں ہوسکتا کیونکہ حضور نبی اکرم ﷺ نے حقیقی اسلام کو پرکھنے کا معیار (criterion) بنیادی طور پر امن و سلامتی کو قرار دیا ہے۔

۳۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں عرض کیا:

أَيُّ الإِسْلَامِ خَيْرٌ؟

’’کون سا اِسلام بہتر ہے؟‘‘

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تُطْعِمُ الطَّعَامَ، وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلَى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ.(۱)

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، كتاب الإيمان، باب إطعام الطعام مِنَ الإسلام، ۱: ۱۳، رقم: ۱۲

’’(بہترین اسلام یہ ہے کہ) تم (دوسروں کو) کھانا کھلاؤ اور (ہر ایک کو) سلام کرو، خواہ تم اسے جانتے ہو یا نہیں جانتے۔‘‘

۴۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمان کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ النَّاسُ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ.(۱)

’’(بہترین) مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے تمام لوگ محفوظ رہیں۔‘‘

۵۔ اِمام احمد بن حنبل اپنی مسند میں حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

أنّ رجلاً قال: يا رسول الله، أيُّ الإسْلام أفضلُ؟ قَالَ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: مَنْ سَلِمَ النَّاس مِنْ لِّسَانِهِ وَيَدِهِ.(۲)

.... ۲۔ بخاری، الصحيح، کتاب الإيمان، باب إفشاء السلام مِن الإسلام، ۱: ۱۹، رقم: ۲۸

۳۔ مسلم، الصحيح، کتاب الإيمان، باب بيان تفاضل الإسلام ونصف أموره أفضل، ۱: ۶۵، رقم: ۳۹

(۱) ۱۔ نسائي، السنن، کتاب الإيمان وشرائعه، باب صفة المؤمن، ۸: ۱۰۴، رقم: ۴۹۹۵

۲۔ نسائی، السنن الکبری، ۶: ۵۳۰، رقم: ۱۱۷۲۶

۳۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الفتن، باب حرمة دم المؤمن وماله، ۲: ۱۲۹۸، رقم: ۳۹۳۴

۴۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۷۹، رقم: ۸۹۱۸

(۲) أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۱۸۷، رقم: ۶۷۵۳

’’ایک شخص نے حضور نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! کون سا اِسلام افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: (اُس شخص کا اِسلام سب سے بہتر ہے) جس کی زبان اور ہاتھ سے تمام لوگ محفوظ رہیں۔‘‘

۶۔ اِمام طبرانی حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے ہی روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا:

أيُّ الْمُسْلِمِيْنَ خَيْرٌ، يَا رَسُوْلَ اللهِ؟

’’یا رسول اللہ! مسلمانوں میں سے کون بہترین ہے؟‘‘

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ سَلِمَ النَّاسَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ. (۱)

’’(وہ مسلمان بہترین ہے) جس کی زبان اور ہاتھ سے تمام لوگ محفوظ رہیں۔‘‘

۷۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهِ وَيَدِهِ. (۲)

’’سب سے زیادہ کامل ایمان والا وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔‘‘

۸۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مری ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) طبرانی، المعجم الأوسط، ۳: ۲۸۷، رقم: ۳۱۷۰

(۲) ۱۔ حاکم، المستدرك علی الصحیحین، ۱: ۵۴، رقم: ۲۳

۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۱: ۴۲۶، رقم: ۱۹۷

اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ، مَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيْهِ كَانَ اللهُ فِي حَاجَتِهِ، وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرُبَاتِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (۱)

’’ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، نہ وہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے۔ جو شخص اپنے کسی (مسلمان) بھائی کی حاجت روائی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی فرماتا ہے۔ اور جو شخص کسی مسلمان کی (دنیوی) مشکل حل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی مشکلات میں سے کوئی مشکل حل فرمائے گا اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی کرے گا۔‘‘

۹۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يَخْذُلُهُ وَلَا يَحْقِرُهُ، اَلتَّقْوَى هَاهُنَا (وَ يُشِيْرُ إِلَى صَدْرِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ) بِحَسْبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ، كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهُ وَمَالُهُ

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب المظالم، باب لا یظلم المسلم المسلم ولا یسلمہ، ۲: ۸۶۲، رقم: ۲۳۱۰

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب تحریم الظلم، ۴: ۱۹۹۶، رقم: ۲۵۸۰

۳۔ ترمذی، السنن، کتاب الحدود، باب ما جاء فی الستر علی المسلم، ۴: ۳۴، رقم: ۱۴۲۶

۴۔ أبوداود، السنن، کتاب الأدب، باب المؤاخاۃ، ۴: ۲۷۳، رقم: ۴۸۹۳

وَعِرْضُهُ. (۱)

''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، وہ اس پر نہ تو ظلم کرتا ہے اور نہ اسے ذلیل کرتا ہے اور نہ ہی اسے حقیر سمجھتا ہے۔ تقویٰ اور پرہیزگاری یہاں ہے (اور آپ ﷺ نے تین مرتبہ اپنے سینۂ اقدس کی طرف اشارہ کیا)۔ کسی مسلمان کے لئے اتنی برائی کافی ہے کہ وہ اپنے کسی مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔ ایک مسلمان پر دوسرے کا خون، اس کا مال اور اس کی عزت (وآبرو پامال کرنا) حرام ہے۔''

۱۰۔ ایک دوسری متفق علیہ حدیث میں یہی مضمون یوں بیان کیا گیا ہے:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ رضی الله عنه أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ، وَقِتَالُهُ كُفْرٌ. (۲)

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب البر والصلة والآداب، باب تحريم ظلم المسلم وخذله واحتقاره ودمه وعرضه وماله، ۴: ۱۹۸۶، رقم: ۲۵۶۴

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۷۷، رقم: ۷۷۱۳

۳۔ عبد بن حميد، المسند، ۱: ۴۲۰، رقم: ۱۴۴۲

۴۔ بيهقی، السنن الكبرى، ۶: ۹۲، رقم: ۱۱۲۷۶

۵۔ بيهقی، شعب الإيمان، ۵: ۲۸۰، رقم: ۶۶۶۰

(۲) ۱۔ بخاری، الصحيح، كتاب الإيمان، باب خوف المؤمن من أن يحبط عمله وهو لا يشعر، ۱: ۲۷، رقم: ۴۸

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الإيمان، باب بيان قول النبي ﷺ: سباب المسلم فسوق وقتاله كفر، ۱: ۸۱، رقم: ۶۴

۳۔ ترمذی، السنن، كتاب البر والصلة، ۴: ۳۵۳، رقم: ۱۹۸۳

۴۔ نسائي، السنن، كتاب تحريم الدم، باب قتال المسلم، ۷: ۱۲۱، رقم: ۴۱۰۵

۵۔ ابن ماجه، السنن، المقدمة، باب في الإيمان، ۱: ۲۷، رقم: ۶۹

’’حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کسی مسلمان کو گالی دینا فسق اور اس سے قتال کرنا کفر ہے۔‘‘

مذکورہ حدیث کی رُو سے جب کسی مسلمان کو محض برا بھلا کہنے اور ان سے فساد و قتال کرنے کو فسق و کفر کہا گیا ہے تو ان کے خلاف ہتھیار اٹھانا اور ان کے جان و مال کو تلف کرنا کتنا بڑا جرم ہوگا!

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مذکورہ بالا اَحادیث مبارکہ میں بعض مقامات پر مطلقاً لفظِ ’’النَّاس‘‘ استعمال کر کے اس حقیقت کی طرف واضح اشارہ فرما دیا ہے کہ مسلمان اور مومن صرف وہی شخص ہو گا جس سے بلا تفریقِ دین و مذہب ہر شخص کی جان و مال اور عزت و آبرو محفوظ ہو۔ لہٰذا جو شخص آدمیت و انسانیت کا احترام ملحوظ نہ رکھے اور قتل و غارت گری، فساد انگیزی اور جبر و تشدد کا راستہ اختیار کرے، وہ کتنی ہی عبادت و ریاضت کرتا پھرے، ہرگز مومن نہیں ہوسکتا۔ اگر کسی شخص نے ڈاڑھی رکھی ہو، تسبیح و تہلیل بھی کرتا ہو، نماز پنجگانہ ادا کرتا ہو، روزوں کا اہتمام کرتا ہو، تہجد گذار اور قائم اللیل ہو اور دعوت و تبلیغ کے علاوہ ہر سال حج و عمرہ بھی کرتا ہو، الغرض تمام عبادات کے باوجود اس سے لوگوں کی جان و مال محفوظ نہ ہوں تو یہ تمام عبادات اسے اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکتیں، کیونکہ حقیقی فلاح کا انحصار محض ظاہری عبادات پر نہیں بلکہ قلبِ سلیم پر ہے۔[1] حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ اللهَ عزوجل لَا يَنْظُرُ إِلَى صُوَرِكُمْ وَاَمْوَالِكُمْ، وَلٰكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوْبِكُم وَاَعْمَالِكُمْ.[2]

’’اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور اموال کو نہیں بلکہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔‘‘

---

(۱) الشعراء، ۲۶:۸۹

(۲) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب البر والصلة والآداب، باب تحريم ظلم المسلم، ۴:۱۹۸۷، الرقم: ۲۵۶۴

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲ : ۲۵۸

یعنی اگر اندر کا انسان نہیں بدلا، وہ وحشی اور درندہ ہے تو باہر کے انسان کو جتنے بھی پارسائی کے لبادے اوڑھا لیں، اس سے اللہ کو ہرگز دھوکہ نہیں دیا جا سکتا۔

(۲) لفظِ ایمان کا لغوی معنی اور تحقیق

لفظِ ایمان بقول لحیانی أمِنَ يَأْمَنُ أمْناً وأَمَنًا وأمانةً وأَمَنَةً سے مصدر ہے۔ اس کے معنی میں بھی اسلام کی طرح 'امن و امان' کی ہی کامل دلالت ہے۔ امام لغت ابو منصور محمد الازہری (۲۸۲-۳۷۰ھ) نے تھذیب اللغة میں ابو زیاد کا قول نقل کیا ہے: آمَنَ فلانٌ العدوَّ إيمانًا، فأَمِنَ والعدوُّ مُؤْمَنٌ[1] (فلاں شخص نے دشمن کو امان فراہم کی۔ یہ 'ایمان' ہے یعنی امان دینا ہے۔ پس وہ امن پا گیا)۔ سو دشمن کو مُؤْمَنْ کہیں گے کیونکہ وہ مامون ہو گیا اور امان دینے والا مُؤْمِنْ کہلائے گا۔ اسی طرح قرآن مجید نے مکہ معظّمہ کو شہرِ امن ہونے کی بنا پر ﴿وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ﴾[2] (اور اس اَمن والے شہر (مکہ) کی قَسم) کہہ کر قسم سے یاد فرمایا ہے۔ یہاں امین، مامون کے معنی میں آیا ہے۔ ابو نصر الجوہری نے بھی اَخفش سے یہی سبب روایت کیا ہے۔

امن، خوف کی ضد ہے اور حضرت مجاہد سمیت کئی طرق سے اللہ تعالیٰ کا ایک نام بھی الأمين مروی ہے۔ اسی طرح المؤمن کا اسمِ الٰہی ہونا تو خود قرآن مجید میں آیا ہے۔ دونوں کا معنی ایک ہے، یعنی ''اپنے اولیاء کو خوف سے امان دینے والا۔'' سورہ قریش میں بھی یہی مذکور ہے:

فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ○ الَّذِیْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ○[3]

---

(۱) ابن منظور، لسان العرب، ۱۳: ۲۱

(۲) التین، ۹۵: ۳

(۳) قریش، ۱۰۶: ۳، ۴

’’پس انہیں چاہیے کہ اس گھر (خانہ کعبہ) کے رب کی عبادت کریں (تاکہ اس کی شکر گزاری ہو)o جس نے انہیں بھوک (یعنی فقر و فاقہ کے حالات) میں کھانا دیا (یعنی رِزق فراہم کیا) اور (دشمنوں کے) خوف سے امن بخشا (یعنی محفوظ و مامون زندگی سے نوازا)o‘‘

إِیْمَان اور **آمَنَ** لغتِ عرب میں دو طرح آتے ہیں: متعدی اور غیر متعدی۔ اس طرح لفظِ مومن کے دو معنی ہوئے: خود امن پانے والا اور دوسروں کو امن فراہم کرنے والا۔ قرآن حکیم میں ’حرمِ مکّہ‘ کا ذکر یوں آیا ہے:

اَوَلَمۡ یَرَوۡا اَنَّا جَعَلۡنَا حَرَمًا اٰمِنًا. (۱)

’’اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے حرمِ (کعبہ) کو جائے امان بنا دیا ہے۔‘‘

پھر ’کعبۃ اللہ‘ کی نسبت ارشاد فرمایا گیا ہے:

وَاِذۡ جَعَلۡنَا الۡبَیۡتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمۡنًا. (۲)

’’اور (یاد کرو) جب ہم نے اس گھر (خانہ کعبہ) کو لوگوں کے لیے رجوع (اور اجتماع) کا مرکز اور جائے امان بنا دیا۔‘‘

مزید برآں ابو اسحاق الزجّاج نے ’’صاحبِ اَمن‘‘ کے لیے آمِنٌ، أَمِنٌ اور أمینٌ سب الفاظ ایک ہی معنی میں بیان کئے ہیں۔ حدیثِ نبوی ﷺ میں ستاروں کو أَمَنَةٌ کہا گیا ہے: **النجوم أَمَنَةُ السّماء، فإذا ذھبت النجوم أتی السماء ما توعد**۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ستارے آسمانی کائنات کی امان ہیں۔ جب وہ باہم ٹکرا کر گر جائیں گے تو قیامت آ جائے گی یعنی کائنات کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اسی طرح حضور ﷺ نے خود کو اپنے

---

(۱) العنکبوت، ۲۹: ۶۷

(۲) البقرۃ، ۲: ۱۲۵

صحابہ کے لئے أَمَنَۃٌ فرمایا: أنا أَمَنَۃٌ لأصحابی، فإذا ذھبت أتی أصحابی ما یوعدون (میں اپنے اصحاب کے لئے امان ہوں، جب میں دنیا سے ظاہراً رخصت ہو جاؤں گا تو ان پر مخالفتوں، بغاوتوں اور عداوتوں کے فتنے ٹوٹ پڑیں گے جن کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے)۔ سو ایسے ہی ہوا جن کے نتیجے میں کئی خلفاء راشدین اور ہزاروں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: أصحابی أمنۃ لأمتي، فإذا ذھبت أصحابی، أتی أمتي ما یوعد (میرے صحابہ، میری امت کے لئے امان ہیں، جب ان کا زمانہ گزر جائے گا تو امت میں وہ فتنے سر اٹھائیں گے جن کا ذکر کر دیا گیا ہے)۔[1]

الغرض ہر جگہ أَمَنَۃ، اَمن و امان کے معنی میں بیان ہوا ہے اور یہی لغت میں لفظِ ایمان کی اصل ہے۔ سو معلوم ہوا کہ لفظ ایمان کے مادہ میں اور اس کے تمام مشتقات (derivatives) میں امن و امان ہی کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جس شخص کا عمل یا اقدام امن و امان کے خلاف ہے بلکہ اس کی تباہی اور خاتمہ کا باعث ہے، اور وہ اپنی کارروائیوں سے خوف پھیلاتا ہے اور دہشت گردی، قتل و غارت گری اور تباہ کاری کا مرتکب ہوتا ہے، اس کا کوئی تعلق ایمان سے نہیں ہوسکتا۔

لفظِ اِسلام اور اِیمان کی لغوی تحقیق سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ دین کے دونوں درجے، اسلام اور ایمان ہر عمل میں کلیتاً امن و امان اور عافیت و سلامتی کا تقاضا کرتے ہیں۔ امن و امان کو تباہ کرنے کا کوئی بھی عمل ہو، خواہ اسے کوئی بھی نعرہ دیا جائے، اس کے لیے کسی بھی سبب کا سہارا لیا جائے اور اسے کوئی بھی لباس اوڑھایا جائے، وہ نہ اسلام کے دائرے میں ہوگا نہ ایمان کے دائرے میں۔ بلکہ صراحتاً ایمان کے بھی خلاف ہو گا اور اسلام سے بھی متصادم ہوگا۔ اس لئے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایمان کو امن، امان اور امانت داری کے ساتھ مشروط فرمایا ہے۔

لفظِ ایمان کی اسی لغوی اور معنوی اِفادیت کے پیشِ نظر پیغمبرِ رحمت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۱) أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۳۹۸، رقم: ۱۹۵۸۴

نے افرادِ ملت کو متعدد ہدایات اِرشاد فرمائی ہیں تاکہ تمام مسلمان محبت و اُلفت، تحمل و برداشت، اِحترامِ آدمیت اور رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ[۱] (آپس میں بہت نرم دل اور شفیق ہیں) کی چلتی پھرتی تصویریں بن جائیں اور نتیجتًا پورے کا پورا معاشرہ امن و آشتی اور خیر و عافیت کا گہوارہ بن جائے۔ ذیل میں ایمان کے مذکورہ بالا معانی کی تائید میں حضور نبی اکرم ﷺ کے ارشادات ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ امام نسائی اور احمد بن حنبل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے مومن کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اَلْمُؤْمِنُ مَنْ أَمِنَهُ النَّاسُ عَلَى دِمَائِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ.[۲]

''مومن وہ ہے کہ جس کے پاس لوگ اپنے خون (یعنی جان) اور مال محفوظ سمجھیں۔''

۲۔ حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا:

اَلْمُؤْمِنُ مَنْ أَمِنَهُ النَّاسُ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ.[۳]

---

(۱) الفتح، ۴۸: ۲۹

(۲) ۱۔ نسائي، السنن، کتاب الإيمان وشرائعه، باب صفة المؤمن، ۸: ۱۰۴، رقم: ۴۹۹۵

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۷۹، رقم: ۸۹۱۸

(۳) ۱۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الفتن، باب حرمة دم المؤمن وماله، ۲: ۱۲۹۸، رقم: ۳۹۳۴

۲۔ أحمد بن حنبل في المسند، ۶: ۲۱، رقم: ۲۴۰۰۴

۳۔ حاکم، المستدرک علی الصحيحين، ۱: ۵۴، رقم: ۲۴

۴۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۱: ۸۱، رقم: ۲۳۲

''مومن وہ ہے جس کے پاس لوگ اپنے جان و مال کو مامون سمجھیں (اور اسے ان پر امین بنائیں)۔''

۳۔ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهِ وَيَدِهِ. (۱)

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سب سے کامل ایمان والا وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔''

۴۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَـلَا يُؤْذِ جَارَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ. (۲)

---

(۱) ۱۔ حاكم، المستدرك على الصحيحين، ۱: ۵۴، رقم: ۲۳،
۲۔ ابن حبان، الصحيح، ۱: ۴۲۶، رقم: ۱۹۷

(۲) ۱۔ بخاري، الصحيح، كِتاب الأَدَب، باب مَن كَانَ يُؤْمِنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلَا يُؤْذِ جَارَهُ، ۵: ۲۲۴۰، رقم: ۵۶۷۲
۲۔ بخاري، الصحيح، كِتاب الأَدَب، باب إِكْرَامِ الضَّيْفِ وَ خِدْمَتِهِ إِيَّاهُ بِنَفْسِهِ، ۵: ۲۲۷۳، رقم: ۵۷۸۵
۳۔ بخاري، الصحيح، كتاب الرِّقَاقِ، باب حِفْظِ اللِّسَانِ، ۵: ۲۳۷۶، رقم: ۶۱۱۰
۴۔ مسلم، الصحيح، كتاب الإيمان، باب الحث على إكرام الجار والضيف ولزوم الصمت إلا عن الخير، ۱: ۶۸، رقم: ۴۷، ۴۸
۵۔ ترمذی، السنن، كتاب الصفة والرقائق والورع، باب: (۵۰)، ۴: ——

’’جو اللہ ﷻ پر اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتا ہے اپنے ہمسائے کو نہ ستائے، اور جو اللہ ﷻ اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتا ہے اپنے مہمان کی عزت کرے، اور جو اللہ ﷻ اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتا ہے اچھی بات کرے یا خاموش رہے۔‘‘

۵۔ حضرت ابو شریح رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

وَاللهِ لَا يُؤْمِنُ، وَاللهِ لَا يُؤْمِنُ، وَاللهِ لَا يُؤْمِنُ. قِيْلَ: مَنْ يَا رَسُوْلَ اللهِ؟ قَالَ: الَّذِی لَا يَأْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ.(۱)

’’خدا کی قسم! وہ ایمان والا نہیں، خدا کی قسم! وہ ایمان والا نہیں، خدا کی قسم! وہ ایمان والا نہیں۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! کون (مومن نہیں)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جس کا پڑوسی اس کی ایذا رسانی سے محفوظ نہیں۔‘‘

مزید یہ ارشادِ گرامی بھی اسی تصور کی تائید کرتا ہے:

.... ٦٥٩، رقم: ٢٥٠٠

٦۔ أبو داود، السنن، كتاب الأدب، باب فی حق الجوار، ٤: ٣٣٩، رقم: ٥١٥٤

٧۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الأدب، باب حق الجوار، ٢: ١٢١١، رقم: ٣٦٧٢

(۱) ١۔ بخاری، الصحيح، كتابُ الأدَبِ، باب إِثْمِ مَن لَا يَأْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ، ٥: ٢٢٤٠، رقم: ٥٦٧٠

٢۔ مسلم، الصحيح، كتاب الإيمان، باب بيان تحريم ايذاء الجار، ١: ٦٨، رقم: ٤٦

٣۔ حاكم، المستدرك على الصحيحين، ١: ٥٣، الرقم: ٢٩٩٧

٤۔ طبراني، المعجم الكبير، ٢٢: ١٨٧، الرقم: ٤٨٧

لَا إِيُمَانَ لِمَنُ لَا أَمَانَةَ لَهُ.(۱)

’’جس شخص کی زندگی میں امانت نہیں ہے (یعنی وہ لوگوں کی جان و مال اور دیگر حقوق وفرائض پر امین نہیں ہے) وہ قطعاً صاحبِ ایمان نہیں ہے۔‘‘

اسی لئے حضور ﷺ سے جب مومن کی تعریف پوچھی گئی کہ مومن کون ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

مَنِ ائْتَمَنَهُ النَّاسُ عَلٰی أَمُوَالِهِمُ وَأَنْفُسِهِم.(۲)

’’مومن وہ ہے جس کو لوگ اپنے اَموال اور جانوں کا محافظ سمجھیں۔‘‘

یعنی اس کے ہاتھ سے نہ کسی کے مال کو نقصان پہنچے نہ کسی کی جان کو گزند۔

یہ تو لفظِ ایمان کے استعمال کا کم سے کمتر درجہ تھا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے تو ایمان کا اطلاق اس کردار سے مشروط فرما دیا ہے:

مَا آمَنَ بِی مَنُ بَاتَ شَبُعَاناً وَجَارُهُ جَائِعٌ.(۳)

---

(۱) ۱۔ ابن حبان، الصحیح، ۱: ۴۲۲، لرقم: ۱۹۴
۲۔ ابن خزيمة، الصحیح، ۴: ۵۱
۳۔ بیهقي، السنن الكبرى، ۴: ۹۷
۴۔ ابن أبی شيبة، المصنف، ۶: ۱۵۹
۵۔ طبراني، المعجم الكبير، ۸: ۱۹۵

(۲) ۱۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الفتن، باب حرمة دم المؤمن وماله، ۲: ۱۲۹۸، رقم: ۳۹۳۴
۲۔ ابن منظور، لسان العرب، ۱۳: ۲۴

(۳) ۱۔ طبرانی، المعجم الكبير، ۱: ۲۵۹، الرقم: ۷۵۱
۲۔ حاكم، المستدرك على الصحيحين، ۲: ۱۵

’’جس شخص کا پڑوسی بھوکا ہو اور وہ خود پیٹ بھر کر کھانا کھائے اور سو جائے، تو وہ شخص مجھ پر ایمان ہی نہیں لایا۔‘‘

۶۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ کَالْبُنْیَانِ یَشُدُّ بَعضُهُ بَعْضًا (وَشَبَّکَ بَیْنَ أَصَابِعِهِ).[1]

’’ایک مومن دوسرے مومن کے لئے ایک (مضبوط) دیوار کی طرح ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو مضبوط کرتا ہے، اور (اس بات کی وضاحت کے طور پر) آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں ڈالیں۔‘‘

۷۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَثَلُ الْمُؤْمِنِیْنَ فِي تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ، إِذَا اشْتَکَی مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَی لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّی.[2]

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب المَظَالِمِ، باب نَصرِ الْمَظْلُوْمِ، ۲: ۸۶۳، رقم: ۲۳۱۴

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب البر والصلة والآدب، باب تراحم المؤمنین وتعاطفهم وتعاضدهم، ۴: ۱۹۹۹، رقم: ۲۵۸۵

۳۔ ترمذی، السنن، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی شفقة المسلم علی المسلم، ۴: ۳۲۵، رقم: ۱۹۲۸

۴۔ نسائی، السنن، کتاب الزکاة، باب أجر الخازن إذا تصدق بإذن مولاه، ۵: ۷۹، رقم: ۲۵۶۰

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الأدب، باب رَحْمَةِ النَّاسِ وَ البَهَائِمِ، ۵: ۲۲۳۸، رقم: ۵۶۶۵

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب البر والصلة والآداب، باب تراحم ——

''مومنین کی مثال ایک دوسرے پر رحم کرنے، دوستی رکھنے اور شفقت کا مظاہرہ کرنے میں ایک جسم کی طرح ہے۔ چنانچہ جب جسم کے کسی بھی حصہ کو تکلیف پہنچتی ہے تو سارا جسم بے خوابی اور بخار میں اس کا شریک ہوتا ہے۔''

۸۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ إِيْمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا، وَخِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَائِهِمْ. (۱)

''مومنوں میں سے کامل ترین ایمان اس شخص کا ہے جو ان میں سے بہترین اخلاق کا مالک ہے۔ اور تم میں سے بہترین اشخاص وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے والے ہیں۔''

۹۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

المؤمنين وتعاطفهم وتعاضدهم، ۴: ۱۹۹۹، رقم: ۲۵۸۶

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۲۷۰

۴۔ بزار، المسند، ۸: ۲۳۸، رقم: ۳۲۹۹

۵۔ بيهقي، السنن الكبرى، ۳: ۳۵۳، رقم: ۶۲۲۳

۶۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۶: ۴۸۱، رقم: ۸۹۸۵

(۱) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب الرضاع، باب ما جاء في حق المرأة علی زوجها، ۳: ۴۶۶، رقم: ۱۱۶۲

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۴۷۲، رقم: ۱۰۱۱۰

۳۔ ابن حبان، الصحيح، ۲: ۲۲۷، رقم: ۴۷۹

۴۔ حاکم، المستدرك، ۱: ۴۳، رقم: ۲

۵۔ دارمی، السنن، ۲: ۴۱۵، رقم: ۲۷۹۲

۶۔ أبو يعلی، المسند، ۷: ۲۳۷، رقم: ۴۲۴۰

لَيۡسَ الۡمُؤۡمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلَا اللَّعَّانِ وَلَا الۡفَاحِشِ وَلَا الۡبَذِيۡءِ.(۱)

’’کوئی بھی مومن بہت زیادہ طعنہ زنی کرنے والا، بہت زیادہ لعنت کرنے والا، بہت زیادہ بداخلاق اور فحش گوئی کرنے والا نہیں ہوتا۔‘‘

۱۰۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ایک مومن کی حرمت کو کعبے کی حرمت سے زیادہ محترم قرار دیا ہے۔ امام ابن ماجہ اور طبرانی سے مروی حدیثِ مبارکہ ملاحظہ کریں:

عَنۡ عَبۡدِ اللهِ بۡنِ عُمَرَ قَالَ: رَأَيۡتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَطُوفُ بِالۡکَعۡبَةِ، وَيَقُولُ: مَا أَطۡيَبَکِ وَأَطۡيَبَ رِيحَکِ، مَا أَعۡظَمَکِ وَأَعۡظَمَ حُرۡمَتَکِ، وَالَّذِي نَفۡسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَحُرۡمَةُ الۡمُؤۡمِنِ أَعۡظَمُ عِنۡدَ اللهِ حُرۡمَةً مِنۡکِ مَالِهِ وَدَمِهِ، وَأَنۡ نَظُنَّ بِهِ إِلَّا خَيۡرًا.(۲)

’’حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو خانہ کعبہ کا طواف کرتے دیکھا اور یہ فرماتے سنا: (اے کعبہ!) تو کتنا عمدہ ہے اور تیری خوشبو کتنی پیاری ہے، تو کتنا عظیم المرتبت ہے اور تیری حرمت کتنی زیادہ ہے، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے! مومن

---

(۱) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی اللعنة، ۴: ۳۵۰، رقم: ۱۹۷۷
۲۔ بخاری، الأدب المفرد: ۱۱۶، رقم: ۳۳۲،۳۱۲
۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۱: ۴۲۱، رقم: ۱۹۲
۴۔ حاکم، المستدرك، ۱: ۵۷، رقم: ۲۹

(۲) ۱۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الفتن، باب حرمة دم المؤمن وما له، ۲: ۱۲۹۷، رقم: ۳۹۳۲
۲۔ طبراني، مسند الشاميين، ۲: ۳۹۶، رقم: ۱۵۶۸
۳۔ منذري، الترغیب والترهیب، ۳: ۲۰۱، رقم: ۳۶۷۹

کے جان و مال کی حرمت اللہ کے نزدیک تیری حرمت سے زیادہ ہے اور ہمیں مومن کے بارے میں نیک گمان ہی رکھنا چاہئے۔‘‘

۱۱۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ثَلَاثٌ مِنْ أَخْلَاقِ الْإِيْمَانِ: مَنْ إِذَا غَضِبَ لَمْ يُدْخِلْهُ غَضَبُهُ فِي بَاطِلٍ، وَمَنْ إِذَا رَضِيَ لَمْ يُخْرِجْهُ رِضَاهُ مِنْ حَقٍّ، وَمَنْ إِذَا قَدَرَ لَمْ يَتَعَاطَ مَا لَيْسَ لَهُ.(۱)

’’تین چیزیں اَخلاقِ اِیمان میں سے ہیں: جب کسی کو غصہ آئے تو وہ غصہ اسے (عمل) باطل میں نہ ڈال دے، اور جب کوئی خوش ہو تو وہ خوشی اسے حق سے نکال نہ دے، اور جب کوئی شخص قدرت رکھنے کے باوجود وہ چیز نہیں لیتا جو اس کی نہیں ہے۔‘‘

(۳) لفظِ اِحسان کا لغوی معنی اور تحقیق

لفظِ احسان، حَسَنَ/حَسُنَ يَحْسُنُ حُسْناً سے ثلاثی مزید فیہ کا مصدر ہے۔ اِس کا معنی حسن و خوبصورتی، خیر و خوبی، نیکی، اچھائی اور بھلائی ہے۔ حُسْن کی ضد ’’الْقُبْحُ وَالسُّوْء‘‘ یعنی قباحت، شر، گناہ، بدصورتی، بدی اور برائی ہے۔ جبکہ إحسان کی ضد ’’إِسَاءَة‘‘ ہے۔ اِس کے معنی بھی قباحت اور برائی کے ہیں۔ امام ابو منصور محمد الازہری (۲۸۲۔۳۷۰ھ) نے تهذيب اللغة میں حَسَنَ اور إحسَان کے بنیادی معنی کے لئے اللیث کا یہ قول روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الصغير، ۱: ۱۱۴، رقم: ۱۶۴
۲۔ دیلمی، مسند الفردوس، ۲: ۸۷، رقم: ۲۴۶۶
۳۔ ابن رجب، جامع العلوم والحكم، ۱: ۱۴۸
۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۱: ۵۹

وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا.(۱)

’’اور عام لوگوں سے (بھی نرمی اور خوش خُلقی کے ساتھ) نیکی کی بات کہنا۔‘‘

وہ کہتے ہیں کہ اس کا معنی ہے: قَوْلاً حَسَناً یعنی لوگوں کے ساتھ اچھی، خوبصورت اور بھلائی کی بات کیا کرو۔ الزجاج نے اس کے معنی میں یہی کہا ہے کہ لوگوں کے ساتھ ایسے انداز سے بات کیا کرو جس میں حسن، اچھائی، خیر، خوبصورتی اور بھلائی ہو۔ اس لئے کہ حَسُنَ سے ہی حَسِیْن کا لفظ نکلا ہے جیسے عَظُمَ سے عَظِیْم اور کَرُمَ سے کَرِیْم کے لفظ نکلے ہیں۔

المنذری نے أبو الهیثم سے روایت کیا ہے: حُسْنًا اور حَسَنًا سے مراد شَیْءٌ حَسِیْنٌ ہے یعنی اس میں ہر کام کی خوبصورتی کی طرف اشارہ ہے خواہ وہ خوبصورتی قول میں ہو یا فعل میں، اخلاق میں ہو یا برتاؤ میں۔ گویا حکم یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ صرف قول ہی خوبصورت اور بھلائی کے انداز میں نہ ہو بلکہ ان کے ساتھ برتاؤ میں بھی بھلائی، نیکی، خیر خواہی، اچھائی اور خوبصورتی کا حقیقی مظاہرہ ہونا چاہیے۔ یہی ’’إحسان‘‘ ہے۔

اِسی طرح والدین کے ساتھ احسان کے طرزِ عمل کا حکم بھی اسی لفظ کے ساتھ دیا گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالی ہے:

وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ حُسْنًا.(۲)

’’اور ہم نے انسان کو اس کے والدین سے نیک سلوک کا حکم فرمایا۔‘‘

گویا والدین کے ساتھ کلام میں، عمل میں، برتاؤ میں الغرض ہر معاملے میں حسن، خوبصورتی، شفقت، بھلائی اور رحمت ملحوظِ خاطر رہنی چاہیے۔ اس پورے طرزِ عمل کو

(۱) البقرة، ۲: ۸۳

(۲) العنکبوت، ۲۹: ۸

حُسْناً سے تعبیر کیا گیا ہے۔ قرآن مجید نے اِس حکم کی مزید تصریح یوں فرمائی ہے:

وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ.(۱)

''اور وہ نیکی کے ذریعہ برائی کو دور کرتے رہتے ہیں۔''

یعنی مومن اور محسن لوگ سَيِّئَة یعنی برائی کا رد حَسَنَة یعنی اچھائی سے کرتے ہیں اور بری بات کا جواب اچھی بات سے دیتے ہیں۔ اسی طرح قرآن مجید نے ایک اور اُلوہی قاعدہ یوں بیان کیا ہے:

اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ.(۲)

''بے شک نیکیاں گناہوں اور برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔''

گویا روحانی اعتبار سے نیکی، عملِ خیر اور بھلائی کی تاثیر اس قدر قوی ہے کہ یہ گناہ اور برائی کو بھی مٹا دیتی ہے۔ اِس کا دوسرا معنی یہ بھی ہے کہ بھلائی اور احسان کا عمل اتنا مؤثر اور طاقت ور ہے کہ برائی اور زیادتی کو بھی شکست دے دیتا ہے اور اس کے برے اثرات کو کالعدم کر دیتا ہے۔ اِس قاعدے کو قرآن مجید نے یوں بھی واضح فرمایا ہے:

وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ.(۳)

''اور نیکی اور بدی برابر نہیں ہوسکتی۔''

معلوم ہوا ہے کہ حَسَنَة اور سَيِّئَة یعنی اچھائی اور برائی کبھی برابر نہیں ہوسکتیں، اور دوسری بنیادی تعلیم یہ دی گئی ہے کہ: مسلمانو! برائی کا جواب برائی سے نہ دو، بلکہ برائی کا جواب بھی اچھائی سے دو، بری بات کے مقابلے میں بھی اچھی اور خوبصورت بات کہو۔

---

(۱) الرعد، ۱۳: ۲۲

(۲) هود، ۱۱: ۱۱۴

(۳) حم السجدة، ۴۱: ۳۴

اس لئے کہ احسن قول اور احسن عمل، دونوں برائی کو رد کر کے اُلفت اور تعاون کا ماحول پیدا کرتے ہیں۔ برائی اِفتراق کی طرف لے جاتی ہے جبکہ اچھائی اتفاق کی طرف، برائی اور زیادتی نفرت پیدا کرتی ہے جب کہ اچھائی اور بھلائی، محبت و یگانگت۔ یہی حقیقتِ احسان ہے۔ اِسی لئے باری تعالیٰ نے مسلمانوں کو دُنیا اور آخرت کے لئے ''حسنة'' طلب کرنے کا حکم فرمایا ہے:

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○[1]

''اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں (بھی) بھلائی عطا فرما اور آخرت میں (بھی) بھلائی سے نواز اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ ○''

یہ امر واضح رہے کہ اس آیت میں ''حسنة'' سے مراد محض اَعمالِ صالحہ اور عبادات نہیں ہیں، کیونکہ آخرت میں تو فقط جزا ہوگی، اعمال نہیں ہوں گے۔ سو آخرت میں کون سے اعمالِ صالحہ اور عبادات کی دعا کی جا رہی ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ دونوں جگہ پر ''حسنة'' سے مراد ''احسان'' ہے۔ یعنی دُنیا میں ہر اچھائی، بھلائی اور احسان کے طرزِ عمل کی توفیق مانگی جا رہی ہے اور ایسی زندگی طلب کی جا رہی ہے جس میں سراسر خیر ہو اور وہ ہر فتنہ و شر اور ظلم و عدوان سے محفوظ و مامون ہو؛ اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے احسان کی خیرات مانگی جا رہی ہے جو عدل سے بھی بلند تر درجہ ہے۔ الغرض دنیا کی ''حسنة'' سے مراد ہر خیر اور بھلائی کا میسر آنا اور ہر شر اور تکلیف سے امن و حفاظت ہے۔ اسی طرح آخرت کی ''حسنة'' سے مراد بھی عذاب آخرت سے امن و حفاظت، روزِ محشر کی مشکلات میں آسانی، حساب و کتاب میں سہولت اور جہنم سے نجات ہے۔ اس معنی کی تصریح امام ابن ابی حاتم رازی سے مروی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے قول سے بھی ہوتی ہے جسے حافظ ابن کثیر سمیت دیگر ائمہ تفسیر نے بیان کیا ہے۔ اِسی طرح امام حسن بصری، ابو وائل، السدی، ابن زید، قتادہ، مقاتل، سفیان ثوری اور ابن قتیبہ نے بھی کہا ہے

(۱) البقرة، ۲: ۲۰۱

کہ ''حسنة الدنیا'' سے مراد ''علم، نعمت، عبادت، رزق کی وسعت اور ہر فتنہ و شر سے امن و عافیت'' ہے جبکہ ''حسنة الآخرة'' سے بھی مراد ''جنت، عفو و معافات اور عذاب و مشکلات سے امن و عافیت'' ہے۔ گویا دونوں جگہ ''حسنة'' میں خیر، بھلائی، وسعت و سہولت اور امن و عافیت کا مفہوم پایا جاتا ہے اور دونوں ہی جگہ اس لفظ کے ذریعے تکلیف، اذیت، مصیبت اور عذاب سے نجات طلب کی جا رہی ہے۔ سو یہاں بھی اچھائی، بھلائی، امن اور خیر و عافیت ہی کا تصور نمایاں ہے۔

قرآن مجید میں طرزِ عمل کے دو درجات بیان کئے گئے ہیں: عدل اور احسان۔ ارشادِ ربانی ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ.[۱]

''بے شک اللہ (ہر ایک کے ساتھ) عدل اور احسان کا حکم فرماتا ہے○''

امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں کہ عدل یہ ہے کہ انسان پر جس قدر دینا واجب ہو اس قدر دے، اور جس قدر لینا اس کا حق ہو اس قدر لے۔ مگر احسان یہ ہے کہ جس قدر دینا واجب ہو اس سے زیادہ دے، اور جس قدر لینے کا حق ہو اس سے کم لے۔ گویا دینے میں بھی دوسروں پر بھلائی اور سخاوت سے کام لے اور دوسروں سے لینے میں بھی بھلائی اور سخاوت کا مظاہرہ کرے۔ اس لئے احسان کا درجہ عدل سے بلند رکھا گیا ہے۔ سو عدل کی جزا عدل ہے جبکہ احسان کی جزا احسان ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ○[۲]

''نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا کچھ نہیں ہے○''

اِس لئے حکم فرمایا گیا ہے کہ جس طرح انسان دُنیا میں ''احسان'' کی صورت

---

(۱) النحل، ۱۶: ۹۰

(۲) الرحمان، ۵۵: ۶۰

میں دوسروں کو ان کے حق سے زیادہ دیتا ہے، اسی طرح باری تعالیٰ بھی آخرت میں احسان شعار لوگوں کو ان کے حق سے زیادہ عطا فرمائے گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ. (۱)

’’ایسے لوگوں کے لیے جو اِحسان شعار ہیں نیک جزا ہے بلکہ (اس پر) اضافہ بھی ہے۔‘‘

جو لوگ محسنین یعنی احسان شعار ہوں گے ان کے لئے جنت کی جزا ہوگی اور پھر ان کے اس حق سے انہیں بہت ’’زیادہ‘‘ عطا کیا جائے گا۔ مفسرین نے تصریحاً بیان کیا ہے کہ ’’زیادۃ‘‘ سے مراد ’’النظر إلی اللہ ﷻ‘‘ یعنی دیدارِ الٰہی ہے۔ کیا عجب بات ہے کہ جس طرح اسلام کے ذریعے ’’سلامتی‘‘ کے معنی کو بلند رتبہ عطا فرمانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے خود اپنا ایک نام ’’السّلام‘‘ بیان فرمایا ہے اور ایمان کے ذریعے ’’امن و امان‘‘ کے معنی کو بلند رتبہ دینے کے لئے باری تعالیٰ نے خود اپنا ایک نام ’’المؤمن‘‘ بیان فرمایا ہے۔ اسی طرح احسان کے ذریعے حسن، خوبصورتی، خیر اور بھلائی کے معنی کو بلند رتبہ دینے کے لئے باری تعالیٰ نے اپنے تمام ناموں کو ہی حسن کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ ارشاد فرمایا:

وَ لِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى. (۲)

’’اور اللہ ہی کے لیے اچھے اچھے نام ہیں۔‘‘

یعنی اللہ تعالیٰ کے سارے نام ہی نہایت حسن والے ہیں۔ (۳)

(۱) یونس، ۱۰: ۲۶

(۲) الأعراف، ۷: ۱۸۰

(۳) یاد رہے کہ ’’اَلْحُسْنٰی‘‘ أَحْسَن کی تانیث ہے اور یہ اسماء کے جمع ہونے کی وجہ سے آئی ہے۔ اگر یہ ایک اسم ہوتا تو اسے ’’أَحْسَن‘‘ فرمایا جاتا، جس طرح باری تعالیٰ ـــــ

قرآن مجید نے دوسروں کے ہر حق کی ادائیگی میں بھی حکمِ احسان دیا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے:

اَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ.(۱)

''اور اسے احسان کے طریق پر ادا کریں۔''

اس لئے باری تعالیٰ نے کبھی اِنَّ اللهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ(۲) (بے شک اللہ صاحبانِ احسان کو اپنی معیّت سے نوازتا ہے) فرما کر احسان شعار لوگوں کو اپنی خصوصی سنگت و معیت کا مژدۂ جانفزا سنایا ہے، کبھی اِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ(۳) (بے شک اللہ اِحسان والوں سے محبت فرماتا ہے) فرما کر احسان شعاروں کو اپنی محبت کے انعامِ لازوال کی خوش خبری سنائی ہے اور کبھی مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ(۴) (صاحبانِ اِحسان پر اِلزام کی کوئی راہ نہیں) فرما کر اِحسان شعاروں کو خصوصی حفاظت اور اُلوہی امان کی ضمانت سے نوازا ہے۔ اور یہ بھی ارشاد فرمایا ہے:

وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ.(۵)

(۱) البقرۃ، ۲: ۱۷۸

(۲) العنکبوت، ۲۹: ۶۹

(۳) البقرۃ، ۲: ۱۹۵

(۴) التوبۃ، ۹: ۹۱

(۵) النساء، ۴: ۱۲۵

.... نے سورۃ طٰہٰ کی آیت نمبر ۲۳ میں اپنی ''آیات'' کے لئے الکبریٰ فرمایا ہے:

لِنُرِيَكَ مِنْ اٰيٰتِنَا الْكُبْرٰى ○

''یہ اس لیے (کر رہے ہیں) کہ ہم تمہیں اپنی (قدرت کی) بڑی بڑی نشانیاں دکھائیں ○''

یہاں پر الکبریٰ، اکبر کی تانیث ہے۔

’’اور دین اِختیار کرنے کے اعتبار سے اُس شخص سے بہتر کون ہوسکتا ہے جس نے اپنا رُوئے نیاز اللہ کے لیے جھکا دیا اور وہ صاحبِ احسان بھی ہوا۔‘‘

یعنی اُس شخص سے بہتر دین کس کا ہوسکتا ہے جس کا اسلام یعنی طاعت و انقیاد خالصتاً اللہ کے لئے ہے اور وہ درجۂ احسان پر فائز ہوگیا ہے۔ قرآن مجید میں جب پیغمبر علیہ السلام کو کہا جاتا ہے: اِنَّا نَرٰکَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَo[1] (بے شک ہم آپ کو احسان شعار لوگوں میں سے پاتے ہیں)؛ تو یہاں احسان کا معنی بھی یہی بیان کیا گیا ہے کہ ’’إِنَّهٗ کَانَ یَنْصُرُ الضَّعِیْفَ، یُعِیْنُ الْمَظْلُوْمَ وَیَعُوْدُ الْمَرِیْضَ‘‘ (وہ کمزوروں کی مدد کیا کرتے تھے، مظلوموں کی داد رسی کرتے تھے اور مریضوں کی دیکھ بھال کرتے تھے)۔ مزید برآں ابومنصور محمد الازہری نے علی بن حمزہ سے روایت کیا ہے اور ابن منظور نے بھی ’’لسان العرب‘‘ میں بیان کیا ہے کہ نہایت سرسبز و شاداب اور خوبصورت درخت کو بھی عربی میں ’’اَلْحَسَن‘‘ کہتے ہیں۔ کیونکہ اُس سے لوگوں کو سایہ اور ٹھنڈک نصیب ہوتی ہے اور اس کی خوبصورتی دیکھنے والوں کو سکون اور راحت دیتی ہے۔ سو اس احسان نما صفت کی وجہ سے وہ بھی حسن کہلاتا ہے۔ اسی طرح ابو نصر الفارابی ’’الصحاح‘‘ میں لکھتے ہیں: چاند کو الحاسن کہتے ہیں، کیونکہ اس کی روشنی رات کے مسافروں کو راستہ دکھاتی ہے اور چاندنی راتیں ہر شخص کو سکون اور راحت بخشتی ہیں۔ مزید یہ کہ چاند، روشنی سے استعارہ ہے اور روشنی، اندھیرے کی نقیض ہے۔ اس لئے احسان نور ہے، ہدایت ہے، لوگوں کے لئے نفع بخشی اور فیض رسانی ہے، رحمت اور راحت و سکون ہے، حسن اور خوبصورتی ہے اور سراسر خیر اور بھلائی ہے۔ اِسی لئے دین اسلام کا تیسرا اور بلندترین مرتبہ ’’احسان‘‘ ہی کو قرار دیا گیا ہے حتیٰ کہ درجۂ اسلام کا حسن اور کمال ایمان میں رکھا گیا ہے۔ جب کہ درجۂ ایمان کا حسن اور کمال احسان میں رکھا گیا ہے۔ حدیث جبریل علیہ السلام، جس کا ذکر شروع میں آچکا ہے، کے مطابق اسلام میں قولی و جسمانی طاعت اور فرمانبرداری ہے، ایمان میں اس کی قلبی تصدیق اور تمکّن ہے جبکہ احسان میں دونوں کے روحانی ثمرات اور باطنی احوال کا

(۱) یوسف، ۱۲: ۳۶

میسر آ جاتا ہے۔ احسان، انسان کو اعلیٰ درجے کا اخلاص دے کر اسے اس قدر ظاہری و باطنی سلامتی عطا کر دیتا ہے کہ وہ ہلاکت اور تباہی سے بچ جاتا ہے۔ اسی لئے قرآن مجید نے ہلاکت و تباہی سے بچنے کا طریق بھی ''احسان'' تجویز فرمایا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَاَنۡفِقُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَلَا تُلۡقُوۡا بِاَیۡدِیۡکُمۡ اِلَی التَّہۡلُکَۃِ ۚۖۛ وَاَحۡسِنُوۡا ۚۛ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ○ (۱)

''اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہی ہاتھوں خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو، اور اِحسان شعار بنو، بے شک اللہ صاحبانِ احسان سے محبت فرماتا ہے ○''

یہی وجہ ہے کہ ہر شخص پر ہر عمل میں احسان کو واجب قرار دیا گیا ہے، حتی کہ کسی انسان کو قتل کرنے اور جانور کو اذیت دے کر ذبح کرنے سے بھی منع کر دیا گیا۔

ذیل میں ہم نفسِ مضمون کے حوالے سے چند احادیث ذکر کرتے ہیں۔

۱۔ صحیح مسلم اور دیگر کتب حدیث میں حضرت شداد بن اَوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللهَ كَتَبَ الإِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَيءٍ، فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ، وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا الذَّبْحَ، وَلْيُحِدَّ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ، فَلْيُرِحْ ذَبِيْحَتَهُ. (۲)

---

(۱) البقرة، ۲:۱۹۵

(۲) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الصيد والذبائح وما يؤكل من الحيوان، باب الأمر بإحسان الذبح والقتل وتحديد الشفرة، ۳: ۱۵۴۸، رقم: ۱۹۵۵

۲۔ ترمذی، السنن، كتاب الديات، باب ماجاء فی النهی عن المثلة، ۴: ۲۳، رقم: ۱۴۰۹

۳۔ أبو داود، السنن، كتاب الضحايا، باب في النهي أن تصبر البهائم ←

’’اللہ تعالیٰ نے ہر کام میں اِحسان فرض کیا ہے۔ جب تم قتل کرو تو احسن طریقے سے قتل کرو اور جب تم ذبح کرو تو اچھی طرح سے ذبح کرو اور ذبح کرنے والے کو چاہیے کہ چھری کو اچھی طرح تیز کرے اور اپنے ذبح ہونے والے جانور کو آرام دے۔‘‘

۲۔ حضرت ابو شریح خزاعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُحْسِنْ إِلَى جَارِهِ. (۱)

’’جو شخص اللہ تعالیٰ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے پڑوسی کے ساتھ اِحسان سے پیش آئے۔‘‘

۳۔ اسی طرح حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اتَّقِ اللهَ حَيْثُمَا كُنْتَ، وَأَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا، وَخَالِقِ النَّاسَ

.... والرفق بالذبيحة، ۳: ۱۰۰، رقم: ۲۸۱۵

۴۔ نسائی، السنن، كتاب الضحايا، باب الأمر بإحداد الشفرة، ۷: ۲۲۷، رقم: ۴۴۰۵

۵۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الذبائح، باب إذا ذبحتم فأحسنوا الذبح، ۲: ۱۰۵۸، رقم: ۳۱۷۰

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الإيمان، باب الحث إلى إكرام الجار، ۱: ۶۹، رقم: ۴۸

۲۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الأدب، باب حق الجار، ۲: ۱۲۱۱، الرقم: ۳۶۷۲

۳۔ دارمي، السنن، ۲: ۱۳۴

۴۔ طبراني، المعجم الكبير، ۲۲: ۱۹۲

بِخُلُقٍ حَسَنٍ.(۱)

’’تم جہاں بھی ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، گناہ کے بعد نیکی کیا کرو، وہ اسے مٹا دے گی اور لوگوں سے اَخلاقِ حسنہ کے ساتھ پیش آیا کرو۔‘‘

۴۔ امام ابن ماجہ اور ابن حبان حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

قَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، مَتَى أَكُوْنُ مُحْسِنًا؟ قَالَ: إِذَا قَالَ جِيْرَانُكَ: أَنْتَ مُحْسِنٌ، فَأَنْتَ مُحْسِنٌ، وَإِذَا قَالُوْا: إِنَّكَ مُسِيءٌ فَأَنْتَ مُسِيءٌ.(۲)

---

(۱) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب البر والصلة، باب ما جاء في معاشرة الناس، ۴: ۳۵۵، رقم: ۱۹۸۷

۲۔ دارمی، السنن، ۲: ۴۱۵، رقم: ۲۷۹۱

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۱۵۳، رقم: ۲۱۳۹۲

۴۔ ابن أبی شیبة، المصنف، ۵: ۲۱۱، رقم: ۲۵۳۲۴

۵۔ بزار، المسند، ۹: ۴۱۶، رقم: ۴۰۲۲

۶۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۰: ۱۴۴، رقم: ۲۹۶ (عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ)

امام ترمذی نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔

(۲) ۱۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الزهد، باب الثناء الحسن، ۲: ۱۴۱۱، رقم: ۴۲۲۲، ۴۲۲۳

۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۲: ۲۸۴، رقم: ۵۲۵

۳۔ حاکم، المستدرك، ۱: ۵۳۴، رقم: ۱۳۹۹

۴۔ بیهقی، شعب الإیمان، ۷: ۸۵، رقم: ۱۳۹۹

امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

''ایک شخص نے حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا: یا رسول اللہ! میں محسن کب بنوں گا؟ فرمایا: جب تیرا پڑوسی تجھے کہے کہ تو محسن ہے، تو تو محسن ہے، اور جب وہ تجھے کہیں کہ تو برا ہے، تو تو برا ہے۔''

۵۔ امام ابونعیم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِذَا جَمَعَ اللهُ الْأَوَّلِيْنَ وَالْآخِرِيْنَ يُنَادِي مُنَادٍ فِي صَعِيْدٍ وَاحِدٍ مِنْ بُطْنَانِ الْعَرْشِ. ...... أَيْنَ الْمُحْسِنُوْنَ؟ ...... قَالُوْا: نَحْنُ الْمُحْسِنُوْنَ. قَالَ: صَدَقْتُمْ، قُلْتُ لِنَبِيِّ: ﴿مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ﴾ (۱) مَا عَلَيْكُم مِنْ سَبِيْلٍ، ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِي. ثُمَّ تَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَقَالَ: لَقَدْ نَجَّاهُمُ اللهُ مِنْ أَهْوَالِ بِوَائِقِ الْقِيَامَةِ. (۲)

''اللہ تعالیٰ جب اولین و آخرین کے لوگوں کو جمع فرمائے گا تو ایک پکارنے والا عرش کے پایوں تلے ایک میدان سے صدا دے گا: ...... کہاں ہیں صاحبانِ احسان؟ ...... وہ عرض کریں گے: ہم صاحبانِ احسان ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم نے سچ کہا، میں نے اپنے نبی سے فرمایا تھا: ''صاحبانِ احسان پر اِلزام کی کوئی راہ نہیں۔'' لہٰذا تم پر بھی (طعنہ زنی کی) کوئی راہ نہیں۔ میری رحمت کے ساتھ سیدھے جنت میں داخل ہو جاؤ۔ پھر حضور نبی اکرم ﷺ نے تبسم فرمایا اور ارشاد فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ انہیں قیامت کے احوال اور سختیوں سے نجات دے دے گا۔''

---

(۱) التوبة، ۹: ۹۱

(۲) أبونعيم، كتاب الأربعين: ۱۰۰، رقم: ۵۱

۲۔ مناوی، فيض القدير، ۱: ۴۲۰، رقم: ۴

۶۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں:

إِنَّ مِنْ أَحَبِّكُمْ إِلَيَّ وَأَقْرَبِكُمْ مِنِّي مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَحَاسِنَكُمْ أَخْلَاقًا.(۱)

''تم میں سب سے زیادہ محبوب اور قیامت کے دن میرے نزدیک ترین بیٹھنے والے وہ لوگ ہیں جو تم میں سے اخلاق میں اچھے ہیں۔''

۷۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتی ہیں:

إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَيُدْرِكُ بِحُسْنِ خُلُقِهِ دَرَجَةَ الصَّائِمِ الْقَائِمِ.(۲)

''یقیناً مومن حسنِ اخلاق کے ذریعے دن کو روزہ رکھنے والے اور راتوں کو قیام کرنے والے کا درجہ حاصل کر لیتا ہے۔''

۸۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں:

---

(۱) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب البر والصلة، باب ماجاء فی معالی الأخلاق، ۴: ۳۷۰، رقم: ۲۰۱۸

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۱۸۵، ۲۱۷، رقم: ۶۷۳۵، ۷۰۳۵ (عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنهما)

۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۲: ۲۳۵، رقم: ۴۸۵

۴۔ بیهقی، شعب الإیمان، ۶: ۲۳۴، رقم: ۷۹۹

امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

(۲) أبو داود، السنن، کتاب الأدب، باب فی حسن الخلق، ۴: ۲۵۲، رقم: ۴۷۹۸

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۶: ۹۰، رقم: ۲۴۶۳۹

۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۲: ۲۲۸، رقم: ۴۸۰

۴۔ حاکم، المستدرک، ۱: ۱۲۸، رقم: ۱۹۹

۵۔ بیهقی، شعب الإیمان، ۶: ۲۳۶، رقم: ۷۹۹۷

حُرِّمَ عَلَى النَّارِ كُلُّ هَيِّنٍ سَهْلٍ قَرِيْبٍ مِنَ النَّاسِ. (۱)

''بے شک وہ شخص آگ پر حرام کر دیا گیا ہے جو نرم خو، خوش اخلاق اور (نیک مجالس میں) لوگوں کے قریب ہے۔''

۹۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے اُنہیں فرمایا:

يَا عَائِشَةُ! إِنَّ اللهَ رَفِيْقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ فِي الْأَمْرِ كُلِّهِ. (۲)

''اے عائشہ! بے شک اللہ تعالیٰ نرمی سے سلوک کرنے والا ہے اور ہر ایک معاملہ میں نرمی کو پسند کرتا ہے۔''

ایک روایت کے مطابق حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

يَا عَائِشَةُ! إِنَّ اللهَ رَفِيْقٌ وَيُحِبُّ الرِّفْقَ وَيُعْطِي عَلَى الرِّفْقِ مَا لَا يُعْطِي عَلَى الْعُنْفِ. (۳)

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۴۱۵، رقم: ۳۹۳۸
۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۲: ۲۱۵، رقم: ۴۶۹
۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۰: ۲۳۱، رقم: ۱۰۵۶۲
۴۔ أبو یعلی، المسند، ۸: ۴۶۷، رقم: ۵۰۵۳
۵۔ بیہقی، شعب الإیمان، ۷: ۳۵۳، رقم: ۲۶۹۷

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب استتابة المرتدین والمعاندین وقتالھم، باب إِذَا عرَّضَ الذِّمِّيُ وَ غَيْرُهُ، ۶: ۲۵۳۹، رقم: ۶۵۲۸
۲۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الأدب، باب الرفق، ۲: ۱۲۱۶، رقم: ۳۶۸۸

(۳) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب البر والصلة والآداب، باب فضل الرفق، ۴: ۲۰۰۳، رقم: ۲۵۹۳

''اے عائشہ! اللہ تعالیٰ نرمی کرنے والا ہے اور نرمی کو پسند کرتا ہے اور نرمی پر اتنا عطا فرماتا ہے کہ اتنا سختی پر عطا نہیں کرتا۔''

۱۰۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

كَانَ تَاجِرٌ يُدَايِنُ النَّاسَ، فَإِذَا رَأَى مُعْسِرًا، قَالَ لِفِتْيَانِهِ: تَجَاوَزُوا عَنْهُ لَعَلَّ اللهَ أَنْ يَتَجَاوَزَ عَنَّا فَتَجَاوَزَ اللهُ عَنْهُ. (۱)

''ایک تاجر لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا۔ جب کسی کو تنگ دست دیکھتا تو اپنے خادموں سے کہتا: اس سے درگزر کرو، شاید اللہ تعالیٰ ہم سے درگزر فرمائے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اُسے معاف کر دیا۔''

۱۱۔ سنن نسائی میں یہی حدیث کچھ تفصیل کے ساتھ یوں بیان ہوئی ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ: إِنَّ رَجُلًا لَمْ يَعْمَلْ خَيْرًا قَطُّ وَكَانَ يُدَايِنُ النَّاسَ. فَيَقُولُ لِرَسُولِهِ: خُذْ مَا تَيَسَّرَ وَاتْرُكْ مَا عَسُرَ، وَتَجَاوَزْ لَعَلَّ اللهَ تَعَالَى أَنْ يَتَجَاوَزَ عَنَّا. فَلَمَّا هَلَكَ، قَالَ اللهُ عزوجل لَهُ: هَلْ عَمِلْتَ خَيْرًا قَطُّ؟ قَالَ: لَا، إِلَّا أَنَّهُ كَانَ لِي غُلَامٌ، وَكُنْتُ أُدَايِنُ النَّاسَ، فَإِذَا بَعَثْتُهُ لِيَتَقَاضَى، قُلْتُ لَهُ: خُذْ مَا تَيَسَّرَ

.... ۲۔ أبوداود، السنن، كتاب الأدب، باب فى الرفق، ۴: ۲۵۴، رقم: ۴۸۰۷

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۱۱۲، رقم: ۹۰۲

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب البيوع، باب من أنظر معسراً، ۲: ۷۳۱، رقم: ۱۹۷۲

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب المساقاة، باب فضل إنظار المعسر، ۳: ۱۱۹۶، الرقم: ۱۵۶۲

وَاتْرُکْ مَا عَسُرَ، وَتَجَاوَزْ لَعَلَّ اللهَ يَتَجَاوَزُ عَنَّا. قَالَ اللهُ تَعَالَی: قَدْ تَجَاوَزْتُ عَنْکَ.(۱)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک شخص نے اس کے سوا بھلائی کا کوئی کام نہیں کیا تھا مگر یہ کہ وہ لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا۔ (جب قرض واپس لینا مقصود ہوتا تو) وہ اپنے ایلچی سے کہتا: جہاں سے آسانی سے موصول ہو وہاں سے وصول کرو لیکن جہاں مقروض مفلس اور تنگ دست ہو تو چھوڑ دو اور اُس سے درگزر کرو، شاید اللہ تعالیٰ ہماری خطاؤں اور لغزشوں سے درگزر فرمائے۔ جب وہ فوت ہوگیا تو اللہ تعالیٰ نے دریافت فرمایا: کیا تو نے کوئی نیکی کی تھی؟ اس شخص نے عرض کیا: نہیں، مگر میرا ایک خادم تھا اور میں لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا۔ جب میں اس خادم کو قرض کی وصولی کے لیے بھیجتا تو اُسے ہدایت کرتا کہ آسانی سے ملے تو لے لینا اور جہاں دشواری ہو چھوڑ دینا اور معاف کرنا، شاید اللہ تعالیٰ بھی ہمیں معاف فرما دے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے تجھے معاف کر دیا۔''

خلاصہ کلام

لفظِ اِسلام، اِیمان اور اِحسان پر تفصیلی بیان کے بعد یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہوگئی ہے کہ یہ تینوں الفاظ اپنے معنی اور مفہوم کے اِعتبار سے سراسر اَمن و سلامتی، خیر و عافیت، تحمل و برداشت، محبت و اُلفت، اِحسان شعاری اور اِحترامِ آدمیت کی

(۱) ۱۔ نسائی، السنن، کتاب البیوع، باب حسن المعاملة والرفق في المطالبة، ۷: ۳۸۱، الرقم: ۴۶۹۴

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۶۱، الرقم: ۸۷۱۵

۳۔ابن حبان، الصحیح، ۱۱: ۴۲۲، الرقم: ۵۰۴۳

۴۔ حاکم، المستدرک علی الصحیحین، ۲: ۳۳، الرقم: ۲۲۲۳

تعلیم دیتے ہیں۔ دینِ اسلام ایک ایسا ضابطہ حیات ہے جو خود بھی سراپا سلامتی ہے اور دوسروں کو بھی اَمن و سلامتی، رأفت و رحمت، اِعتدال و توازن اور صبر و تحمل کی تعلیم دیتا ہے۔ گویا مسلمان صرف وہ شخص ہے جو تمام انسانیت کے لئے پیکرِ امن و سلامتی ہو اور مومن بھی وہی شخص ہے جو امن و آشتی، تحمل و برداشت، بقاے باہمی اور اِحترامِ آدمیت جیسے اوصاف سے متصف ہو اور محسن وہ ہے جس میں نہ صرف اسلام اور ایمان دونوں کے روحانی ثمرات اور باطنی اَحوال جمع ہو جائیں بلکہ وہ نفع بخشی اور فیض رسانی کا باعث ہو۔ مختصر یہ کہ اسلام اپنے وسیع معنی میں ایک ایسا دین ہے جس میں اجتماعی سطح سے لے کر انفرادی سطح تک ہر کوئی محفوظ و مامون ہو جاتا ہے۔

باب دوم

مسلمانوں کے قتل کی ممانعت

فصل اَوّل

مسلمانوں کے جان و مال کا اِحترام

۱۔ مومن کی حرمت کعبہ کی حرمت سے بھی زیادہ ہے

سیاسی، فکری یا اعتقادی اختلافات کی بنا پر مسلمانوں کی اکثریت (large majority) کو کافر، مشرک اور بدعتی قرار دیتے ہوئے انہیں بے دریغ قتل کرنے والوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے نزدیک مومن کے جسم و جان اور عزت و آبرو کی کیا اَہمیت ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ایک مومن کی حرمت کو کعبے کی حرمت سے زیادہ محترم قرار دیا ہے۔ امام ابن ماجہ سے مروی حدیثِ مبارکہ ملاحظہ ہو:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَطُوفُ بِالْكَعْبَةِ، وَيَقُولُ: مَا أَطْيَبَکِ وَأَطْيَبَ رِيحَکِ، مَا أَعْظَمَکِ وَأَعْظَمَ حُرْمَتَکِ، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَحُرْمَةُ الْمُؤْمِنِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللهِ حُرْمَةً مِنْکِ مَالِهِ وَدَمِهِ، وَأَنْ نَظُنَّ بِهِ إِلَّا خَيْرًا.(۱)

’’حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو خانہ کعبہ کا طواف کرتے دیکھا اور یہ فرماتے سنا: (اے کعبہ!) تو کتنا عمدہ ہے اور تیری خوشبو کتنی پیاری ہے، تو کتنا عظیم المرتبت ہے اور تیری حرمت کتنی زیادہ ہے، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے! مومن کے جان و مال کی حرمت اللہ کے نزدیک تیری حرمت سے زیادہ ہے اور ہمیں

(۱) ۱۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الفتن، باب حرمة دم المؤمن وماله، ۲: ۱۲۹۷، رقم: ۳۹۳۲

۲۔ طبراني، مسند الشاميين، ۲: ۳۹۶، رقم: ۱۵۶۸

۳۔ منذري، الترغيب والترهيب، ۳: ۲۰۱، رقم: ۳۶۷۹

مومن کے بارے میں نیک گمان ہی رکھنا چاہیے۔‘‘

۲۔ مسلمان کی طرف ہتھیار سے محض اشارہ کرنا بھی منع ہے

اَسلحہ کی کھلی نمائش پر بھی پابندی

فولادی اور آتشیں اسلحہ سے لوگوں کو قتل کرنا تو بہت بڑا اِقدام ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہلِ اِسلام کو اپنے مسلمان بھائی کی طرف اسلحہ سے محض اشارہ کرنے والے کو بھی ملعون و مردود قرار دیا ہے۔

۱۔ حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا يُشِيرُ أَحَدُكُمْ إِلَى أَخِيهِ بِالسِّلَاحِ، فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي أَحَدُكُمْ لَعَلَّ الشَّيْطَانَ يَنْزِعُ فِي يَدِهِ، فَيَقَعُ فِي حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ. (۱)

’’تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ نہ کرے، تم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ شاید شیطان اس کے ہاتھ کو ڈگمگا دے اور وہ (قتلِ ناحق کے نتیجے میں) جہنم کے گڑھے میں جا گرے۔‘‘

یہاں اِستعارے کی زبان میں بات کی گئی ہے یعنی ممکن ہے کہ ہتھیار کا اشارہ کرتے ہی وہ شخص طیش میں آ جائے اور غصہ میں بے قابو ہو کر اسے چلا دے۔ اس عمل کی مذمت اور قباحت بیان کرنے کے لئے اسے شیطان کی طرف منسوب کیا گیا ہے تا کہ لوگ اِسے شیطانی فعل سمجھیں اور اس سے باز رہیں۔

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب البر والصلة والآداب، باب النهي عن إشارة بالسلاح، ۴: ۲۰۲۰، رقم: ۲۶۱۷

۲۔ حاكم، المستدرك على الصحيحين، ۳: ۵۸۷، رقم: ۶۱۷۶

۳۔ بيهقي، السنن الكبرى، ۸: ۲۳، الرقم: ۲۶۱۷

۲۔ یہی مضمون ایک اور حدیث میں اِس طرح بیان ہوا ہے:

مَنْ أَشَارَ إِلَى أَخِيهِ بِحَدِيدَةٍ، فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَلْعَنُهُ حَتَّى يَدَعَهُ، وَإِنْ كَانَ أَخَاهُ لِأَبِيهِ وَأُمِّهِ. (۱)

''جوشخص اپنے بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ کرتا ہے فرشتے اس پر اس وقت تک لعنت کرتے ہیں جب تک وہ اس اشارہ کو ترک نہیں کرتا خواہ وہ اس کا حقیقی بھائی (ہی کیوں نہ) ہو۔''

۳۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے کسی دوسرے پر اسلحہ تاننے سے ہی نہیں بلکہ عمومی حالات میں اسلحہ کی نمائش کو بھی ممنوع قرار دیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ يُتَعَاطَى السَّيْفُ مَسْلُولًا. (۲)

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب البر والصلة والآداب، باب النهي عن إشارة بالسلاح، ۴: ۲۰۲۰، رقم: ۲۶۱۶
۲۔ ترمذى، السنن، كتاب الفتن، باب ما جاء في إشارة المسلم إلى أخيه بالسلاح، ۴: ۴۶۳، رقم: ۲۱۶۲
۳۔ حاكم، المستدرك على الصحيحين، ۲: ۱۷۱، رقم: ۲۶۶۹
۴۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۳: ۲۷۲، رقم: ۵۹۴۴
۵۔ بيهقى، السنن الكبرى، ۸: ۲۳، رقم: ۱۵۶۴۹

(۲) ۱۔ ترمذي، السنن، كتاب الفتن، باب ما جاء في النهي عن تعاطي السيف مسلولا، ۴: ۴۶۴، رقم: ۲۱۶۳
۲۔ أبو داود، السنن، كتاب الجهاد، باب ما جاء في النهي أن يتعاطي السيف مسلولا، ۳: ۳۱، رقم: ۲۵۸۸
۳۔ حاكم، المستدرك على الصحيحين، ۴: ۳۲۲، رقم: ۷۷۸۵
۴۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۳: ۲۷۵، رقم: ۵۹۴۶

’’رسول اکرم ﷺ نے ننگی تلوار لینے دینے سے منع فرمایا۔‘‘

ننگی تلوار کے لینے دینے میں جہاں زخمی ہونے کا احتمال ہوتا ہے وہاں اسلحہ کی نمائش سے اِشتعال انگیزی کا بھی خدشہ رہتا ہے۔ اسلام کے دینِ خیر و عافیت اور مذہبِ امن و سلامتی ہونے کا اس سے بڑا اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے کھلے بندوں اسلحہ کی نمائش پر پابندی لگا دی، تاکہ نہ تو اسلحہ کی دوڑ شروع ہو اور نہ ہی اس سے کسی کو threat کیا جا سکے۔ مذکورہ حدیث میں لفظِ مَسْلُول اِس اَمر کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ ریاست کے جن اداروں کے لیے اسلحہ ناگزیر ہو وہ بھی اس کو غلط استعمال سے بچانے کے لیے foolproof security کے انتظامات کریں۔

درج بالا بحث سے ثابت ہوتا ہے کہ جب اسلحہ کی نمائش، دکھاوا اور دوسروں کی طرف اس سے اشارہ کرنا سخت منع ہے تو اس کے بل بوتے پر ایک مسلم ریاست کے نظم اور اتھارٹی کو چیلنج کرتے ہوئے آتشیں گولہ و بارود سے مخلوقِ خدا کے جان و مال کو تلف کرنا کتنا بڑا گناہ اور ظلم ہوگا!

۳۔ مسلمانوں کے قتل اور فساد انگیزی کی ممانعت

اسلام نہ صرف مسلمانوں بلکہ بلاتفریقِ رنگ و نسل تمام انسانوں کے قتل کی سختی سے ممانعت کرتا ہے۔ اسلام میں کسی انسانی جان کی قدر و قیمت اور حرمت کا اندازہ یہاں سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس نے بغیر کسی وجہ کے ایک فرد کے قتل کو پوری انسانیت کے قتل کے مترادف قرار دیا ہے۔ اللہ ﷻ نے تکریم انسانیت کے حوالے سے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا:

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا ۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا.(۱)

(۱) المائدة، ۵: ۳۲

’’جس نے کسی شخص کو بغیر قصاص کے یا زمین میں فساد (پھیلانے کی سزا) کے (بغیر، ناحق) قتل کر دیا تو گویا اس نے (معاشرے کے) تمام لوگوں کو قتل کر ڈالا۔‘‘

اس آیت مبارکہ میں انسانی جان کی حرمت کا مطلقاً ذکر کیا گیا ہے جس میں عورت یا مرد، چھوٹے بڑے، امیر و غریب حتی کہ مسلم اور غیر مسلم کسی کی تخصیص نہیں کی گئی۔ مدعا یہ ہے کہ قرآن نے کسی بھی انسان کو بلاوجہ قتل کرنے کی نہ صرف سخت ممانعت فرمائی ہے بلکہ اسے پوری انسانیت کا قتل ٹھہرایا ہے۔ جہاں تک قانونِ قصاص وغیرہ میں قتل کی سزا، سزائے موت (capital punishment) ہے، تو وہ انسانی خون ہی کی حرمت و حفاظت کے لئے مقرر کی گئی ہے۔

۴۔ دورانِ جنگ کسی شخص کے اِظہارِ اسلام کے بعد اُس کے قتل کی ممانعت

ہم آئندہ صفحات میں تفصیل سے اس بات کا جائزہ لیں گے کہ اسلام دورانِ جنگ اسلامی لشکر کو کس قدر احتیاط کی تعلیم دیتا ہے حالانکہ دنیا کی تمام اقوام کے ہاں یہ قول مشہور ہے کہ جنگ اور محبت میں ہر چیز جائز ہوتی ہے۔ مگر پیغمبر اسلام ﷺ کی سیرت و سنت سے ہمیں جنگ کے اضطرابی اور حساس لمحات میں بھی احتیاط اور عدل سے کام لینے کا سبق ملتا ہے۔ درج ذیل حدیث مبارکہ میں ہمیں یہ تعلیم ملتی ہے کہ قتل کے خوف سے ہی سہی، جب ایک شخص نے کلمہ پڑھ کر اظہار اِسلام کر دیا تو اس کے قتل پر بھی حضور ﷺ نے سخت اِظہارِ ناراضگی فرمایا، چہ جائے کہ کلمہ گو مسلمان اور اہل علم حضرات صرف اس لیے قتل کر دیے جائیں کہ وہ باغی گروہ کے انتہاء پسندانہ نظریات سے اختلاف رکھتے ہیں۔ حدیث ملاحظہ کریں:

۱۔ حضرت اُسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِلَى الْحُرَقَةِ مِنْ جُهَيْنَةَ، فَصَبَّحْنَا الْقَوْمَ، فَهَزَمْنَاهُمْ، وَلَحِقْتُ أَنَا وَرَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ رَجُلًا مِنْهُمْ، فَلَمَّا غَشِيْنَا قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ. فَكَفَّ عَنْهُ الأَنْصَارِيُّ، وَطَعَنْتُهُ بِرُمْحِي حَتَّى قَتَلْتُهُ. قَالَ: فَلَمَّا قَدِمْنَا، بَلَغَ ذَالِكَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ لِي: يَا أُسَامَةُ، أَقَتَلْتَهُ بَعْدَ مَا قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ؟ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّمَا كَانَ مُتَعَوِّذًا. قَالَ: فَقَالَ: أَقَتَلْتَهُ بَعْدَ مَا قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ؟ قَالَ: فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا عَلَيَّ حَتَّى تَمَنَّيْتُ أَنِّي لَمْ أَكُنْ أَسْلَمْتُ قَبْلَ ذَالِكَ الْيَوْمِ.(۱)

’’رسول اللہ ﷺ نے ہمیں جہاد کے لیے مقام حرقہ کی طرف روانہ کیا جو قبیلہ جہینہ کی ایک شاخ ہے۔ ہم صبح وہاں پہنچ گئے اور (شدید لڑائی کے بعد) انہیں شکست دے دی۔ میں نے اور ایک انصاری صحابی نے مل کر اس قبیلہ کے ایک شخص کو گھیر لیا، جب ہم اس پر غالب آ گئے تو اس نے کہا: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ۔ انصاری تو (اس کی زبان سے) کلمہ سن کر الگ ہو گیا لیکن میں نے نیزہ مار کر اسے ہلاک کر ڈالا۔ جب ہم واپس آئے تو حضور نبی اکرم ﷺ کو بھی اس واقعہ کی خبر ہو چکی تھی۔ آپ ﷺ نے مجھے فرمایا: اے اسامہ! تم نے اسے کلمہ پڑھنے کے باوجود قتل کیا؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس نے جان بچانے کے لئے کلمہ پڑھا تھا۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا: تم نے اسے کلمہ پڑھنے کے

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب المغازي، باب بعث النّبيّ ﷺ أسامة بن زيد إلى الحرقات من جهينة، ۴: ۱۵۵۵، رقم: ۴۰۲۱
۲۔ بخاری، كتاب الديات، باب قول الله تعالى: ومن أحياها، ۶: ۲۵۱۹، رقم: ۶۴۷۸
۳۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۱: ۵۶، رقم: ۴۷۵۱

باوجود قتل کیا؟ حضور ﷺ مسلسل یہ کلمات دہرا رہے تھے اور میں افسوس کر رہا تھا کہ کاش آج سے پہلے میں اِسلام نہ لایا ہوتا۔‘‘

امام مسلمؒ نے یہ حدیث ان الفاظ سے روایت کی ہے:

فَدَعَاهُ فَسَأَلَهُ، فَقَالَ: لِمَ قَتَلْتَهُ؟ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، أَوْجَعَ فِي الْمُسْلِمِيْنَ، وَقَتَلَ فُلَانًا وَفُلَانًا، وَسَمَّى لَهُ نَفَرًا. وَإِنِّي حَمَلْتُ عَلَيْهِ، فَلَمَّا رَأَى السَّيْفَ، قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ. قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: أَقَتَلْتَهُ؟ قَالَ: نَعَمْ: قَالَ: فَكَيْفَ تَصْنَعُ بِلَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ إِذَا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، اسْتَغْفِرْ لِي. قَالَ: وَكَيْفَ تَصْنَعُ بِلَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ إِذَا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ قَالَ: فَجَعَلَ لَا يَزِيْدُهُ عَلَى أَنْ يَقُوْلَ: كَيْفَ تَصْنَعُ بِلَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ إِذَا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟(۱)

’’حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کو بلا کر دریافت فرمایا: تم نے اسے کیوں قتل کیا؟ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس نے مسلمانوں کو تکلیف دی۔ چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نام لے کر بتایا کہ اس نے فلاں فلاں کو شہید کیا تھا۔ میں نے اس پر حملہ کیا جب اس نے تلوار دیکھی تو فورًا کہا: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم نے اسے قتل کر دیا؟ عرض کیا: جی حضور! فرمایا: جب روزِ قیامت لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ کا کلمہ آئے گا تو تم اس کا کیا جواب دو گے؟ عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے لئے استغفار کیجیے۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا: جب روزِ قیامت لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ کا کلمہ آئے گا تو تم اس کا کیا جواب دو گے؟ حضور نبی اکرم ﷺ مسلسل یہی کلمات دہراتے رہے کہ جب قیامت کے

(۱) مسلم، الصحيح، كتاب الإيمان، باب تحريم قتل الكافر بعد أن قال: لَا إله إلا الله، ۱: ۹۷، رقم: ۹۴-۹۷

دن لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللهُ کا کلمہ آئے گا تو تم اس کا کیا جواب دو گے؟‘‘

۲۔ حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَرَأَيْتَ إِنْ لَقِيتُ رَجُلًا مِنَ الْكُفَّارِ فَقَاتَلَنِي فَضَرَبَ إِحْدَى يَدَيَّ بِالسَّيْفِ، فَقَطَعَهَا، ثُمَّ لَاذَ مِنِّي بِشَجَرَةٍ، فَقَالَ: أَسْلَمْتُ لِلّٰهِ، أَفَأَقْتُلُهُ يَا رَسُولَ اللهِ بَعْدَ أَنْ قَالَهَا؟ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: لَا تَقْتُلْهُ، قَالَ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّهُ قَدْ قَطَعَ يَدِي، ثُمَّ قَالَ ذٰلِكَ بَعْدَ أَنْ قَطَعَهَا أَفَأَقْتُلُهُ؟ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: لَا تَقْتُلْهُ فَإِنْ قَتَلْتَهُ فَإِنَّهُ بِمَنْزِلَتِكَ قَبْلَ أَنْ تَقْتُلَهُ، وَإِنَّكَ بِمَنْزِلَتِهِ قَبْلَ أَنْ يَقُولَ كَلِمَتَهُ الَّتِي قَالَ.(۱)

’’یا رسول اللہ! یہ فرمائیے کہ اگر (میدان جنگ میں) کسی کافر سے میرا مقابلہ ہو اور وہ میرا ہاتھ کاٹ ڈالے اور پھر جب وہ میرے حملہ کی زد میں آئے تو ایک درخت کی پناہ میں آ کر کہہ دے: أَسْلَمْتُ لِلّٰهِ (میں اللہ کے لیے مسلمان ہو گیا)، تو کیا میں اس شخص کو اس کے کلمہ پڑھنے کے بعد قتل کر سکتا ہوں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اس کو قتل نہیں کر سکتے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس نے میرا ہاتھ کاٹنے کے بعد کلمہ پڑھا ہے تو کیا میں اس کو قتل نہیں کر سکتا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اس کو قتل نہیں کر سکتے، اگر تم نے اس کو قتل کر دیا تو وہ اس درجہ پر ہوگا جس پر تم اس کو قتل کرنے سے پہلے تھے (یعنی حق پر) اور تم اس درجہ پر ہو گے جس درجہ پر وہ کلمہ پڑھنے سے پہلے تھا (یعنی کفر پر)۔‘‘

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب المغازي، باب شهود الملائكة بدراً، ۴: ۱۴۷۴، الرقم: ۳۷۹۴

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الإيمان، باب تحريم قتل الكافر بعد أن قال لا إله إلا الله، ۱: ۹۵، الرقم: ۹۵

پُراَمن شہریوں اور عام مسلمانوں کا قتل عام کرنے والے ظالم اور سفاک دہشت گردوں کو اپنے جارحانہ رویوں اور ظالمانہ نظریات پر ان فرامینِ رسول ﷺ کی روشنی میں ضرور غور کرنا چاہیے کہ جب حالت جنگ میں موت کے ڈر سے کلمہ پڑھنے والے دشمن کو بھی امان حاصل ہے اور اس کا قتل بھی سخت منع ہے تو کلمہ گو مسلمانوں کو مسجدوں، دفتروں، تعلیمی اداروں اور بازاروں میں قتل کرنا کتنا بڑا جرم ہوگا؟

۵۔ دہشت گردوں کی معاوِنت بھی جرم ہے

دہشت گردوں اور قاتلوں کو معاشرے میں سے افرادی، مالی اور اخلاقی قوت کے حصول سے محروم کرنے اور انہیں isolate کرنے کے لیے حضور نبی اکرم ﷺ نے ان کی ہر قسم کی مدد و اعانت سے کلیتاً منع فرمایا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی مومن کے قتل میں معاونت کرے گا وہ رحمت الٰہی سے محروم ہو جائے گا۔ فرمانِ رسول ﷺ ہے:

مَنْ أَعَانَ عَلَى قَتْلِ مُؤْمِنٍ بِشَطْرِ كَلِمَةٍ، لَقِيَ اللهَ عزوجل مَكْتُوْبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ: آيِسٌ مِنْ رَحْمَةِ اللهِ.(۱)

''جس شخص نے چند کلمات کے ذریعہ بھی کسی مومن کے قتل میں کسی کی مدد کی تو وہ اللہ عزوجل سے اس حال میں ملے گا کہ اس کی آنکھوں کے درمیان پیشانی پر لکھا ہوگا: آيِسٌ مِنْ رَحْمَةِ اللهِ (اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس شخص)۔''

اس حدیث کے مضمون میں یہ صراحت موجود ہے کہ نہ صرف ایسے ظالموں کی

(۱) ا۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الديات، باب التغليظ في قتل مسلم ظلمًا، ۲: ۸۷۴، رقم: ۲۶۲۰

۲۔ ربيع، المسند، ۱: ۳۶۸، رقم: ۹۶۰

۳۔ بيهقي، السنن الكبرى، ۸: ۲۲، رقم: ۱۵۶۴۶

ہر طرح کی مالی و جانی معاونت منع ہے بلکہ بِشَطْرِ کَلِمَةٍ (چند کلمات) کے الفاظ یہ بھی واضح کر رہے ہیں کہ تقریر یا تحریر کے ذریعے ایسے امن دشمن عناصر کی مدد یا حوصلہ افزائی کرنا بھی سخت مذموم ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش سے محرومی کا سبب ہے۔ اس میں دہشت گردوں کے ماسٹر مائنڈ طبقات کے لئے سخت تنبیہ ہے جو کم فہم لوگوں کو آیات و احادیث کی غلط تاویلیں کرکے انہیں ''جنت کی بشارت'' دے کر سول آبادیوں کے قتل پر آمادہ کرتے ہیں۔

٦۔ مساجد پر حملے کرنے والے سب سے بڑے ظالم ہیں

اسلام اپنے ماننے والوں کو نہ صرف اَمن و آشتی، تحمل و برداشت اور بقاء باہمی کی تعلیم دیتا ہے بلکہ ایک دوسرے کے عقائد و نظریات اور مکتب و مشرب کا احترام بھی سکھاتا ہے۔[1] اِعتقادی، فکری یا سیاسی اِختلافات کی بنیاد پر مخالفین کی جان و مال یا مقدس مقامات پر حملے کرنا نہ صرف غیر اسلامی بلکہ غیر انسانی فعل بھی ہے۔ خودکش حملوں اور بم دھماکوں کے ذریعے اللہ کے گھروں کا تقدس پامال کرنے والے اور وہاں لوگوں کی قیمتی جانیں تلف کرنے والے ہرگز نہ تو مومن ہو سکتے ہیں اور نہ ہی ہدایت یافتہ۔ مسجدوں میں خوف و ہراس کے ذریعے اللہ کے ذکر سے روکنے اور انہیں اپنی دہشت گردانہ کارروائیوں کے ذریعے ویران کرنے والوں کو قرآن نے نہ صرف سب سے بڑا ظالم قرار دیا ہے، بلکہ انہیں دنیا و آخرت میں ذلت آمیز عذاب کی وعید بھی سنائی ہے۔ اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ ؕ لَهُمْ فِي

(١) بین المذاہب رواداری (intrefaith tolerance) اور دوسرے مذاہب کے احترام کے بارے میں اسلامی تعلیمات کا ذکر آئندہ ابواب میں کیا جائے گا۔

الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ○(۱)

’’اور اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہو گا جو اللہ کی مسجدوں میں اس کے نام کا ذکر کیے جانے سے روک دے اور انہیں ویران کرنے کی کوشش کرے، انہیں ایسا کرنا مناسب نہ تھا کہ مسجدوں میں داخل ہوتے مگر ڈرتے ہوئے، ان کے لیے دنیا میں (بھی) ذلّت ہے اور ان کے لیے آخرت میں (بھی) بڑا عذاب ہے○‘‘

ایک اور مقام پر اللہ تعالی نے واضح طور پر فرما دیا ہے کہ اللہ کی مسجدیں صرف وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور وہی ہدایت یافتہ ہے۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مساجد اور عبادت گاہوں کو آباد کرنے کی بجائے اُن پر حملہ کرنے والے نہ تو یوم حساب پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ ہی وہ مومن ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللهَ قف فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ○(۲)

’’اللہ کی مسجدیں صرف وہی آباد کر سکتا ہے جو اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان لایا اور اس نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی اور اللہ کے سوا (کسی سے) نہ ڈرا۔ سو امید ہے کہ یہی لوگ ہدایت پانے والوں میں ہو جائیں گے○‘‘

مساجد و مزارات اور دیگر مقدس مقامات کی بے حرمتی کرنے والے دہشت گردوں کے احوال وظروف اور مجالست و مصاحبت کا تنقیدی جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت

---

(۱) البقرة، ۲: ۱۱۴

(۲) التوبة، ۹: ۱۸

روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ ان کا ذہنی وفکری اِرتقاء نہایت ہی تنگ نظری کے ماحول میں ہوتا ہے۔ اس تنگ نظری سے اِنتہا پسندی (extremism) جنم لیتی ہے، انتہا پسندی انسان کو جارحیت (aggression) پر اُکساتی ہے اور پھر جارحیت کا منطقی نتیجہ دہشت گردی (terrorism) کی بھیانک صورت میں رُونما ہوتا ہے۔ نفرت وتعصب اور جبر وتشدد کے اس مقام پر انسان کے اندر سے اعتدال وتوازن (moderation) اور تحمل و برداشت (tolerance) کی صلاحیتیں سلب ہو جاتی ہیں۔ جب انسان **ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ**[1] کا مصداق بن کر سنگ دلی اور شقاوت و بدبختی کی انتہا کو پہنچتا ہے تو پھر اِس سے بازاروں، مارکیٹوں، عوامی مقامات اور درس گاہوں میں موجود لوگوں کو قتل کرنے سے لے کر مساجد میں مشغولِ عبادت لوگوں کی جانیں لینے اور مساجد کو تاخت و تاراج کرنے تک کچھ بھی بعید نہیں ہوتا۔ ایسے اقدامات کرنے والوں کا اسلام سے کیا تعلق و واسطہ ہے! اگر ان میں خوفِ خدا اور فکرِ آخرت کا ایک ذرہ بھی ہوتا تو کم اَز کم ان کی وحشت و بربریت سے مساجد اور نمازی تو محفوظ رہتے۔ لہٰذا ان کا مساجد تک کو نشانہ بنانے کا اقدام اِس اَمر کا بیّن ثبوت ہے کہ ان کا اسلام جیسے پُراَمن اور سلامتی و عافیت والے دین سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

---

(۱) ''پھر اس کے بعد (بھی) تمہارے دل سخت ہوگئے چنانچہ وہ (سختی میں) پتھروں جیسے (ہوگئے)o''(۱)

---

(۱) البقرة، ۲: ۷۴

فصل دوم

مسلمانوں کو اَذیت دینے اور قتل کرنے کی سزا

۱۔ ایک مومن کا قتل پوری دنیا کی تباہی سے بڑا گناہ ہے

اپنے گھناؤنے اور ناپاک مقاصد کے حصول کے لیے عام شہریوں اور پُر اَمن انسانوں کو بے دریغ قتل کرنے والے کیسے دین امن و سلامتی کے علم بردار بنتے ہیں؟ وہ اپنی دہشت گردانہ کارروائیوں کے ذریعے ہزاروں مسلمانوں کی قتل و غارت گری میں مصروف ہیں جبکہ حضور نبی اکرم ﷺ نے تو ایک مومن کے قتل کو بھی پوری دنیا کے تباہ ہونے سے بڑا گناہ قرار دیا ہے۔ اِس حوالے سے چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو رضی الله عنهما أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: لَزَوَالُ الدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللهِ مِنْ قَتْلِ رَجُلٍ مُسْلِمٍ.(۱)

’’حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مسلمان شخص کے قتل سے پوری دنیا کا ناپید (اور تباہ) ہو جانا ہلکا (واقعہ) ہے۔‘‘

۲۔ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: قَتْلُ

(۱) ۱۔ ترمذي، السنن، كتاب الديات، باب ما جاء في تشديد قتل المؤمن، ۴: ۱۶، رقم: ۱۳۹۵

۲۔ نسائي، السنن، كتاب تحريم الدم، باب تعظيم الدم، ۷: ۸۲، رقم: ۳۹۸۷

۳۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الديات، باب التغليظ في قتل مسلم ظلما، ۲: ۸۷۴، رقم: ۲۶۱۹

الْمُؤْمِنِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللهِ مِنْ زَوَالِ الدُّنْيَا.(١)

''حضرت عبد اللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مومن کو قتل کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام دنیا کے برباد ہونے سے بڑا ہے۔''

۳۔ ایک روایت میں کسی بھی شخص کے قتلِ ناحق کو دنیا کے مٹ جانے سے بڑا حادثہ قرار دیا گیا ہے۔

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: لَزَوَالُ الدُّنْيَا جَمِيْعًا أَهْوَنُ عِنْدَ اللهِ مِنْ سَفْكِ دَمٍ بِغَيْرِ حَقٍّ.(٢)

''حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک پوری کائنات کا ختم ہو جانا بھی کسی شخص کے قتلِ ناحق سے ہلکا ہے۔''

۲۔ انسانی جان کا قتل مثلِ کفر ہے

عقائد میں اہل سنت کے اِمام ابو منصور ماتریدی آیت مبارکہ - مَنْ قَتَلَ نَفْسًا[۴]

(١) ١۔ نسائي، السنن، كتاب تحريم الدم، باب تعظيم الدم، ٧: ٨٢، ٨٣، رقم: ٣٩٨٨-٣٩٩٠

٢۔ طبراني، المعجم الصغير، ١: ٣٥٥، رقم: ٥٩٤

٣۔ بيهقي، السنن الكبرى، ٨: ٢٢، رقم: ١٥٦٤٧

امام طبرانی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

(٢) ١۔ ابن أبي الدنيا، الأهوال: ١٩٠، رقم: ١٨٣

٢۔ ابن أبي عاصم، الديات: ٢، رقم: ٢

٣۔ بيهقي، شعب الإيمان، ٤: ٣٤٥، رقم: ٥٣٤٤

بِغَيْرِ نَفْسٍ – کے ذیل میں انسانی قتل کو کفر قرار دیتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

من استحل قتل نفس حَرَّمَ الله قتلها بغير حق، فكأنّما استحل قتل الناس جميعًا، لأنه يكفر باستحلاله قتل نفس محرم قتلها، فكان كاستحلال قتل الناس جميعًا، لأن من كفر بآية من كتاب الله يصير كافرًا بالكل. ......

وتحتمل الآية وجهًا آخر، وهو ما قيل: إنه يجب عليه من القتل مثل ما أنه لو قتل الناس جميعًا.

ووجه آخر: أنه يلزم الناس جميعا دفع ذلک عن نفسه ومعونته له، فإذا قتلها أو سعى عليها بالفساد، فكأنما سعى بذلک على الناس كافة. ...... وهذا يدل أن الآية نزلت بالحكم في أهل الكفر وأهل الإسلام جميعاً، إذا سعوا في الأرض بالفساد. (۱)

''جس نے کسی ایسی جان کا قتل حلال جانا جس کا ناحق قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کر رکھا ہے، تو گویا اس نے تمام لوگوں کے قتل کو حلال جانا، کیونکہ ایسی جان جس کا قتل حرام ہے، **وہ شخص اس کے قتل کو حلال سمجھ کر کفر کا مرتکب ہوا ہے**، وہ ایسے ہی ہے جیسے اس نے تمام لوگوں کے قتل کو حلال جانا، کیونکہ جو شخص کتاب اللہ کی ایک آیت کا انکار کرتا ہے وہ پوری کتاب کا انکار کرنے والا ہے۔ ......

''یہ آیت ایک اور توجیہ کی بھی حامل ہے اور وہ یہ کہ کہا گیا ہے کہ کسی جان کے قتل کو حلال جاننے والے پر تمام لوگوں کے قتل کا گناہ لازم آئے گا (کیونکہ عالم انسانیت کے ایک فرد کو قتل کرکے گویا اس نے پوری انسانیت پر حملہ کیا ہے)۔

(۱) أبومنصور الماتريدى، تأويلات أهل السنة، ۳: ۵۰۱

''ایک توجیہ یہ بھی ہے کہ تمام لوگوں پر لازم ہے کہ اجتماعی کوشش کے ساتھ اس جان کو قتل سے بچائیں اور اس کی مدد کریں۔ پس جب وہ اس کو قتل کر کے فساد بپا کرنے کی کوشش کرے گا تو گویا وہ پوری انسانیت پر فساد بپا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ...... اور یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ یہ آیت اس حکم کے ساتھ تمام اہل کفر اور اہل اسلام کے لئے نازل ہوئی ہے جبکہ وہ فساد فی الارض کے لئے سرگرداں ہو۔''

علامہ ابو حفص الحنبلی اپنی تفسیر اللباب في علوم الکتاب میں اللہ تعالیٰ کے فرمان فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا کی تفسیر میں ایک انسان کے قتل کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیتے ہوئے مختلف ائمہ کے اقوال نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

۱۔ قال مُجَاهِد: من قتل نَفْساً محرَّمة يَصْلَى النَّار بقتلها، كما يصلاها لو قتل النَّاس جميعاً،

۲۔ وقال قتادة: أعْظَم الله أجرَهَا وعظَّم وزرَها، معناه: من استَحَلَّ قتل مُسْلِمٍ بغير حَقّه، فكأنّما قتل النَّاس جميعاً،

۳۔ وقال الحسن: ﴿فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا﴾، يعني: أنّه يَجِبُ عليه من القِصَاص بِقَتْلِها، مثل الذي يجب عليه لو قتل النَّاسَ جَمِيعًا.

قوله تعالى: ﴿اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْيُصَلَّبُوْٓا اَوْتُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْامِنَ الْاَرْضِ ط ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ○ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ ج

فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌO﴾.[1]

وقوله: ﴿يُحَارِبُون الله﴾، أي: يُحَارِبُون أولِيَاءه كذا قدَّرَه الجمهور.

وقال الزَّمَخْشَرِيُّ: ''يُحَارِبُون رسول الله، ومحاربة المُسْلِمِين في حكم مُحَارَبَتِه.''

نزلت هذه الآية في قطّاع الطَّرِيق من المُسْلِمين (وهذا قول أكثر الفقهاء.[2]

أنَّ قوله تعالى: ﴿اَلَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا﴾ يتناول كل من يُوصَف بهذه سواءً كان مُسْلِمًا أو كافراً، ولا يُقالَ: الآية نزلت في الكُفَّار، لأن العبرة بعُمُوم اللَّفْظ لا خُصوص السَّبَب، فإن قيل: المُحَارِبُون هم الذين يَجْتَمِعُون ولهم مَنَعَةٌ، ويقصدون المُسْلِمِين في أرواحهم ودِمَائهم، واتَّفقُوا على أنّ هذه الصِّفَة إذا حصلت في الصَّحراء كانوا قُطَّاع الطَّريق، وأما إن حصلت في الأمصار، فقال الأوزَاعِيُّ ومالِكٌ واللَّيْثُ بن سَعْد والشَّافِعِيُّ: هم أيضاً قُطَّاع الطَّريق، هذا الحدُّ عليهم، قالوا: وإنّهم في المُدُن يكونون أعظَم ذَنْباً فلا أقَلّ من المساواة، واحتجوا بالآية وعمومها،

(۱) المائدة، ۵: ۳۳، ۳۴

(۲) ۱۔ بغوی، معالم التنزيل، ۲: ۳۳

۲۔ رازی، التفسير الكبير، ۱۱: ۱۶۹

ولأنّ هذا حدّ فلا يختلف كسائر الحدود.[1]

’’۱۔ حضرت مجاہد نے فرمایا: جس شخص نے ایک جان کو بھی ناحق قتل کیا تو وہ اس قتل کے سبب دوزخ میں جائے گا، جیسا کہ وہ تب دوزخ میں جاتا اگر وہ ساری انسانیت کو قتل کر دیتا (یعنی اس کا عذابِ دوزخ ایسا ہوگا جیسے اس نے پوری انسانیت کو قتل کر دیا ہو)۔

۲۔ حضرت قتادہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس کی سزا بڑھا دی ہے اور اس کا بوجھ عظیم کر دیا ہے یعنی جو شخص ناحق کسی مسلمان کے قتل کو حلال سمجھتا ہے گویا وہ تمام لوگوں کو قتل کرتا ہے۔

۳۔ حضرت حسن بصریؒ نے ﴿فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا﴾ کی تفسیر میں فرمایا کہ (جس نے ناحق ایک جان کو قتل کیا) اس پر اس کے قتل کا قصاص واجب ہوگا، اس شخص کی مثل جس پر تمام انسانیت کو قتل کرنے کا قصاص واجب ہو۔ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد انگیزی کرتے پھرتے ہیں (یعنی مسلمانوں میں خونریز رہزنی اور ڈاکہ زنی وغیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں) ان کی سزا یہی ہے کہ وہ قتل کیے جائیں یا پھانسی دیے جائیں یا ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹے جائیں یا (وطن کی) زمین (میں چلنے پھرنے) سے دور (یعنی ملک بدر یا قید) کر دیے جائیں۔ یہ (تو) ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لیے آخرت میں (بھی) بڑا عذاب ہےo مگر جن لوگوں نے، قبل اس کے کہ تم ان پر قابو پا جاؤ، توبہ کر لی سو جان لو کہ اللہ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہےo﴾

’’اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿يُحَارِبُوْنَ اللهَ﴾ سے مراد ہے: يحاربون أولياءه (وہ

(۱) أبو حفص الحنبلي، اللباب في علوم الكتاب، ۷: ۳۰۱

اللہ تعالیٰ کے اولیاء سے جنگ کرتے ہیں)۔ یہی معنی جمہور نے بیان کیا ہے۔ اور علامہ زمخشری نے کہا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سے جنگ کرتے ہیں؛ اور مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنا دراصل حضور نبی اکرم ﷺ ہی کے ساتھ جنگ کے حکم میں ہے۔

''یہ آیت - ﴿اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ﴾ - مسلمان راہزنوں کے بارے میں اتری ہے، اور یہ اکثر فقہاء کا قول ہے۔

''اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہر وہ شخص شامل ہے جو ان صفات سے متصف ہو خواہ وہ مسلم ہو یا کافر۔ یہ نہیں کہا جائے گا کہ یہ آیت کفار کے حق میں نازل ہوئی کیونکہ اعتبار لفظ کے عموم کا ہوگا نہ سبب کے خاص ہونے کا۔ اور اگر کہا جائے کہ محاربون وہ ہیں جو مجتمع ہوتے ہیں اور ان کے پاس طاقت وقوت بھی ہوتی ہے اور وہ مسلمانوں کی جانوں کا قصد کرتے ہیں تو فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر یہ وصف صحراء میں پایا جائے تو ایسے لوگ راہزن کہلائیں گے، اور اگر دہشت گردی وقتل و غارت گری کا یہ عمل شہروں میں پایا جائے تو امام اوزاعی، مالک، لیث بن سعد اور شافعی کا قول ہے کہ وہ (قاتل ہونے کے علاوہ) راہزن اور ڈاکو بھی ہیں، ان پر بھی یہی حد ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر وہ شہروں میں ہوں تو ان کا گناہ بہت ہی زیادہ ہو جائے گا۔''

کسی ایک مومن کو قصداً قتل کرنے والے کی ذلت آمیز سزا کا اندازہ یہاں سے لگا لیں کہ اللہ ﷻ نے ایک ہی آیت میں نہ صرف ایسے قاتل کے لیے دوزخ کی سزا کا ذکر کیا ہے بلکہ خَالِدًا، غَضِبَ، لَعَنَهٗ اور عَذَابًا عَظِيْمًا فرما کر اس کی شدّت و حدّت میں کئی گنا اضافہ کردیا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا۝[1]

(۱) النساء، ۴: ۹۳

’’اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کرے تو اس کی سزا دوزخ ہے کہ مدتوں اس میں رہے گا اور اس پر اللہ غضب ناک ہوگا اور اس پر لعنت کرے گا اور اس نے اس کے لیے زبردست عذاب تیار کر رکھا ہے○‘‘

۳۔ مسلمانوں کا قتلِ عام کفریہ فعل ہے

حضور نبی اکرم ﷺ نے مسلمانوں کا خون بہانے، اُنہیں قتل کرنے اور فتنہ و فساد برپا کرنے کو نہ صرف کفر قرار دیا ہے بلکہ اِسلام سے واپس کفر کی طرف پلٹ جانا قرار دیا ہے۔ اسے اصطلاحِ شرع میں ارتداد کہتے ہیں۔

امام بخاری حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لَا تَرْتَدُّوْا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ.(۱)

’’تم میرے بعد ایک دوسرے کو قتل کرنے کے سبب کفر کی طرف نہ لوٹ جانا۔‘‘

گویا کلمہ گو مسلمانوں کا آپس میں قتلِ عام صریح کفریہ عمل ہے جسے ارتداد سے لفظی مماثلت دی گئی ہے۔

۴۔ قتل، شرک کی طرح ظلمِ عظیم ہے

حافظ ابن کثیر (م۷۷۴ھ) آیت وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا(۲) کی تفسیر میں قتلِ عمد کو گناہِ عظیم اور معصیتِ کبریٰ قرار دیتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ ناحق کسی مسلمان

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الفتن، باب قول النبي ﷺ: لا ترجعوا بعدي كفارا يضرب بعضكم رقاب بعض، ۶: ۲۵۹۴، رقم: ۶۶۶۸

۲۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۴: ۲۶۹، رقم: ۴۱۶۶

(۲) النساء، ۴: ۹۳

کو قتل کرنا اتنا بڑا گناہ ہے کہ اللہ ﷻ نے اسے شرک جیسے ظلمِ عظیم کے ساتھ ملا کر بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

وهذا تهديد شديد ووعيد أكيد لمن تعاطى هذا الذنب العظيم، الذى هو مقرون بالشرك بالله فى غير ما آية فى كتاب الله، حيث يقول سبحانه فى سورة الفرقان: ﴿وَالَّذِينَ لا يَدْعُونَ مَعَ اللهِ إِلَهًا آخَرَ وَلا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ إِلا بِالْحَقِّ وَلا يَزْنُونَ﴾.[1] وقال تعالى: ﴿قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ أَلَّا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا﴾ إلى أن قال: ﴿وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ذٰلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ۝﴾[2].[3]

''اس (قتل عمد جیسے) گناہ عظیم کا ارتکاب کرنے والوں کے لئے یہ شدید دھمکی اور مؤکد وعید ہے کہ قتل عمد کو اللہ تبارک و تعالیٰ کے ساتھ شرک جیسے گناہ کے ساتھ ملا کر بیان کیا گیا ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے سورۂ فرقان میں ارشاد فرمایا ہے: ﴿اور یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی پوجا نہیں کرتے اور نہ ہی کسی ایسی جان کو قتل کرتے ہیں جسے بغیر حق مارنا اللہ نے حرام فرمایا ہے اور نہ ہی بدکاری کرتے ہیں۔﴾ اور ارشاد فرمایا: ﴿فرما دیجئے! آؤ میں وہ چیزیں پڑھ کر سنا دوں جو تمہارے رب نے تم پر حرام کی ہیں (وہ) یہ کہ تم اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ ...... اور اس جان کو قتل نہ کرو جسے (قتل کرنا) اللہ نے حرام کیا ہے بجز حق (شرعی) کے۔ یہی وہ امور ہیں جن کا اس نے تمہیں تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم عقل سے کام لو۔﴾''

---

(۱) الفرقان، ۲۵: ۶۸

(۲) الأنعام، ۶: ۱۵۱

(۳) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۱: ۵۳۵

حضور نبی اکرم ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر انسانی جان و مال کے تلف کرنے اور قتل و غارت گری کی خرابی و ممانعت سے آگاہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

إِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا، إِلَى يَوْمِ تَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ. أَلَا، هَلْ بَلَّغْتُ؟ قَالُوْا: نَعَمْ. قَالَ: اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ، فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ، فَرُبَّ مُبَلَّغٍ أَوْعٰى مِنْ سَامِعٍ، فَلاَ تَرْجِعُوْا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ. (۱)

’’بے شک تمہارے خون اور تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تم پر اِسی طرح حرام ہیں جیسے تمہارے اِس دن کی حرمت تمہارے اِس مہینے میں اور تمہارے اِس شہر میں (مقرر کی گئی) ہے اُس دن تک جب تم اپنے رب سے ملو گے۔ سنو! کیا میں نے تم تک (اپنے رب کا) پیغام پہنچا دیا؟ لوگ عرض گزار ہوئے: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! گواہ رہنا۔ اب چاہیے کہ (تم میں سے ہر) موجود شخص اِسے غائب تک پہنچا دے کیونکہ کتنے ہی لوگ ایسے ہیں کہ جن تک بات پہنچائی جائے تو وہ سننے والے سے زیادہ یاد رکھتے ہیں (اور سنو!) میرے بعد ایک دوسرے کو قتل کر کے کافر نہ ہو جانا۔‘‘

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الحج، باب الخطبة أيام منى، ۲: ۶۲۰، رقم: ۱۶۵۴

۲۔ بخاري، كتاب العلم، باب قول النبي ﷺ: رب مبلغ أوعى من سامع، ۱: ۳۷، رقم: ۶۷

۳۔ مسلم، الصحيح، كتاب القسامة والمحاربين والقصاص والديات، باب تغليظ تحريم الدماء والأعراض والأموال، ۳: ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، رقم: ۱۶۷۹

اس متفق علیہ حدیث مبارکہ میں حضور نبی اکرم ﷺ نے صراحتاً یہ فیصلہ صادر فرما دیا کہ جو لوگ آپس میں خون خرابہ کریں گے، فتنہ و فساد اور دہشت گردی کی وجہ سے ایک دوسرے پر اسلحہ اٹھائیں گے اور مسلمانوں کا خون بہائیں گے وہ مسلمان نہیں بلکہ کفر کے مرتکب ہیں۔ **لہٰذا انتہا پسندوں اور دہشت گردوں کے جبر و تشدد کو حضور ﷺ نے فَلَا تَرْجِعُوْا بَعْدِي كُفَّارًا فرما کر کفر قرار دے دیا۔**

حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے مومن کے قاتل کی سزا جہنم بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

لَوْ أَنَّ أَهْلَ السَّمَاءِ وَأَهْلَ الْأَرْضِ اشْتَرَكُوْا فِي دَمِ مُؤْمِنٍ لَأَكَبَّهُمُ اللهُ فِي النَّارِ. (۱)

’’اگر تمام آسمانوں و زمین والے کسی ایک مومن کے قتل میں شریک ہو جائیں تب بھی یقیناً اللہ تعالیٰ ان سب کو جہنم میں جھونک دے گا۔‘‘

۵۔ خون خرابہ تمام جرائم سے بڑا جرم ہے

قتل و غارت گری، خون خرابہ، فتنہ و فساد اور ناحق خون بہانا اِتنا بڑا جرم ہے کہ قیامت کے دن اللہ سبحانہ و تعالیٰ ایسے مجرموں کو سب سے پہلے بے نقاب کر کے کیفرِ کردار تک پہنچائے گا۔

۱۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے خونریزی کی شدت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

---

(۱) ۱۔ ترمذي، السنن، كتاب الديات، باب الحكم في الدماء، ۴: ۱۷، رقم: ۱۳۹۸

۲۔ ربيع، المسند، ۱: ۲۹۲، رقم: ۷۵۷

۳۔ ديلمي، مسند الفردوس، ۳: ۳۶۱، رقم: ۵۰۸۹

أَوَّلُ مَا يُقْضَى بَيْنَ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي الدِّمَاءِ.(۱)

''قیامت کے دن لوگوں کے درمیان سب سے پہلے خون ریزی کا فیصلہ سنایا جائے گا۔''

۲۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم نے باہمی خون خرابہ اور لڑائی جھگڑے کے تباہ کن نتائج سے خبردار کرتے ہوئے فرمایا کہ قتل و غارت گری اتنا بڑا جرم ہے کہ اگر کوئی فرد یا طبقہ اس میں ایک مرتبہ ملوث ہو جائے تو پھر اسے اس سے نکلنے کا راستہ نہیں ملے گا۔ امام بخاری کی روایت کردہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

إِنَّ مِنْ وَرَطَاتِ الْأُمُوْرِ الَّتِي لَا مَخْرَجَ لِمَنْ أَوْقَعَ نَفْسَهُ، فِيْهَا سَفْكَ الدَّمِ الْحَرَامِ بِغَيْرِ حِلِّهِ.(۲)

''ہلاک کرنے والے وہ اُمور ہیں جن میں پھنسنے کے بعد نکلنے کی کوئی سبیل نہ ہو۔ اِن میں سے ایک بغیر کسی جواز کے حرمت والا خون بہانا بھی ہے۔''

۳۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتنہ و فساد

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الديات، باب ومن يقتل مؤمنا متعمدا، ۶: ۲۵۱۷، رقم: ۶۴۷۱
۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب القسامة والمحاربين والقصاص والديات، باب المجازاة بالدماء في الآخرة وأنها أول ما يقضى فيه بين الناس يوم القيامة، ۳: ۱۳۰۴، رقم: ۱۶۷۸
۳۔ نسائي، السنن، كتاب تحريم الدم، باب تعظيم الدم، ۷: ۸۳، رقم: ۳۹۹۴
۴۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۴۴۲

(۲) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الديات، باب ومن قتل مؤمنا متعمدًا فجزاؤه جهنم، ۶: ۲۵۱۷، رقم: ۶۴۷۰
۲۔ بيهقي، السنن الكبرى، ۸: ۲۱، رقم: ۱۵۶۳۷

کے ظہور، خون خرابہ اور کثرت سے قتل و غارت گری سے لوگوں کو خبردار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

يَتَقَارَبُ الزَّمَانُ وَيَنْقُصُ الْعِلْمُ وَيُلْقَى الشُّحُّ وَتَظْهَرُ الْفِتَنُ وَيَكْثُرُ الْهَرْجُ. قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، أَيُّمَا هُوَ؟ قَالَ: الْقَتْلُ، الْقَتْلُ.(۱)

''زمانہ قریب ہوتا جائے گا، علم گھٹتا جائے گا، بخل پیدا ہو جائے گا، فتنے ظاہر ہوں گے اور ہرج کی کثرت ہو جائے گی۔ لوگ عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ! ہرج کیا ہے؟ فرمایا کہ قتل، قتل (یعنی ہرج سے مراد ہے: کثرت سے قتلِ عام)۔''

۴۔ جب ایک مرتبہ پُرامن شہریوں اور سول آبادیوں کو ظلم و ستم، جبرو تشدد اور وحشت و بربریت کا نشانا بنایا جائے اور معاشرے کی دیگر مذہبی و سیاسی شخصیات کی محض فکری و نظریاتی اختلاف کی بنا پر **target killing** کی جائے تو اس دہشت گردی کا منطقی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ سماج افراتفری، نفسانفسی، بدامنی اور لڑائی جھگڑے کی آماج گاہ بن جاتا ہے۔ انہی گھمبیر اور خطرناک حالات کی طرف امام ابو داؤد سے مروی درج ذیل حدیث مبارکہ اشارہ کرتی ہے:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ: كُنَّا قُعُودًا عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَذَكَرَ الْفِتَنَ، فَأَكْثَرَ فِي ذِكْرِهَا حَتَّى ذَكَرَ فِتْنَةَ الْأَحْلَاسِ. فَقَالَ قَائِلٌ: يَا رَسُولَ اللهِ! وَمَا فِتْنَةُ الْأَحْلَاسِ؟ قَالَ: هِيَ هَرَبٌ وَحَرْبٌ.(۲)

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الفتن، باب ظهور الفتن، ۶: ۲۵۹۰، الرقم: ۶۶۵۲

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الفتن وأشراط الساعة، باب إذا تواجه المسلمان بسيفيهما، ۴: ۲۲۱۵، الرقم: ۱۵۷

(۲) أبوداود، السنن، كتاب الفتن والملاحم، باب ذكر الفتن، ۴: ۹۴، رقم: ۴۲۴۲

''حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ ﷺ نے فتنوں کا ذکر فرمایا۔ پس کثرت سے ان کا ذکر کرتے ہوئے فتنہ احلاس کا ذکر فرمایا۔ کسی نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! فتنہ احلاس کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ افراتفری، فساد انگیزی اور قتل و غارت گری ہے۔''

۶۔ مسلمانوں کو (بم دھماکوں یا دیگر طریقوں سے) جلانے والے جہنمی ہیں

سورۃ البروج کی آیت نمبر دس (۱۰) - اِنَّ الَّذِیْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِیْقِO (بے شک جن لوگوں نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو اذیت دی پھر توبہ (بھی) نہ کی تو ان کے لیے عذابِ جہنم ہے اور ان کے لیے (بالخصوص) آگ میں جلنے کا عذاب ہےO) - کی تفسیر میں بعض مفسرین نے فتنے میں مبتلا کرنے سے آگ میں جلانا بھی مراد لیا ہے۔ اس معنی کی رُو سے خودکش حملوں، بم دھماکوں اور بارود سے عامۃ الناس کو خاکستر کر دینے والے فتنہ پرور لوگ عذابِ جہنم کے مستحق ہیں۔ مفسرین کے اقوال ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ وقال ابن عباس ومقاتل: ﴿فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ حرقوهم بالنار.(۱)

''حضرت ابن عباس اور مقاتل نے فرمایا: فَتَنُوا الْمُؤْمِنِیْنَ کا مطلب ہے: (ان فتنہ پروروں نے) انہیں (یعنی مومنین کو) آگ سے جلا ڈالا۔''

۲۔ وأخرج عبد بن حميد وابن المنذر عن قتادة ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ﴾ قال: حرقوا.(۲)

(۱) رازی، التفسیر الکبیر، ۳۱: ۱۱۱

(۲) سیوطي، الدر المنثور، ۸: ۴۶۶

''عبد بن حمید اور ابن منذر حضرت قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ﴾ کا معنی آگ سے جلا کر ہلاک کر دینا ہے۔''

۳۔ اسی معنی کو امام قرطبی اور ابو حفص الحنبلي نے بھی روایت کیا ہے۔(۱)

مسلمان کے قتل کو جائز سمجھنے اور انہیں جلانے والے نص قرآنی کے تحت نہ صرف دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتے ہیں بلکہ عذابِ حریق کے مستحق بھی ٹھہرتے ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن بسر سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے مومنوں کو اذیت دینے والوں کو اپنی اُمت سے خارج کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

لَيْسَ مِنِّي ذُوْ حَسَدٍ وَلَا نَمِيْمَةٍ وَلَا كَهَانَةٍ وَلَا أَنَا مِنْهُ. ثُمَّ تَلَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ هَذِهِ الآيَة: ﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَااكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا﴾(۲).(۳)

''حسد کرنے والا، چغلی کھانے والا اور کہانت والا مجھ سے نہیں (یعنی میری امت سے نہیں) اور نہ ہی میں اس سے ہوں۔ پھر حضور نبی اکرم ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو اذیت دیتے ہیں بغیر اس کے کہ انہوں نے کچھ (خطا) کی ہو تو بے شک انہوں نے بہتان اور کھلے گناہ کا بوجھ (اپنے سر) لے لیا﴾۔''

امام فخر الدین رازی رقم طراز ہیں:

---

(۱) ۱۔ قرطبي، الجامع لأحكام القرآن، ۱۹: ۲۹۵
۲۔ أبو حفص الحنبلی، اللباب فی علوم الکتاب، ۲۰: ۲۵۳

(۲) الأحزاب، ۳۳: ۵۸

(۳) ۱۔ منذری، الترغیب والترهیب، ۳: ۳۲۴، رقم: ۴۲۷۵
۲۔ ابن عساکر، تاریخ دمشق الکبیر، ۲۱: ۳۳۴

أن كلا العذابين يحصلان في الآخرة إلا أن عذاب جهنم وهو العذاب الحاصل بسبب كفرهم، وعذاب الحريق هو العذاب الزائد على عذاب الكفر بسبب أنهم أحرقوا المؤمنين.(۱)

''بے شک دونوں عذاب (عذابِ جہنم اور عذاب حریق) آخرت میں واقع ہوں گے، مگر فرق یہ ہے کہ عذابِ جہنم ان کے کفر کے سبب ہوگا، اور عذابِ حریق عذابِ کفر پر وہ زائد عذاب ہے جو انہیں مسلمانوں کو جلانے کے سبب ملے گا۔''

اسی مفہوم کو صاحبِ جلالین نے بھی رقم کیا ہے۔ وہ تحریر کرتے ہیں:

﴿إِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ﴾ بالإحراق ﴿ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ﴾ بكفرهم ﴿وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ﴾ أي عذاب إحراقهم المؤمنين في الآخرة.(۲)

''یعنی وہ لوگ جنہوں نے مومن مرد و زن کو آگ میں جلا کر اذیت میں مبتلا کیا، پھر توبہ بھی نہ کی تو ان کے لئے ان کے کفر کی وجہ سے مومنین کو جلانے کی پاداش میں عذابِ حریق (جلائے جانے کا عذاب) ہوگا۔''

۷۔ مسلمان کو قتل کرنے والے کی کوئی عبادت قبول نہیں ہوگی

مسلمانوں کو قتل کرنے والے کی نفلی اور فرض عبادت بھی قبول نہیں ہوگی۔ حضرت عبد اللہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

---

(۱) رازی، التفسیر الکبیر، ۳۱: ۱۱۱

(۲) تفسیر الجلالین، ۱: ۸۰۱

مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا فَاعْتَبَطَ بِقَتْلِهِ لَمْ يَقْبَلِ اللهُ مِنْهُ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا.(۱)

''جس شخص نے کسی مومن کو ظلم سے (ناحق) قتل کیا تو اللہ تعالیٰ اس کی کوئی نفلی اور فرض عبادت قبول نہیں فرمائے گا۔''

عبادت و ریاضت اور قتل و غارت گری کو ساتھ ساتھ چلانے والے اور انسانی حرمت و تقدس کو پامال کر کے اپنے اعمال و عبادات کو ذریعہ نجات سمجھنے والے ایسے انتہا پسندوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ نہ صرف ان کی عبادت ردّ کر دی جائے گی بلکہ ان کے لئے فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ(۲) (تو ان کے لیے عذابِ جہنم ہے اور ان کے لیے (بالخصوص) آگ میں جلنے کا عذاب ہے) کی دردناک وعید بھی ہے۔

۸۔ مسلمانوں کو تکلیف دینے والے کے لیے عذابِ جہنم

مسلمانوں کو اذیت میں مبتلا کرنا اور انہیں جبر و تشدد اور وحشت و بربریت کا شکار کرنا سخت منع ہے۔ اللہ ﷻ نے ایسے لوگوں کو جہنم اور آگ کی دردناک سزا دینے کا اعلان فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ○(۳)

---

(۱) ۱۔ أبو داود، السنن، كتاب الفتن والملاحم، باب تعظيم قتل المؤمن، ۴: ۱۰۳، رقم: ۴۲۷۰
۲۔ طبراني، مسند الشاميين، ۲: ۲۶۶، رقم: ۱۳۱۱
۳۔ منذري، الترغيب والترهيب، ۳: ۲۰۳، رقم: ۳۶۹۱
۴۔ عسقلاني، الدراية، ۲: ۲۵۹
۵۔ شوكاني، نيل الأوطار، ۷: ۱۹۷

(۲) البروج، ۸۵: ۱۰

(۳) البروج، ۸۵: ۱۰

’’بے شک جن لوگوں نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو اذیت دی پھر توبہ (بھی) نہ کی تو ان کے لیے عذابِ جہنم ہے اور ان کے لیے (بالخصوص) آگ میں جلنے کا عذاب ہےo‘‘

حضرت ہشام بن حکیم بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ ایسے لوگوں کو دردناک عذاب دے گا جو اس کی مخلوق کو اذیت دیتے ہیں۔ ارشاد نبوی ہے:

إِنَّ اللهَ يُعَذِّبُ الَّذِينَ يُعَذِّبُونَ النَّاسَ فِي الدُّنيَا. (۱)

’’اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عذاب دے گا جو دنیا میں لوگوں کو اذیت و تکلیف دیتے ہیں۔‘‘

جملہ ائمہ تفسیر نے اس آیت کے تحت یہی موقف اختیار کیا ہے کہ مسلمانوں کو ظلم و جبر اور فتنہ و فساد کا نشانہ بنانے والوں کی سزا جہنم اور آگ ہے۔ امام فخر الدین رازی مذکورہ آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

كل من فعل ذلك وهذا أولى لأن اللفظ عام والحكم عام، فالتخصيص ترك للظاهر من غير دليل. (۲)

’’جو بھی مسلمانوں کو اذیت ناک تکلیف میں مبتلا کرے (خواہ ایسا کرنے والا خود اصلاً مسلمان ہو یا غیر مسلم، اس کے لیے عذاب جہنم ہے) یہ معنی زیادہ مناسب ہے کیونکہ لفظ عام ہے اور اس کا حکم بھی عام ہے اور اگر خاص کیا جائے تو یہ بغیر دلیل کے عام حکم کو خاص کرنا ہوگا۔‘‘

---

(۱) مسلم، الصحيح، كتاب البر والصلة والآداب، باب الوعيد الشديد لمن عذب الناس بغير حق، ۴: ۲۰۱۸، رقم: ۲۶۱۳

(۲) رازي، التفسير الكبير، ۳۱: ۱۱۱

اس لحاظ سے حکم الآیت کا اِطلاق زمانہ قدیم کے اَصْحَابُ الْاُخْدُوْد[۱] وغیرہ کی طرح کلمہ گو دہشت گردوں پر بھی یکساں ہوگا۔

(۱) البروج، ۸۵: ۴-۱۰

اَصْحَابُ الْاُخْدُوْد سے مُراد زمانہ قدیم کا ایک بادشاہ اور اس کے کارندے ہیں جنہوں نے اہلِ اِیمان کو صرف اِس لیے خندقوں میں ڈال کر جلا دیا تھا کہ وہ ایک رب پر ایمان لے آئے تھے۔ (مسلم، الصحیح، کتاب الزهد، باب قصة أصحاب الأخدود، ۴: ۲۲۹۹، رقم: ۳۰۰۵)

فصل سوم

خودکشی فعلِ حرام ہے

۱۔ خودکشی کیوں حرام ہے؟

خودکشی کے بارے میں اسلامی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ فعل حرام ہے۔ اِس کا مرتکب اللہ تعالیٰ کا نافرمان اور جہنمی ہے۔ قرآن و حدیث کے دلائل پر بحث سے قبل آیئے دیکھتے ہیں کہ اسلام نے اسے اتنا بڑا جرم کیوں قرار دیا۔

درحقیقت انسان کا اپنا جسم اور زندگی اس کی ذاتی ملکیت اور کسبی نہیں بلکہ اللہ ﷻ کی عطا کردہ امانت ہیں۔ زندگی اللہ تعالیٰ کی ایسی عظیم نعمت ہے جو بقیہ تمام نعمتوں کے لیے اساس کی حیثیت رکھتی ہے۔ اسی لیے اسلام نے جسم و جاں کے تحفظ کا حکم دیتے ہوئے تمام افرادِ معاشرہ کو اس امر کا پابند بنایا ہے کہ وہ بہرصورت زندگی کی حفاظت کریں۔ اسلام نے ان اسباب اور موانعات کے تدارک پر مبنی تعلیمات بھی اسی لیے دی ہیں تاکہ انسانی زندگی پوری حفاظت و توانائی کے ساتھ کارخانۂ قدرت کے لیے کارآمد رہے۔ یہی وجہ ہے اسلام نے خودکشی (suicide) کو حرام قرار دیا ہے۔ اسلام کسی انسان کو خود اپنی جان تلف کرنے کی ہرگز اجازت نہیں دیتا۔

۲۔ قرآن و حدیث میں خودکشی کی ممانعت

جیسا کہ اوپر بیان ہوچکا ہے کہ زندگی اور موت کا مالکِ حقیقی اللہ تعالیٰ ہے۔ جس طرح کسی دوسرے شخص کو موت کے گھاٹ اتارنا پوری انسانیت کو قتل کرنے کے مترادف قرار دیا گیا ہے، اُسی طرح اپنی زندگی کو ختم کرنا یا اسے بلاوجہ ہلاکت میں ڈالنا بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں ناپسندیدہ فعل ہے۔ ارشا ربانی ہے:

وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ج وَاَحْسِنُوْا ج اِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ o (۱)

''اور اپنے ہی ہاتھوں خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو، اور صاحبانِ اِحسان بنو، بے شک اللہ اِحسان والوں سے محبت فرماتا ہےo''

امام بغوی نے سورۃ النساء کی آیت نمبر ۳۰ کی تفسیر کے ذیل میں سورۃ البقرۃ کی مذکورہ آیت نمبر ۱۹۵ بیان کر کے لکھا ہے:

وقیل: أراد به قتل المسلم نفسه. (۲)

''اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد کسی مسلمان کا خودکشی کرنا ہے۔''

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ط اِنَّ اللهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا o وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ط وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللهِ يَسِيْرًا o (۳)

''اور اپنی جانوں کو مت ہلاک کرو، بے شک اللہ تم پر مہربان ہےo اور جو کوئی تعدِّی اور ظلم سے ایسا کرے گا تو ہم عنقریب اسے (دوزخ کی) آگ میں ڈال دیں گے، اور یہ اللہ پر بالکل آسان ہےo''

امام فخر الدین رازی نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے:

﴿وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ﴾ يدل على النهی عن قتل غيره وعن قتل

---

(۱) البقرۃ، ۲: ۱۹۵

(۲) بغوی، معالم التنزيل، ۱: ۴۱۸

(۳) النساء، ۴: ۲۹، ۳۰

نفسه بالباطل.[۱]

''﴿اور اپنی جانوں کو مت ہلاک کرو﴾۔ یہ آیت مبارکہ کسی شخص کو ناحق قتل کرنے اور خودکشی کرنے کی ممانعت پر دلیل شرعی کا حکم رکھتی ہے۔''

مزید برآں امام بغوی نے ''معالم التنزیل (۱: ۴۱۸)'' میں، حافظ ابن کثیر نے ''تفسیر القرآن العظیم (۱: ۴۸۱)'' میں اور ثعالبی نے ''الجواهر الحسان فی تفسیر القرآن (۳: ۲۹۳)'' میں سورۃ النساء کی مذکورہ بالا آیات کے تحت خودکشی کی حرمت پر مبنی احادیث درج کی ہیں (جو کہ اگلے صفحات میں آ رہی ہیں)۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ائمہ تفسیر کے نزدیک بھی یہ آیات خودکشی کی ممانعت و حرمت پر دلالت کرتی ہیں۔

احادیث مبارکہ میں بھی خودکشی کی سخت ممانعت وارد ہوئی ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

فَإِنَّ لِجَسَدِکَ عَلَيْکَ حَقًّا وَإِنَّ لِعَيْنِکَ عَلَيْکَ حَقًّا.[۲]

''تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری آنکھوں کا تم پر حق ہے۔''

یہ حکم نبوی واضح طور پر اپنے جسم و جان اور تمام اعضاء کی حفاظت اور ان کے حقوق ادا کرنے کی تلقین کرتا ہے، تو کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ خودکش حملوں (suicide attacks) اور بم دھماکوں (bomb blasts) کے ذریعے اپنی جان کے ساتھ دوسرے پُراَمن شہریوں کی قیمتی جانیں تلف کرنے کی اجازت دے! حضور نبی اکرم ﷺ نے خود کشی جیسے بھیانک اور حرام فعل کے مرتکب کو فِي نَارِ جَهَنَّمَ يَتَرَدَّى فِيهِ خَالِدًا مُخَلَّدًا

(۱) رازی، التفسیر الکبیر، ۱۰: ۵۷

(۲) بخاری، الصحیح، کتاب الصوم، باب حق الجسم فی الصوم، ۲: ۶۹۷، رقم: ۱۸۷۴

فِيْهَا أَبَدًا (وہ دوزخ میں جائے گا، ہمیشہ اس میں گرتا رہے گا اور ہمیشہ ہمیشہ وہیں رہے گا) فرما کر دردناک عذاب کا مستحق قرار دیا ہے۔

۳۔ خودکُش دُہرے عذاب کا مستحق ہے

احادیث مبارکہ میں حضور تاجدارِ کائنات ﷺ نے خودکشی کے مرتکب شخص کو دُہرے عذاب کی وعید سنائی ہے۔ ارشاداتِ نبوی ﷺ ملاحظہ ہوں:

۱۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ تَرَدَّى مِنْ جَبَلٍ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَهُوَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ، يَتَرَدَّى فِيْهِ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيْهَا أَبَدًا. وَمَنْ تَحَسَّى سُمًّا فَقَتَلَ نَفْسَهُ، فَسُمُّهُ فِي يَدِهِ يَتَحَسَّاهُ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيْهَا أَبَدًا. وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِحَدِيْدَةٍ، فَحَدِيْدَتُهُ فِي يَدِهِ يَجَأُ بِهَا فِي بَطْنِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ، خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيْهَا أَبَدًا. (۱)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے خود کو پہاڑ سے گرا کر ہلاک کیا تو وہ دوزخ میں جائے گا، ہمیشہ اس

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الطب، باب شرب السم والدواء به وبما يخاف منه والخبيث، ۵: ۲۱۷۹، رقم: ۵۴۴۲

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الإيمان، باب غلظ تحريم قتل الإنسان نفسه وإن من قتل نفسه بشيء عذب به في النار، ۱: ۱۰۳، رقم: ۱۰۹

۳۔ ترمذی، السنن، کتاب الطب، باب ما جاء فيمن قتل نفسه بسم أو غيره، ۴: ۳۸۶، رقم: ۲۰۴۴

۴۔ أبو داود، السنن، کتاب الطب، باب الأدوية المكروهة، ۴: ۷، رقم: ۳۸۷۲

میں گرتا رہے گا اور ہمیشہ ہمیشہ وہیں رہے گا۔ اور جس شخص نے زہر کھا کر اپنے آپ کو ختم کیا تو وہ زہر دوزخ میں بھی اس کے ہاتھ میں ہوگا جسے وہ دوزخ میں کھاتا ہوگا اور ہمیشہ ہمیشہ وہیں رہے گا۔ اور جس شخص نے اپنے آپ کو لوہے کے ہتھیار سے قتل کیا تو وہ ہتھیار اس کے ہاتھ میں ہوگا جسے وہ دوزخ کی آگ میں ہمیشہ اپنے پیٹ میں مارتا رہے گا اور ہمیشہ ہمیشہ وہیں رہے گا۔‘‘

۲۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ﷺ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: الَّذِي يَطْعَنُ نَفْسَهُ إِنَّمَا يَطْعَنُهَا فِي النَّارِ، وَالَّذِي يَتَقَحَّمُ فِيْهَا يَتَقَحَّمُ فِي النَّارِ، وَالَّذِي يَخْنُقُ نَفْسَهُ يَخْنُقُهَا فِي النَّارِ. (۱)

’’حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنی جان کو کوئی چیز چبا کر ختم کر لیتا ہے تو وہ دوزخ میں بھی (ہمیشہ) اسی طرح خود کو ختم کرتا رہے گا، اس طرح جو شخص اپنی جان کو گڑھے وغیرہ میں پھینک کر ختم کرتا ہے تو وہ دوزخ میں بھی ایسے ہی کرتا رہے گا، اور جو شخص اپنی جان کو پھانسی کے ذریعے ختم کرتا ہے تو وہ دوزخ میں بھی ایسے ہی کرتا رہے گا۔‘‘

۳۔ عَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاکِ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ عُذِّبَ بِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ. (۲)

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الجنائز، باب ما جاء في قاتل النفس، ۱: ۴۵۹، رقم: ۱۲۹۹
۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۴۳۵، رقم: ۹۶۱۶
۳۔ طبراني، مسند الشاميين، ۴: ۲۸۵، رقم: ۳۳۱۱
۴۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۴: ۳۵۰، رقم: ۵۳۶۲

(۲) ۱۔ بخاری، الصحيح، كتاب الأدب، باب من أكفر أخاه بغير تأويل فهو كما قال، ۵: ۲۲۶۴، رقم: ۵۷۵۴

''حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
جس شخص نے کسی بھی چیز کے ساتھ خودکشی کی تو وہ جہنم کی آگ میں (ہمیشہ) اسی چیز کے ساتھ عذاب دیا جاتا رہے گا۔''

مندرجہ بالا احادیث مبارکہ کے کلمات - جن میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خودکشی کے عمل کو دوزخ میں بھی جاری رکھنے کا اشارہ فرمایا ہے - دراصل اس فعلِ حرام کی انتہائی سنگینی کو ظاہر کرتے ہیں۔ یعنی بہت سے ناجائز اُمور کی سزا تو جہنم ہوگی مگر خودکشی کے مرتکب کو بار بار اس تکلیف کے عمل سے گزارا جائے گا۔ گویا یہ دُہرا عذاب ہے جو ہر خودکُش کا مقدر ہوگا۔ (العیاذ باللہ۔)

۴۔ خودکشی کا حکم دینے والے اُمراء کی مذمت

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ میں خودکشی کی عمومی حرمت وارِد ہوئی ہے۔ ذیل میں کچھ احادیث خصوصی اہمیت کی حامل ہیں جن میں بعض امراء اور حکمرانوں کی غیر شرعی اطاعت سے ممانعت کی گئی ہے جس سے انسانی زندگیاں بلاوجہ خطرے سے دوچار ہوسکتی ہیں۔ ایسے بہت سے نوجوانوں کو میڈیا پر بات کرتے ہوئے سنا گیا ہے جو خودکشی کا سبب اپنے امیر کے حکم کو گردانتے ہیں۔ ان کے ذہنوں میں امیر کی اطاعت تو بٹھائی جاتی ہے لیکن انہیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اسلام میں اس اطاعت کی حدود و قیود بھی ہیں۔ محض اس

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الإیمان، باب غلظ تحریم قتل الإنسان نفسه، ۱: ۱۰۴، رقم: ۱۱۰

۳۔ أبو داود، السنن، کتاب الأیمان والنذور، باب ما جاء في الحلف بالبراءة وبملة غیر الإسلام، ۳: ۲۲۴، رقم: ۳۲۵۷

۴۔ نسائي، السنن، کتاب الأیمان والنذور، باب الحلف بملة سوی الإسلام، ۷: ۵، ۶، رقم: ۳۷۷۰، ۳۷۷۱

۵۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۳۳، ۳۴، رقم: ۱۶۴۳۴-۱۶۴۳۸

لیے اپنی اور دوسروں کی قیمتی جانیں تلف کردی جائیں کہ ''امیر'' کا حکم ہے، انتہائی نادانی، ناسمجھی اور جہالت ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ایسے رہنماؤں اور ان کے کارکنوں کے بارے میں کیا حکم دیا ہے۔

۱۔ عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ جَيْشًا وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ رَجُلًا، فَأَوْقَدَ نَارًا، وَقَالَ: ادْخُلُوهَا. فَأَرَادُوا أَنْ يَدْخُلُوهَا، وَقَالَ آخَرُونَ: إِنَّمَا فَرَرْنَا مِنْهَا. فَذَكَرُوا لِلنَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ لِلَّذِينَ أَرَادُوا أَنْ يَدْخُلُوهَا: لَوْ دَخَلُوهَا لَمْ يَزَالُوا فِيهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ. وَقَالَ لِلْآخَرِينَ: لَا طَاعَةَ فِي مَعْصِيَةٍ، إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ.(۱)

''حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ایک فوجی دستہ روانہ کیا اور (انصار کے) ایک آدمی کو اُس پر امیر مقرر فرمایا۔ پس اُس نے آگ جلائی اور اپنے ماتحت لوگوں سے کہا کہ اس میں داخل ہو جاؤ۔ کچھ لوگوں نے اس میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تو بعض نے کہا: ہم آگ ہی سے تو بھاگے ہیں۔ جب حضور نبی اکرم ﷺ سے اِس کا ذکر کیا گیا تو آپ ﷺ نے اُن لوگوں سے فرمایا جنہوں نے آگ میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تھا: اگر وہ اس کے اندر داخل ہو جاتے تو قیامت تک کبھی اس سے باہر نہ نکلتے۔ پھر آپ ﷺ نے ان لوگوں کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا (جنہوں نے آگ میں داخل ہونے کا ارادہ نہیں کیا تھا): گناہ کے کاموں میں کسی کی اِطاعت و فرمانبرداری لازم نہیں۔ (حکمران کی) اِطاعت و فرمانبرداری تو صرف بھلائی کے کاموں میں لازم ہے۔''

۲۔ ''صحیح مسلم'' میں یہ روایت مزید وضاحت کے ساتھ یوں بیان کی گئی ہے:

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب الأحکام، باب السمع والطاعة للإمام ما لم تکن معصیة، ۶: ۲۶۴۹، رقم: ۶۸۳۰

عَنْ عَلِيٍّ ﷺ قَالَ: بَعَثَ رَسُولُ اللهِ ﷺ سَرِيَّةً وَاسْتَعْمَلَ عَلَيْهِمْ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ، وَأَمَرَهُمْ أَنْ يَسْمَعُوا لَهُ وَيُطِيعُوا، فَأَغْضَبُوهُ فِي شَيْءٍ، فَقَالَ: اجْمَعُوا لِي حَطَبًا. فَجَمَعُوا لَهُ، ثُمَّ قَالَ: أَوْقِدُوا نَارًا. فَأَوْقَدُوا، ثُمَّ قَالَ: أَلَمْ يَأْمُرْكُمْ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ تَسْمَعُوا لِي وَتُطِيعُوا؟ قَالُوا: بَلَى. قَالَ: فَادْخُلُوهَا. قَالَ: فَنَظَرَ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ، فَقَالُوا: إِنَّمَا فَرَرْنَا إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ مِنَ النَّارِ. فَكَانُوا كَذٰلِكَ، وَسَكَنَ غَضَبُهُ، وَطُفِئَتِ النَّارُ، فَلَمَّا رَجَعُوا، ذَكَرُوا ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ: لَوْ دَخَلُوهَا مَا خَرَجُوا مِنْهَا، إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ.(۱)

’’حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ایک فوجی دستہ روانہ کیا اور اُس کا امیر انصار کے ایک آدمی کو مقرر فرمایا اور لشکر کو یہ حکم دیا کہ وہ امیر کے احکام سنیں اور اس کی اطاعت کریں۔ (اتفاق سے) وہ امیر اُن پر کسی چیز سے ناراض ہوگیا اور اس نے کہا: میرے لیے لکڑیاں جمع کرو۔ لشکر نے لکڑیاں جمع کیں تو اس نے کہا: ان میں آگ جلاؤ۔ انہوں نے آگ جلائی تو امیر نے کہا: کیا حضور نبی اکرم ﷺ نے آپ لوگوں کو میری اطاعت کرنے کا حکم نہیں فرمایا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: کیوں نہیں! امیر نے حکم دیا: تو پھر اس آگ کے اندر کود جاؤ۔ راوی بیان کرتے ہیں: اِس پر وہ کھڑے ہو کر ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ اُن میں سے بعض نے کہا: آگ ہی سے بچنے کے لئے تو ہم نے حضور نبی اکرم ﷺ کی اتباع کی ہے (پھر کیوں اس میں داخل ہوں)؟ ابھی وہ اسی کشمکش میں تھے کہ امیر کا غصہ ٹھنڈا ہوگیا اور آگ بجھا دی

(۱) مسلم، الصحيح، كتاب الإمارة، باب وجوب طاعة الأمراء، ۳: ۱۴۶۹، رقم: ۱۸۴۰

گئی۔ پس جب وہ لوٹے تو اُنہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے اس واقعے کا ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر وہ اس کے اندر داخل ہو جاتے تو کبھی اس سے باہر نہ نکلتے کیونکہ اطاعت تو صرف نیک باتوں میں لازم ہے۔‘‘

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی مذکورہ بالا متفق علیہ حدیث مبارکہ کی روشنی میں اُن خودکش بمباروں کو اپنے فعل پر غور کرنا چاہیے جو اپنے نام نہاد کمانڈروں اور امیروں کی اِطاعت کے نشے میں ڈوب کر مذہب کے نام پر سول آبادیوں پر خودکش حملے کرتے ہیں۔ اور یوں نہ صرف دیگر لوگوں کے قتل کا باعث بنتے ہیں بلکہ فرمانِ رسول ﷺ کے مطابق خود کو جہنم کا ایندھن بھی بناتے ہیں۔ خودکشی کا ارتکاب کرنے والوں اور اس پر اُکسانے والوں کے لیے یہ احادیثِ صحیحہ نہایت غور طلب ہیں۔

۵۔ خودکشی کرنے والے پر جنت حرام ہے

کم سن نوجوانوں کی ذہن سازی (brain washing) کر کے اور انہیں شہادت اور جنت کے سبز باغ دکھا کر خودکش حملوں کے لیے تیار کرنے والوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے خودکشی کرنے والے کے لیے جہنم کی دائمی سزا مقرر کی ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ایسا کرنے والوں کے لیے حَرَّمْتُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ فرما کر جنت حرام فرما دی ہے۔

۱۔ حضرت جندب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے متفق علیہ حدیث مبارکہ مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

كَانَ فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ رَجُلٌ بِهِ جُرْحٌ، فَجَزِعَ فَأَخَذَ سِكِّينًا، فَحَزَّ بِهَا يَدَهُ فَمَا رَقَأَ الدَّمُ حَتَّى مَاتَ. قَالَ اللهُ تَعَالَى: بَادَرَنِي عَبْدِي بِنَفْسِهِ حَرَّمْتُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ.(۱)

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الأنبياء، باب ما ذكر عن بني إسرائيل، ۳: ۱۲۷۲، رقم: ۳۲۷۶

’’تم سے پہلے لوگوں میں سے ایک آدمی زخمی ہو گیا۔ اس نے بے قرار ہو کر چھری لی اور اپنا زخمی ہاتھ کاٹ ڈالا۔ جس سے اس کا اتنا خون بہا کہ وہ مر گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے بندے نے خود فیصلہ کر کے میرے حکم پر سبقت کی ہے، لہٰذا میں نے اس پر جنت حرام کر دی۔‘‘

۲۔ حضرت حسن بصری حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ رَجُلًا مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، خَرَجَتْ بِهِ قُرْحَةٌ، فَلَمَّا آذَتْهُ انْتَزَعَ سَهْمًا مِنْ كِنَانَتِهِ، فَنَكَأَهَا، فَلَمْ يَرْقَأْ الدَّمُ حَتَّى مَاتَ. قَالَ رَبُّكُمْ: قَدْ حَرَّمْتُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ. (۱)

’’پچھلی امتوں میں سے کسی شخص کے جسم پر ایک پھوڑا نکلا، جب اس میں زیادہ تکلیف محسوس ہونے لگی تو اس نے اپنے ترکش میں سے ایک تیر نکال کر اس پھوڑے کو چیر ڈالا جس سے مسلسل خون بہنے لگا اور نہ رکا۔ اس کی وجہ سے وہ شخص مر گیا۔ تمہارے رب نے فرمایا: میں نے اس پر جنت حرام کر دی ہے۔‘‘

مذکورہ بالا روایات میں اِس اَمر کی بھی اِجازت نہیں دی گئی کہ اگر کسی کو کوئی

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الإيمان، باب غلظ تحريم قتل الإنسان نفسه وإن من قتل نفسه بشيء عذب به في النار، ۱: ۱۰۷، رقم: ۱۱۳

۳۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۳: ۳۲۸، رقم: ۵۹۸۸

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الإيمان، باب غلظ تحريم قتل الإنسان نفسه وإن من قتل نفسه بشيء عذب به في النار، ۱: ۱۰۷، رقم: ۱۱۳

۲۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۳: ۳۲۹، رقم: ۵۹۸۹

تکلیف یا مرض لاحق ہو جائے تو وہ اس تکلیف سے چھٹکارا پانے کی غرض سے ہی اپنے آپ کو موت کے گھاٹ اتار دے۔ اگر کوئی شخص ایسا کرے گا تو اس کا یہ عمل مقبول نہیں ہوگا بلکہ اس کے لیے باعثِ جہنم بنے گا۔

۶۔ دورانِ جہاد بھی خودکشی کرنے والا جہنمی ہے

احادیثِ مبارکہ میں ہے کہ کسی غزوہ کے دوران میں مسلمانوں میں سے ایک شخص نے خوب بہادری سے جنگ کی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اس کی شجاعت اور ہمت کا تذکرہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علمِ نبوت سے انہیں آگاہ فرما دیا کہ وہ شخص دوزخی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ سن کر بہت حیران ہوئے۔ بالآخر جب اس شخص نے زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے خودکشی کر لی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر یہ حقیقت واضح ہوئی کہ خود کشی کرنے والا چاہے بظاہر کتنا ہی جری و بہادر اور مجاہد فی سبیل اللہ کیوں نہ ہو، وہ ہرگز جنتی نہیں ہوسکتا۔

۱۔ متفق علیہ حدیث مبارکہ ہے۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

إِلْتَقَى النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَالْمُشْرِكُونَ فِي بَعْضِ مَغَازِيهِ، فَاقْتَتَلُوا، فَمَالَ كُلُّ قَوْمٍ إِلَى عَسْكَرِهِمْ، وَفِي الْمُسْلِمِينَ رَجُلٌ لَا يَدَعُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ شَاذَّةً وَلَا فَاذَّةً إِلَّا اتَّبَعَهَا، فَضَرَبَهَا بِسَيْفِهِ، فَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا أَجْزَأَ أَحَدٌ، مَا أَجْزَأَ فُلَانٌ. فَقَالَ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ. فَقَالُوا: أَيُّنَا مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ إِنْ كَانَ هَذَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ. فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: لَأَتَّبِعَنَّهُ، فَإِذَا أَسْرَعَ، وَأَبْطَأَ، كُنْتُ مَعَهُ حَتَّى جُرِحَ، فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ، فَوَضَعَ نِصَابَ سَيْفِهِ بِالْأَرْضِ وَذُبَابَهُ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ، ثُمَّ تَحَامَلَ عَلَيْهِ، فَقَتَلَ نَفْسَهُ، فَجَاءَ الرَّجُلُ إِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: فَقَالَ:

أَشْهَدُ أَنَّکَ رَسُولُ اللهِ، فَقَالَ: وَمَا ذَاکَ فَأَخْبَرَهُ. فَقَالَ: إِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ فِيمَا يَبْدُو لِلنَّاسِ، وَإِنَّهُ لَمِنْ أَهْلِ النَّارِ وَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ فِيمَا يَبْدُو لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ. (۱)

’’ایک غزوہ (غزوۂ خیبر) میں جب حضور نبی اکرم ﷺ اور مشرکین کا آمنا سامنا ہوا تو فریقین میں خوب لڑائی ہوئی، پھر (شام کے وقت) ہر فریق اپنے لشکر کی جانب واپس لوٹ گیا۔ پس مسلمانوں میں ایک ایسا آدمی بھی تھا جو کسی اِکا دُکا مشرک کو زندہ نہ چھوڑتا بلکہ پیچھا کر کے اسے تلوار کے ذریعے موت کے گھاٹ اتار دیتا تھا۔ لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! آج جتنا کام فلاں نے دکھایا ہے اتنا اور کسی سے نہیں ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ تو جہنمی ہے۔ پس لوگ کہنے لگے کہ اگر وہ جہنمی ہے تو ہم میں سے جنتی کون ہوگا! مسلمانوں میں سے ایک آدمی کہنے لگا: میں صورتِ حال کا جائزہ لینے کی غرض سے اس کے ساتھ رہوں گا خواہ یہ تیز چلے یا آہستہ۔ یہاں تک کہ وہ آدمی زخمی ہوگیا، پس اس نے مرنے میں جلدی کی یعنی اپنی تلوار کا دستہ زمین پر رکھا اور نوک اپنے سینے کے درمیان میں رکھ کر خود کو اس پر گرا لیا اور یوں اس نے خودکشی کر لی۔ جائزہ لینے والے آدمی نے حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر عرض کیا:

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، کتاب المغازي، باب غزوة خيبر، ۴: ۱۵۴۱، رقم: ۳۹۷۰

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب الإيمان، باب غلظ تحريم قتل الإنسان نفسه، ۱: ۱۰۶، رقم: ۱۱۲

۳۔ ابن منده، الإيمان، ۲: ۶۶۳، رقم: ۶۴۴

۴۔ عبد بن حميد، المسند، ۱: ۱۶۹، رقم: ۴۵۹

میں گواہی دیتا ہوں کہ واقعی آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: بات کیا ہوئی ہے؟ اس شخص نے سارا واقعہ عرض کر دیا۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک ایک آدمی جنتیوں جیسے عمل کرتا رہتا ہے جیسا کہ لوگ دیکھتے ہیں لیکن درحقیقت وہ جہنمی ہوتا ہے؛ اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ لوگوں کے دیکھنے میں وہ جہنمیوں جیسے کام کرتا رہتا ہے لیکن درحقیقت وہ جنتی ہوتا ہے۔‘‘

۲۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه قَالَ: شَهِدْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ حُنَيْنًا، فَقَالَ لِرَجُلٍ مِمَّنْ يُدْعَى بِالْإِسْلَامِ: هَذَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ. فَلَمَّا حَضَرْنَا الْقِتَالَ، قَاتَلَ الرَّجُلُ قِتَالًا شَدِيدًا، فَأَصَابَتْهُ جِرَاحَةٌ. فَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ، الرَّجُلُ الَّذِي قُلْتَ لَهُ آنِفًا إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ، فَإِنَّهُ قَاتَلَ الْيَوْمَ قِتَالًا شَدِيدًا، وَقَدْ مَاتَ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: إِلَى النَّارِ. فَكَادَ بَعْضُ الْمُسْلِمِينَ أَنْ يَرْتَابَ فَبَيْنَمَا هُمْ عَلَى ذَلِكَ إِذْ قِيلَ إِنَّهُ لَمْ يَمُتْ وَلَكِنَّ بِهِ جِرَاحًا شَدِيدًا. فَلَمَّا كَانَ مِنَ اللَّيْلِ لَمْ يَصْبِرْ عَلَى الْجِرَاحِ، فَقَتَلَ نَفْسَهُ، فَأُخْبِرَ النَّبِيُّ ﷺ بِذَلِكَ، فَقَالَ: اللهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنِّي عَبْدُ اللهِ وَرَسُولُهُ، ثُمَّ أَمَرَ بِلَالًا، فَنَادَى فِي النَّاسِ أَنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ، وَأَنَّ اللهَ يُؤَيِّدُ هَذَا الدِّينَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ.(۱)

’’حضرت ابو ہریرہ رضی الله عنه بیان کرتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوۂ حنین میں تھے، ہم لوگوں میں ایک شخص تھا جس کا شمار مسلمانوں میں ہوتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے بارے میں فرمایا: یہ جہنمی ہے۔ جب جنگ شروع

(۱) مسلم، الصحیح، کتاب الإیمان، باب غلظ تحریم قتل الإنسان نفسه، ۱: ۱۰۶، رقم: ۱۱۱

ہوئی تو وہ شخص بڑی بہادری سے لڑا اور زخمی ہوگیا۔ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! جس شخص کے بارے میں آپ نے فرمایا تھا کہ وہ جہنمی ہے وہ تو آج بہت بہادری سے لڑا اور اب وہ مر چکا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ دوزخ میں گیا۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (رسول اللہ ﷺ کے فرمان کی تہ تک نہ پہنچ سکے اور) قریب تھا کہ وہ شکوک و شبہات کا شکار ہوجاتے۔ اتنے میں کسی شخص نے آ کر عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ شخص ابھی مرا نہیں تھا لیکن بہت زخمی تھا، رات کے آخری حصہ میں وہ زخم کی تکلیف برداشت نہ کر سکا تو اس نے خودکشی کر لی۔ رسول اللہ ﷺ کو اس کی خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ اکبر! میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بلوا کر لوگوں میں اعلان کروایا کہ جنت میں صرف مسلمان جائیں گے اور اللہ تعالیٰ اس دین کو فاسقوں کے ذریعے بھی تقویت دیتا رہتا ہے۔‘‘

۷۔ حضور ﷺ نے خودکشی کرنے والے کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھائی

خودکشی کس قدر سنگین جرم ہے اس کا اندازہ حضور رحمتِ عالم ﷺ کے اِس عمل مبارک سے ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے سراپا رحمت ہونے کے باوُجود خودکشی کرنے والے کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھائی حالاں کہ آپ ﷺ نے ہمیشہ اپنے بدترین دشمنوں کے لیے بھی دعا فرمائی، اور جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے واضح حکم نہیں آ گیا کسی منافق کی نماز جنازہ پڑھانے سے بھی انکار نہیں فرمایا۔ اس حوالے سے درج ذیل احادیث ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: أُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِرَجُلٍ قَتَلَ نَفْسَهُ

بِمَشَاقِصَ، فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ.(۱)

''حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایک شخص لایا گیا جس نے اپنے آپ کو نیزے سے ہلاک کر لیا تھا، پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی۔''

۲۔ امام نسائی، امام ابو داؤد اور امام احمد بن حنبل نے اس روایت کو ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے:

عَنِ ابْنِ سَمُرَةَ أَنَّ رَجُلًا قَتَلَ نَفْسَهُ بِمَشَاقِصَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: أَمَّا أَنَا فَلَا أُصَلِّي عَلَيْهِ.(۲)

''حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے تیر کے ذریعے خودکشی کر لی تو حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھاؤں گا۔''

خلاصہ کلام

مختصراً یہ کہ اسلام اپنی تعلیمات اور اَفکار و نظریات (teachings and idealogy) کے لحاظ سے کلیتًا اَمن و سلامتی، خیر و عافیت اور حفظ و اَمان کا دین ہے۔

---

(۱) مسلم، الصحيح، کتاب الجنائز، باب تَرْكِ الصَّلَاةِ عَلَى الْقَاتِلِ نَفْسَه، ۲: ۶۷۲، رقم: ۹۷۸

(۲) ۱۔ نسائی، السنن، کتاب الجنائز، باب تَرْكِ الصَّلَاةِ عَلَى من قتلِ نَفْسَه، ۴: ۶۶، رقم: ۱۹۶۴

۲۔ أبوداؤد، السنن، کتاب الجنائز، بَابُ الْإِمَامِ لَا يُصَلِّي عَلَى مَنْ قَتَلَ نَفْسَه، ۳: ۲۰۶، رقم: ۳۱۸۵

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۹۲، رقم: ۲۰۸۹۱

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک مسلمان اور مومن صرف وہی شخص ہے جو نہ صرف تمام انسانیت کے لئے پیکرِ امن و سلامتی اور باعثِ خیر و عافیت ہو بلکہ وہ اَمن و آشتی، تحمل و برداشت، بقاء باہمی اور احترامِ آدمیت جیسے اوصاف سے متصف بھی ہو۔ اسلام ایک ایسا دین ہے جو خود بھی سراپا سلامتی ہے اور دوسروں کو بھی اَمن و سلامتی کی تعلیم دیتا ہے۔ اس کے برعکس اِقامت و تنفیذِ دین اور اِعلاء کلمہ حق کے نام پر انتہا پسندی، نفرت و تعصب، افتراق و انتشار، جبر و تشدد اور ظلم و عُدوان کا راستہ اختیار کرنے والے اور شہریوں کا خون بہانے والے لوگ چاہے ظاہراً اسلام کے کتنے ہی علم بردار کیوں نہ بنتے پھریں، ان کا دعویٰ اسلام ہرگز قابلِ قبول نہیں ہوسکتا۔

اسلام میں کسی انسانی جان کی قدر و قیمت اور حرمت کا اندازہ یہاں سے لگایا جا سکتا ہے کہ اِس نے بغیر کسی وجہ کے ایک فرد کے قتل کو بھی پوری انسانیت کے قتل کے مترادف قرار دیا ہے۔ قتلِ عمد کی سزا موت ہے۔ مسلمانوں کو قتل کرنے والوں کے لیے شدید اور دردناک عذاب کی وعید ہے۔ جب اسلام کسی ایک فرد کے قتل حتیٰ کہ اپنی جان کو بھی تلف کرنے کی اجازت نہیں دیتا، تو کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ خودکش حملوں اور بم دھماکوں کے ذریعے ہزاروں شہریوں کے جان و مال کو تلف کرنے کی اجازت دے! لٰہذا جو لوگ نوجوانوں کو خون ریزی اور قتلِ عام پر اُکساتے ہیں اور جو نوجوان ایسے گمراہ لیڈروں کے کہنے پر خودکش حملوں میں حصہ لیتے ہیں، دونوں نہ صرف دنیا میں اسلامی تعلیمات سے اِنحراف کے مرتکب ہوتے ہیں بلکہ آخرت میں بھی شدید عذاب کے حق دار ہیں کیونکہ وہ اسلام جیسے پُراَمن اور متوازن دین کی بدنامی کا باعث بھی بن رہے ہیں اور پوری اِنسانیت کو نفرتوں کی آگ میں دھکیلنے کا سبب بھی۔

باب سوم

غیر مسلموں کے قتلِ عام اور اِیذا رسانی کی ممانعت

گزشتہ صفحات میں ہم نے آیات و احادیث کی روشنی میں یہ جان لیا ہے کہ اِسلام دینِ اَمن ہے اور یہ معاشرے میں رہنے والے تمام افراد کو، خواہ ان کا تعلق کسی بھی مذہب اور رنگ و نسل سے ہو، جان و مال اور عزت و آبرو کے تحفظ کی ضمانت عطا کرتا ہے۔ اس باب میں ہم یہ متحقق کریں گے کہ ایک اسلامی ریاست میں آباد غیر مسلم اقلیتوں کی عزت اور جان و مال کی حفاظت کرنا مسلمانوں پر بالعموم اور اسلامی ریاست پر بالخصوص فرض ہے۔

اسلامی ریاست میں غیر مسلم شہریوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہیں جو مسلمانوں کو حاصل ہیں۔ اُن حقوق میں سے پہلا حق جو اسلامی حکومت اور اسلامی معاشرہ کی طرف سے انہیں حاصل ہے وہ حقِ حفاظت ہے، جو انہیں ہر قسم کے خارجی اور داخلی ظلم و زیادتی کے خلاف میسر ہوگا تاکہ وہ مکمل طور پر امن و سکون کی زندگی بسر کر سکیں۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر پوری نسل انسانی کو عزت، جان اور مال کا تحفظ فراہم کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

إِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا، إِلَى يَوْمِ تَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ. (۱)

”بے شک تمہارے خون اور تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تم پر اِسی طرح حرام ہیں جیسے تمہارے اِس دن کی حرمت تمہارے اِس مہینے میں اور تمہارے

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، کتاب الحج، باب الخطبة أيام منى، ۲: ۶۲۰، رقم: ۱۶۵۴

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب القسامة والمحاربين والقصاص والديات، باب تغليظ تحريم الدماء والأعراض والأموال، ۳: ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، رقم: ۱۶۷۹

اِس شہر میں (مقرر کی گئی) ہے۔ یہاں تک کہ تم اپنے رب سے ملو گے۔‘‘

لٰہذا کسی بھی اِنسان اور کسی بھی مذہب کے پیروکار کو ناحق قتل کرنا، اُس کا مال لوٹنا، اس کی عزت پر حملہ کرنا یا اس کی تذلیل کرنا نہ صرف حرام ہے بلکہ اس کے مرتکب شخص کو الم ناک سزا کی وعید سنائی گئی ہے۔ ذیل میں ہم قرآن و حدیث سے متعدد دلائل و براہین پیش کریں گے جس سے یہ حقیقت عیاں ہوجائے گی کہ اسلام نے کس طرح غیر مسلم شہریوں کے جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کی تلقین کی ہے۔

۱۔ غیر مسلم شہرِیوں کے قتل کی ممانعت

اسلامی ریاست میں آباد غیر مسلم شہری کو قتل کرنا حرام ہے۔ کسی فرد کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ کسی غیر مسلم شہری کو قتل کرے۔ قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

مَنْ قَتَلَ نَفْسًاۢ بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَکَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا.(۱)

’’جس نے کسی شخص کو بغیر قصاص کے یا زمین میں فساد (پھیلانے کی سزا) کے (بغیر، ناحق) قتل کر دیا تو گویا اس نے (معاشرے کے) تمام لوگوں کو قتل کر ڈالا۔‘‘

اس آیہ کریمہ میں نَفْسًا کا لفظ عام ہے، لٰہذا اس کا اطلاق بھی عموم پر ہوگا۔ یعنی کسی ایک انسانی جان کا قتلِ ناحق - خواہ اس کا تعلق کسی بھی مذہب سے ہو، کوئی بھی زبان بولتا ہو اور دنیا کے کسی بھی ملک یا علاقے کا رہنے والا ہو - قطعاً حرام ہے اور اس کا گناہ اتنا ہی ہے جیسے پوری انسانیت کو قتل کرنے کا ہے۔ لٰہذا مسلم ریاست میں آباد غیر مسلم شہریوں کا قتل بھی اسی زمرے میں آئے گا۔ اس کی تصریح آگے آنے والی احادیث سے بھی ہوتی ہے۔

---

(۱) المائدۃ، ۵: ۳۲

غیر مسلم شہری کے قاتل پر جنت حرام ہے

۱۔ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا فِي غَيْرِ كُنْهِهِ، حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ.[۱]

''جو مسلمان کسی غیر مسلم شہری (معاہد)[۲] کو ناحق قتل کرے گا اللہ تعالیٰ اُس پر جنت حرام فرما دے گا۔''

(۱) ۱۔ نسائي، السنن، كتاب القسامة، باب تعظيم قتل المعاهد، ۸: ۲۴، رقم: ۴۷۴۷

۲۔ أبو داود، السنن، كتاب الجهاد، باب في الوفاء للمعاهد وحرمة ذمته، ۳: ۸۳، رقم: ۲۷۶۰

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۳۶، ۳۸، رقم: ۲۰۳۹۳، ۲۰۴۱۹

۴۔ دارمي، السنن، ۲: ۳۰۸، رقم: ۲۵۰۴

۵۔ حاكم، المستدرك على الصحيحين، ۲: ۱۵۴، رقم: ۲۶۳۱

امام حاکم نے فرمایا: یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

(۲) حدیث میں معاہد کا لفظ استعمال کیا گیا جس سے مراد ایسے شہری ہیں جو معاہدے کے تحت اِسلامی ریاست کے باسی ہوں، یا ایسے گروہ اور قوم کے افراد ہیں جنھوں نے اسلامی ریاست کے ساتھ معاہدۂ امن کیا ہو۔ اسی طرح جدید دور میں کسی بھی مسلم ریاست کے شہری - جو اُس ریاست کے قانون کی پابندی کرتے ہوں اور آئین کو مانتے ہوں - مُعاہد کے زمرے میں آئیں گے۔ جیسے پاکستان کی غیر مسلم اقلیتیں جو آئین پاکستان کے تحت باقاعدہ شہری اور رجسٹرڈ ووٹر ہیں، پاکستان کے آئین و قانون کو پاکستان کی مسلم اکثریت کی طرح تسلیم کرتے ہیں یہ سب معاہد ہیں۔ پاکستان میں موجود دیگر غیر مسلم اقلیتیں تو مسلمان شہریوں کی طرح تقسیم ہند اور قیام پاکستان کے وقت سے ہی اس مملکت کے شہری تھے اور ہیں۔ اس لیے جدید تناظر میں معاہد کا ترجمہ ہم نے غیر مسلم شہری کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: فيض القدير للمناوی، ۶: ۱۵۳)

۲۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ، وَإِنَّ رِيْحَهَا تُوْجَدُ مِنْ مَسِيْرَةِ أَرْبَعِيْنَ عَامًا.(۱)

’’جس نے کسی غیر مسلم شہری (معاہد) کو قتل کیا تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھے گا حالانکہ جنت کی خوشبو چالیس برس کی مسافت تک محسوس ہوتی ہے۔‘‘

گویا کسی غیر مسلم کا ناحق قتل کرنے والا جنت کے قریب بھی نہیں جا سکے گا بلکہ اسے جنت سے چالیس برس کی مسافت سے بھی دور رکھا جائے گا۔

علامہ انور شاہ کاشمیری فیض الباری میں اس حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قَوْلُهُ ﷺ: ’’مَنْ قَتَل مُعَاهَدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ‘‘ وَمُخُّ الْحَدِيْثِ: إِنَّکَ أَيُّهَا الْمُخَاطَبُ قَدْ عَلِمْتَ مَا فِيْ قَتْلِ الْمُسْلِمِ مِنَ الْإِثْمِ، فَإِنَّ شَنَاعَتَهُ بَلَغَتْ مَبْلَغَ الْكُفْرِ، حَيْثُ أَوْجَبَ التَّخْلِيْدَ. أَمَّا قَتْلُ مُعَاهَدٍ، فَأَيْضًا لَيْسَ بِهَيِّنٍ، فَإِنَّ قَاتِلَهِ أَيْضًا لَا يَجِدُ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ.(۲)

’’آپ ﷺ کا فرمان ہے: ’’جس نے کسی غیر مسلم شہری کو قتل کیا وہ جنت کی

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الجزية، باب إثم من قتل معاهدا بغير جرم، ۳: ۱۱۵۵، رقم: ۲۹۹۵

۲۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الديات، باب من قتل معاهدا، ۲: ۸۹۶، رقم: ۲۶۸۶

۳۔ بزار، المسند، ۶: ۳۶۸، رقم: ۲۳۸۳

(۲) انور شاہ کشمیری، فیض الباری علی صحیح البخاری، ۴: ۲۸۸

خوشبو بھی نہیں سونگھے گا۔'' اے مخاطب! حدیث کا لبِ لباب تجھے قتلِ مسلم کے گناہ کی سنگینی بتا رہا ہے کہ اس کی قباحت کفر تک پہنچا دیتی ہے جو جہنم میں خلود کا باعث بنتا ہے، جبکہ غیر مسلم شہری کو قتل کرنا بھی کوئی معمولی گناہ نہیں ہے۔ اسی طرح اس کا قاتل بھی جنت کی خوشبو تک نہیں پائے گا (جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ جہنم میں ڈالا جائے گا)۔''

۲۔ غیر مسلم سفارت کاروں کے قتل کی ممانعت

اسلام قومی اور بین الاقوامی معاملات میں امن و رواداری کا درس دیتا ہے۔ قرآن و حدیث کی تعلیمات کے مطابق بدترین دشمن قوم کا سفارت کار بھی اگر سفارت کاری کے لیے آئے تو اس کا قتل حرام ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس کئی مواقع پر غیر مسلموں کے نمائندے آئے، لیکن آپ ﷺ نے ان سے ہمیشہ خود بھی حسنِ سلوک فرمایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی یہی تعلیم دی۔ حتیٰ کہ نبوت کے جھوٹے دعوے دار مسیلمہ کذاب کے نمائندے آئے جنھوں نے صریحاً اعترافِ اِرتداد کیا تھا لیکن آپ ﷺ ان کے سفارت کار ہونے کے باعث ان سے حسنِ سلوک سے پیش آئے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِنِّي كُنْتُ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ جَالِساً إِذْ دَخَلَ هَذَا (عَبْدُ اللهِ بْنُ نُوَاحَةَ) وَرَجُلٌ وَافِدَيْنِ مِنْ عِنْدِ مُسَيْلَمَةَ. فَقَالَ لَهُمَا رَسُولُ اللهِ ﷺ: أَتَشْهَدَانِ أَنِّي رَسُولُ اللهِ؟ فَقَالَا لَهُ: نَشْهَدُ أَنَّ مُسَيْلَمَةَ رَسُولُ اللهِ، فَقَالَ: آمَنْتُ بِاللهِ وَرُسُلِهِ، لَوْ كُنْتُ قَاتِلاً وَافِداً لَقَتَلْتُكُمَا. (۱)

''میں حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا جب یہ شخص (عبد اللہ بن نواحہ) اور ایک اور آدمی مسیلمہ (کذاب) کی طرف سے سفارت کار بن کر

(۱) ۱۔ دارمی، السنن، ۲: ۳۰۷، رقم: ۲۵۰۳

آئے تو انہیں حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تم دونوں اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں؟ انہوں نے (اپنے کفر و ارتداد پر اصرار کرتے ہوئے) کہا: ہم گواہی دیتے ہیں کہ مسیلمہ اللہ کا رسول ہے (معاذ اللہ)۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے (کمال برداشت اور تحمل کی مثال قائم فرماتے ہوئے ارشاد) فرمایا: میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتا ہوں۔ اگر میں سفارت کاروں کو قتل کرنے والا ہوتا تو تم دونوں کو قتل کر دیتا (مگر حضور ﷺ نے ایسا نہ کیا اور انہیں جان کی سلامتی دی)۔''

غور کیجئے کہ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں مسیلمہ کذاب کے پیروکاروں کے اعلانیہ کفر و ارتداد کے باوجود تحمل سے کام لیا گیا، کسی قسم کی سزا نہیں دی گئی، نہ ہی انہیں قید کیا گیا اور نہ ہی انہیں قتل کرنے کا حکم فرمایا گیا۔ صرف اس لیے کہ وہ سفارت کار (diplomats) تھے۔ مسند احمد بن حنبل،[۱] مصنف عبد الرزاق،[۲] اور مسند بزار[۳] میں رَسُوْلًا کا لفظ آیا ہے یعنی اکیلا سفارت کار ہو یا سفارتی عملہ ہو، ہر دو صورتوں میں ان کا قتل جائز نہیں ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے مندرجہ بالا ارشاد اور آپ کے عمل مبارک سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا کہ غیر ملکی نمائندوں اور سفارت کاروں کی جان کی حفاظت کرنا سنتِ نبوی ﷺ ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

.... ۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۴۰۴، رقم: ۳۸۳۷

۳۔ نسائی، السنن الکبری، ۵: ۲۰۵، رقم: ۸۶۷۵

۴۔ أبو یعلی، المسند، ۹: ۳۱، رقم: ۵۰۹۷

۵۔ حاکم، المستدرک علی الصحیحین، ۳: ۵۴، رقم: ۴۳۷۸

(۱) أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۳۹۰، ۳۹۶، رقم: ۳۷۰۸، ۳۷۶۱

(۲) عبد الرزاق، المصنف، ۱۰: ۱۹۶، رقم: ۱۸۷۰۸

(۳) بزار، المسند، ۵: ۱۴۲، رقم: ۱۷۳۳

فَجَرَتْ سُنَّةٌ أَنْ لَا يُقْتَلَ الرَّسُولُ.(۱)

''(اِس عمل سے) سنت جاری ہوگئی کہ سفارت کار کو قتل نہ کیا جائے۔''

گویا حضور نبی اکرم ﷺ کے اس جملے نے سفارت کاروں کے احترام کا بین الاقوامی قانون وضع فرما دیا۔ اس حکم سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ وہ تمام عملہ جو کسی embassy میں سفارت کاری پر تعینات ہو اِسی حسن سلوک کا حق دار ہے اور اس کا قتل بھی از روئے حدیث حرام ہے۔ گزشتہ کئی سالوں سے پاکستان کے شورش زدہ علاقوں میں غیر ملکی سفارت کاروں اور انجینئرز کے اغوا اور قتل کے متعدد واقعات رُونما ہو چکے ہیں جن کی ذمہ داری دہشت گرد قبول کرتے رہے ہیں۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ اسلام کے نام پر دہشت گردی کرنے والے حضور نبی اکرم ﷺ کی ان تعلیمات سے صریحاً انحراف برتنے کے باوجود خود کو ''مجاہدینِ اسلام'' سمجھتے ہیں!

۳۔ غیر مسلم مذہبی رہنماؤں کے قتل کی ممانعت

جس طرح غیر مسلم سفارت کاروں کے قتل کو حرام قرار دیا گیا ہے اسی طرح غیر مسلموں کے مذہبی رہنماؤں کے قتل کی بھی ممانعت کی گئی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا بَعَثَ جُيُوشَهُ قَالَ: لَا تَغْدِرُوا وَلَا تَغُلُّوا وَلَا تُمَثِّلُوا وَلَا تَقْتُلُوا الْوِلْدَانَ وَلَا أَصْحَابَ الصَّوَامِعِ.(۲)

(۱) أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۳۹۰، رقم: ۳۷۰۸

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۳۳۰، رقم: ۲۷۲۸

۲۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۶: ۴۸۴، رقم: ۳۳۱۳۲

۳۔ أبو يعلى، المسند، ۴: ۴۲۲، رقم: ۲۵۴۹

۴۔ ابن رشد، بداية المجتهد، ۱: ۲۸۱

''حضور نبی اکرم ﷺ جب اپنے لشکروں کو روانہ کرتے تو حکم فرماتے: غداری نہ کرنا، دھوکا نہ دینا، نعشوں کی بے حرمتی نہ کرنا اور بچوں اور پادریوں کو قتل نہ کرنا۔''

مندرجہ بالا حدیث مبارکہ سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ کسی بھی قوم کے مذہبی رہنماؤں کا قتل عام حالات کے علاوہ دورانِ جنگ بھی جائز نہیں ہے۔

۴۔ مسلم اور غیر مسلم کا قصاص اور دیت برابر ہے

اسلام نے کسی بھی شخص (مسلم یا غیر مسلم) کو ناحق قتل کرنے والے قاتل پر قصاص لازم کیا ہے۔ جبکہ قتل خطاء یعنی غلطی سے قتل ہو جانے کی صورت میں دیت (monetary compensation) کی ادائیگی کو واجب قرار دیا ہے۔

۱۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ○ (۱)

''اور تمہارے لیے قصاص (یعنی خون کا بدلہ لینے) میں ہی زندگی (کی ضمانت) ہے اے عقلمند لوگو! تاکہ تم (خونریزی اور بربادی سے) بچو○''

۲۔ قتل خطاء کے بارے میں ارشاد ربانی ہے:

مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَاً فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا. (۲)

''جس نے کسی مسلمان کو نادانستہ قتل کر دیا تو (اس پر) ایک مسلمان غلام یا باندی کا آزاد کرنا اور خون بہا (کا ادا کرنا) جو مقتول کے گھر والوں کے سپرد کیا جائے (لازم ہے) مگر یہ کہ وہ معاف کر دیں۔''

(۱) البقرة، ۲: ۱۷۹

(۲) النساء، ۴: ۹۲

پہلی آیت مبارکہ میں حکم قصاص یعنی قاتل کو جرمِ قتل کی سزا میں قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس پر پوری امت کا اجماع ہے کہ قاتل (ناحق قتل کرنے والے) کو قصاص میں قتل کیا جائے سوائے اس کے کہ مقتول کے ورثا قاتل کو معاف کر دیں۔

دوسری آیت میں دیت کا ذکر ہے۔ اگر قتلِ خطا ہو جائے یعنی غیر ارادی طور پر غلطی سے کوئی شخص کسی کو قتل کر دے تو قاتل پر دیت (خون بہا؛ **monetary compensation**) لازم ہو گی۔

۱۔ حضرت عبد الرحمٰن بن بیلمانی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ قَتَلَ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ، فَرُفِعَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: أَنَا أَحَقُّ مَنْ وَفَى بِذِمَّتِهِ، ثُمَّ أَمَرَ بِهِ فَقُتِلَ. (۱)

''ایک مسلمان نے اہل کتاب میں سے ایک آدمی کو قتل کر دیا، وہ مقدمہ حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں پیش ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں غیر مسلم شہریوں کے حقوق ادا کرنے کا سب سے زیادہ ذمہ دار ہوں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے (بطورِ قصاص مسلمان قاتل کو قتل کیے جانے کا) حکم دیا اور اُسے قتل کر دیا گیا۔''

۲۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے قصاص اور دیت کی یوں وضاحت فرمائی:

مَنْ أُصِيبَ بِقَتْلٍ أَوْ خَبْلٍ، فَإِنَّهُ يَخْتَارُ إِحْدَى ثَلَاثٍ: إِمَّا أَنْ يَقْتَصَّ،

(۱) ۱۔ شافعي، المسند: ۳۴۳
۲۔ أبو نعيم، مسند أبي حنيفة: ۱۰۴
۳۔ شيباني، المبسوط، ۴: ۴۸۸
۴۔ بيهقي، السنن الكبرى، ۸: ۳۰، رقم: ۱۵۶۹۶

وَإِمَّا أَنْ يَعْفُوَ، وَإِمَّا أَنْ يَأْخُذَ الدِّيَةَ. فَإِنْ أَرَادَ الرَّابِعَةَ فَخُذُوا عَلَى يَدَيْهِ ﴿فَمَنِ اعْتَدَى بَعْدَ ذٰلِکَ فَلَهٗ عَذَابٌ أَلِيْمٌ﴾.[۱]

''جس کا کوئی عزیز قتل کر دیا جائے یا اس کا کوئی عضو کاٹ دیا جائے تو اسے تین میں سے ایک چیز کا اختیار ہے: چاہے قصاص لے، چاہے معاف کر دے اور چاہے تو دیت وصول کر لے۔ اگر وہ کسی چوتھی چیز کا ارادہ کرے تو اس کے ہاتھ پکڑ لو ﴿اور جو اس کے بعد بھی زیادتی کرے تو اس کے لئے دردناک عذاب ہے﴾۔''

ان احادیث مبارکہ کے عمومی بیان سے معلوم ہوا کہ اسلام نے مسلمانوں کی طرح غیر مسلموں کو بھی قصاص اور دیت میں مسلمانوں کے برابر حیثیت دی ہے۔

ایک روایت کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

إِذَا قَتَلَ الْمُسْلِمُ النَّصْرَانِيَّ قُتِلَ بِهِ.[۲]

''اگر کسی مسلمان نے عیسائی کو قتل کیا تو وہ مسلمان قصاصاً قتل کیا جائے گا۔''

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیر مسلموں کو دیت (monetary compensation) میں مساوی حقوق دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

دِيَةُ الْيَهُوْدِيِّ وَالنَّصْرَانِيِّ وَکُلِّ ذِمِّيٍّ مِثْلُ دِيَةِ الْمُسْلِمِ.[۳]

---

(۱) ۱۔ أبو داود، السنن، کتاب الدية، باب الإمام يأمر بالعفو فی الدمِ، ۴: ۱۶۹، رقم: ۴۴۹۶

۲۔ عبد الرزاق، المصنف، ۱۰: ۸۶، رقم: ۱۸۴۵۴

(۲) ۱۔ شيبانی، الحجة، ۴: ۳۴۹

۲۔ شافعی، الأم، ۷: ۳۲۰

(۳) ۱۔ عبد الرزاق، المصنف، ۱۰: ۹۷۔ ۹۸

۲۔ ابن رشد، بداية المجتهد، ۲: ۳۱۰

''یہودی، عیسائی اور ہر غیر مسلم شہری کی دیت مسلمان کی دیت کے برابر ہے۔''

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

دِيَةُ الْيَهُوْدِيِّ وَالنَّصْرَانِيِّ وَالْمَجُوْسِيِّ مِثْلُ دِيَةِ الْحُرِّ الْمُسْلِمِ.(۱)

''(پُرامن) یہودی، عیسائی اور مجوسی کی دیت آزاد مسلمان کی دیت کے برابر ہے۔''

امام ابن شہاب زہریؒ فرماتے ہیں:

إِنَّ دِيَةَ الْمُعَاهَدِ فِيْ عَهْدِ أَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ رضی اللہ عنہم مِثْلُ دِيَةِ الْحُرِّ الْمُسْلِمِ.(۲)

''بے شک سیدنا ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے اَدوار میں غیر مسلم شہری کی دیت آزاد مسلمان کی دیت کے برابر تھی۔''

احناف کا موقف یہ ہے کہ مسلمان کو غیر مسلم شہری کے قتل کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا اور یہ کتاب وسنت کی اُن نصوص کے عموم کی وجہ سے ہے جو قصاص کو واجب کرتی ہیں اور دونوں (مسلمان اور غیر مسلم شہری) کے خون کی دائمی عصمت میں برابر ہونے کی وجہ سے اور اس موقف پر امام نخعی، ابن ابی لیلیٰ، شعبی اور عثمان البتی نے بھی احناف کی موافقت اختیار کی ہے۔

یہاں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درج ذیل فرمان اقدس سے ایک اِشکال وارد ہو سکتا ہے:

---

(۱) ۱۔ ابن أبی شيبة، المصنف، ۵: ۴۰۷، رقم: ۲۷۴۴۸
۲۔ عبد الرزاق، المصنف، ۱۰: ۹۵، ۹۷، ۹۹

(۲) ۱۔ شيبانی، الحجة، ۴: ۳۵۱
۲۔ شافعی، الأم، ۷: ۳۲۱

وَلَا يُقْتَلُ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ.[(۱)]

''اور غیر مسلم کے بدلے مسلمان کو قتل نہیں کیا جائے گا۔''

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کا مطلب کیا ہوا؟ ائمہ کرام نے اِس کی وضاحت یوں کی ہے کہ یہاں غیر مسلم سے مراد پُر امن شہری نہیں بلکہ صرف حربی (جنگجو) غیر مسلم مراد ہے جو میدانِ جنگ میں لڑتے ہوئے مارا جاتا ہے، اس پر کوئی قصاص نہیں ہو گا۔ یہ قانون دنیا کے تمام ممالک کے قوانینِ جنگ میں یکساں ہے، اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں۔

امام جصاص بیان کرتے ہیں:

''اس حدیث مبارکہ میں غیر مسلم سے مراد صرف حربی غیر مسلم ہے، اسلامی ریاست کی شہریت رکھنے والا غیر مسلم یا غیر اِسلامی ریاست کا پُرامن غیر مسلم مراد نہیں ہے۔ یہ تطبیق متفقہ ہے۔''[(۲)]

۵۔ ایک غیر مسلم کے ظلم کا بدلہ دوسروں سے لینے کی ممانعت

قرآن و حدیث کے مطابق ہر شخص اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے۔ جس نے ظلم کیا حسبِ دستور بدلہ اور سزا کا وہی مستحق ہے، اس کے بدلے میں کوئی دوسرا نہیں۔ اس کے جرم کی سزا اس کے اہل و عیال، دوستوں یا اس کی قوم کے دیگر افراد کو نہیں دی جا سکتی۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَاۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰىۚ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَo[(۳)]

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب العلم، باب کتابة العلم، ۱: ۵۳، رقم: ۱۱۱
(۲) جصاص، أحکام القرآن، باب قتل المسلم الکافر: ۱۴۰-۱۴۴
(۳) الأنعام، ۶: ۱۶۴

''اور ہر شخص جو بھی (گناہ) کرتا ہے (اس کا وبال) اسی پر ہوتا ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ پھر تمہیں اپنے رب ہی کی طرف لوٹنا ہے پھر وہ تمہیں ان (باتوں کی حقیقت) سے آگاہ فرما دے گا جن میں تم اختلاف کیا کرتے تھے٭''

اسلام اس امر کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ پر امن شہریوں کو دوسرے ظالم افراد کے ظلم کے عوض سزا دے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

لَا يُؤْخَذُ مِنْهُمْ رَجُلٌ بِظُلْمٍ آخَرَ.(۱)

''کسی امن پسند غیر مسلم شہری کو دوسرے غیر مسلم افراد کے ظلم کے عوض کوئی سزا نہیں دی جائے گی۔''

لہٰذا ایسے دہشت گرد افراد جو انتقاماً مخالف قوم کے افراد کو قتل کریں، ان کا مال لوٹیں اور ان کی املاک تباہ کریں، وہ صریحاً قرآنی آیات اور ارشاداتِ نبوی ﷺ کی مخالفت کرنے والے ہیں۔

۶۔ غیر مسلم شہریوں کا مال لوٹنے کی ممانعت

اسلام نے دوسروں کا مال لوٹنا بھی حرام قرار دیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ٭(۲)

''اور تم ایک دوسرے کے مال آپس میں ناحق نہ کھایا کرو اور نہ مال کو (بطورِ

(۱) ۱۔ أبو یوسف، الخراج: ۷۸
۲۔ بلاذری، فتوح البلدان: ۹۰
(۲) البقرہ، ۲: ۱۸۸

رشوت) حاکموں تک پہنچایا کرو کہ یوں لوگوں کے مال کا کچھ حصہ تم (بھی) ناجائز طریقے سے کھا سکو حالاں کہ تمہارے علم میں ہو (کہ یہ گناہ ہے)o‘‘

حضور نبی اکرم ﷺ نے بھی دوسروں کے مال کو لوٹنا حرام قرار دیا ہے۔

إِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ. (۱)

’’بے شک تمہارے خون اور تمہارے مال تم پر حرام ہیں۔‘‘

غیر مسلم شہریوں کی جانوں کی طرح ان کے اموال کی حفاظت بھی اسلامی ریاست پر لازم ہے۔ ہر دور میں جمیع مسلمانوں کا اس پر اجماع رہا ہے۔

امام ابو عبید قاسم بن سلام، ابن زنجویہ، ابن سعد اور امام ابو یوسف نے نجران کے عیسائیوں کے ساتھ حضور نبی اکرم ﷺ کے معاہدے کی یہ شق نقل کی ہے:

ولنجران وحاشيتها جوار الله وذمة محمد رسول الله ﷺ، على أَموالهم وأنفسهم وأرضهم وملتهم، وغائبهم وشاهدهم، وعشيرتهم وبيعهم، وكل ما تحت أيديهم من قليل أو كثير. (۲)

’’اللہ اور اللہ کے رسول محمد ﷺ اہلِ نجران اور ان کے حلیفوں کے لیے ان کے مالوں، ان کی جانوں، ان کی زمینوں، ان کے دین، ان کے غیر موجود و موجود

---

(۱) بخاري، الصحيح، كتاب الحج، باب الخطبة أيام منى، ۲: ۶۲۰، رقم: ۱۶۵۴

(۲) ۱۔ أبو يوسف، كتاب الخراج: ۷۸
۲۔ أبو عبيد قاسم، كتاب الأموال: ۲۴۴، ۲۴۵، رقم: ۵۰۳
۳۔ ابن سعد، الطبقات الكبرى، ۱: ۲۸۸، ۳۵۸
۴۔ ابن زنجويه، كتاب الأموال: ۴۴۹، ۴۵۰، رقم: ۷۳۲
۵۔ بلاذري، فتوح البلدان: ۹۰

افراد، ان کے خاندان کے افراد، ان کی عبادت گاہوں اور جو کچھ بھی ان کے ہاتھوں میں ہے، تھوڑا یا زیادہ، ہر شے کی حفاظت کے ضامن اور ذمہ دار ہیں۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شام کے گورنر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو جو فرمان لکھا تھا اس میں من جملہ دیگر احکام کے یہ بھی درج تھا:

وَامْنَعِ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ ظُلْمِهِمْ وَالْإِضْرَارِ بِهِمْ وَأَكْلِ أَمْوَالِهِمْ إِلَّا بِحِلِّهَا. (۱)

''(تم بحیثیت گورنر شام) مسلمانوں کو ان غیر مسلم شہریوں پر ظلم کرنے، انہیں ضرر پہنچانے اور ناجائز طریقہ سے ان کا مال کھانے سے سختی کے ساتھ منع کرو۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

إنما بذلوا الجزية لتكون دماؤهم كدمائنا وأموالهم كأموالنا. (۲)

''غیر مسلم شہری ٹیکس اس لئے ادا کرتے ہیں کہ ان کے خون ہمارے خون کی طرح اور ان کے مال ہمارے اَموال کے برابر محفوظ ہو جائیں۔''

اسلامی ریاست میں غیر مسلم شہریوں کے جان و مال کی حفاظت کا اس قدر اہتمام کیا گیا ہے کہ ان کے اموال کی حفاظت اتنی ہی ضروری ہے جتنی مسلمانوں کے اموال کی حتیٰ کہ اگر کوئی مسلمان ان کی شراب یا خنزیر کو تلف کر دے تو اس پر بھی جرمانہ لازم آئے گا۔

فقہ حنفی کی مشہور کتاب ''الدر المختار'' میں ہے:

---

(۱) أبو يوسف، كتاب الخراج: ۱۵۲

(۲) ۱۔ ابن قدامه، المغنى، ۹: ۱۸۱

۲۔ زيلعى، نصب الراية، ۳: ۳۸۱

وَيَضْمَنُ الْمُسْلِمُ قِيْمَةَ خَمْرِهِ وَخِنْزِيْرِهِ إِذَا أَتْلَفَهُ.(۱)

’’غیر مسلم شہری کی شراب اور اس کے خنزیر کو تلف کرنے کی صورت میں مسلمان اس کی قیمت بطور تاوان ادا کرے گا۔‘‘

غیر مسلم شہری کا مال چرانے والے پر بھی اسلامی حد کا نفاذ ہوگا

اسلام نے مال کی چوری کو حرام قرار دیا ہے اور اس پر نہایت سخت سزا مقرر کی ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں قریش کی ایک مخزومی عورت نے چوری کی تو آپ ﷺ نے اس پر حد جاری کرنے کا حکم فرمایا۔ لوگوں نے آپ ﷺ سے اس کی سفارش کرنا چاہی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو اُس پر بھی حد جاری کی جاتی۔(۲)

۱۔ امام نووی شرح صحیح مسلم میں لکھتے ہیں:

فإن مال الذمي والمعاهد والمرتد في هذا كمال المسلم.(۳)

’’یقیناً غیر مسلم شہری، معاہد اور مرتد کا مال بھی اس اعتبار سے مسلمان کے مال ہی کی طرح ہے۔‘‘

۲۔ امام ابن قدامہ حنبلی نے کہا ہے کہ غیر مسلم شہری کا مال چوری کرنے والے پر

(۱) ۱۔ حصكفي، الدرالمختار، ۲: ۲۲۳

۲۔ شامي، رد المحتار، ۳: ۲۷۳

(۲) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الانبياء، باب حديث الغار، ۳: ۱۲۸۲، رقم: ۳۲۸۸

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الحدود، باب قطع السارق الشريف وغيره والنهي عن الشفاعة في الحدود، ۳: ۱۳۱۵، رقم: ۱۶۸۸

(۳) نووي، شرح صحيح مسلم، ۱۲: ۷

اُسی طرح حد عائد ہوگی جس طرح مسلمان کا مال چوری کرنے والے پر ہوتی ہے۔[1]

۳۔ علامہ ابن حزم بیان کرتے ہیں کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ غیر مسلم شہری کا مال چوری کرنے پر بھی مسلمان پر حد جاری کی جائے گی۔[2]

۴۔ علامہ ابن رشد کہتے ہیں کہ اس پر اجماع ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی غیر مسلم شہری کا مال چرائے تو اس پر حد جاری کی جائے گی۔[3]

مال کے حکم حفاظت میں بھی مسلم اور غیر مسلم شہری برابر ہیں۔ اگر کسی مسلمان نے غیر مسلم شہری کا مال چوری کیا تو اس پر حد نافذ ہوگی اور اگر کسی نے غیر مسلم شہری کا مال غصب کیا تو اس پر تعزیر نافذ ہوگی۔ اسلام میں غیر مسلم شہریوں کے اَموال کی حفاظت کا اس قدر لحاظ رکھا گیا ہے کہ غیر مسلم شہریوں کی ہر اس چیز کی حفاظت کی جائے گی جسے وہ مال میں شمار کرتے ہوں اگرچہ مسلمانوں کے نزدیک وہ مال کے زمرے میں نہ آتی ہو۔ جیسا کہ شراب اور خنزیر مسلمانوں کے لیے قابلِ حیثیت مال نہیں۔ لہٰذا اگر کوئی شخص مسلمان کی شراب ضائع کر دے تو اس پر کوئی سزا اور تعزیر نہیں ہے۔ اس کے برعکس اگر کسی مسلمان نے غیر مسلم کی شراب اور خنزیر کو نقصان پہنچایا تو اس سے ان کی قیمت تاوان کے طور پر لی جائے گی کیونکہ یہ دونوں چیزیں اس غیر مسلم کے نزدیک مال متصور ہوتی ہیں۔

۷۔ غیر مسلم شہریوں کی تذلیل کی ممانعت

اسلام میں جیسے مسلمان کی عزت و آبرو کی تذلیل حرام ہے ویسے ہی غیر مسلم شہری کی عزت کو پامال کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ کسی مسلمان کو اجازت نہیں کہ وہ کسی غیر مسلم شہری کو گالی گلوچ کرے، اس پر تہمت لگائے، اس کی طرف جھوٹی بات منسوب کرے

(۱) ابن قدامہ، المغنی، ۹: ۱۱۲

(۲) ابن حزم، المحلی، ۱۰: ۳۵۱

(۳) ابن رشد، بدایۃ المجتھد، ۲: ۲۹۹

یا اس کی غیبت کرے۔ اسلام کسی مسلمان کو اس امر کی بھی اجازت نہیں دیتا کہ وہ کسی غیر مسلم شہری کے ایسے عیب کا تذکرہ کرے جس کا تعلق اس کی ذات، اس کے حسب ونسب یا اس کے جسمانی و اخلاقی عیب سے ہو۔

ایک دفعہ گورنرِ مصر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے بیٹے نے ایک غیر مسلم کو ناحق سزا دی۔ خلیفۂ وقت امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جب اس کی شکایت کی گئی تو اُنہوں نے سرعام گورنر مصر کے بیٹے کو اس غیر مسلم مصری سے سزا دلوائی اور ساتھ ہی وہ تاریخی جملہ ادا فرمایا جو بعض محققین کے نزدیک انقلابِ فرانس کی جد و جہد میں روحِ رواں بنا۔ آپ نے گورنر مصر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے بیٹے سے فرمایا:

مَتَى اسْتَعْبَدْتُمُ النَّاسَ وَقَدْ وَلَدَتْهُمْ أُمَّهَاتُهُمْ أَحْرَارًا؟[۱]

’’تم نے کب سے لوگوں کو اپنا غلام سمجھ لیا ہے حالانکہ ان کی ماؤں نے انہیں آزاد جنا تھا؟‘‘

غیر مسلم شہری کو زبان یا ہاتھ پاؤں سے تکلیف پہنچانا، اس کو گالی دینا، مارنا پیٹنا یا اس کی غیبت کرنا اسی طرح ناجائز اور حرام ہے جس طرح مسلمان کے حق میں ناجائز اور حرام ہے۔ ’’الدر المختار‘‘ میں یہ اصول بیان ہوا ہے کہ:

وَيَجِبُ كَفُّ الْأَذَى عَنْهُ وَتَحْرُمُ غِيبَتُهُ كَالْمُسْلِمِ.[۲]

’’غیر مسلم کو اذیت سے محفوظ رکھنا واجب ہے اور اس کی غیبت کرنا بھی اسی طرح حرام ہے جس طرح مسلمان کی غیبت کرنا۔‘‘

غیر مسلم شہریوں کے حقوق کے بارے میں مالکی فقیہ امام شہاب الدین القرافی

(۱) ھندی، کنز العمال، ۲: ۴۵۵

(۲) ۱۔ حصکفی، الدر المختار، ۲: ۲۲۳

۲۔ ابن عابدین شامی، رد المحتار، ۳: ۲۷۳، ۲۷۴

اپنی کتاب ''الفروق'' میں کہتے ہیں:

إن عقد الذمة يوجب لهم حقوقا علينا، لأنهم في جوارنا وفي خفارتنا (حمايتنا) وذمتنا وذمة الله تعالى، وذمة رسول الله ﷺ، ودين الإسلام، فمن اعتدى عليهم ولو بكلمة سوء أو غيبة، فقد ضيّع ذمة الله، وذمة رسوله ﷺ، وذمة دين الإسلام. (۱)

''غیر مسلم شہری کا معاہدہ ہم پر ان کے حقوق ثابت کرتا ہے کیونکہ وہ ہمارے پڑوس میں، ہماری حفاظت میں، ہمارے ذمہ میں اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور دینِ اسلام کی امان میں رہتے ہیں۔ پس جس نے ان پر زیادتی کی، چاہے بری بات سے ہو یا غیبت کے ذریعے ہی کی ہو، تو اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور دین اسلام کی ضمانت کو ضائع کیا (یعنی حق اور فرض ادا نہ کیا اور گناہ کا مرتکب ہوا)۔''

علامہ ابن عابدین شامی غیر مسلم شہریوں کے حقوق کے بارے میں لکھتے ہیں:

لأنه بعقد الذمة وجب له ما لنا، فإذا حرمت غيبة المسلم حرمت غيبته، بل قالوا: إن ظلم الذمي أشد. (۲)

''عقدِ ذمہ کی وجہ سے غیر مسلم کے وہی حقوق لازم ہیں جو ہمارے ہیں۔ جب مسلمان کی غیبت حرام ہے تو اس کی غیبت بھی حرام ہے بلکہ علماء نے کہا کہ غیر مسلم اقلیت پر ظلم کرنا مسلمان کے مقابلے میں بڑا سخت گناہ ہے۔''

امام کاسانی نے اپنی کتاب ''بدائع الصنائع'' میں مسلموں اور غیر مسلموں کے حقوق کو مساوی قرار دیا ہے:

---

(۱) قرافی، الفروق، ۳: ۱۴

(۲) ابن عابدین شامی، رد المحتار، ۳: ۲۷۳، ۲۷۴

لهم ما لنا وعليهم ما علينا. [(١)]

''غیر مسلم شہریوں کو وہی حقوق حاصل ہیں جو ہمیں (مسلمانوں کو) حاصل ہیں اور ان کی وہی ذمہ داریاں ہیں جو ہماری ہیں۔''

درج بالا آثار و اقوال سے ثابت ہوتا ہے کہ غیر مسلم شہریوں کی عزت و آبرو کی حفاظت کرنا تمام مسلمانوں پر واجب ہے۔

حضور ﷺ کی طرف سے مظلوم غیر مسلم شہری کی وکالت کا اعلان

حضور سرورِ کائنات ﷺ نے غیر مسلم شہریوں کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم دیا ہے۔ اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ غیر مسلم شہریوں کو ظلم و زیادتی سے تحفظ کی ضمانت دے۔ اگر اسلامی ریاست میں کسی غیر مسلم شہری پر ظلم ہو اور ریاست اسے انصاف نہ دلا سکے تو آپ ﷺ نے قیامت کے روز ایسے مظلوم لوگوں کا وکیل بن کر انہیں ان کا حق دلوانے کا اعلان فرمایا ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أَلَا مَنْ ظَلَمَ مُعَاهِدًا، أَوِ انْتَقَصَهُ، أَوْ كَلَّفَهُ فَوْقَ طَاقَتِهِ، أَوْ أَخَذَ مِنْهُ شَيْئًا بِغَيْرِ طِيْبِ نَفْسٍ، فَأَنَا حَجِيْجُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. [(٢)]

---

(١) كاساني، بدائع الصنائع، ٧: ١١١

(٢) ١۔ أبو داود، السنن، كتاب الخراج والفي والإمارة، باب في تعشير أهل الذمة إذا اختلفوا بالتجارات، ٣: ١٧٠، رقم: ٣٠٥٢

٢۔ بيهقي، السنن الكبرى، ٩: ٢٠٥، رقم: ١٨٥١١

٣۔ منذري، الترغيب والترهيب، ٤: ٧، رقم: ٤٥٥٨

٤۔ عجلوني نے ''كشف الخفاء (٢: ٣٤٢)'' میں کہا ہے کہ اِس حدیث کی سند حسن ہے۔

’’خبر دار! جس نے کسی غیر مسلم شہری پر ظلم کیا یا اُس کا حق مارا یا اس پر اس کی طاقت سے بڑھ کر بوجھ ڈالا یا اُس کی دلی رضامندی کے بغیر کوئی چیز اُس سے چھین لی تو قیامت کے دن میں اُس کی طرف سے جھگڑا کروں گا۔‘‘

فرمانِ رسالت مآب ﷺ کا مقصد یہ تھا کہ مسلمان معاشرہ غیر مسلم شہریوں کے حقوق کے تحفظ کا ضامن بن جائے اور اپنی ذمہ داری پوری کرنے میں ہرگز تساہل نہ کرے۔

۸۔ غیر مسلم شہریوں کا اندرونی و بیرونی جارحیت سے تحفظ

اسلامی قوانین کے مطابق ریاست کے فرائض میں سے ہے کہ وہ تمام غیر مسلم شہریوں کو ہر قسم کا تحفظ فراہم کرے۔ کوئی بھی فرد خواہ کسی قوم، مذہب یا ریاست سے تعلق رکھتا ہو اگر وہ کسی غیر مسلم شہری پر جارحیت کرے اور اس پر ظلم و تعدی کا مرتکب ہو تو ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ بلاامتیازِ مذہب اپنے شہری کو تحفظ فراہم کرے، چاہے اس سلسلے میں اسے جارحیت کرنے والے سے جنگ کرنی پڑے۔

ارشاد ربانی ہے:

وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍ بَئِيْسٍ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ○[۱]

’’اور ہم نے (بقیہ سب) لوگوں کو جو (عملاً یا سکوتاً) ظلم کرتے تھے نہایت برے عذاب میں پکڑ لیا اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کر رہے تھے ○‘‘

قرآن مجید دوسروں پر ظلم کرنے پر سخت عذاب کی وعید سناتا ہے جبکہ حرام کا ارتکاب کرنے پر سخت ترین عذاب کی وعید سناتا ہے۔ پس دوسروں پر ظلم حرام ہے اگرچہ وہ اہل ذمہ یا ان کے علاوہ دوسرے لوگ ہی کیوں نہ ہوں۔

(۱) الأعراف، ۷: ۱۶۵

(۱) غیر مسلم شہریوں کی اندرونی ظلم و تعدی سے حفاظت

غیر مسلم شہریوں کی اندرونی ظلم و زیادتی سے حفاظت کو بھی اسلام بڑی تاکید کے ساتھ لازم اور واجب قرار دیتا ہے۔ اسلام کسی مسلمان کے ہاتھوں غیر مسلم شہریوں کے ساتھ کسی قسم کی ظلم و زیادتی کو ہرگز برداشت نہیں کرتا خواہ اس ظلم و اذیت کا تعلق ہاتھ سے ہو یا زبان سے۔

ظلم کی قباحت و حرمت پر اور دنیا و آخرت میں اس کے دردناک انجام پر کثرت کے ساتھ آیات اور احادیث موجود ہیں، خاص طور پر غیر مسلم شہریوں کے ساتھ ظلم و زیادتی کی ممانعت پر تو خصوصی ارشادات گرامی وارد ہوئے ہیں۔

سنن ابی داؤد میں مروی ایک حدیثِ مبارکہ پہلے بیان کی جا چکی ہے، جس میں حضور نبی اکرم ﷺ نے روزِ قیامت مظلوم کی طرف سے وکیل ہونے کا علان فرمایا ہے۔ اسی مضمون کی ایک اور حدیث حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے، جس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ آذی ذِمِّیًا فَأَنَا خَصْمه، وَمَنْ کُنْتُ خَصْمهُ خَصَمْتُهُ یَوْمَ الْقِیَامَة.(۱)

''جس نے کسی غیر مسلم شہری کو تکلیف پہنچائی تو میں اس کا وکیل ہوں گا اور جس کا میں فریق ہوں گا تو قیامت کے دن اس پر غالب آ جاؤں گا۔''

(۲) غیر مسلم شہریوں کی بیرونی جارحیت سے حفاظت

غیر مسلم شہریوں کو بیرونی جارحیت سے بچانے کے حوالے سے حکومتِ وقت پر

(۱) ۱۔ خطیب بغدادی نے اسے ''تاریخ بغداد (۸: ۳۷۰)'' میں اسناد حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔
۲۔ عینی، عمدۃ القاری، ۱۵: ۸۹

وہ سب کچھ واجب ہے جو مسلمانوں کے لئے اس پر لازم ہے۔ چونکہ حکومت کے پاس قانونی و سیاسی طور پر غلبہ و اقتدار بھی ہوتا ہے اور عسکری و فوجی قوت بھی، اس لئے اس پر لازم ہے کہ وہ ان کی مکمل حفاظت کا اہتمام کرے۔

۱۔ امیر المؤمنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إنما بذلوا الجزية لتكون دماؤهم كدمائنا وأموالهم كأموالنا. (۱)

''بے شک یہ غیر مسلم شہری اس لئے ٹیکس دیتے ہیں کہ ان کے مال ہمارے مال کی طرح اور ان کے خون ہمارے خون کی طرح محفوظ ہو جائیں۔''

۲۔ حنابلہ کی کتب میں سے ایک کتاب ''**مطالب أولی النهی**'' میں ہے:

''حکومت کا فرض ہے کہ وہ غیر مسلم شہریوں کو مسلم ریاست میں رہنے کی وجہ سے ہر قسم کی اذیت و تکلیف سے مکمل تحفظ فراہم کرے۔''(۲)

۳۔ اگر اسلامی ریاست میں موجود غیر مسلم شہریوں پر کوئی باہر سے حملہ آور ہو اور انہیں پکڑنے، مارنے یا اذیت دینے کی کوشش کرے تو اس صورت میں اسلامی ریاست پر لازم ہے کہ ان کا تحفظ کرے۔ امام قرافی المالکی اپنی کتاب ''الفروق'' میں علامہ ابن حزم کا قول نقل کرتے ہیں جو انہوں نے اپنی کتاب ''مراتب الاجماع'' میں بیان کیا ہے کہ:

وجب علينا أن نخرج لقتالهم بالكراع والسلاح، ونموت دون ذلك. (۳)

''ہماری اسلامی ریاست پر لازم ہے کہ وہ اسلحہ اور لشکر کے ساتھ غیر مسلم

---

(۱) ۱۔ ابن قدامه، المغنی، ۹: ۱۸۱

۲۔ زيلعی، نصب الراية، ۳: ۳۸۱

(۲) مصطفی بن سعد، مطالب أولی النهی، ۲: ۶۰۲، ۶۰۳

(۳) قرافی، الفروق، ۳: ۱۴، ۱۵

شہریوں کی حفاظت کے لیے جنگ کرے خواہ حملہ آوروں کے ساتھ لڑتے لڑتے اس کے کئی سپاہی جان ہی کیوں نہ دے بیٹھیں۔‘‘

علامہ ابن تیمیہ کا موقف بھی یہی ہے۔ جب تاتاریوں نے ملک شام پر قبضہ کر لیا تو علامہ ابن تیمیہ قیدیوں کی رہائی کے لئے ’’قطلوشاہ‘‘ کے پاس گئے۔ تاتاری قیادت نے مسلمان قیدیوں کو رہا کرنے پر تو آمادگی ظاہر کی مگر غیر مسلم شہریوں کو چھوڑنے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ علامہ ابن تیمیہ نے کہا: ہم اس وقت تک راضی نہیں ہوں گے جب تک کہ یہود و نصاریٰ میں سے بھی تمام قیدی آزاد نہ کیے جائیں۔ وہ ہمارے ہی غیر مسلم شہری ہیں اور ہم کسی بھی قیدی کو قید کی حالت میں نہیں چھوڑیں گے خواہ وہ غیر مسلم آبادی سے تعلق رکھتا ہو یا مسلم آبادی سے۔ جب اس نے اپنے موقف پر ان کا اصرار اور شدت دیکھی تو ان کی خاطر تمام مسلم و غیر مسلم قیدیوں کو آزاد کر دیا۔[1]

آیاتِ قرآنی، اَحادیثِ مقدّسہ اور فقہاے اُمت کے اَقوال کی روشنی میں یہ واضح ہوتا ہے کہ کسی مسلمان کو یہ حق حاصل نہیں کہ کسی غیر مسلم شہری کو محض اس کے غیر مسلم ہونے کی بنا پر قتل کر دے یا اس کا مال لوٹے یا اس کی عزت پامال کرے۔ اسلام غیر مسلم شہریوں کو نہ صرف ان کی جان و مال اور عزت و آبرو کے تحفظ کی ضمانت دیتا ہے بلکہ ان کی عبادت گاہوں کو بھی تحفظ فراہم کرتا ہے۔

(۱) ابن تیمیہ، مجموع الفتاویٰ، ۲۸:۶۱۷، ۶۱۸

باب چہارُم

دورانِ جنگ غیر مسلموں کے قتلِ عام اور دہشت گردی کی ممانعت

اسلام کے جنگی قوانین کے مطابق غیر جانب دار افراد یا ممالک کے ساتھ جنگ نہیں کی جائے گی، خواہ ان کے ساتھ نظریاتی اختلاف کتنا ہی زیادہ کیوں نہ ہو۔ اسلام نے ایسے غیر جانب دار لوگوں کے ساتھ پُرامن رہنے کا حکم دیا ہے کیونکہ اسلام خواہ مخواہ جنگ یا تصادم کو پسند نہیں کرتا۔ وہ ہر انسانی جان کا احترام کرتا ہے اور انسانی خون کی حرمت کی پاسداری کا ہر سطح پر پورا پورا اہتمام کرتا ہے۔

۱۔ اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ز وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓی اَلَّا تَعْدِلُوْا ط اِعْدِلُوْا قف هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی ز وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌ م بِمَا تَعْمَلُوْنَ○[1]

’’اے ایمان والو! اللہ کے لیے مضبوطی سے قائم رہتے ہوئے انصاف پر مبنی گواہی دینے والے ہو جاؤ اور کسی قوم کی سخت دشمنی (بھی) تمہیں اس بات پر برانگیختہ نہ کرے کہ تم (اس سے) عدل نہ کرو۔ عدل کیا کرو (کہ) وہ پرہیزگاری سے نزدیک تر ہے، اور اللہ سے ڈرا کرو! بے شک اللہ تمہارے کاموں سے خوب آگاہ ہے○‘‘

اس آیت میں کسی قوم کی دشمنی (hostility) کے باوجود اس کے ساتھ طرزِ عمل میں ظلم کرنے یا حد سے تجاوز کرنے کی ممانعت ہے جیسا کہ امام قرطبی نے ابو عبیدہ اور فراء کے حوالے سے اس کا معنی بیان کیا ہے:

---

(۱) المائدة، ۵: ۸

معنى ﴿لَا يَجۡرِمَنَّكُمۡ﴾ أى لا يكسبنكم بغض قوم أن تعتدوا الحق إلى الباطل، والعدل إلى الظلم۔ (۱)

''لَا يَجۡرِمَنَّكُمۡ کا معنی یہ ہے کہ کسی قوم کا بغض و عداوت تم سے یہ کام نہ کروا سکے کہ تم حق سے باطل اور عدل سے ظلم کی طرف تجاوز کرو۔''

۲۔ اسی طرح بلاامتیاز قتلِ عام کی ممانعت کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَا يَنۡهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيۡنَ لَمۡ يُقَاتِلُوۡكُمۡ فِى الدِّيۡنِ وَلَمۡ يُخۡرِجُوۡكُمۡ مِّنۡ دِيَارِكُمۡ اَنۡ تَبَرُّوۡهُمۡ وَتُقۡسِطُوۡۤا اِلَيۡهِمۡ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُقۡسِطِيۡنَ○ (۲)

''اللہ تمہیں اس بات سے منع نہیں فرماتا کہ جن لوگوں نے تم سے دین (کے بارے) میں جنگ نہیں کی اور نہ تمہیں تمہارے گھروں سے (یعنی وطن سے) نکالا ہے کہ تم ان سے بھلائی کا سلوک کرو اور اُن سے عدل و انصاف کا برتاؤ کرو، بے شک اللہ عدل و انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے○''

دہشت گرد بلاامتیازِ مذہب وجنس - خودکش حملوں، بم دھماکوں اور دیگر ذرائع سے - انسانیت کے قتلِ عام کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ ان کی سب سے بڑی دلیل - جس کی بناء پر وہ ایسا کرنا جائز سمجھتے ہیں - مسلمان ممالک پر غیر مسلم فوجوں اور طاقتوں کا قبضہ اور وہاں کے مسلمانوں پر زبردستی جنگ مسلط کیا جانا ہے۔

اس پس منظر میں اس بات کا جائزہ لینا ضروری ہے کہ دہشت گرد جس طرح بلا امتیازِ مرد و زن، بازاروں، شہروں، عبادت گاہوں اور دیگر عوامی مقامات پر بم دھماکوں اور خودکش حملوں کے ذریعے انسانیت کے قتلِ عام کے مرتکب ہو رہے ہیں کیا حالتِ جنگ میں بھی ایسے اقدامات کی اسلام اجازت دیتا ہے؟

---

(۱) قرطبی، الجامع لأحكام القرآن، ۶: ۴۵

(۲) الممتحنة، ۶۰: ۸

ارشادِ باری تعالیٰ ﴿لَا یَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓی اَلَّا تَعْدِلُوْا﴾ میں صراحتاً یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ کسی قوم، گروہ یا ملک کی دشمنی میں بھی مسلمانوں کو عدل ترک کرنے اور ظلم اختیار کرنے کی اجازت نہیں۔ امام قرطبی اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ نصِ قرآنی سے یہ ثابت ہے کہ اسلام ہر حال میں اعتدال اور میانہ روی کے راستہ کو اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے۔ یہاں تک کہ دورانِ جنگ بھی اسلامی تعلیمات کے مطابق قتلِ عام کی قطعاً اجازت نہیں۔

دہشت گردی کی مذمت اور اس کی حقیقت پر دلائل بڑے واضح اور صریح ہیں۔ اگر ہم بعض انتہا پسندوں کے اس موقف کو ایک لمحے کے لئے مان لیتے ہیں کہ وہ اسلام دشمن قوتوں کے خلاف جہاد کر رہے ہیں تو اس صورت میں بھی ان کی کارروائیاں اسلامی جہاد کے زمرے میں نہیں آئیں گی کیونکہ موجودہ دور میں جاری ان کی سرگرمیاں کسی صورت بھی اسلامی قوانینِ جنگ کے دائرے میں نہیں آتیں۔ عہدِ نبوی اور عہدِ خلفاء راشدین میں جاری کئے گئے احکامات و ہدایات ذیل میں ملاحظہ ہوں۔

۱۔ غیر مسلم عورتوں کے قتل کی ممانعت

موجودہ دہشت گردی پر مبنی کارروائیوں میں مسلمان ریاستوں سمیت غیر مسلم ممالک میں بھی لوگوں کو قتل کر دیا جاتا ہے۔ اس پر یہ لوگ غیر مسلم حکومتوں کی طرف سے جاری رکھے جانے والے معاندانہ سلوک کو دلیل بناتے ہیں کہ چونکہ غیر مسلم حکومتیں مسلمانوں کو قتل کرنے پر آمادہ ہیں اور اس کا ارتکاب کر رہی ہیں، اس لیے ہمیں بھی جوابی کارروائی کے طور پر ان کے شہروں میں قتال کرنا چاہیے۔ حالانکہ ان کی یہ دلیل بنیادی اسلامی تعلیمات اور اسلام کے عمومی مزاج کے سراسر خلاف ہے۔ اسلام اس طرح غیر مسلموں کا قتل عام تو کُجا دورانِ جنگ بھی بے قصور غیر مسلموں کے قتل کی سختی سے ممانعت کرتا ہے۔ اسلام دنیا کا واحد مذہب ہے جس نے دورانِ جنگ بھی اسلامی فوجوں کے لئے

با قاعدہ اصول و ضوابط کا تعین کیا۔ چنانچہ تعلیماتِ اسلام کے مطابق دورانِ جنگ بھی عورتوں کا قتل جائز نہیں ہے۔ اس کے ثبوت میں درج ذیل احادیث ملاحظہ ہوں:

۱۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضي الله عنهما قَالَ: وُجِدَتِ امْرَأَةٌ مَقْتُوْلَةً فِي بَعْضِ مَغَازِي رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، فَنَهَى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ.(۱)

''حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے کسی غزوہ میں ایک عورت کو دیکھا جسے قتل کر دیا گیا تھا۔ اِس پر آپ ﷺ نے (سختی سے) عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے کی ممانعت فرما دی۔''

ابنِ بطال نے ''شرح صحیح البخاری (۵: ۱۸۶)'' میں اور امام نووی نے ''شرح صحیح مسلم (۱۲: ۳۷)'' میں اسی موقف کی تائید کی ہے کہ دورانِ جنگ عورتوں کا قتل اسلامی تعلیمات کے منافی ہے۔

۲۔ اسی طرح دورانِ جنگ خواتین کے قتل کی ممانعت ایک اور حدیث سے واضح ہوتی ہے جس کو امام عبد الرزاق نے اپنی مصنّف، امام شافعی نے اپنی مسند، امام طحاوی

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الجهاد والسير، باب قتل النساء في الحرب، ۳: ۱۰۹۸، رقم: ۲۸۵۲

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الجهاد والسير، باب تحريم قتل النساء والصبيان في الحرب، ۳: ۱۳۶۴، رقم: ۱۷۴۴

۳۔ ترمذي، السنن، كتاب السير، باب ما جاء في النهي عن قتل النساء والصبيان، ۴: ۱۳۶، رقم: ۱۵۶۹

۴۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الجهاد، باب الغارة والبيات وقتل النساء والصبيان، ۲: ۹۴۷، رقم: ۲۸۴۱

۵۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۲، رقم: ۴۷۳۹

نے شرح معانی الآثار اور امام بیہقی نے السنن الکبریٰ میں درج کیا ہے۔

عَنِ ابْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ ﷛ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ حِيْنَ بَعَثَ إِلَى ابْنِ أَبِي حَقِيْقٍ، نَهَى حِيْنَئِذٍ عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ. (۱)

''حضرت ابن کعب بن مالک ﷛ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے جب ابن ابی حقیق کی طرف لشکر روانہ کیا تو لشکرِ اسلام کو عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے صریحاً منع کیا۔''

۳۔ حضرت ابو ثعلبہ خشنی روایت کرتے ہیں:

نهى رسول الله ﷺ عن قتل النساء والولدان. (۲)

''حضور نبی اکرم ﷺ نے عورتوں اور بچوں کے قتل سے منع فرمایا۔''

۲۔ غیر مسلموں کے بچوں کے قتل کی ممانعت

دورانِ جنگ غیر مسلم خواتین کے علاوہ غیر مسلموں کے بچوں کے قتل کی ممانعت بھی اسلام کے سنہری اور انسان دوست ضابطوں میں سے ایک ہے۔ حضور نبی رحمت ﷺ کے اصولِ جنگ بھی دیکھیں اور جہاد کے نام پر کلمہ گو دہشت گردوں کی چیرہ دستیاں بھی۔ کاش ان لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے ان فرامین کا تھوڑا سا بھی حیاء ہوتا!

۱۔ امام مسلم اپنی صحیح میں حضرت ابن عباس ﷛ کے ایک خط کا ذکر کرتے

(۱) ۱۔ عبد الرزاق، المصنف، ۵: ۲۰۲، رقم: ۹۳۸۵
۲۔ شافعي، المسند: ۲۳۸
۳۔ طحاوي، شرح معاني الآثار، ۳: ۲۲۱
۴۔ بيهقي، السنن الکبریٰ، ۹: ۷۷، رقم: ۱۷۸۶۵

(۲) طبراني، المعجم الأوسط، ۷: ۱۱۳، رقم: ۷۰۱۱

ہوئے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے تحریر فرمایا:

وَإِنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ لَمْ يَكُنْ يَقْتُلُ الصِّبْيَانَ، فَلَا تَقْتُلِ الصِّبْيَانَ.(۱)

''بے شک حضور نبی اکرم ﷺ (یعنی عہد نبوی کی مسلم فوج) دشمنوں کے بچوں کو قتل نہیں کرتے تھے، سو تم بھی بچوں کو قتل نہ کرنا۔''

۲۔ اس سلسلے میں دوسری روایت ملاحظہ کریں جس میں رسول اللہ ﷺ نے بڑے سخت کلمات کے ذریعے صحابہ رضی اللہ عنہم کو غیر مسلموں کے بچے قتل کرنے سے منع فرمایا اور ان کلمات کو بار بار تاکیداً دہرایا۔ حضرت اسود بن سریع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا فِي غَزَاةٍ فَأَصَبْنَا ظَفَرًا وَقَتَلْنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ، حَتَّى بَلَغَ بِهِمُ الْقَتْلُ إِلَى أَنْ قَتَلُوا الذُّرِّيَّةَ، فَبَلَغَ ذَالِكَ النَّبِيَّ ﷺ، فَقَالَ: مَا بَالُ أَقْوَامٍ بَلَغَ بِهِمُ الْقَتْلُ إِلَى أَنْ قَتَلُوا الذُّرِّيَّةَ؟ أَ لَا! لَا تَقْتُلُنَّ ذُرِّيَّةً. أَ لَا! لَا تَقْتُلُنَّ ذُرِّيَّةً. قِيْلَ: لِمَ يَا رَسُوْلَ اللهِ، أَلَيْسَ هُمْ أَوْلَادُ الْمُشْرِكِيْنَ؟ قَالَ: أَوَلَيْسَ خِيَارُكُمْ أَوْلَادَ الْمُشْرِكِيْنَ؟(۲)

''ہم ایک غزوہ میں شریک تھے (ہم لڑتے رہے یہاں تک) کہ ہمیں غلبہ

(۱) مسلم، الصحيح، كتاب الجهاد والسير، باب النساء الغازيات يرضخ لهن ولا يسهم والنهى عن قتل صبيان أهل الحرب، ۳: ۱۴۴۴، رقم: ۱۸۱۲

(۲) ۱۔ نسائي، السنن الكبرىٰ، كتاب السير، باب النهي عن قتل ذراري المشركين، ۵: ۱۸۴، رقم: ۸۶۱۶

۲۔ دارمي، السنن، كتاب السير، باب النهي عن قتل النساء والصبيان، ۲: ۲۹۴، رقم: ۲۴۶۳

۳۔ حاكم، المستدرك، ۲: ۱۳۳، ۱۳۴، رقم: ۲۵۶۶، ۲۵۶۷

۴۔ طبراني، المعجم الكبير، ۱: ۲۸۴، رقم: ۸۲۹

حاصل ہو گیا اور ہم نے مشرکوں سے قتال کیا اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ لوگوں نے بعض بچوں کو بھی قتل کر ڈالا۔ یہ بات حضور نبی اکرم ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جن کے قتل کی نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ انہوں نے بچوں تک کو قتل کر ڈالا؟ خبردار! بچوں کو ہرگز قتل نہ کرو، خبردار! بچوں کو ہرگز قتل نہ کرو۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! کیوں، کیا وہ مشرکوں کے بچے نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہارے بہترین لوگ بھی مشرکوں کے بچے نہیں تھے؟''

ایک روایت میں ہے کہ کسی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ مشرکین کے بچے تھے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

خِيَارُكُمْ أَبْنَاءُ الْمُشْرِكِيْنَ. أَلَا! لَا تُقْتَلُ الذُّرِّيَّةُ. (۱)

''تم میں سے بہترین لوگ بھی تو مشرکین ہی کے بچے تھے (یعنی اُن کے والدین بھی مشرک تھے)۔ خبردار! بچوں کو جنگ کے دوران بھی قتل نہ کیا جائے۔''

۳۔ رسول اللہ ﷺ کے جاں نثار صحابہ رضی اللہ عنہم سے بڑھ کر کون جہاد فی سبیل اللہ کی فضیلت اور ضرورت سے آگاہ ہوگا! لیکن قربان جائیں ان پیکرانِ اطاعت و محبت پر، انہوں نے کس حد تک حضور نبی اکرم ﷺ کے اس حکم کی تعمیل کی اور جنگ کے دوران کس قدر احتیاط سے کام لیا۔ اس کی ایک خوبصورت مثال ملاحظہ ہو۔

حضرت عطیہ قرظی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنْتُ فِيْمَنْ حَكَمَ فِيْهِمْ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ، فَشَكُّوْا فِيَّ أَمِنَ الذُّرِّيَّةِ أَنَا أَمْ مِنَ الْمُقَاتِلَةِ؟ فَنَظَرُوْا إِلَى عَانَتِي فَلَمْ يَجِدُوْهَا نَبَتَتْ، فَأُلْقِيْتُ فِي

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۴۳۵، رقم: ۱۵۶۲۶، ۱۵۶۲۷
۲۔ بيهقي، السنن الكبرى، ۹: ۷۷، رقم: ۱۷۸۶۸

الذُّرِّيَّةَ، وَلَمْ أُقْتَلْ.[۱]

’’میں بذاتِ خود ان لوگوں میں شامل تھا جن کے بارے میں دورانِ جنگ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا تھا کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟ تو اُنہوں نے میرے بارے میں شک کیا کہ آیا میں بچوں میں شامل ہوں یا لڑائی کرنے والوں میں؟ لہٰذا اُنہوں نے میرے جسم پر بلوغت کے بال تلاش کئے جو ابھی اُگے بھی نہ تھے۔ تو مجھے بچوں میں شمار کر لیا گیا اور میں قتل ہونے سے بچ گیا۔‘‘

دورانِ جنگ غیر مسلم عورتوں، بچوں اور ضعیفوں کو قتل کرنے کی ممانعت سے متعلق مندرجہ احکامات کی روشنی میں جلیل القدر فقیہ احناف امام سرخسیؒ اپنی شہرہ آفاق کتاب ’’المبسوط‘‘ میں اپنا نقطہ نظر یوں بیان کرتے ہیں:

قال ﷺ: ولا تقتلوا وليدا والوليد المولود فی اللغة وكل آدمی مولود، ولكن هذا اللفظ إنما يستعمل فی الصغار عادة. ففيه دليل على أنه لا يحل قتل الصغار منهم، إذا كانوا لا يقاتلون. وقد جاء فی الحديث أن النبی ﷺ نهى عن قتل النساء والولدان. وقال: اقتلوا شيوخ المشركين، واستحيوا شروخهم. والمراد بالشيوخ البالغين وبالشروخ الأتباع من الصغار والنساء

(۱) ۱۔ ابن حبان، الصحيح، كتاب السير، باب الخروج وكيفية الجهاد، ۱۱: ۱۰۹، رقم: ۴۷۸۸

۲۔ عبد الرزاق، المصنف، ۱۰: ۱۷۹، رقم: ۱۸۷۴۲

۳۔ طبراني، المعجم الكبير، ۱۷: ۱۶۴، رقم: ۴۳۴

۴۔ بيهقي، السنن الكبرىٰ، ۶: ۱۶۶، رقم: ۱۱۰۹۸

والإستحياء الاستر قاق. قال الله: ﴿وَاسۡتَحۡيُوۡا نِسَآءَهُمۡ﴾.[۱] وفي وصية أبي بكر رضی اللہ عنہ ليزيد بن أبي سفيان: لا تقتل شيخا ضرعا ولا صبيا ضعيفا، يعني شيخا فانيا و صغيرًا لا يقاتل.[۲]

''حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بچوں کو قتل نہ کرو، ولید لغت میں مولود کے معنی میں ہے۔ یوں تو ہر انسان مولود ہے مگر عادتاً اس لفظ کا استعمال چھوٹے بچوں کے لئے ہوتا ہے۔ یہ فرمانِ نبوی ﷺ اس بات کی دلیل ہے کہ بچوں کا قتل جائز نہیں (خاص طور پر) جبکہ وہ قتال میں شریک ہی نہ ہوں۔ حدیث مبارکہ میں آیا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع کیا اور فرمایا: (حربی) مشرکین میں سے جو بالغ ہیں (صرف حالتِ جنگ میں) اُنہیں قتل کرو لیکن عورتوں اور بچوں کو (پھر بھی) زندہ رہنے دو۔ شیوخ سے مراد (جنگ میں شریک) بالغ افراد ہیں، شروخ سے مراد بچے اور عورتیں ہیں، استحیاء کا مطلب ہے: نرمی کا برتاؤ کیا جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَاسۡتَحۡيُوۡا نِسَآءَهُمۡ﴾۔ اس آیت میں بھی استحیاء نرمی کے برتاؤ کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یزید بن ابی سفیان کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ کسی شیخ فانی (عمر رسیدہ یا قریب المرگ بوڑھے) اور ناتواں بچے کو ہرگز قتل نہ کرے۔''

۳۔ غیر مسلم بوڑھوں کے قتل کی ممانعت

اسلام کے قوانینِ جہاد کے تحت دورانِ جنگ ضعیف العمر بوڑھوں کو بھی قتل کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اِس اصول کی صراحت درج ذیل احادیثِ نبوی ﷺ سے

(۱) مؤمن، ۴۰: ۲۵

(۲) سرخسی، کتاب المبسوط، ۱۰: ۵، ۶

ہوتی ہے۔

۱۔ امام ابو داؤد حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

وَلَا تَقْتُلُوا شَيْخًا فَانِيًا وَلَا طِفْلًا وَلَا صَغِيرًا وَلَا امْرَأَةً.(۱)

''نہ کسی بوڑھے کو قتل کرو، نہ شیر خوار بچے کو، نہ نابالغ کو اور نہ عورت کو۔''

۲۔ امام ابن ابی شیبہ حضرت ضحاک سے روایت کرتے ہیں:

كَانَ ﷺ يَنْهَى عَنْ قَتْلِ الْمَرْأَةِ وَالشَّيْخِ الْكَبِيرِ.(۲)

''حضور نبی اکرم ﷺ عورتوں اور عمر رسیدہ افراد کو قتل کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔''

۳۔ امام ابن ابی شیبہ حضرت راشد بن سعد سے روایت کرتے ہیں:

نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ وَالذُّرِّيَّةِ وَالشَّيْخِ الْكَبِيرِ الَّذِي لَا حِرَاكَ بِهِ.(۳)

''حضور نبی اکرم ﷺ نے عورتوں، بچوں اور عمر رسیدہ افراد - جن میں کوئی سکت نہ ہو - کو قتل کرنے سے منع فرمایا۔''

(۱) ۱۔ أبو داؤد، السنن، کتاب الجهاد، باب دعاء المشرکین، ۳: ۳۷، رقم: ۲۶۱۴

۲۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۶: ۴۸۳، رقم: ۳۳۱۱۸

۳۔ بيهقي، السنن الكبرىٰ، ۹: ۹۰، رقم: ۱۷۹۳۲

(۲) ابن أبي شيبة، المصنف، ۶: ۴۸۴، رقم: ۳۳۱۳۳

(۳) ابن أبي شيبة، المصنف، ۶: ۴۸۴، رقم: ۳۳۱۳۵

۴۔ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث نبوی کو امام بیہقی نے بیان کیا ہے جس میں مندرجہ بالا طبقات کا اکٹھا اور قدرے تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اسلامی لشکر کو مشرکین کی طرف روانہ فرماتے تو یوں ہدایات دیتے:

ولا تقتلوا وليدا طفلا، ولا امرأة، ولا شيخا كبيرا، ولا تغورن عينا، ولا تعقرن شجرة إلا شجرا يمنعكم قتالا، ولا تمثلوا بآدمي ولا بهيمة، ولا تغدروا ولا تغلوا. (۱)

’’کسی بچے کو قتل نہ کرنا، کسی عورت کو قتل نہ کرنا، کسی بوڑھے کو قتل نہ کرنا، چشموں کو خشک و ویران نہ کرنا، جنگ میں حائل درختوں کے سوا کسی دوسرے درخت کو نہ کاٹنا، کسی انسان کا مثلہ نہ کرنا، کسی جانور کا مُثلہ نہ کرنا، بدعہدی نہ کرنا اور چوری و خیانت نہ کرنا۔‘‘

۵۔ حضرت جبیر بن نفیل روایت کرتے ہیں:

مر رجل بثوبان، فقال: أين تريد؟ قال: أريد الغزو في سبيل الله. قال: ولا تغلل إن غنمت، ولا تقتلن شيخا كبيرا، ولا صبيا صغيرا. فقال له الرجل: ممن سمعت هذا؟ قال: من رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم. (۲)

’’ایک شخص ثوبان رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزر رہا تھا۔ پس انہوں نے پوچھا: کہاں کا ارادہ ہے؟ اس نے جواب دیا: جہاد پر روانہ ہو رہا ہوں۔ انہوں نے فرمایا: اگر تجھے مالِ غنیمت حاصل ہو تو اس میں خیانت نہ کرنا، کسی بوڑھے شخص کو قتل نہ کرنا اور نہ کسی بچے کو قتل کرنا۔ اس شخص نے کہا: آپ نے یہ کہاں سے سنا؟ تو انہوں

(۱) بیهقی، السنن الکبریٰ، ۹: ۹۰، رقم: ۱۷۹۳۴

(۲) ابن عساکر، تاریخ دمشق الکبیر، ۲۷: ۴۰۴

نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ سے۔‘‘

۴۔ غیر مسلم مذہبی رہنماؤں کے قتل کی ممانعت

اسلام میں دورانِ جنگ اور فتوحات کے بعد غیر مسلم مذاہب کے رہنماؤں کے قتل کی بھی ممانعت ہے۔

۱۔ امام احمد بن حنبلؒ حضرت ابن عباس رضي الله عنهما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ جب اسلامی لشکروں کو جہاد پر روانہ کرتے تو انہیں واضح طور پر یہ ہدایات فرمایا کرتے تھے:

أخرُجُوْا بِسْمِ اللّٰهِ، تُقَاتِلُوْنَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ، مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ لَا تَغْدُرُوْا وَلَا تَغُلُّوْا وَلَا تُمَثِّلُوْا وَلَا تَقْتُلُوا الْوِلْدَانَ وَلَا أَصْحَابَ الصَّوَامِعِ.[۱]

’’اللہ کا نام لے کر روانہ ہو جاؤ، تم اللہ کی راہ میں اس کے ساتھ کفر کرنے والوں کے خلاف جنگ کرنے جا رہے ہو، اس دوران بدعہدی نہ کرنا، چوری و خیانت نہ کرنا، مُثلہ نہ کرنا، بچوں کو قتل نہ کرنا اور راہبوں کو قتل نہ کرنا۔‘‘

۲۔ ابن اَبی شیبہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عہنما سے ایک اور روایت ان الفاظ کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ جب اپنے لشکروں کو روانہ کرتے تو فرماتے:

لَا تَقْتُلُوا أَصْحَابَ الصَّوَامِعِ.[۲]

(۱) احمد بن حنبل، المسند، ۵:۳۵۸، رقم: ۲۷۲۸

(۲) ۱۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۶:۴۸۴، رقم: ۳۳۱۳۲
۲۔ أبو يعلى، المسند، ۵:۵۹، رقم: ۲۶۵۰
۳۔ طحاوي، شرح معاني الآثار، ۳:۲۲۵
۴۔ ديلمي، مسند الفردوس، ۵:۴۵، رقم: ۷۴۱۰

’’کلیساؤں کے متولیوں (یعنی پادریوں) کو قتل نہ کرنا۔‘‘

۳۔ امام ابن ابی شیبہ حضرت ثابت بن حجاج کلابی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی اور پھر فرمایا:

أَلَا! لَا يُقْتَلُ الرَّاهِبُ فِي الصَّوْمَعَةِ.[1]

’’خبردار! عبادت گاہوں میں موجود (غیر متحارب) پادری کو قتل نہ کیا جائے۔‘‘

۴۔ امام بیہقی حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب اسلامی لشکروں کو جہاد کی مہم پر روانہ کرتے تو انہیں بطورِ وصیت فرماتے:

ولا تغرقن نخلا، ولا تحرقنها، ولا تعقروا بهيمة، ولا شجرة تثمر، ولا تهدموا بيعة، ولا تقتلوا الولدان، ولا الشيوخ، ولا النساء، وستجدون أقواما حبسوا أنفسهم في الصوامع فدعوهم، وما حبسوا أنفسهم له.[2]

’’کھجور کے باغات کو تباہ و برباد کرنا نہ اُنہیں جلانا، نہ کسی چوپائے کو ذبح کرنا، نہ کسی پھل دار درخت کو کاٹنا، نہ کوئی گرجا گرانا، نہ بچوں کو قتل کرنا نہ بوڑھوں کو، نہ عورتوں کو۔ عنقریب تم ایسے لوگوں کو پاؤ گے جنہوں نے اپنے آپ کو عبادت گاہوں میں پابند کر رکھا ہوگا، پس تم انہیں اور جس چیز کے لئے انہوں نے اپنے آپ کو پابند کر رکھا ہے، چھوڑ دینا۔‘‘

۵۔ اسی طرح کی دوسری روایت حضرت صالح بن کیسان سے مروی ہے جسے امام بیہقی نے روایت کیا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شام کی طرف لشکر روانہ کرتے

(۱) ابن أبي شيبة، المصنف، ۶: ۴۸۳، رقم: ۳۳۱۲۷

(۲) بيهقي، السنن الكبرىٰ، ۹: ۸۵، رقم: ۱۷۹۰۴

ہوئے فرمایا:

إنكم ستجدون أقواما قد حبسوا أنفسهم فی هذه الصوامع، فاتركوهم وما حبسوا له أنفسهم، ولا تقتلوا كبيرا هرما، ولا امرأة، ولا وليدا، ولا تخربوا عمرانا، ولا تقطعوا شجرة إلا لنفع، ولا تعقرن بهيمة إلا لنفع، ولا تحرقن نخلا ولا تغرقنه، ولا تغدر، ولا تمثل، ولا تجبن، ولا تغلل. (۱)

''بے شک تم عنقریب ایسے لوگوں کو پاؤ گے جنہوں نے ان عبادت گاہوں میں اپنے آپ کو روک رکھا ہوگا، پس تم انہیں اور جس چیز کے لئے انہوں نے اپنے آپ کو روک رکھا ہے، کو چھوڑ دینا۔ اور شیخ فانی (ضعیف، عمر رسیدہ یا قریب المرگ شخص)، عورت اور بچے کو قتل نہ کرنا اور آبادی کو ویران نہ کرنا۔ بلا ضرورت درخت نہ کاٹنا اور نہ چوپائے کو ذبح کرنا اور کھجوروں کے باغات نہ جلانا اور نہ انہیں تباہ و برباد کرنا اور نہ غداری کرنا، نہ مُثلہ کرنا، نہ بزدلی کرنا اور نہ مالِ غنیمت کی تقسیم میں دھوکہ بازی کرنا۔''

اِن واضح اَحکامات میں جہاں غیر مسلموں کے مذہبی رہنماؤں کو قتل کرنے کی ممانعت ہیں، وہاں اُن لوگوں کے خود ساختہ مذہبی تصورات اور نام نہاد جہاد کی کیا تعریف کی جائے گی جو مسلمان علماء و مشائخ کا قتل، مخالف مسلک کی مساجد کو تباہ کرنے اور مزارات و خانقاہوں کو گرانا نہ صرف جائز سمجھتے ہیں بلکہ اس کا علی الاعلان اِرتکاب بھی کرتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود خود کو سنت کے پیروکار اور دوسروں کو بدعتی قرار دیتے ہیں۔

(۱) بیهقی، السنن الكبرىٰ، ۹: ۹۰، رقم: ۱۷۹۲۹

۵۔ غیر مسلم تاجروں اور کاشت کاروں کے قتل کی ممانعت

اسلام دورانِ جنگ اور فتوحات کے بعد غیر مسلم معاشرے کے تاجروں (businessmen & traders) اور کاشت کاروں (farmers) کے قتل کا بھی صریح مخالف ہے کیونکہ ان کے ساتھ انسانی آبادیوں کی معیشت وابستہ ہے۔ اس کی وضاحت درج ذیل احادیث سے ہوتی ہے۔

۱۔ امام ابن ابی شیبہ اور امام بیہقی حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

كَانُوْا لَا يَقْتُلُوْنَ تُجَّارَ الْمُشْرِكِيْنَ.(۱)

''مسلمان کبھی بھی مشرک تاجروں کو قتل نہیں کرتے تھے۔''

۲۔ امام ابن ابی شیبہ حضرت زید بن وہب سے بیان کرتے ہیں کہ اُن کے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خط آیا جس میں آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:

لَا تَغُلُّوْا وَلَا تَغْدِرُوْا، وَلَا تَقْتُلُوْا وَلِيْدًا، وَاتَّقُوا اللهَ فِي الْفَلَّاحِيْنَ.(۲)

''مالِ غنیمت کی تقسیم میں دھوکہ نہ کرو، نہ غداری کرو، نہ بچوں کو قتل کرو۔ اور کسانوں کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔''

امام بیہقی کی بیان کردہ روایت کے الفاظ یہ ہیں:

---

(۱) ۱۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۶:۴۸۴، رقم: ۳۳۱۲۹
۲۔ بيهقي، السنن الكبرىٰ، ۹:۹۱، رقم: ۱۷۹۳۹
۳۔ ابن آدم القرشي، الخراج، ۱:۵۲، رقم: ۱۳۳

(۲) ۱۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۶:۴۸۳، رقم: ۳۳۱۲۰
۲۔ ابن آدم القرشي، كتاب الخراج، ۱:۵۲، رقم: ۱۳۲

اتَّقُوا اللهَ فِي الْفَلَّاحِيْنَ، فَلَا تَقْتُلُوْهُمْ. (۱)

''کسانوں کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، سو انہیں قتل نہ کرو۔''

۳۔ علامہ ابن القیم نے آپ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ قول بھی نقل کیا ہے:

فإنّ أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لم یقتلوهم حین فتحوا البلاد، ولأنّهم لا یقاتلون، فاشبهوا الشیوخ والرهبان. (۲)

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ معمول تھا کہ وہ کسی علاقے کو فتح کر لینے کے بعد ان لوگوں (زراعت پیشہ افراد) کو قتل نہ کرتے کیونکہ وہ براہِ راست جنگ میں شریک نہ ہوتے تھے، پس وہ بوڑھوں اور مذہبی پیشواؤں کے حکم میں ہوتے تھے۔''

۴۔ امام اوزاعی نے بھی یہی فرمایا ہے:

لا یقتل الحرّاث إذا عُلِمَ أنّه لیس مِنَ المقاتلة. (۳)

''دورانِ جنگ زراعت پیشہ افراد کو قتل نہیں کیا جائے گا، اگر یہ معلوم ہو کہ وہ جنگ میں عملاً شریک نہیں۔''

۵۔ ابن قدامہ المقدسی نے بھی یہی قول اختیار کیا ہے:

فأمّا الفلّاح الذی لا یقاتل فینبغی ألّا یُقْتَلَ، لما رُوِيَ عن عمر بن الخطّاب رضی اللہ عنہ أنّه قال: اتّقوا الله في الفلّاحین، الذین لا ینصبون لکم في الحرب. (۴)

---

(۱) بیهقي، السنن الکبریٰ، ۹: ۹۱، رقم: ۱۷۹۳۸

(۲) ابن القیم، أحکام أهل الذمة، ۱: ۱۶۵

(۳) ابن القیم، أحکام أهل الذمة، ۱: ۱۶۵

(۴) ابن قدامة، المغني، ۹: ۲۵۱

''ان کسانوں اور مزارعوں کو قتل کرنا جائز نہیں جو جنگ میں عملاً شریک نہ ہوں، کیونکہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان کسانوں اور مزارعوں کی نسبت اللہ سے ڈرو جو دورانِ جنگ تمہارے خلاف لڑتے نہیں۔''

۶۔ غیر مسلم خدمت پیشہ افراد کے قتل کی ممانعت

اسلام کے دیے گئے قوانینِ جہاد میں دورانِ جنگ خدمت پر مامور افراد کے قتل کو بھی ممنوع قرار دیا گیا ہے۔

امام احمد بن حنبل، امام ابو داؤد، امام نسائی، امام ابن ماجہ اور امام حاکم نے حضرت رباح بن ربیع رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث بیان کی ہے، وہ فرماتے ہیں:

كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فِي غَزْوَةٍ، فَرَأَى النَّاسَ مُجْتَمِعِيْنَ عَلَى شَيءٍ، فَبَعَثَ رَجُلًا فَقَالَ: انْظُرْ عَلَى مَا اجْتَمَعَ هٰؤُلَاءِ؟ فَجَاءَ، فَقَالَ: عَلَى امْرَأَةٍ قَتِيْلٍ. فَقَالَ: مَا كَانَتْ هٰذِهِ لِتُقَاتِلَ. قَالَ: وَعَلَى الْمُقَدَّمَةِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ. فَبَعَثَ رَجُلًا فَقَالَ: قُلْ لِخَالِدٍ: لَا يَقْتُلَنَّ امْرَأَةً وَلَا عَسِيْفًا. وفي رواية: لَا تَقْتُلَنَّ ذُرِّيَّةً وَلَا عَسِيْفًا. (۱)

---

(۱) ۱۔ أبو داؤد، السنن، كتاب الجهاد، باب في قتل النساء، ۳:۵۳، رقم: ۲۶۶۹

۲۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الجهاد، باب الغارة والبيات وقتل النساء والصبيان، ۲:۹۴۸، رقم: ۲۸۴۲

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳:۴۸۸، رقم: ۱۶۰۳۵

۴۔ نسائي، السنن الكبرىٰ، ۵:۱۸۶۔۱۸۷، رقم: ۸۶۲۵، ۸۶۲۷

۵۔ حاكم، المستدرك، ۲:۱۳۳، رقم: ۲۵۶۵

''ایک غزوہ میں ہم حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھے کہ آپ ﷺ نے دیکھا کہ بہت سے لوگ کسی چیز کے پاس جمع ہیں۔ آپ ﷺ نے ایک آدمی کو یہ دیکھنے کے لئے بھیجا کہ لوگ کس چیز کے پاس جمع ہوئے ہیں۔ اُس نے آ کر بتایا: ایک مقتول عورت کے پاس۔ فرمایا: یہ عورت تو جنگ نہیں کرتی تھی۔ حضرت رباح رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اگلے دستے کے کمانڈر حضرت خالد بن ولید تھے۔ لہٰذا آپ ﷺ نے ایک آدمی کو بھیجا اور فرمایا: خالد سے کہنا: (مشرکین کی) عورتوں اور لوگوں کی خدمت کرنے والوں کو ہرگز قتل مت کرنا۔'' ایک روایت میں ہے: ''بچوں اور خدمت گاروں کو ہرگز قتل مت کرنا۔''

یہاں تک کہ مفتوحہ علاقے کے غیر مسلم افراد کے گھروں میں کام کاج کرنے والے غیر مسلم ملازمین کو بھی نہ قتل کیا جاسکتا ہے، نہ ہی ان پر کسی قسم کا ٹیکس عائد کیا جا سکتا ہے۔ ان لوگوں کے معاملہ میں یہی شرعی حکم ہے، اسی بات کو علامہ ابن القیم نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا ہے:

إنّ العبد محقون الدم فأشبه النساء والصبيان.(۱)

''گھروں میں کام کاج کرنے والے خدمت گار بھی عورتوں اور بچوں کی طرح محفوظ الدم ہیں۔''

اور اسی طرح ابن المنذر نے تمام اہلِ علم کا اجماع نقل کیا ہے کہ غیر مسلموں کے بوڑھوں، بیماروں، محتاجوں، عورتوں، بچوں اور بے روزگار افراد کی طرح ان کے زیردست ملازموں پر بھی کوئی ٹیکس عائد نہیں ہوگا۔(۲)

(۱) ابن القیم، احکام أهل الذّمة، ۱: ۱۷۲
(۲) ابن القیم، أحکام أهل الذّمة، ۱: ۱۷۲

۷۔ غیر محارب غیر مسلموں کے قتل کی ممانعت

اسلام انسانی خون کو کعبۃ اللہ کی حرمت سے زیادہ فضیلت کا سزاوار سمجھتا ہے، دورانِ جنگ بھی خونِ ناحق کی مذمت کی گئی ہے۔ دورانِ جنگ صرف انہی دشمنوں کو قتل کرنے کی اجازت ہے جو عملاً جنگ میں شریک ہوں جبکہ آبادی کا غیر محارب حصہ - جس میں بیمار، معذور، گوشہ نشین افراد، بچے، بوڑھے اور عورتیں شامل ہیں - قتال کی اجازت سے مستثنیٰ ہے۔ فتحِ مکہ کے موقع پر حضور نبی اکرم ﷺ نے جو ہدایات جاری فرمائیں ان میں مذکور ہے کہ جو مقابلہ نہ کرے، جان بچا کر بھاگ جائے، اپنا دروازہ بند کرلے یا زخمی ہو اس پر حملہ نہ کیا جائے۔

۱۔ امام مسلم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ فتحِ مکہ کے دن حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ دَخَلَ دَارَ أَبِي سُفْيَانَ فَهُوَ آمِنٌ، وَمَنْ أَلْقَى السِّلَاحَ فَهُوَ آمِنٌ، وَمَنْ أَغْلَقَ بَابَهُ فَهُوَ آمِنٌ.(۱)

’’جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا اُسے امان ہے، جو شخص ہتھیار پھینک دے اُسے امان ہے اور جو شخص اپنے گھر کے دروازے بند کر لے اُسے بھی امان ہے۔‘‘

ان تمام اقدامات سے امن کا عزم اور پیغام ظاہر ہوتا ہے۔

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الجهاد والسير، باب فتح مكة، ۳: ۱۴۰۷، رقم: ۱۷۸۰

۲۔ أبو داود، السنن، كتاب الخراج والإمارة والفيء، باب ما جاء في خبر مكة، ۳: ۱۶۲، رقم: ۳۰۲۱

۳۔ بزار، المسند، ۴: ۱۲۲، رقم: ۱۲۹۲

۲۔ مصنف عبد الرزاق میں روایت ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

لَا يُذَفَّفُ عَلَى جَرِيحٍ، وَلَا يُقْتَلُ أَسِيرٌ، وَلَا يُتْبَعُ مُدْبِرٌ. (۱)

’’زخمی کو فوراً قتل نہ کیا جائے، نہ قیدی کو قتل کیا جائے اور نہ بھاگنے والے کا تعاقب کیا جائے۔‘‘

۳۔ مصنف عبد الرزاق کی ایک اور روایت میں حضرت جویبر بیان کرتے ہیں کہ انہیں بنو اسد کی ایک عورت نے بتایا کہ اُس نے حضرت عمار کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جنگِ جمل سے فارغ ہونے کے بعد یہ اعلان کرتے ہوئے سنا:

ولا تذففوا على جريح، ولا تدخلوا دارا من ألق السلاح فهو آمن، ومن أغلق بابه فهو آمن. (۲)

’’زخمی کو فوراً قتل نہ کرنا اور کسی گھر میں داخل نہ ہونا، جس نے اپنا اسلحہ پھینک دیا اُسے امان ہے اور جس نے اپنا دروازہ بند کر لیا وہ بھی مامون ہے۔‘‘

۸۔ غیر مسلموں کے خلاف شب خون مارنے کی ممانعت

اسلامی قوانینِ جنگ میں ایک ضابطہ اخلاق یہ بھی ہے کہ رات کے وقت دشمن پر حملہ نہیں کیا جائے گا بلکہ صبح ہونے کا انتظار کیا جائے گا تاکہ غیر حربی (non combatant) لوگ - عورتیں، بوڑھے، مریض اور بچے - اچانک پریشان نہ ہوں اور انہیں کوئی گزند نہ پہنچے۔

(۱) عبد الرزاق، المصنف، ۱۰: ۱۲۳، رقم: ۱۸۵۹۰
(۲) عبد الرزاق، المصنف، ۱۰: ۱۲۴، رقم: ۱۸۵۹۱

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَتَى خَيْبَرَ لَيْلًا، وَكَانَ إِذَا أَتَى قَوْمًا بِلَيْلٍ لَمْ يُغِرْ بِهِمْ حَتَّى يُصْبِحَ. (۱)

''رسول اللہ ﷺ رات کے وقت خیبر کے مقام پر پہنچے۔ چنانچہ آپ ﷺ کا معمول تھا کہ جب کسی جگہ رات کو پہنچتے تو صبح ہونے تک ان لوگوں پر حملہ نہیں کیا کرتے تھے۔''

اس نبوی ضابطۂ جنگ کو سامنے رکھ کر دہشت گردوں کی ان کارروائیوں کا تصور کریں جو اچانک ہنستی بستی آبادیوں کو کھنڈرات میں بدل دیتے ہیں اور بیٹھے بٹھائے سیکڑوں لوگ موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں۔

۹۔ غیر مسلموں کو آگ میں جلانے کی ممانعت

عہد جاہلیت میں لڑائی کے دوران اس قدر وحشیانہ افعال سرزد ہوتے تھے کہ شدتِ انتقام میں دشمن کو زندہ جلا دیا جاتا تھا۔ چنانچہ حضور نبی اکرم ﷺ نے جنگی قوانین میں بے شمار اصلاحات کے ساتھ ساتھ آگ میں جلانے جیسی وحشیانہ حرکت سے بھی منع فرما دیا۔

حضرت عبد الرحمٰن بن عبد اللہ نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ ایک سفر میں

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب المغازي، باب غزوة خيبر، ۴:۱۵۳۸، رقم: ۳۹۶۱

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الجهاد والسير، باب غزوة خيبر، ۳:۱۴۲۷، رقم: ۱۳۶۵

۳۔ ترمذي، السنن، كتاب السير، باب البيات والغارات، ۴:۱۲۱، رقم: ۱۵۵۰

وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ ﷺ قضاے حاجت کے لئے تشریف لے گئے تو انہوں نے ایک چڑیا دیکھی جس کے ساتھ دو بچے تھے۔ انہوں نے اس کے بچے پکڑ لیے تو چڑیا اضطراب اور پریشانی میں پَر بچھانے لگی۔ جب حضور نبی اکرم ﷺ واپس تشریف لائے آئے تو فرمایا:

مَنْ فَجَعَ هَذِهِ بِوَلَدِهَا؟ رُدُّوا وَلَدَهَا إِلَيْهَا. (۱)

''اسے اس کے بچوں کی وجہ سے کس نے تڑپایا ہے؟ اس کے بچے اسے لوٹا دو۔''

پھر آپ ﷺ نے چیونٹیوں کا ایک بل دیکھا جسے جلایا گیا تھا۔ تو آپ ﷺ نے اِس کی ممانعت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

إِنَّهُ لَا يَنبَغِي أَنْ يُعَذِّبَ بِالنَّارِ إِلَّا رَبُّ النَّارِ. (۲)

''آگ کے ساتھ عذاب دینا آگ کے رب کے علاوہ کسی کے لئے جائز نہیں ہے۔''

اسلام نے جہاں چیونٹی جیسی مخلوق کو آگ میں جلانے سے منع کیا ہے تو وہاں انسانوں کو جلانے کی اجازت کس طرح دی جاسکتی ہے؟ اسی طرح حضور نبی اکرم ﷺ نے جہادی مہمات پر روانہ کرتے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تاکید فرمائی کہ دشمن کو آگ میں جلا کر ہلاک نہ کرنا۔(۳) مگر حالیہ بم دھماکوں اور خودکش حملوں میں عوامی مقامات، مساجد اور دفاتر

---

(۱) أبو داود، السنن، كتاب الجهاد، باب كراهية حرق العدو بالنار، ۳: ۵۵، رقم: ۲٦٧۵

(۲) أبو داود، السنن، كتاب الجهاد، باب كراهية حرق العدو بالنار، ۳: ۵۵، رقم: ۲٦٧۵

(۳) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الجهاد و السير، باب لا يعذب بعذاب الله، ۳: ۱۰۹۸، رقم: ۲۸۵۳

←

میں لوگ آگ میں جل کر راکھ ہوتے ہیں؛ بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کے جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ہوا میں منتشر ہو جاتے ہیں لیکن تعجب تو یہ ہے کہ اس قدر بہیمانہ قتل کے بعد کوئی نام نہاد مسلمانوں کا گروہ اس کی ذمہ داری قبول کر لیتا ہے۔ جس سے دنیا میں یہ پیغام جاتا ہے کہ مسلمانوں کا تصورِ جہاد (نعوذ باللہ) اس قدر ظالمانہ اور بہیمانہ ہے جبکہ حقیقت اس سے قطعاً مختلف ہے۔

۱۰۔ دشمنوں کے گھروں میں گھسنے اور لوٹ مار کرنے کی ممانعت

مسلم فوج کو بلااجازت دشمنوں کے گھروں میں داخل ہونے کی بھی اجازت نہیں دی گئی۔ حالتِ جنگ میں بھی اسلام نے چادر اور چار دیواری کے تحفظ پر زور دیا، عورتوں اور بچوں کو مارنے پیٹنے کی بھی اجازت نہیں اور بلا قیمت کوئی چیز لے کر کھانا بھی ممنوع ہے۔

۱۔ سنن ابی داؤد میں مروی ہے کہ حضرت عرباض بن ساریہ سلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خیبر کے مقام پر اترے اور کتنے ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے۔ خیبر کا سردار ایک مغرور اور سرکش آدمی تھا۔ اس نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوکر کہا: کیا آپ کے لیے مناسب ہے کہ آپ ہمارے گدھوں کو ذبح کریں، ہمارے پھلوں کو کھائیں اور ہماری عورتوں کو پیٹیں؟ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناراض ہوئے اور فرمایا: اے ابن عوف! اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر یہ منادی کردو کہ جنت حلال نہیں ہے مگر ایمان والے کے لیے اور نماز کے لیے جمع ہوجاؤ۔ راوی کا بیان ہے کہ لوگ جمع ہوگئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں نماز پڑھائی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے

.... ۲۔ ترمذی، السنن، کتاب السیر، باب: (۲۰)، ۴: ۱۳۷، رقم: ۱۵۷۱

۳۔ أبو داود، السنن، کتاب الجهاد، باب کراهية حرق العدو بالنار، ۳: ۵۴، رقم: ۲۶۷۴

ہوئے اور فرمایا:

أَيَحْسَبُ أَحَدُكُمْ مُتَّكِئًا عَلَى أَرِيكَتِهِ قَدْ يَظُنُّ أَنَّ اللهَ لَمْ يُحَرِّمْ شَيْئًا إِلَّا مَا فِي هَذَا الْقُرْآنِ؟ أَلَا وَإِنِّي وَاللهِ قَدْ وَعَظْتُ وَأَمَرْتُ وَنَهَيْتُ عَنْ أَشْيَاءَ إِنَّهَا لَمِثْلُ الْقُرْآنِ أَوْ أَكْثَرُ. وَإِنَّ اللهَ ﷻ لَمْ يُحِلَّ لَكُمْ أَنْ تَدْخُلُوا بُيُوتَ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا بِإِذْنٍ، وَلَا ضَرْبَ نِسَائِهِمْ، وَلَا أَكْلَ ثِمَارِهِمْ.(۱)

''کیا تم میں سے کوئی اپنی مسند پر ٹیک لگا کر یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز حرام قرار نہیں دی مگر وہی جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ آگاہ ہوجاؤ، خدا کی قسم، میں نے نصیحت کرتے ہوئے، حکم دیتے ہوئے اور بعض چیزوں سے منع کرتے ہوئے جو کچھ بھی کہا ہے وہ قرآن کی طرح ہے بلکہ ان کی تعداد قرآنی امور سے زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے یہ جائز نہیں رکھا ہے کہ اہلِ کتاب کی اجازت کے بغیر ان کے گھروں میں داخل ہو، نیز ان کی عورتوں کو پیٹنا اور ان کے پھلوں کو کھانا بھی حلال نہیں ہے۔''

۲۔ اسلام سے قبل دورِ کفر و جاہلیت میں محض مال و دولت کے حصول کے لئے بھی عرب جنگجو لڑائی چھیڑ دیا کرتے تھے۔ تجارتی قافلوں کو لوٹنا بعض قبائل کا معمول بن چکا تھا لیکن اسلام نے اس زیادتی کو سختی سے ختم کر دیا۔ ایک غزوہ میں چند لوگوں نے مسافروں کو لوٹنا چاہا تو حضور نبی اکرم ﷺ نے انہیں سختی سے منع کر دیا۔

(۱) ۱۔ أبو داود، السنن، کتاب الخراج والإمارة والفيء، باب في تعشير أهل الذمة إذا اختلفوا بالتجارات، ۳: ۱۷۰، رقم: ۳۰۵۰
۲۔ بيهقي، السنن الکبری، ۹: ۲۰۴، رقم: ۱۸۵۰۸
۳۔ ابن عبد البر، التمهيد، ۱: ۱۴۹

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک غزوہ میں حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ شرکت کی سعادت نصیب ہوئی۔ بعض لوگوں نے دوسروں کے راستے کو تنگ کیا اور راہ چلتے مسافروں کو لوٹنا شروع کر دیا۔ آقاے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک صحابی کو بھیج کر اعلان کروایا:

أَنَّ مَنْ ضَيَّقَ مَنْزِلًا أَوْ قَطَعَ طَرِيقًا فَلَا جِهَادَ لَهُ.(۱)

''جو شخص دوسروں کو گھروں میں گھس کر تنگ کرے یا راستوں میں لوٹ مار کرے اس کا یہ (دہشت گردانہ) عمل جہاد نہیں کہلائے گا۔''

گویا اللہ کی راہ میں لڑنے والے اگر لوٹ مار کرنے اور گھروں میں گھس کر لوگوں کو ہراساں کرنے لگیں، عوام الناس کے لئے ان کا عمل باعثِ آزار بننے لگے تو راہِ حق میں جانیں قربان کرنے کا عظیم جذبہ بھی بارگاہِ خداوندی میں مسترد کر دیا جائے گا اور یہ عمل جہاد نہیں بلکہ فعلِ حرام قرار پائے گا۔

۱۱۔ دشمن کے مویشیوں، فصلوں اور اَملاک کو نقصان پہنچانے کی ممانعت

اسلام نہ خونِ ناحق کی اجازت دیتا ہے اور نہ دشمن کی سرزمین پر کھلی تباہی و بربادی کا خواہاں ہے۔ اسلام امن اور اصلاح کا داعی ہے اس لئے حالتِ جنگ میں بھی اس بات کا خیال رکھا جاتا ہے کہ نہ کھیتیاں برباد ہوں، نہ پھل دار درخت کاٹے جائیں اور نہ املاک کو نذرِ آتش کیا جائے۔

۱۔ اس حوالے سے امام ترمذی نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے:

(۱) أبو داود، السنن، کتاب الجهاد، بَابُ مَا يُؤْمَرُ مِنِ انْضِمَامِ الْعَسْكَرِ وَسَعَتِهِ، ۳: ۴۱، رقم: ۲۶۲۹

وَنَهَى أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ أَنْ يَقْطَعَ شَجَرًا مُثْمِرًا أَوْ يُخَرِّبَ عَامِرًا، وَعَمِلَ بِذَلِكَ الْمُسْلِمُونَ بَعْدَهُ.(۱)

’’حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے (دورانِ جنگ) پھل دار درخت کاٹنے یا عمارت کو تباہ کرنے سے منع فرمایا اور آپ کے بعد بھی مسلمان اسی پر عمل پیرا رہے۔‘‘

۲۔ اسی مضمون کی احادیث موطا امام مالک، مصنف عبد الرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ اور سنن بیہقی میں آئی ہیں جن میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے صراحتاً درخت کاٹنے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت یحییٰ بن سعید بیان کرتے ہیں کہ انہیں بتایا گیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ شام کی طرف کچھ لشکر روانہ کرتے ہوئے یزید بن ابی سفیان کی طرف آئے اور اُسے فرمایا:

إِنِّي أُوصِيكَ بِعَشْرٍ: لَا تَقْتُلَنَّ صَبِيًّا وَلَا امْرَأَةً، وَلَا كَبِيرًا هَرِمًا، وَلَا تَقْطَعَنَّ شَجَرًا مُثْمِرًا، وَلَا تَخْرَبَنَّ عَامِرًا، وَلَا تَعْقَرَنَّ شَاةً، وَلَا بَعِيرًا إِلَّا لِمَأْكَلَةٍ، وَلَا تُغْرِقَنَّ نَخْلًا، وَلَا تَحْرِقَنَّهُ، وَلَا تَغْلُلْ وَلَا تَجْبُنْ.(۲)

---

(۱) ترمذی، السنن، کتاب السیر، بَابُ فِي التَّحْرِيقِ وَالتَّخْرِيبِ، ۴: ۱۲۲، رقم: ۱۵۵۲

(۲) ۱۔ مالك، الموطأ، كتاب الجهاد، باب النهي عن قتل النساء والولدان في الغزو، ۲: ۴۴۷، رقم: ۹۶۵

۲۔ عبد الرزاق، المصنف، ۵: ۱۹۹، رقم: ۹۳۷۵

۳۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۶: ۴۸۳، رقم: ۳۳۱۲۱

۴۔ بيهقي، السنن الكبرىٰ، ۹: ۸۹، ۹۰، رقم: ۱۷۹۲۷، ۱۷۹۲۹

۵۔ مروزی، مسند أبي بكر: ۶۹۔۷۲، رقم: ۲۱

’’میں تمہیں دس چیزوں کی وصیت کرتا ہوں: کسی بچے، عورت، بوڑھے اور بیمار کو ہرگز قتل نہ کرنا، اور نہ ہی کوئی پھل دار درخت کاٹنا، اور نہ ہی کسی آباد گھر کو ویران کرنا، اور نہ ہی کسی بھیڑ اور اونٹ کی کونچیں کاٹنا مگر کھانے کے لئے (جتنی ضرورت ہو شرعی طریقے کے مطابق ذبح کر لینا)، اور کھجوروں کے پودوں کو مت کاٹنا نہ انہیں جلانا، اور مالِ غنیمت کو تقسیم کرنے میں دھوکہ نہ کرنا اور نہ ہی بزدل ہونا۔‘‘

۳۔ امام ابن ابی شیبہ حضرت مجاہد سے مروی روایت بیان کرتے ہیں:

لَا يُقْتَلُ فِي الْحَرْبِ الصَّبِيُّ، وَلَا امْرَأَةٌ وَلَا الشَّيْخُ الْفَانِي، وَلَا يُحْرَقُ الطَّعَامُ، وَلَا النَّخلُ وَلَا تُخْرَبُ الْبُيُوْتُ وَلَا يُقْطَعُ الشَّجَرُ الْمُثْمِرُ. (۱)

’’جنگ میں کسی بچے، عورت یا شیخِ فانی کو قتل نہ کیا جائے اور نہ ہی کھانے اور کھجور کے درختوں کو جلایا جائے، اور نہ ہی گھروں کو ویران کیا جائے اور نہ ہی پھل دار درختوں کو کاٹا جائے۔‘‘

۴۔ اسی طرح کی ایک اور روایت میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لشکر کو شام کی طرف روانہ کیا تو اس کے ساتھ تقریباً دو میل چلے اور اہلِ لشکر کو مخاطب کر کے فرمایا:

أوصيكم بتقوى الله، لا تعصوا ولا تغلوا، ولا تجبنوا، ولا تغرقوا نخلا، ولا تحرقوا زرعا، ولا تحبسوا بهيمة، ولا تقطعوا شجرة مثمرة، ولا تقتلوا شيخا كبيرا، ولا صبيا صغيرا. (۲)

---

(۱) ابن أبي شيبة، المصنف، ٦: ٤٨٣، رقم: ٣٣١٢٢

(۲) مروزی، مسند أبي بكر: ٦٩-٧٢، رقم: ٢١

’’میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں، (اور یہ کہ) نافرمانی نہ کرنا، بزدلی نہ کرنا، کھجور کے پودوں کو تباہ نہ کرنا، کھیتیاں نہ جلانا، چوپایوں کو قید کر کے نہ رکھنا، کسی پھل دار درخت کو نہ کاٹنا اور کسی شیخِ فانی کو قتل کرنا نہ کسی چھوٹے بچے کو۔‘‘

۵۔ عاصم بن کلیب نے اپنے والد ماجد سے روایت کیا ہے کہ ایک انصاری نے بیان کیا: ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے تو لوگوں کو کھانے پینے کی بڑی ضرورت پیش آئی اور دقت کا سامنا کرنا پڑا۔ پس انہیں بکریاں ملیں تو انہیں لوٹ کر ذبح کر لیا۔ کھانے کی ہانڈیوں میں ابال آ رہا تھا کہ کمان سے ٹیک لگائے ہوئے رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے اور اپنی کمان سے ہماری ہانڈیوں کو الٹنا شروع کر دیا اور گوشت کو مٹی میں ملانا شروع کر دیا۔ پھر فرمایا:

إِنَّ النُّهْبَةَ لَيْسَتْ بِأَحَلَّ مِنَ الْمَيْتَةِ. (۱)

’’لوٹ مار (کا کھانا) مردار جانوروں کے گوشت سے زیادہ حلال نہیں ہے۔‘‘

کس قدر احتیاط، اصول پسندی اور اعلی سیرت و کردار کا مظاہرہ ہو رہا تھا۔ محاذِ جنگ تھا یا طویل سفر کے دوران بھوک کی شدت کی حالت، دنیا کا کوئی بھی عسکری قائد، مذہبی رہنما یا روحانی مربی اتنے صاف ستھرے، مضبوط اور پاکیزہ کردار کا یہ نمونہ پیش نہیں کرسکتا۔ اسی تربیت کا اثر تھا کہ بھوک سے نڈھال صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے گوشت سے اُبلتی ہوئی ہانڈیاں مٹی پر الٹا دی گئیں اور پیکرانِ صبر و رضا نے خاموشی کے ساتھ حضور نبی اکرم ﷺ کے فیصلے کے سامنے سرِ تسلیم خم کئے رکھا۔

اس موقع پر آپ ﷺ نے جو کلمات ارشاد فرمائے وہ انسانیت کے لئے ایک

---

(۱) ۱۔ أبو داود، السنن، كتاب الجهاد، بَابُ فِي النَّهْيِ عَنِ النُّهْبَى إِذَا كَانَ فِي الطَّعَامِ قِلَّةٌ فِي أَرْضِ الْعَدُو، ۳: ۶۶، رقم: ۲۷۰۵

۲۔ بيهقي، السنن الكبرىٰ، ۹: ۶۱، رقم: ۱۷۷۸۹

انمول تحفہ تھے۔ لوٹ مار کے رزق کو مردار جانور سے زیادہ ناپاک قرار دینا ان لوگوں کے لئے ایک لمحہ فکریہ ہے جو آئے روز لوٹ مار اور بنک ڈکیتیاں کر کے دہشت گردی کی کارروائیوں کے لئے رقم جمع کرتے ہیں۔

خلاصہ بحث

درج بالا تصریحات سے یہ بات خوب واضح ہوتی ہے کہ جب اسلام پر جنگ مسلط کر دی جائے یا مسلمانوں کو جارحیت کا نشانہ بنایا جائے اور جواب میں اسلامی ریاست کی فوج باقاعدہ جہاد میں مصروف ہو تو ایسے حالات میں بھی عورتوں، بچوں اور خدمت گزاروں کو قتل نہیں کیا جا سکتا۔ یہی نہیں بلکہ دوران جنگ فصلوں کو تباہ کرنے، عمارتوں کو مسمار کرنے، عبادت گاہوں کو نقصان پہنچانے اور لوٹ مار سے بھی منع کیا گیا ہے۔ جو اسلام دوران جہاد بھی ان امور کی اجازت نہیں دیتا اس کے نزدیک ایسے مسلمانوں یا غیر مسلموں کو جو براہ راست جارحیت میں ملوث نہ ہوں، پُر امن طریقے سے اپنے گھروں اور شہروں میں مقیم ہوں، کاروبار میں مصروف ہوں، سفر کر رہے ہوں یا مساجد میں مصروفِ عبادت ہوں - دہشت گردی کے ذریعے قتل کرنے کی کیسے اجازت دی جا سکتی ہے؟ لہٰذا یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ایسی کارروائیاں اِسلامی تعلیمات کے سراسر منافی اور قرآن و حدیث سے صریح اِنحراف ہیں۔

باب پنجم

غیر مسلموں کے جان و مال اور عبادت گاہوں کا تحفظ

فصل اوّل

عہدِ رسالت مآب ﷺ اور عہدِ خلفاے راشدین میں غیر مسلم شہریوں کا تحفظ

ذیل میں ہم جائزہ لیں گے کہ حضور نبی اکرم ﷺ اور خلفاے راشدین کے ادوار میں غیر مسلم شہریوں کے جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کا انتظام کیسا تھا۔

۱۔ عہدِ رسالت مآب ﷺ میں غیر مسلم شہریوں کا تحفظ

غیر مسلموں کے حقوق کا تحفظ جس انداز میں عہد رسالت مآب ﷺ میں کیا گیا اس کی نظیر پوری انسانی تاریخ میں نہیں ملتی۔ حضور ﷺ نے اپنے مواثیق، معاہدات اور فرامین کے ذریعے اس تحفظ کو آئینی اور قانونی حیثیت عطا فرما دی تھی۔ عہدِ نبوی میں اہلِ نجران سے ہونے والا معاہدہ مذہبی تحفظ اور آزادی کے ساتھ ساتھ جملہ حقوق کی حفاظت کے تصور کی عملی وضاحت کرتا ہے۔ اِسے امام ابو عبید قاسم بن سلام، امام حمید بن زنجویہ، ابن سعد اور بلاذری سب نے روایت کیا ہے۔ اِس میں حضور نبی اکرم ﷺ نے یہ تحریری فرمان جاری فرمایا تھا:

وَلِنَجْرَانَ وَحَاشِيَتِهَا ذِمَّةُ اللهِ وَذِمَّةُ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ رَسُوْلِ اللهِ، عَلَى دِمَائِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ وَمِلَّتِهِمْ وَأَرْضِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ وَمِلَّتِهِمْ وَرهبانيتهم وأساقِفَتِهِمْ وَغَائِبِهِمْ وَشَاهِدِهِمْ وَغَيْرِهِمْ وَبَعْثِهِمْ وَأَمْثِلَتِهِمْ، لَا يُغَيَّرُ مَا كَانُوْا عَلَيْهِ، وَلَا يُغَيَّرُ حَقٌّ مِنْ حُقُوْقِهِمْ وَأَمْثِلَتِهِمْ، لَا يُفْتَنُ أُسْقُفٌ مِنْ أُسْقُفِيَّتِهِ، وَلَا رَاهِبٌ مِنْ رَهْبَانِيَّتِهِ، وَلَا واقف مِنْ وقافيته، عَلَى مَا تَحْتَ أَيْدِيْهِمْ مِنْ قَلِيْلٍ أَوْ كَثِيْرٍ، وَلَيْسَ عَلَيْهِمْ رَهَقٌ. (۱)

(۱) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبری، ۱: ۲۸۸، ۳۵۸

''اللہ اور اُس کے رسول محمد ﷺ، اہلِ نجران اور ان کے حلیفوں کے لیے اُن کے خون، ان کی جانوں، ان کے مذہب، ان کی زمینوں، ان کے اموال، ان کے راہبوں اور پادریوں، ان کے موجود اور غیر موجود افراد، ان کے مویشیوں اور قافلوں اور اُن کے استھان (مذہبی ٹھکانے) وغیرہ کے ضامن اور ذمہ دار ہیں۔ جس دین پر وہ ہیں اس سے ان کو نہ پھیرا جائے گا۔ ان کے حقوق اور اُن کی عبادت گاہوں کے حقوق میں کوئی تبدیلی نہ کی جائے گی۔ نہ کسی پادری کو، نہ کسی راہب کو، نہ کسی سردار کو اور نہ کسی عبادت گاہ کے خادم کو۔ خواہ اس کا عہدہ معمولی ہو یا بڑا ۔ اس سے نہیں ہٹایا جائے گا، اور ان کو کوئی خوف و خطر نہ ہوگا۔''

امام حمید بن زنجویہ نے بیان کیا ہے کہ حضور ﷺ کے وصال مبارک کے بعد بھی عہد صدیقی میں یہی معاہدہ نافذ العمل رہا، پھر عہد فاروقی اور عہد عثمانی میں حالات کی تبدیلی کے پیش نظر کچھ ترامیم کی گئیں مگر غیر مسلموں کے مذکورہ بالا حقوق کی حفاظت و ذمہ داری کا وہی عمل کامل روح کے ساتھ برقرار رہا۔

اِسی طرح حضور نبی اکرم ﷺ نے فتح خیبر کے موقع پر بھی یہود کے اموال و املاک کے بارے میں اعلان فرمایا، جسے امام احمد، امام ابو داؤد، امام طبرانی اور دیگر ائمہ حدیث و سِیَر نے روایت کیا ہے:

عَنْ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ ﷺ، قَالَ: غَزَوْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ غَزْوَةَ خَيْبَرَ، فَأَسْرَعَ النَّاسُ فِي حَظَائِرِ يَهُودَ، فَأَمَرَنِي أَنْ أُنَادِيَ الصَّلَاةَ.

.... ٢۔ أبو يوسف، كتاب الخراج: ٧٨

٣۔ أبو عبيد قاسم، كتاب الاموال: ٢٤٤، ٢٤٥، رقم: ٥٠٣

٤۔ ابن زنجويه، كتاب الاموال: ٤٤٩، ٤٥٠، رقم: ٧٣٢

٥۔ بلاذری، فتوح البلدان: ٩٠

...... ثُمَّ قَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّكُمْ قَدْ أَسْرَعْتُمْ فِي حَظَائِرِ يَهُودَ. أَلَا! لَا تَحِلُّ أَمْوَالُ الْمُعَاهَدِينَ إِلَّا بِحَقِّهَا.(۱)

''حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ غزوۂ خیبر میں موجود تھے۔ لوگ (مجاہدین) جلدی میں یہود کے بندھے ہوئے جانور بھی لے گئے۔ آپ ﷺ نے مجھے نماز کے لیے اذان دینے کا حکم فرمایا۔ ......نماز کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! تم جلدی میں یہود کے بندھے ہوئے جانور بھی لے گئے ہو۔ خبردار! سوائے حق کے غیر مسلم شہریوں کے اموال سے لینا حلال نہیں ہے۔''

یہی روایت ان الفاظ کے ساتھ بھی آئی ہے:

أَلَا! وَإِنِّي أُحَرِّمُ عَلَيْكُمْ أَمْوَالَ الْمُعَاهِدِيْنَ بِغَيْرِ حَقِّهَا.(۲)

''خبردار! میں تم پر غیر مسلم اقلیتوں کے اَموال پر ناحق قبضہ کرنا حرام کرتا ہوں۔''

امام دارقطنی نے ان الفاظ سے اس روایت کو بیان کیا ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

حَرَّمَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَوْمَ خَيْبَرَ أَمْوَالَ الْمُعَاهَدِينَ.(۳)

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۸۹، رقم: ۱۶۸۶۲
۲۔ أبو داود، السنن، كتاب الأطعمة، باب النهى عن أكل السباع، ۳: ۳۵۶، رقم: ۳۸۰۶
۳۔ ابن زنجويه، كتاب الأموال: ۳۷۹، رقم: ۶۱۸

(۲) ۱۔ طبراني، المعجم الكبير، ۴: ۱۱۱، رقم: ۳۸۲۸
۲۔ ابن زنجويه، كتاب الاموال: ۳۸۰، رقم: ۶۱۹

(۳) دارقطني، السنن، ۴: ۲۸۷، رقم: ۶۳

''حضور نبی اکرم ﷺ نے غزوہ خیبر کے موقع پر غیر مسلم شہریوں کے اموال پر قبضہ کرنا حرام قرار دے دیا۔''

دورِ نبوی ﷺ میں ان معاہدات، دستاویزات اور اعلانات سے اقلیتوں کے حقوق کا درج ذیل خاکہ سامنے آتا ہے:

۱۔ اسلامی حکومت کے تحت رہنے والی غیر مسلم رعایا کو مساوی قانونی حقوق حاصل ہوتے ہیں۔

۲۔ ان کے مذہب سے کسی قسم کا تعرض نہیں کیا جا سکتا۔

۳۔ ان کے اموال، جان اور عزت و آبرو کی حفاظت مسلمانوں ہی کی طرح اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہوتی ہے۔

۴۔ اسلامی حکومت انہیں انتظامی اُمور کے عہدے - جس قدر وہ اہلیت و استحقاق رکھیں - تفویض کر سکتی ہے۔

۵۔ اپنے مذہبی نمائندے اور عہدے دار وہ خود متعین کرنے کے مجاز ہوتے ہیں، ان کی عبادت گاہیں قابلِ احترام ہیں اور انہیں مکمل تحفظ حاصل ہے۔

۲۔ عہدِ صدیقی میں غیر مسلموں کے تحفظ کی قانونی حیثیت

غیر مسلم شہریوں کے جان و مال کی حفاظت کا یہ اہتمام صرف پیغمبرِ اسلام ﷺ کی زندگی تک ہی محدود نہیں رہا بلکہ حضور نبی اکرم ﷺ کی حیات ظاہری کے بعد خلفاے راشدین کے دور میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ اس کی تفصیل کچھ یوں ہے:

۱۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں غیر مسلم شہریوں کو مسلمانوں ہی کی طرح حقوق اور تحفظ حاصل تھا۔ آپ کے دور میں جب اسلامی لشکر روانہ ہوتا تو آپ سپہ سالار کو حسب ذیل احکام اور ہدایات ارشاد فرماتے:

وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْأَرْضِ وَلَا تَعْصَوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ...... وَلَا تُغْرِقُنَّ نَخْلًا وَلَا تُحْرِقُنَّهَا، وَلَا تَعْقِرُوْا بَهِيْمَةً وَلَا شَجَرَةً تُثْمِرُ، وَلَا تَهْدِمُوْا بِيْعَةً، وَلَا تَقْتُلُوا الْوِلْدَانَ وَلَا الشُّيُوْخَ وَلَا النِّسَاءَ. وَسَتَجِدُوْنَ أَقْوَامًا حَبَسُوْا أَنْفُسَهُمْ فِي الصَّوَامِعِ، فَدَعُوْهُمْ، وَمَا حَبَسُوْا أَنْفُسَهُمْ لَهُ.(۱)

''خبردار! زمین میں فساد نہ مچانا اور احکامات کی خلاف ورزی نہ کرنا۔ ...... کھجور کے درخت نہ کاٹنا اور نہ انہیں جلانا، چوپایوں کو ہلاک نہ کرنا اور نہ پھلدار درختوں کو کاٹنا، کسی عبادت گاہ کو مت گرانا اور نہ ہی بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کو قتل کرنا۔ تمہیں بہت سے ایسے لوگ ملیں گے جنہوں نے گرجا گھروں میں اپنے آپ کو محبوس کر رکھا ہے اور دنیا سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے، انہیں ان کے حال پر چھوڑ دینا۔''

۲۔ علامہ حسام الدین ہندی نے ''کنز العمال'' میں مذکورہ روایت کو نقل کرتے ہوئے ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے:

وَلَا مَرِيْضًا وَلَا رَاهِبًا.(۲)

''اور نہ کسی مریض کو اور نہ ہی کسی پادری کو قتل کرنا۔''

۳۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو شام بھیجتے ہوئے جو

---

(۱) ۱۔ بیهقي، السنن الکبریٰ، ۹: ۸۵
۲۔ مالك، الموطا، ۲: ۴۴۸، رقم: ۹۶۶
۳۔ عبد الرزاق، المصنف، ۵: ۱۹۹
۴۔ هندی، کنز العمال، ۱: ۲۹۶
۵۔ ابن قدامه، المغنی، ۸: ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۷۷

(۲) هندی، کنز العمال، ۴: ۴۷۴، رقم: ۱۱۴۰۹

احکامات صادر فرمائے، ان میں آپ نے یہ بھی حکم فرمایا تھا:

وَلَا تَهْدِمُوْا بِيْعَةً ...... وَلَا تَقْتُلُوْا شَيْخًا كَبِيْرًا، وَلَا صَبِيًّا وَلَا صَغِيْرًا وَلَا امْرَأَةً. (۱)

''اور عیسائیوں کی عبادت گاہوں کو منہدم نہ کرنا ...... اور نہ بوڑھوں کو قتل کرنا، نہ بچوں کو، نہ چھوٹوں کو اور نہ ہی عورتوں کو (قتل کرنا)۔''

۴۔ حضرت ثابت بن الحجاج الکلابی بیان کرتے ہیں کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

أَلَا! لَا يُقْتَلُ الرَّاهِبُ فِي الصومعة. (۲)

''خبر دار! کسی گرجا گھر کے پادری کو قتل نہ کیا جائے۔''

۵۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جب خلیفۂ اوّل سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حکم پر دمشق اور شام کی سرحدوں سے عراق اور ایران کی طرف لوٹے تو راستے میں باشندگانِ عانات کے ساتھ یہ معاہدہ کیا کہ:

(۱) ان کے گرجے اور خانقاہیں منہدم نہیں کی جائیں گی۔

(۲) وہ ہماری نماز پنجگانہ کے سوا ہر وقت اپنا ناقوس بجا سکتے ہیں، ان پر کوئی پابندی نہیں ہوگی۔

(۳) وہ اپنی عید پر صلیب نکال سکتے ہیں۔ (۳)

---

(۱) هندی، كنز العمال، ۴: ۴۷۵، رقم: ۱۱۴۱۱

(۲) ۱۔ ابن أبی شيبة، المصنف، ۶: ۴۸۳، رقم: ۳۳۱۲۷

۲۔ هندی، كنز العمال، ۴: ۴۷۲

(۳) أبو يوسف، كتاب الخراج: ۱۵۸

۳۔ عہدِ فاروقی میں غیر مسلموں کے تحفظ کی قانونی حیثیت

عہد فاروقی میں بھی غیر مسلم شہریوں کے تحفظ اور حقوق کے ساتھ ساتھ نفسِ انسانی کے احترام اور وقار میں اس قدر اضافہ ہوا کہ مفتوحہ علاقوں کے غیر مسلم شہری اسلامی ریاست میں اپنے آپ کو زیادہ محفوظ اور آزاد سمجھتے تھے۔ اس کا اعتراف مشہور مستشرق (orientalist) منٹگمری واٹ (Montgomery Watt) نے بھی کیا ہے:

> The Christians were probably better off as *dhimmis* under Muslim Arab rulers than they had been under the Byzantine Greeks.(1)

> ''عیسائی، عرب مسلم حکمرانوں کے دورِ اقتدار میں بطور غیر مسلم شہری اپنے آپ کو یونانی بازنطینی حکمرانوں کی رعیت میں رہنے سے زیادہ محفوظ اور بہتر سمجھتے تھے۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں غیر مسلم شہریوں کے حقوق کے تحفظ کا اندازہ ہمیں آپ رضی اللہ عنہ کے حسبِ ذیل ارشادات اور معمولات سے ہوتا ہے:

۱۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شام کے گورنر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو جو فرمان لکھا اس میں منجملہ دیگر احکام کے ایک یہ بھی درج تھا:

> وَامْنَعِ الْمُسْلِمِينَ مِنْ ظُلْمِهِمْ وَالْإِضْرَارِ بِهِمْ وَأَكْلِ أَمْوَالِهِمْ إِلَّا بِحِلِّهَا. (۲)

> ''(تم بحیثیت گورنر) مسلمانوں کو غیر مسلم شہریوں پر ظلم کرنے اور انہیں ضرر پہنچانے اور ناجائز طریقہ سے ان کے مال کھانے سے سختی کے ساتھ منع کرو۔''

---

(1) Watt, *Islamic Political Thought: The Basic Concepts*, p. 51.

(۲) أبو يوسف، كتاب الخراج: ۱۵۲

۲۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا یہ معمول تھا کہ جب بھی ان کے پاس اسلامی ریاستوں سے کوئی وفد آتا تو آپ اس وفد سے غیر مسلم شہریوں کے اَحوال دریافت فرماتے کہ کہیں کسی مسلمان نے انہیں کسی قسم کی کوئی تکلیف تو نہیں پہنچائی؟ اِس پر وہ کہتے: ہم اور کچھ نہیں جانتے مگر یہ کہ ہر مسلمان نے اس عہد و پیمان کو پورا کیا ہے جو ہمارے اور مسلمانوں کے درمیان موجود ہے۔(۱)

۳۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنی زندگی کے آخری لمحے تک اقلیتوں کا خیال تھا حالانکہ ایک اقلیتی فرقہ ہی کے فرد نے آپ کو شہید کیا۔ اس کے باوجود آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

أُوْصِي الْخَلِيْفَةَ مِنْ بَعْدِيْ بِذِمَّةِ اللهِ وَذِمَّةِ رَسُوْلِهِ صلى الله عليه وآله وسلم: أَنْ يُوْفَى لَهُمْ بِعَهْدِهِمْ، وَأَنْ يُقَاتَلَ مِنْ وَرَائِهِمْ، وَأَنْ لَا يُكَلَّفُوْا فَوْقَ طَاقَتِهِمْ.(۲)

’’میں اپنے بعد والے خلیفہ کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذمہ میں آنے والے غیر مسلم شہریوں کے بارے میں یہ وصیت کرتا ہوں کہ ان سے کیے ہوئے عہد کو پورا کیا جائے، ان کی حفاظت کے لیے بوقتِ ضرورت لڑا بھی جائے اور اُن پر اُن کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالا جائے۔‘‘

---

(۱) طبری، تاریخ الأمم والملوك، ۲: ۵۰۳

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی قبر النبی صلى الله عليه وآله وسلم، ۱: ۴۶۹، رقم: ۱۳۲۸

۲۔ ابن أبی شیبه، المصنف، ۷: ۴۳۶، رقم: ۳۷۰۵۹

۳۔ بیهقی، السنن الکبریٰ، ۸: ۱۵۰

۴۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۳: ۳۳۹

(۱) غیر مسلم شہریوں سے ٹیکس کی وصولی میں نرمی

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے ماتحت حکام کو غیر مسلم شہریوں سے حسن سلوک کا حکم دینے کے ساتھ ساتھ ان پر ٹیکس عائد کرنے اور اس کی وصولی میں رعایت کے احکامات جاری فرمائے۔

۱۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت اسلم بیان کرتے ہیں:

إِنَّ عمر كتب إلى أمراء الأجناد: أن لا يضربوا الجزية على النساء، ولا على الصبيان. (۱)

''حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سپہ سالاروں کو خط لکھا کہ وہ غیر مسلم عورتوں اور بچوں پر ٹیکس نافذ نہ کریں۔''

امام ابن قدامہ بیان کرتے ہیں:

فإن عمر رضی اللہ عنہ أتي بمال كثير، قال أبو عبيد: وأحسبه من الجزية. فقال: إني لأظنكم قد أهلكتم الناس، قالوا: لا، والله، ما أخذنا إلا عفوا صفوا. قال: بلا سوط ولا بوط. قالوا: نعم. قال: الحمد لله الذي لم يجعل ذلك على يدي ولا في سلطاني. (۲)

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کثیر مال لایا گیا۔ ابو عبید نے کہا: میرا خیال ہے کہ وہ ٹیکس (سے حاصل کردہ مال) تھا۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں خیال کرتا ہوں

---

(۱) ۱۔ عبد الرزاق، المصنف، ۶: ۸۵، رقم: ۱۰۰۰۹
۲۔ بیهقي، السنن الكبرى، ۹: ۱۹۵، رقم: ۱۸۴۶۳

(۲) ابن قدامة، المغني، ۹: ۲۹۰

کہ تم نے لوگوں کو ہلاک کر دیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں، اللہ کی قسم! ہم نے یہ ٹیکس معافی اور نرمی کے ساتھ ہی وصول کیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: بغیر کسی سختی کے؟ تو انہوں نے جواب دیا: ہاں۔ آپ نے دعا کی: تمام تعریفیں اس اللہ تبارک و تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے میرے ہاتھ سے اور میری حکمرانی میں غیر مسلموں پر یہ زیادتی نہیں ہونے دی۔‘‘

۲۔ شام کے سفر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ان کے عامل ٹیکس وصول کرنے کے لیے غیر مسلم شہریوں کو دھوپ میں کھڑا کر کے سزا دے رہے ہیں۔ اس پر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

فَدَعُوْهُمْ، لَا تُكَلِّفُوْهُمْ مَا لَا يُطِيْقُوْنَ، فَإِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَقُوْلُ: لَا تُعَذِّبُوا النَّاسَ، فَإِنَّ الَّذِيْنَ يُعَذِّبُوْنَ النَّاسَ فِي الدُّنْيَا يُعَذِّبُهُمُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (۱)

’’ان کو چھوڑ دو، ان کو ہرگز تکلیف نہ دو جس کی وہ طاقت نہیں رکھتے، میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ لوگوں کو عذاب نہ دو، بے شک جو لوگوں کو دنیا میں عذاب دیتے ہیں اللہ انہیں قیامت کے دن عذاب دے گا۔‘‘

آپ رضی اللہ عنہ کے حکم پر عامل نے انہیں چھوڑ دیا۔

۳۔ ہشام بن حکیم نے حمص کے ایک سرکاری افسر عیاض بن غنم کو دیکھا کہ اُس نے ایک غیر مسلم قبطی کو ٹیکس وصول کرنے کے لیے دھوپ میں کھڑا کر رکھا ہے۔ اس پر انہوں نے اسے ملامت کی اور کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے:

---

(۱) أبو يوسف، كتاب الخراج: ۱۳۵

إِنَّ اللهَ يُعَذِّبُ الَّذِيْنَ يُعَذِّبُوْنَ النَّاسَ فِي الدُّنْيَا.(۱)

’’بے شک اللہ ﷻ ان لوگوں کو عذاب دے گا جو دنیا میں لوگوں کو عذاب دیتے ہیں۔‘‘

(۲) معذور، بوڑھے اور غریب غیر مسلم شہریوں کے لیے وظائف

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں غیر مسلم شہریوں سے حسنِ سلوک کا یہ عالم تھا کہ کمزور، معذور اور بوڑھے غیر مسلم شہریوں کا نہ صرف ٹیکس معاف کر دیا جاتا تھا بلکہ بیت المال سے ان کی اور ان کے اہل و عیال کی کفالت بھی کی جاتی تھی۔

۱۔ امام ابو عبید القاسم بن سلام ’’کتاب الأموال‘‘ میں بیان کرتے ہیں:

إن أمير المؤمنين عمر رضی اللہ عنہ مرّ بشيخ من أهل الذمة، يسأل على أبواب الناس. فقال: ما أنصفناک أن كنا أخذنا منک الجزية في شبيبتک، ثم ضيعناک في كبرک. قال: ثم أجرى عليه من بيت المال ما يصلحه.(۲)

’’امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ غیر مسلم شہریوں میں سے ایک بوڑھے شخص کے پاس سے گزرے جو لوگوں کے دروازوں پر بھیک مانگتا تھا۔ آپ نے فرمایا: ’’ہم نے تمہارے ساتھ انصاف نہیں کیا کہ ہم نے تمہاری جوانی میں تم

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب البر، باب الوعيد الشديد، ۴: ۲۰۱۸، رقم: ۲۶۱۳

۲۔ أبو داود، السنن، كتاب الخراج، باب في التشديد، ۳: ۱۰۶، رقم: ۳۰۴۵

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۶۸

۴۔ نسائي، السنن الكبرىٰ، ۵: ۲۳۶، رقم: ۸۷۷۱

(۲) أبو عبيد، كتاب الأموال: ۵۷، رقم: ۱۱۹

سے ٹیکس وصول کیا، پھر تمہارے بڑھاپے میں تمہیں بے یار و مددگار چھوڑ دیا۔'' راوی کہتے ہیں کہ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اس کی ضروریات کے لیے بیت المال سے وظیفہ کی ادائیگی کا حکم جاری فرمایا۔''

۲۔ امام ابو یوسف نے اسی روایت کو ''کتاب الخراج'' میں ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

مرّ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بباب قوم وعليه سائل يسأل، شيخ كبير ضرير البصر، فضرب عضده من خلفه، وقال: من أي أهل الكتاب أنت؟ فقال: يهودي. قال: فما ألجاک إلى ما أرى؟ قال أسأل الجزية والحاجة والسن. قال: فأخذ عمر بيده وذهب إلى منزله فرضخ له بشيء من المنزل. ثم أرسل إلى خازن بيت المال، فقال: انظر هذا وضرباءه، فوالله ما أنصفناه إن أكلنا شبيبته، ثم نخذله عند الهرم ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ﴾(۱) والفقراء هم المسلمون، وهذا من المساكين من أهل الكتاب. ووضع عنه الجزية وعن ضربائه.(۲)

''حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک قوم کے دروازے کے پاس سے گزرے تو دیکھا کہ وہاں ایک سائل بھیک مانگ رہا تھا جو نہایت ضعیف اور نابینا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے بازو پر پیچھے سے ہاتھ رکھا اور کہا کہ تم اہلِ کتاب کے کس گروہ سے ہو؟ اس نے کہا کہ یہودی ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تجھے اِس اَمر پر کس نے مجبور کیا جو میں دیکھ رہا ہوں؟ اس نے کہا کہ میں ٹیکس کی ادائیگی اور

---

(۱) التوبة، ۹: ۶۰

(۲) أبو يوسف، كتاب الخراج: ۱۳۶

اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے بڑھاپے (میں کما نہ سکنے) کی وجہ سے بھیک مانگتا ہوں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے اپنے گھر لے گئے اور اسے اپنے گھر سے کچھ مال دیا۔ پھر اسے بیت المال کے خازن کی طرف بھیجا اور کہا کہ اسے اور اس قبیل کے دوسرے لوگوں کو دیکھو۔ خدا کی قسم! ہم نے اس کے ساتھ انصاف نہیں کیا کہ اس کی جوانی سے تو ہم نے فائدہ اٹھایا اور بڑھاپے میں اسے رسوا کر دیا۔ (پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:) ﴿بے شک صدقات فقراء اور مساکین کے لئے ہیں﴾۔ (اور فرمایا:) فقراء سے مراد مسلمان ہیں اور یہ اہلِ کتاب (غیر مسلم شہری) مساکین میں سے ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے اور اس جیسے دیگر کمزور لوگوں سے ٹیکس ختم کر دیا۔''

۳۔ حضرت عبد اللہ بن حدرد اسلمی بیان کرتے ہیں:

لما قدمنا مع عمر بن الخطاب الجابية، إذا هو بشيخ من أهل الذمة يستطعم فسأل عنه، فقلنا: يا أمير المؤمنين! هذا رجل من أهل الذمة كبر وضعف. فوضع عنه عمر الجزية التی فی رقبته. وقال: كلفتموه الجزية حتى إذا ضعف تركتموه يستطعم. فأجری عليه من بيت المال عشرة دراهم، وكان له عيال.(۱)

''جب ہم حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ جابیہ آئے تو غیر مسلم شہریوں میں سے ایک بوڑھے شخص کو دیکھا جو کھانا مانگ رہا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس شخص کے بارے میں پوچھا تو ہم نے عرض کیا: اے امیر المومنین! یہ شخص غیر مسلم شہری ہے جو بوڑھا اور کمزور ہو گیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کے ذمے ٹیکس کو ختم کر دیا اور فرمایا: تم نے (ساری زندگی) اس سے ٹیکس وصول کیا، اب جبکہ وہ

---

(۱) ابن عساكر، تاريخ دمشق الكبير، ۲۷: ۳۳۴

کمزور ہوگیا ہے اسے کھانا مانگنے کے لئے چھوڑ دیا ہے۔ پھر آپ نے بیت المال سے اس کے لئے دس درہم (ماہانہ وظیفہ) مقرر کر دیا کیونکہ اس کے اہل وعیال بھی تھے۔‘‘

۴۔ عہدِ عثمانی میں غیر مسلموں کے تحفظ کی قانونی حیثیت

۱۔ خلافتِ راشدہ کا تیسرا دور شروع ہی المناک حادثہ سے ہوا کہ ایک غیر مسلم نے خلیفۂ وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ کیا اور آپ شہید ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبید اللہ بن عمر نے غصہ میں آ کر قتل کی سازش میں ملوث تین آدمیوں کو قتل کر دیا، جن میں سے ایک مسلمان اور دو غیر مسلم عیسائی تھے۔ حضرت عبید اللہ کو گرفتار کر لیا گیا۔ خلیفہ ثالث نے مسند خلافت پر بیٹھتے ہی سب سے پہلے اس معاملہ کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے رائے لی، تمام صحابہ کی رائے یہ تھی کہ عبید اللہ بن عمر کو قتل کر دیا جائے۔ لہٰذا یہ امر یقینی ہوگیا تھا کہ قصاص میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے عبید اللہ بن عمر کو سزائے موت دے دی جاتی لیکن مقتولین کے ورثاء کی اپنی رضامندی سے خون بہا پر مصالحت ہو گئی اور خون بہا (دیت) کی رقم تینوں مقتولین کے لیے برابر تقسیم کر دی گئی۔ (۱)

۲۔ امام ابو عبید، امام حمید بن زنجویہ اور بلاذری نے غیر مسلموں سے متعلق سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے سرکاری فرمان نامہ کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

إنّی أُوصیک بهم خیراً فإنهم قومٌ لَهُمُ الذِمَّة. (۲)

(۱) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۵: ۱۷

(۲) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبری، ۱: ۳۶۰

۲۔ أبو یوسف، کتاب الخراج: ۸۰

۳۔ أبو عبید قاسم، کتاب الأموال: ۲۴۶، رقم: ۵۰۵

''میں تمہیں ان غیر مسلم شہریوں کے ساتھ حسن سلوک کی نصیحت کرتا ہوں۔ یہ وہ قوم ہے جنہیں جان و مال، عزت و آبرو اور مذہبی تحفظ کی مکمل امان دی جاچکی ہے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ اسلامی ریاست میں مسلمانوں اور غیر مسلم اقلیتوں کے خون کی حرمت برابر ہے۔

۵۔ عہدِ علوی میں غیر مسلموں کے تحفظ کی قانونی حیثیت

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بھی غیر مسلم شہریوں کے حقوق اسی طرح محفوظ و محترم رہے اور انہیں جان و مال اور عزت و آبرو کا مکمل تحفظ حاصل رہا۔

۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مسلمان کو پکڑ کر لایا گیا جس نے ایک غیر مسلم کو قتل کیا تھا۔ ثبوت فراہم ہو جانے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قصاص میں غیر مسلم کے بدلے اس مسلمان کو قتل کئے جانے کا حکم دیا۔ قاتل کے ورثاء نے مقتول کے بھائی کو خون بہا دے کر معاف کرنے پر راضی کر لیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جب اس کا علم ہوا تو آپ نے مقتول کے وارث کو فرمایا:

لَعَلَّهُمْ فَزَّعُوْکَ أَوْ هَدَّدُوْکَ.

''شاید ان لوگوں نے تجھے ڈرا دھمکا کر یہ کہلوایا ہے۔''

اس نے کہا: نہیں، بات دراصل یہ ہے کہ قاتل کے قتل کئے جانے سے میرا بھائی تو واپس آنے سے رہا اور اب یہ مجھے اس کی دیت دے رہے ہیں جو پسماندگان کے لئے کسی حد تک کفایت کرے گی۔ اس لئے میں خود اپنی مرضی سے بغیر کسی دباؤ کے معافی

.... ۴۔ ابن زنجویه، کتاب الأموال: ۴۵۱، رقم: ۷۳۲

۵۔ بلاذری، فتوح البلدان: ۹۱

دے رہا ہوں۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اچھا تمہاری مرضی۔ تم زیادہ بہتر سمجھتے ہو۔ لیکن بہرحال ہماری شریعت کا اُصول یہی ہے کہ:

مَنْ كَانَ لَهُ ذِمَّتُنَا، فَدَمُهُ كَدَمِنَا، وَدِيَتُهُ كَدِيَتِنَا.(۱)

’’جو ہماری غیر مسلم رعایا میں سے ہے اس کا خون اور ہمارا خون برابر ہیں اور اس کی دیت بھی ہماری دیت کی طرح ہے۔‘‘

۲۔ ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

إِذَا قَتَلَ الْمُسْلِمُ النَّصْرَانِيَّ قُتِلَ بِهِ.(۲)

’’اگر کسی مسلمان نے عیسائی کو قتل کیا تو وہ مسلمان (اُس کے قصاص میں) قتل کیا جائے گا۔‘‘

۶۔ عہدِ عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ میں غیر مسلموں کے تحفظ کی قانونی حیثیت

۱۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفاے راشدین کے اُسوۂ مبارکہ کے مطابق حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ اپنے ماتحت افسران کو حکم دیتے تھے:

أَنْ لَا تَهْدِمُوْا كَنِيْسَةً وَلَا بِيْعَةً وَلَا بَيْتَ نَارٍ.(۳)

(۱) ۱۔ بيهقي، السنن الكبرىٰ، ۸: ۳۴
۲۔ شافعي، المسند، ۱: ۳۴۴
۳۔ شيباني، الحجة، ۴: ۳۵۵

(۲) ۱۔ شيباني، الحجة، ۴: ۳۴۹
۲۔ شافعي، الأم، ۷: ۳۲۰

(۳) ابن القيم، أحكام أهل الذمة، ۳: ۱۲۰۰

’’کسی گرجا، کلیسا اور آتش کدہ کو مسمار نہ کرو۔‘‘

۲۔ تاریخِ اسلام کا مشہور واقعہ ہے کہ ولید بن عبدالملک اموی نے دمشق کے کنیسہ یوحنا کو زبردستی عیسائیوں سے چھین کر مسجد میں شامل کر لیا تھا۔ جب حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کو خبر پہنچی تو آپ نے مسجد کا وہ حصہ منہدم کروا کے عیسائیوں کو واپس کروا دیا۔ روایت میں ہے:

فَلَمَّا اسْتَخْلَفَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ رضی اللہ عنہ، شَكَى النَّصَارَى إِلَيْهِ مَا فَعَلَ الْوَلِيْدُ بِهِمْ فِيْ كَنِيْسَتِهِمْ، فَكَتَبَ إِلَى عَامِلِهِ يَأْمُرُهُ بِرَدِّ مَا زَادَهُ فِي الْمَسْجِدِ. (۱)

’’جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ تختِ خلافت پر متمکن ہوئے اور عیسائیوں نے ان سے ولید کے کنیسہ پر کئے گئے ظالمانہ قبضہ کی شکایت کی تو انہوں نے اپنے عامل کو حکم دیا کہ مسجد کا جتنا حصہ گرجا کی زمین پر تعمیر کیا گیا ہے اسے منہدم کر کے واپس عیسائیوں کے حوالہ کر دو۔ سو ایسا کر دیا گیا۔‘‘

۳۔ بلکہ ایک موقع پر حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

إِنْ كَانَتْ مِنَ الْخَمْسِ عَشَرَةَ كَنِيْسَةً الَّتِيْ فِي عَهْدِهِمْ فَلَا سَبِيْلَ لَكَ إِلَيْهَا. (۲)

’’اگر کوئی اور گرجا بھی ان پندرہ گرجوں میں سے ہو جو ان کے زمانہ میں موجود تھے تو تب بھی تم ان میں سے ایک بھی منہدم نہیں کر سکتے۔‘‘

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے ایک گورنر کو اس

---

(۱) بلاذری، فتوح البلدان: ۱۵۰

(۲) ۱۔ أبو عبيد قاسم، كتاب الأموال: ۲۰۱، رقم: ۴۲۶

۲۔ ابن زنجويه، كتاب الأموال: ۳۸۷، رقم: ۶۳۵

مسلمان کے بارے میں لکھا جس نے کسی معاہد کو قتل کیا تھا۔ آپ نے اسے حکم دیا کہ اس مسلمان کو مقتول کے ولی کے حوالے کر دیا جائے۔ اگر ولی چاہے تو اسے قتل کر دے اور چاہے تو معاف کر دے۔ اس گورنر نے قاتل کو مقتول کے ولی کے حوالے کر دیا اور اُسے capital punishment دی گئی۔(۱)

عہدِ رسالت مآب ﷺ ہو یا دورِ صحابہ یا ان کے بعد کے ادوار؛ اسلامی تاریخ غیر مسلم شہریوں سے مثالی حسنِ سلوک کے ہزاروں واقعات سے بھری ہوئی ہے۔ دیگر مذاہب اور اقوام سے تعلق رکھنے والے افراد اسلامی ریاست میں پُرسکون زندگی گزارتے تھے، حتی کہ وہ اسلامی دورِ حکومت کو اپنے سابقہ حکمرانوں کے ادوار سے بہتر قرار دیتے تھے۔ ان کی عبادت گاہیں محفوظ تھیں، انہیں اپنے مذہب پر قائم رہنے اور عمل کرنے کی مکمل آزادی تھی، بیت المال سے ان کی تمام معاشی ضروریات پوری کی جاتی تھیں۔ مسلمانوں کا مثالی حسنِ سلوک اور اعلیٰ اخلاقی کردار دیکھ کر لاکھوں افراد نے اپنی مرضی سے اسلام قبول کر لیا تھا۔

تعجب ہے موجودہ دور کے دہشت گرد اور انتہا پسند نام نہاد مسلمانوں پر جن کی قتل و غارت گری اور فساد فی الارض سے مسلم ریاست کے غیر مسلم تو کجا مسلمان بھی محفوظ نہیں رہے، معاشرے کا امن تباہ ہو چکا ہے اور املاک تباہ ہو رہی ہیں۔ ان کا موجودہ چہرہ اسلام کے چودہ سو سالہ روشن چہرے کو بھی داغ دار بنا رہا ہے۔ یہ دہشت گردی اسلام کی خدمت نہیں بلکہ دنیا بھر میں اسلام کی بدنامی کا باعث ہے۔

(۱) عبد الرزاق، المصنف، ۱۰: ۱۰۱، رقم: ۱۸۵۱۸

فصل دوم

غیر مسلموں پر اپنا عقیدہ مسلط کرنے اور اُن کی عبادت گاہیں منہدم کرنے کی ممانعت

اسلام غیر مسلموں کو مکمل مذہبی آزادی دیتا ہے اور اسلامی مملکت ان کے عقائد و عبادات سے تعرض نہیں کرتی۔ اسلام غیر مسلم شہریوں کے جان و مال کی طرح ان کی عبادت گاہوں اور مقدس مقامات کو بھی مکمل تحفظ فراہم کرتا ہے۔ الغرض اسلام تحمل و برداشت اور رواداری کا وہ نمونہ فراہم کرتا ہے جو دنیا کا کوئی معاشرہ فراہم نہیں کر سکتا۔ قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے اہل ایمان کو یہاں تک حکم دیا ہے کہ غیر مسلموں کے جھوٹے معبودوں (بتوں) کو بھی گالیاں نہ دو۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَلاَ تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ فَيَسُبُّوا اللهَ عَدْوًام بِغَيْرِ عِلْمٍ.(۱)

''اور (اے مسلمانو!) تم ان (جھوٹے معبودوں) کو گالی مت دو جنہیں یہ (مشرک لوگ) اللہ کے سوا پوجتے ہیں پھر وہ لوگ (بھی جواباً) جہالت کے باعث ظلم کرتے ہوئے اللہ کی شان میں دشنام طرازی کرنے لگیں گے۔''

بین المذاہب رواداری کا اس سے بہتر نمونہ پیش نہیں کیا جا سکتا۔

۱۔ اپنے مذہب پر قائم رہنے اور اس پر عمل کرنے کی مکمل آزادی

دینِ اسلام میں کسی کو مسلمان کرنے کے لیے جبر کی اجازت نہیں ہے۔ اسلامی ریاست میں کسی بھی شہری کو جبراً مذہب بدلنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔

(۱) الأنعام، ۶: ۱۰۸

۱۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قف قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ.(۱)

''دین میں کوئی زبردستی نہیں، بے شک ہدایت گمراہی سے واضح طور پر ممتاز ہو چکی ہے۔''

حافظ ابن کثیر اس آیت کی تفسیر یوں بیان کرتے ہیں:

لا تكرهوا أحدا على الدخول فى دين الإسلام، فإنه بيّن واضح جليّ دلائله وبراهينه، لا يحتاج إلى أن يكره أحد على الدخول فيه.(۲)

''تم کسی کو دین اسلام میں داخل ہونے پر مجبور نہ کرو کیونکہ یہ دین واضح اور نمایاں دلائل اور براہین والا ہے اور یہ اس چیز کا محتاج نہیں کہ کسی کو مجبوراً اس میں داخل کیا جائے۔''

۲۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ○(۳)

''تو کیا آپ لوگوں پر جبر کریں گے یہاں تک کہ وہ مومن ہو جائیں○''

اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو زبردستی دائرہ اسلام میں داخل کرنے سے منع کر دیا ہے۔ اس لئے غیر مسلم شہریوں کو اسلام میں داخل ہونے پر مجبور نہیں کیا جائے گا کیونکہ مسلمانوں کے ہاں ایمان محض ایک کلمہ نہیں جو زبان سے ادا کیا جاتا ہے یا محض ایسے افعال کا نام نہیں

(۱) البقرة، ۲: ۲۵۶

(۲) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۱: ۳۱۰

(۳) یونس، ۱۰: ۹۹

جو بدن سے ادا ہوتے ہیں بلکہ اس کی بنیاد دل کی تصدیق پر ہے، اس لیے اس باب میں جبر و اکراہ کی اجازت نہیں دی گئی۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اہل قدس کو جو امان دی تھی اس کے الفاظ اسلامی ریاست میں غیر مسلم شہریوں کو میسر مذہبی آزادی کا دستور ہیں:

هذا ما أعطى عبد الله عمر أمير المؤمنين أهل إيلياء من الأمان، أعطاهم أمانا لأنفسهم وأموالهم ولكنائسهم وصلبانهم، وسقيمها وبريئها وسائر ملتها، أنه لا تسكن كنائسهم ولا تهدم ولا ينتقص منها ولا من حيزها، ولا من صليبهم، ولا من شيء من أموالهم، ولا يكرهون على دينهم، ولا يضار أحد منهم، ولا يسكن بإيلياء معهم أحد من اليهود. (۱)

”یہ وہ امان ہے جو اللہ کے بندے عمر بن الخطاب امیر المومنین نے ایلیا کو دی۔ ان کی جانوں، ان کے اموال، ان کے کلیساؤں، ان کی صلیبوں اور ان کی ساری ملت کو امان دی گئی ہے۔ ان کے گرجوں کو بند کیا جائے نہ گرایا جائے، نہ ہی ان میں کمی کی جائے اور نہ ان کے احاطوں کو سکیڑا جائے، اور نہ ان کی صلیبوں میں کمی کی جائے اور نہ ہی ان کے اموال میں کمی کی جائے اور کسی کو اپنا دین چھوڑنے پر مجبور نہ کیا جائے، اور نہ کسی کو تکلیف پہنچائی جائے اور نہ ان کے ساتھ (جبراً) یہودیوں میں سے کسی کو ٹھہرایا جائے (کیونکہ اس زمانہ میں مسیحی لوگوں اور یہود میں بڑی عداوت تھی)۔“

پروفیسر فلپ کے۔ ہٹی (**Philip K. Hitti**) لکھتے ہیں:

They (non-Muslims) were allowed the jurisdiction of their

---

(۱) طبری، تاریخ الأمم والملوك، ۲: ۴۴۹

own canon laws as administered by the respective heads of their religious communities. This state of partial autonomy, recognized later by the Sultans of Turkey, has been retained by the Arab successor states.(1)

''غیر مسلموں کو اجازت تھی کہ وہ اپنی کمیونٹی کے سربراہوں کے نظام کے تحت اپنے مذہبی قوانین کے مطابق اپنے معاملات چلائیں۔ یہ جزوی خود مختاری - جسے عرب جانشین ریاستوں نے برقرار رکھا تھا - بعد ازاں ترک سلاطین نے بھی تسلیم کی تھی۔''

پروفیسر **Hitti** مزید **chapter xx** میں لکھتے ہیں:

All non-Moslems being allowed autonomy under thier own religious heads.(2)

''تمام غیر مسلموں کو اُن کے اپنے اپنے مذہبی رہنماؤں کی سربراہی میں خود مختار حیثیت دی گئی تھی۔''

وہ اسی باب میں صفحہ 231 پر لکھتے ہیں:

Syria as a whole remained largely Christian until the third Moslem century.... In fact the Lebanon remained Christian in faith and Syriac in speech for centuries after the conquest.

''تیرھویں صدی ہجری تک شام کا بڑا حصہ زیادہ تر عیسائی رہا۔ ...... درحقیقت لبنان بھی فتح ہونے کے صدیوں بعد تک عقیدے کے لحاظ سے عیسائی رہا جبکہ وہاں زبان شامی (یعنی عربی) بولی جاتی تھی۔''

غیر مسلم مستشرقین کے مذکورہ بالا حوالہ جات سے اس امر کی تصدیق ہو جاتی ہے

---

(1) Hitti, *History of the Arabs*, p. 170.

(2) Hitti, *History of the Arabs*, p. 225.

کہ اسلامی حکومتیں تعلیماتِ نبوی ﷺ اور احکامِ اسلامی کے تحت مفتوحہ ممالک اور شہروں میں اپنی حکومتوں کے قیام کے باوجود غیر مسلم شہریوں کے مذہب اور عقیدے کو تبدیل کرنے کے لیے دباؤ یا جبر جائز نہیں سمجھتی تھیں، اور انہیں مکمل مذہبی آزادی اور تحفظ فراہم کرتی تھیں۔ اِسی وجہ سے وہ فتوحات کے بعد بھی صدیوں تک اپنے مسیحی مذہب پر برقرار رہے اور اسلامی حکومتوں کو اس پر کوئی اختلاف و انکار نہ ہوتا تھا۔ اسلام کی یہی عظمت ہے جس کا اعتراف آج بھی غیر مسلم مؤرّخین اور محققین کھلے الفاظ میں کرتے ہیں۔

۲۔ مذہبی اِختلاف کی بنا پر کسی غیر مسلم کی جان و مال کو تلف کرنا حرام ہے

دین و مذہب کا اختلاف قطعی طور پر کسی کو قتل کرنے اور مال لوٹنے کا سبب نہیں بن سکتا۔ کسی انسان پر ظلم وزیادتی کرنا خواہ اس کا تعلق کسی مذہب سے ہو اور وہ ظلم و زیادتی خواہ قتل کی شکل میں ہو، ایذا رسانی یا اس کے اوپر جھوٹے الزام اور تہمت کی شکل میں، سب حرام ہے۔ ایسی ہر قسم کی زیادتی کا قصاص یعنی بدلہ واجب ہوگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى.(۱)

’’اے ایمان والو! تم پر ان کے خون کا بدلہ (قصاص) فرض کیا گیا ہے جو ناحق قتل کیے جائیں۔‘‘

یہاں قَتْلٰی کا لفظ عام ہے جو مسلمان اور غیر مسلم دونوں کو شامل ہے اور قصاص میں بھی یہی حکم ہے جیسے جان کا بدلہ جان؛ یہ مسلم اور غیر مسلم ہر کسی کی جان ہوسکتی ہے۔ ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ لا وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ

(۱) البقرة، ۲: ۱۷۸

بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ لا وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ.[1]

''اور ہم نے اس (تورات) میں ان پر فرض کر دیا تھا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے عوض آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے عوض کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں میں (بھی) بدلہ ہے۔''

اسی طرح اگر کوئی مسلمان کسی غیر مسلم شہری کا مال چرائے تو اس پر حد جاری کی جائے گی۔ علامہ ابن رشد کہتے ہیں کہ اس معاملے میں مسلمانوں کا اجماع ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی غیر مسلم شہری کا مال چرائے تو اس پر حد جاری کی جائے گی۔[2]

لہٰذا یہ امر متحقق ہو جاتا ہے کہ مذاہب کا اختلاف جان و مال کو دوسروں کے لیے حلال نہیں کرتا۔

۳۔ غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کا تحفظ سنتِ محمدی ﷺ ہے

حضور نبی اکرم ﷺ نے غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کو برقرار رکھا۔ علامہ ابن قیم ''أحکام أهل الذمة'' میں فتح خیبر کے موقع پر حضور نبی اکرم ﷺ کا معمول مبارک نقل کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فتح خیبر کے بعد وہاں کے غیر مسلموں کو ان کی عبادت گاہوں پر برقرار رکھا اور ان کی عبادت گاہوں کو مسمار نہیں فرمایا۔ بعد ازاں جب دیگر علاقے سلطنت اسلامی میں شامل ہوئے تو خلفاے راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اِتباعِ نبوی ﷺ کرتے ہوئے ان ملکوں میں موجود غیر مسلموں کی کسی عبادت گاہ

(۱) المائدة، ۵: ۴۵
(۲) ابن رشد، بداية المجتهد، ۲: ۲۹۹
(۳) ابن قيم، أحكام أهل الذمة، ۳: ۱۱۹۹

کو مسمار نہیں کیا۔[۳]

۴۔ غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کا تحفظ لازم ہے

قرآن و حدیث کی رُو سے اسلامی ریاست پر لازم ہے کہ وہ تمام مذاہب کے مذہبی مقامات اور عبادت گاہوں کی حرمت کا خیال رکھے اور انہیں تحفظ فراہم کرے۔ قرآن مجید میں سورۃ الحج میں ارشاد گرامی ہے:

وَلَوْ لَا دَفْعُ اللهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللهِ كَثِيرًا.[۱]

''اور اگر اللہ انسانی طبقات میں سے بعض کو بعض کے ذریعے ہٹاتا نہ رہتا تو خانقاہیں اور گرجے اور کلیسے اور مسجدیں (یعنی تمام ادیان کے مذہبی مراکز اور عبادت گاہیں) مسمار اور ویران کر دی جاتیں جن میں کثرت سے اللہ کے نام کا ذکر کیا جاتا ہے۔''

امام ابو بکر الجصاص ''أحکام القرآن'' میں درج بالا آیت کی تفسیر میں امام حسن بصری کا قول نقل کرتے ہیں:

يَدْفَعُ عَنْ هَدْمِ مُصَلَّيَاتِ أَهْلِ الذِّمَّةِ بِالْمُؤْمِنِيْنَ.[۲]

''اللہ تعالیٰ مومنین کے ذریعے غیر مسلم شہریوں کے کلیساؤں کا انہدام روکتا ہے (یعنی مسلمانوں کے ذریعے ان کی حفاظت فرماتا ہے)۔''

اسی آیت کی تشریح میں امام ابو بکر الجصاص مزید فرماتے ہیں:

---

(۱) الحج، ۲۲: ۴۰

(۲) ۱۔ جصاص، أحکام القرآن، ۵: ۸۳

۲۔ ابن قیم، أحکام أهل الذمة، ۳: ۱۱۶۹

فِي الْآيَةِ دَلِيْلٌ عَلَى أَنَّ هَذِهِ الْمَوَاضِعَ الْمَذْكُوْرَةَ لَا يَجُوْزُ أَنْ تُهْدَمَ عَلَى مَنْ كَانَ لَهُ ذِمَّةٌ أَوْ عَهْدٌ مِنَ الْكُفَّارِ.(۱)

''اور آیت میں اس بات پر دلیل ہے کہ مذکورہ جگہوں (یعنی عبادت گاہوں) کا گرانا جائز نہیں اگرچہ وہ غیر مسلم شہریوں کی ہی ہوں۔''

اسی آیت کریمہ کی تشریح میں اخفش بیان کرتے ہیں کہ غیر مسلم شہریوں کی عبادت گاہیں ہرگز گرائی نہیں جائیں گی یعنی اسلامی ریاست کا فریضہ ہے کہ انہیں کامل تحفظ فراہم کرے۔ ہر قوم اپنی اقدار کا تحفظ کرتی ہے، اپنی روایات اور ثقافت کو فروغ دینا اس کا جمہوری حق ہے۔ چنانچہ مذہبی اختلافات کے باوجود مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کا تحفظ کریں۔

علامہ ابن قیم ''أحكام أهل الذمة'' میں لکھتے ہیں:

يَدْفَعُ عَنْ مَوَاضِعِ مُتَعَبَّدَاتِهِمْ بِالْمُسْلِمِيْنَ. ...... كَمَا يُحِبُّ الدَّفْعَ عَنْ أَرْبَابِهَا وَإِنْ كَانَ يُبْغِضُهُمْ، وَهَذَا الْقَوْلُ هُوَ الرَّاجِحُ، وَهُوَ مَذْهَبُ ابْنَ عَبَّاسٍ.(۲)

''اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے ذریعے ان کی عبادت گاہوں کا دفاع فرماتا ہے۔ ...... جیسا کہ وہ ان کے معبودوں کا دفاع کرتا ہے مخالف اور ناپسندیدہ عقیدہ ہونے کے باوجود۔ یہی قول راجح ہے اور یہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا موقف بھی ہے۔''

---

(۱) جصاص، أحكام القرآن، ۵: ۸۳

(۲) ابن قیم، أحكام أهل الذمة، ۳: ۱۱۶۹

۵۔ مسلم اکثریتی علاقوں میں بھی واقع غیر مسلم عبادت گاہیں مسمار کرنے کی ممانعت

مسلم اکثریتی علاقوں میں بھی واقع غیر مسلم شہریوں کی عبادت گاہوں کو مسمار کرنے کی سختی سے ممانعت ہے بلکہ ان کا تحفظ اسلامی ریاست کا آئینی فرض ہے۔ امام جصاص نے ''أحکام القرآن'' میں محمد بن الحسن کا یہ قول نقل کیا ہے:

فِيْ أَرْضِ الصُّلْحِ إِذَا صَارَتْ مِصْرًا لِلْمُسْلِمِيْنَ، لَمْ يُهْدَمْ مَا كَانَ فِيْهَا مِنْ بِيْعَةٍ أَوْ كَنِيْسَةٍ أَوْ بَيْتِ نَارٍ. (۱)

''صلح کی سرزمین پر جب مسلمانوں کا کوئی شہر بن جائے تو اس میں بھی پائے جانے والے گرجے، کلیسے یا آتش کدے ہرگز گرائے نہیں جائیں گے۔''

اِس حصہ بحث سے ثابت ہو گیا کہ جب اسلام ہمیں حکم دیتا ہے کہ ہم اپنے وطن میں موجود غیر مسلموں کی عبادت گاہوں تک کا ہر لحاظ سے تحفظ کریں اور انہیں ان کی عبادت گاہوں میں آزادانہ عبادت کا موقع فراہم کریں، تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی شخص مساجد میں اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی میں مصروف لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دے، مساجد کو بموں کے ذریعے مسمار کر دے اور خود کو مسلمان بھی کہلائے!

---

(۱) جصاص، أحکام القرآن، ۵: ۸۳

فصل سوم

اِسلامی ریاست میں غیر مسلم شہریوں کے بنیادی حقوق سے متعلق قواعد

(Legal Maxims)

مسلم ریاست میں غیر مسلم شہریوں کے حقوق سے متعلق قرآن و حدیث کے واضح اَحکامات، عہد رسالت مآب ﷺ اور دورِ صحابہ میں غیر مسلم شہریوں سے حسن سلوک کے نظائر کے ذریعے اس امر کی وضاحت ہو چکی ہے کہ اسلام غیر مسلموں کو نہ صرف مسلمانوں جیسے تمام حقوق عطا کرتا ہے بلکہ انہیں ہر قسم کا تحفظ بھی دیتا ہے۔ کئی صدیوں پر مشتمل اسلامی تاریخ میں اس کی ہزاروں مثالیں موجود ہیں۔ گزشتہ صفحات میں کی گئی بحث سے استنباط کرتے ہوئے اسلامی ریاست میں غیر مسلم شہریوں کے بنیادی حقوق سے متعلق درج ذیل قواعد اور شرعی اصول (legal maxims) اَخذ کیے جا سکتے ہیں:

قاعدہ نمبر ۱:

غیر مسلم شہریوں کی جان و مال اور عزت و آبرو کا تحفظ مسلم ریاست کی ذمہ داری ہے۔

قاعدہ نمبر ۲:

اسلامی ریاست میں مسلم اور غیر مسلم کا قصاص اور دیت برابر ہے۔

قاعدہ نمبر ۳:

اسلامی ریاست میں مسلم اور غیر مسلم کے خون کی حرمت یکساں ہے۔

قاعدہ نمبر ۴:

اسلامی ریاست میں مسلم اور غیر مسلم شہری کے حقوق و فرائض یکساں ہیں۔

قاعدہ نمبر ۵:

غیر مسلموں کو اندرونی و بیرونی جارحیت سے تحفظ دینا مسلم ریاست کی ذمہ داری ہے۔

قاعدہ نمبر ٦:

اسلامی ریاست میں غیر مسلم شہریوں کو اپنے مذہب پر قائم رہنے کی مکمل آزادی ہے۔

قاعدہ نمبر ۷:

غیر مسلموں کو اسلامی ریاست میں عبادات اور مذہبی رسومات کی مکمل آزادی ہے۔

قاعدہ نمبر ۸:

سفارت کاروں کو تحفظ فراہم کرنا مسلم ریاست کی ذمہ داری ہے۔

قاعدہ نمبر ۹:

غیر مسلم عبادت گاہوں اور مذہبی رہنماؤں کو تحفظ فراہم کرنا اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے۔

قاعدہ نمبر ۱۰:

معذوری، بڑھاپے اور غریبی میں غیر مسلموں کا خیال رکھنا اِسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے۔

قاعدہ نمبر ۱۱:

تمام مذاہب کی حرمت کا تحفظ اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے۔

بابِ ششم

مسلم ریاست اور نظمِ اجتماعی کے خلاف مسلح بغاوت کی ممانعت

فصل اوّل

بغاوت کیا ہے اور باغی کون ہوتا ہے؟

(اِصطلاحات، تعریفات اور علامات)

قبل ازیں مسلم ریاست میں مسلمانوں کو ایذاء رسانی، غیر مسلم شہریوں کے قتل کی ممانعت اور حالتِ جنگ میں بھی دشمن قوم کے غیر محارب اَفراد حتیٰ کہ ان کی اَملاک اور زراعت کو نقصان پہنچانے سے گریز پر مبنی اسلامی تعلیمات اور احکامات کو بیان کیا گیا ہے۔ زیرِ نظر عنوان کے تحت اس بات کا جائزہ لیا جا رہا ہے کہ مسلمان ریاست میں دہشت گردی اور بغاوت کتنا بڑا اور سنگین جرم ہے۔ چونکہ یہ باب بغاوت سے متعلق ہے اس لیے مناسب ہے کہ سب سے پہلے ہم لفظ بغاوت اور دہشت گردی کا مفہوم اور باغیوں کی علامات کا ذکر کریں۔

ا۔ بغاوت کی لُغوی تعریف

بغاوت البغی سے مشتق ہے اور البغی لغوی طور پر کبھی طلب کے لئے آتا ہے اور کبھی تعدی (ظلم و زیادتی) کے لئے۔ اصطلاحِ فقہاء میں بغاوت سے مراد ایسی حکومت کے احکام کو نہ ماننا اور اس کے خلاف مسلح خروج کرنا ہے جس کا حق حکمرانی قانون کے مطابق قائم ہوا ہو۔

ا۔ ابن فارس کے مطابق:

بَغْيٌ: اَلْبَاءُ وَالْغَيْنُ وَالْيَاءُ، أَصْلَانِ: أَحَدُهُمَا طَلَبُ الشَّيءِ، وَالثَّانِي: جِنْسٌ مِنَ الْفَسَادِ ...... وَالْأَصْلُ الثَّانِي: قَوْلُهُمْ بَغَى الْجَرْحُ، إِذَا تَرَامَى إِلَى فَسَادٍ ...... ثُمَّ يُشْتَقُّ مِنْ هَذَا مَا بَعْدَهُ، فَالْبَغْيُ الْفَاجِرَةُ ...... وَمِنْهُ أَنْ يَبْغِيَ الْإِنْسَانُ عَلَى الْآخرِ ...... وَإِذَا كَانَ ذَا بَغْيٍ فَلَا بُدَّ

أَنْ يَقَعَ مِنْهُ فَسَادٌ ...... وَالْبَغْيُ: اَلظُّلْمُ.(۱)

''بغی کا مادہ ب، غ اور ي ہے اور اس کی اصل دو چیزیں ہیں۔ پہلا معنی کسی چیز کا طلب کرنا ہے جبکہ دوسرے معنی کے مطابق یہ فساد کی ایک قسم ہے۔ ...... دوسرے معنی کی مثال دیتے ہوئے اہلِ زبان کا کہنا ہے: **بغي الجرح**، زخم فساد کی حد تک بڑھ گیا یعنی بہت زیادہ خراب ہو گیا۔ ...... اسی سے اس نوعیت کے دیگر الفاظ مشتق ہوتے ہیں مثلا **بَغِيٌّ** بُری عورت کو بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ شرم و حیا کی حدیں پھلانگ کر بدکاری کی مرتکب ہوتی ہے۔ ...... اور اسی مادے سے **بَغيٌ** کا معنی ایک انسان کی طرف سے دوسرے پر ظلم و زیادتی ہے۔ ...... جب بغاوت کسی شخص کی عادت بن جائے تو اس سے فساد خود بخود جنم لیتا ہے؛ اور (اِسی لیے) **بَغيٌ** ظلم کے لیے بھی بولا جاتا ہے۔''

۲۔ علامہ ابن نجیم حنفی (م ۹۷۰ھ) بغاوت کی تعریف میں لکھتے ہیں:

البغاة جمع باغ، من بغى على الناس ظلم واعتدى، وبغى سعى بالفساد، ومنه الفرقة الباغية لأنها عدلت عن القصد. ...... وفئة باغية خارجةٌ عن طاعة الإمام العادل.(۲)

''**البغاة** باغی کی جمع ہے۔ **بغی علی الناس** کا معنی ہے: اس نے لوگوں پر ظلم اور زیادتی کی ہے۔ **بغی** کا معنی یہ بھی ہے کہ اس نے فساد پھیلانے کی کوشش کی ہے۔ اور اسی سے **فرقہ باغیہ** ہے اس لئے کہ وہ راہِ راست سے ہٹ گیا ہے۔ ...... اور **فئة باغية** کا معنی مسلم ریاست(۳) کی اتھارٹی تسلیم نہ کرنے

(۱) ۱۔ ابن فارس، معجم مقاییس اللغة (مادة ''بغی'')، ۱۴۴

۲۔ ابن منظور، لسان العرب (مادة ''بغی'')، ۱۴: ۷۵-۷۸

(۲) ابن نجیم، البحر الرائق، ۵: ۱۵۰

(۳) **قدیم عربی و اِسلامی ادب مثلاً حدیث، تفسیر، فقہ اور عقائد وغیرہ کی اُمہات الکتب میں ــــ**

والا گروہ ہے۔‘‘

۳۔ علامہ حصکفی (م ۱۰۸۸ھ) در المختار میں بغاوت کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

.... مسلم ریاست وحکومت اور ہیئتِ اجتماعی کے لیے ’’جماعت‘‘ اور ’’امارت‘‘ کے الفاظ استعمال ہوتے تھے؛ جب کہ حکمران کے لیے ’’خلیفہ‘‘، ’’اَمیر‘‘ اور ’’اِمام‘‘ کے الفاظ مستعمل رہے ہیں۔ جیسا کہ حدیثِ نبوی ﷺ میں ہے:

فَالْزَمْ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَإِمَامَهُمْ. (۱)

’’مسلمانوں کی جماعت یعنی ہیئت اجتماعی اور ان کے امام یعنی حکمران کے ساتھ وابستہ رہو۔‘‘

اِسی طرح علامہ اِبن خلدون اِمامت کی شرح میں لکھتے ہیں:

إِنَّهُ نِيَابَةٌ عَنْ صَاحِبِ الشَّرِيْعَةِ فِي حِفْظِ الدِّيْنِ وَسِيَاسَةِ الدُّنْيَا بِهِ تُسَمّٰى خِلَافَةً وَإِمَامَةً. (۲)

’’حفاظتِ دین اور اُمورِ سلطنت میں حضور نبی اکرم ﷺ کی نیابت کو خلافت اور امامت کہا جاتا ہے۔‘‘

دورِ جدید میں تمام علوم وفنون کی نئی اِصطلاحات وضع ہو چکی ہیں۔ اِسی لیے عہدِ حاضر میں مستعمل جدید آئینی و قانونی اِصطلاحات کی روشنی میں امام کا ترجمہ حکومت / مسلم حکومت / مسلم ریاست اور طاعت / اِطاعت کا ترجمہ ریاست کا نظم اور اتھارٹی کیا گیا ہے۔

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الفتن، باب كيف الأمر إذا لم تكن جماعة، ۶: ۲۵۹۵، رقم: ۶۶۷۳

۲۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الفتن، باب العزلة، ۲: ۱۳۱۷، رقم: ۳۹۷۹

(۲) مقدمة ابن خلدون: ۱۳۴

البغی لغة الطلب، ومنه: ﴿ذٰلِکَ مَا کُنَّا نَبْغِ﴾.[۱] وعرفا: طلب ما لا یحل من جورٍ وظلمٍ.[۲]

''لغت کی رُو سے بغی کا معنی ہے: ''طلب کرنا'' مثلاً ﴿ذٰلِکَ مَا کُنَّا نَبْغِ﴾ میں یہ لفظ اس معنی میں استعمال ہوا ہے اور عرف میں اس سے مراد ناجائز ظلم و ستم کرنا ہے۔''

یہی معنوی تفصیلات **تهذیب اللغة، الصحاح** اور **لسان العرب** میں بھی مذکور ہیں۔

ان لغوی تعریفات سے یہ ثابت کرنا مقصود تھا کہ بغاوت کے لفظ میں ہی ظلم اور زیادتی کا معنی پایا جاتا ہے۔ مزید یہ کہ اِس میں شرعی قیود اور قانونی و آئینی حدود کو توڑ کر معاشرے میں بدامنی، زیادتی اور ظلم کا مرتکب ہوا جاتا ہے۔

۲۔ بغاوت کی اِصطلاحی تعریف

اَہلِ لغت نے بغاوت کی کئی تعریفات بیان کی ہیں اور وہ سب ایک ہی معنوی اَصل کی طرف لوٹتی ہیں۔ اِسی طرح مختلف فقہی مذاہب میں بھی بغاوت کی کئی تعریفات کی گئی ہیں۔ ان سب میں بھی معنوی اصل ایک ہی ہے، ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

(۱) فقہاے اَحناف کے ہاں بغاوت کی تعریف

۱۔ فقہاے احناف میں سے ایک نمایاں نام علامہ ابن ہمام (م ۸۶۱ھ) کا ہے۔ انہوں نے **فتح القدیر** میں بغاوت کی سب سے جامع تعریف کی ہے اور باغیوں کی مختلف

---

(۱) الکهف، ۱۸: ۶۴

(۲) حصکفی، الدر المختار، ۴: ۲۶۱

اقسام بیان کی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

والباغی فی عرف الفقهاء: الخارج عن طاعة إمام الحق. والخارجون عن طاعته أربعة أصناف:

أحدها: الخارجون بلا تأويل بمنعة وبلا منعة، يأخذون أموال الناس ويقتلونهم ويخيفون الطريق، وهم قطاع الطريق.

والثانی: قوم كذلک إلا أنهم لا منعة لهم لكن لهم تأويل. فحكمهم حكم قطّاع الطريق. إن قتلوا قتلوا وصلبوا. وإن أخذوا مال المسلمين قطعت أيديهم وأرجلهم على ما عرف.

والثالث: قوم لهم منعة وحمية خرجوا عليه بتأويل يرون أنه على باطل كفر أو معصية. يوجب قتاله بتأويلهم. وهؤلاء يسمون بالخوارج يستحلون دماء المسلمين وأموالهم ويسبون نساءهم ويكفرون أصحاب رسول الله ﷺ. وحكمهم عند جمهور الفقهاء وجمهور أهل الحديث حكم البغاة. ......

والرابع: قوم مسلمون خرجوا على إمام ولم يستبيحوا ما استباحه الخوارج، من دماء المسلمين وسبى ذراريهم وهم البغاة. (۱)

''فقہاء کے ہاں عرفِ عام میں آئین و قانون کے مطابق قائم ہونے والی حکومت کے نظم اور اتھارٹی کے خلاف مسلح جدوجہد کرنے والے کو باغی (دہشت گرد) کہا جاتا ہے۔ حکومت وقت کے نظم کے خلاف بغاوت کرنے والوں کی

(۱) ابن ہمام، فتح القدیر، ۵: ۳۳۴

چار قسمیں ہیں:

''**پہلی قسم** ایسے لوگوں پر مشتمل ہے جو طاقت کے بل بوتے یا طاقت کے بغیر بلا تاویل حکومت کی اتھارٹی اور نظم سے خروج کرنے والے ہیں اور لوگوں کا مال لوٹتے ہیں، انہیں قتل کرتے ہیں اور مسافروں کو ڈراتے دھمکاتے ہیں، یہ لوگ راہزن ہیں۔

''**دوسری قسم** ایسے لوگوں کی ہے جن کے پاس غلبہ پانے والی طاقت وقوت تو نہ ہو لیکن مسلح بغاوت کی غلط تاویل ہو، پس ان کا حکم بھی راہزنوں کی طرح ہے۔ اگر یہ قتل کریں تو بدلہ میں انہیں قتل کیا جائے اور پھانسی چڑھایا جائے اور اگر مسلمانوں کا مال لوٹیں تو ان پر شرعی حد جاری کی جائے۔

''**تیسری قسم** کے باغی وہ لوگ ہیں جن کے پاس طاقت وقوت اور جمعیت بھی ہو اور وہ کسی من مانی تاویل کی بناء پر حکومت کی اتھارٹی اور نظم کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیں اور ان کا یہ خیال ہو کہ حکومت باطل ہے اور کفر و معصیت کی مرتکب ہو رہی ہے۔ ان کی اس تاویل کے باوجود حکومت کا ان کے ساتھ جنگ کرنا واجب ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں پر خوارج کا اطلاق ہوتا ہے جو مسلمانوں کے قتل کو جائز اور ان کے اموال کو حلال قرار دیتے تھے اور مسلمانوں کی عورتوں کو قیدی بناتے اور اصحاب رسول ﷺ کی تکفیر کرتے تھے۔ جمہور فقہاء اور ائمہ حدیث کے ہاں ان کا حکم بھی خوارج اور باغیوں کی طرح ہی ہے۔......

''**چوتھی قسم** ان لوگوں کی ہے جنہوں نے حکومتِ وقت کے خلاف مسلح بغاوت تو کی لیکن ان چیزوں کو مباح نہ جانا جنہیں خوارج نے مباح قرار دیا تھا جیسے مسلمان کو قتل کرنا اور ان کی اولادوں کو قیدی بنانا وغیرہ۔ یہی لوگ باغی ہیں۔''

۲۔ علامہ زین الدین بن نجیم حنفی (م ۹۷۰ھ) باغی دہشت گردوں کی تعریف یوں کرتے ہیں:

وأما البغاة: فقوم مسلمون خرجوا على الإمام العدل، ولم يستبيحوا ما استباحه الخوارج من دماء المسلمين وسبى ذراريهم.(۱)

''جہاں تک باغیوں کا تعلق ہے تو یہ مسلمانوں میں سے وہ لوگ ہیں جو قانونی طریقے سے قائم ہونے والی حکومت کے خلاف مسلح ہو کر مقابلے میں نکل آتے ہیں، بے شک جس چیز کو خوارج نے حلال قرار دیا ہے یہ اس کو حلال قرار نہ دیتے ہوں مثلاً مسلمان کا خون بہانا اور ان کی اولادوں کو قید کرنا۔ (سو یہی لوگ باغی کہلاتے ہیں۔)''

۳۔ علامہ ابن عابدینؒ (م ۱۲۵۲ھ) نے رد المحتار میں بغاوت کی تعریف اس طرح کی ہے:

أهل البغي: كل فئة لهم منعة. يتغلبون ويجتمعون ويقاتلون أهل العدل بتأويل. يقولون: ''الحق معنا'' ويدعون الولاية.(۲)

''باغیوں سے مراد ہر وہ گروہ ہے جس کے پاس مضبوط ٹھکانے اور طاقت ہو اور وہ غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لوگوں کو منظّم کر کے مسلم ریاستوں کے خلاف (خود ساختہ) تاویل کی بناء پر جنگ کرتے ہیں اور کہتے

(۱) ابن نجیم، البحر الرائق فی شرح الكنز الدقائق، ۵: ۱۵۱
(۲) ۱۔ ابن عابدين، رد المحتار، ۴: ۲۶۲
۲۔ دسوقي، الحاشية، ۴: ۲۶۱
۳۔ عينى، بناية شرح الهداية، ۵: ۸۸۸

ہیں کہ **ہم ہی حق پر ہیں** اور وہ حکومت کا دعویٰ کرتے ہیں۔''

علامہ حصکفی در المختار میں باغی دہشت گردوں کی اقسام بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ثم الخارجون عن طاعة الإمام ثلاثة: قطاع طريق …… وبغاة …… وخوارج وهم قوم لهم منعة خرجوا عليه بتأويل يرون أنه على باطل كفر أو معصية، توجب قتاله بتأويلهم. ويستحلون دماءنا وأموالنا، ويسبون نساءنا ويكفرون أصحاب نبينا ﷺ. وحكمهم حكم البغاة بإجماع الفقهاء كما حققه في الفتح. (۱)

''نظمِ ریاست اور اس کی اتھارٹی کا انکار کرنے والے لوگ تین قسم کے ہیں:

(۱) راہزن (۲) باغی (۳) خوارج

''اور یہ خوارج ایسے لوگ ہیں جن کے پاس (فتنہ پھیلانے کی) طاقت ہے، جو حکومت کے خلاف مقابلے میں کسی تاویل کے بل بوتے پر نکل آئیں۔ ان کی رائے میں حکمران باطل پر ہیں، چاہے کفر یا گناہ کی حد تک ہوں۔ یہی معصیت ان کی تاویل کے مطابق حکومت سے ان کی جنگ کو واجب کر دیتی ہے۔ پھر یہ لوگ ہم مسلمانوں کا خون اور مال حلال سمجھتے ہیں۔ ہماری عورتوں کو قیدی بناتے ہیں اور ہمارے نبی مکرم ﷺ کے صحابہ کرام ﷺ کو کافر قرار دیتے ہیں۔ ان کا حکم باغیوں جیسا ہے اور اس پر فقہاء کا اجماع ہے جیسا کہ اس کی تحقیق فتح القدیر میں ہے۔''

(۱) حصكفي، الدر المختار، ۴: ۲۶۲، ۲۶۳

(۲) فقہائے مالکیہ کے ہاں بغاوت کی تعریف

مالکی فقہاء میں سے امام محمد بن احمد بن جزی الکلبی الغرناطی (م ۷۴۱ھ) نے ''القوانين الفقهية'' میں لکھا ہے:

البغاة: هم الذي يقاتلون على التأويل، والذين يخرجون على الإمام، أو يمتنعون من الدخول في طاعته، أو يمنعون حقاً وجب عليهم كالزكاة وشبهها.[1]

''باغی وہ لوگ ہیں جو مسلم ریاست کے خلاف خود ساختہ تاویلات کی بناء پر مسلح بغاوت کرتے ہیں یا اس کی اتھارٹی کو ماننے سے انکار کر دیتے ہیں اور وہ حق ادا نہیں کرتے جس کی ادائیگی (بطور پُر اَمن شہری) ان کے ذمہ لازم تھی جیسا کہ زکوٰۃ کی ادائیگی یا اس طرح کے دیگر واجبات۔''

امام دسوقی المالکی نے ''حاشية على الشرح الكبير'' کے باب ذكر فيه البغي وما يتعلق به میں لکھا ہے:

وَهُوَ لُغَةً التَّعَدِّی وَبَغَی فُـلَانٌ عَلَی فُلَانٍ: اسْتَطَالَ عَلَیْهِ. وَشَرْعًا قَالَ ابْنُ عَرَفَةَ: هُوَ الإِمْتِنَاعُ مِنْ طَاعَةِ مَنْ ثَبَتَتْ إِمَامَتُهُ فِی غَیْرِ مَعْصِیَةٍ بِمُغَالَبَةٍ وَلَوْ تَأَوُّلًا.

''لغت کی رُو سے بغاوت کا معنی ''سرکشی'' ہے اور ''بغی فلان على فلان'' کا مطلب ہے: فلاں نے فلاں پر سرکشی کی۔ اور ابنِ عرفہ نے فرمایا: شرعی طور پر کسی قانونی حکومت پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے اس کی اتھارٹی سے ان کاموں میں انکار کرنا بغاوت کہلاتا ہے جو معصیت نہ ہوں، اگرچہ وہ بغاوت کسی تاویل کی بناء پر ہی کیوں نہ ہو۔''

(۱) ابن جزى الكلبي، القوانين الفقهية: ۳۶۴

(۳) فقہائے شافعیہ کے ہاں بغاوت کی تعریف

۱۔ فقہائے شافعیہ میں سے امام نووی (م ۶۷۶ھ) نے اپنی کتاب ’’روضۃ الطالبین‘‘ میں ایک مستقل باب ’’قتال البغاۃ‘‘ کے عنوان سے قائم کیا ہے جس میں دیگر تفصیلات کا تذکرہ کرنے سے قبل باغی کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے:

الباغي في إصطلاح العلماء هو المخالف لإمام العدل، الخارج عن طاعته بامتناعه من أداء واجب عليه أو غيره بشرط. (۱)

’’علماء کی اصطلاح میں باغی مسلم حکومت کے اس مخالف کو کہتے ہیں جو اس کی اتھارٹی تسلیم نہ کرے اس طرح کہ جو اس پر یا دوسروں پر واجب ہے وہ مشروط طور پر روک لے۔‘‘

۲۔ علامہ زکریا انصاری الشافعی (م ۹۲۶ھ) دہشت گرد باغیوں کی تعریف اس طرح کرتے ہیں:

البغاة: هم مخالفو إمام بتأويل باطل ظنا وشوكة لهم، ويجب قتالهم. وأما الخوارج: وهم قوم يكفرون مرتكب كبيرة ويتركون الجماعات. فلا يقاتلون ما لم يقاتلوا. (۲)

’’باغی وہ لوگ ہیں جو تاویل باطل کا سہارا لیتے ہوئے اپنی قوت و طاقت کی بناء پر حکومت کی مخالفت کریں۔ (ان کی بغاوت کو ختم کرنے کے لئے) ان کے خلاف جنگ کرنا واجب ہے۔ خوارج تو ایسی قوم ہے جو گناہ کبیرہ کے مرتکب کو کافر کہتے ہیں اور مسلمانوں کے ساتھ اکٹھا ہونے کو ترک کردیتے

---

(۱) نووی، روضۃ الطالبین، ۱۰: ۵۰

(۲) زکریا الأنصاری، منہج الطلاب، ۱: ۱۲۳

ہیں۔ مگر ان سے اس وقت تک جنگ نہیں کی جائے گی جب تک کہ وہ خود جنگ میں پہل نہ کریں۔‘‘

۳۔ امام شربيني (م ۹۷۷ھ) الإقناع میں لکھتے ہیں:

البغاة: جمع باغ. **والبغي:** الظلم ومجاوزة الحد. سموا بذلك لظلمهم وعدولهم عن الحق. والأصل فيه آية: ﴿وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا﴾.[1] وليس فيها ذكر الخروج على الإمام صريحاً لكنها تشمله بعمومها أو تقتضيه، لأنه إذا طلب القتال لبغي طائفة على طائفة فللبغي على الإمام أولى. وهم مسلمون مخالفو إمام ولو جائرا، بأن خرجوا عن طاعته بعدم انقيادهم له أو منع حق توجه عليهم كزكاة بالشروط الآتية. ويقاتل أهل البغي وجوبا كما استفيد من الآية المتقدمة.[2]

’’البغاة: باغ کی جمع ہے۔ ’’البغیٌ‘‘ کا معنی ظلم ہے اور حد سے تجاوز کرنا بھی۔ باغیوں کو باغی اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ وہ ظلم بھی کرتے ہیں اور حق سے بھی ہٹ جاتے ہیں۔ اِس میں اَصل یہ آیہ کریمہ ہے: ﴿اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں جنگ کریں﴾۔ اِس میں صراحتاً حکومت کے خلاف خروج کا ذکر تو نہیں لیکن یہ آیت مبارکہ اپنے عموم کی وجہ سے خروج کو شامل ہے یا اس خروج کا تقاضا کرتی ہے۔ اس لیے کہ جب ایک گروہ کا دوسرے کے خلاف بغاوت کے سبب جنگ کرنا واجب ہے تو حکومت کے خلاف بغاوت کرنے والے گروہ کے خلاف جنگ تو بدرجہ اولیٰ واجب ہو گی اور وہ حکومت

(۱) الحجرات، ۴۹: ۹

(۲) شربيني، الإقناع، ۲: ۵۴۷

مخالف مسلمان ہیں اگرچہ وہ حکومت ظالم ہی کیوں نہ ہو۔ انہوں نے حکومت کی اتھارٹی کو تسلیم نہ کر کے اس کے نظم سے خروج کیا ہے یا ان حقوق کی ادائیگی سے انکار کر دیا جو ان پر لازم تھی جیسے زکوٰۃ۔ اہل بغاوت کے ساتھ وجوبی طور پر جنگ کی جائے گی جیسا کہ مذکورہ آیت مبارکہ سے پتہ چلتا ہے۔''

اِمام شربینی نے یہی تفصیل ''مغنی المحتاج (۴: ۱۲۳)'' میں بھی بیان کی ہے۔

(۴) فقہاے حنابلہ کے ہاں بغاوت کی تعریف

۱۔ فقہائے حنابلہ میں ابن ہبیرہؒ الحنبلی (م ۵۸۷ھ) نے باغیوں کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

واتفقوا على أنه إذا خرج على إمام المسلمين طائفة ذات شوكة بتأويل مشتبه، فإنه يباح قتالهم حتى يفيئوا. (۱)

''تمام ائمہ کرام اس بات پر متفق ہیں کہ جب طاقت اور مضبوط ٹھکانوں والا کوئی گروہ کسی مشتبہ تاویل کی بناء پر مسلم حکومت کے نظم (writ) سے نکل جائے تو اس کے ساتھ جنگ کرنا مباح ہے یہاں تک کہ وہ واپس (حکومت کے نظم کی اطاعت) لوٹ آئے۔''

۲۔ امام ابن قدامہؒ (م ۶۲۰ھ) نے بغاوت کی تعریف میں لکھا ہے:

قوم من أهل الحق خرجوا على الإمام بتأويل سائغ، وراموا خلعه، ولهم منعة وشوكة. (۲)

(۱) ابن هبيرة، الإفصاح: ۴۰۲

(۲) ۱۔ إبن قدامة، الكافي، ۴: ۱۴۷

۲۔ شربينى، مغنى المحتاج، ۴: ۱۲۳، ۱۲۴

۳۔ قرافى، الذخيرة، ۵: ۵۱۲

''مسلمانوں کا ایک گروہ جس نے حکومتِ وقت کے خلاف بہ ظاہر پُرکشش تاویل کی بناء پر بغاوت کی اور حکومت کوختم کرنے کا ارادہ کیا، اوران کے پاس محفوظ ٹھکانے اور اسلحہ و طاقت تھی (اسے باغی کہا جاتا ہے)۔''

۳۔ محمد بن مفلح المقدسی الحنبلی (م۷۶۳ھ) ''الفروع'' میں لکھتے ہیں:

أهل البغي: وهم الخارجون على الإمام بتأويل سائغ. ولهم شوكة لا جمع يسير خلافا لأبی بكر. وإن فات شرط فقطاع طريق. وفي الترغيب لا تتم الشوكة إلا وفيهم واحد مطاع. وأنه يعتبر كونهم في طرف ولايته.[۱]

''باغی وہ لوگ ہیں جو بہ ظاہر پرکشش تاویل کی بناء پرحکومتِ وقت کے خلاف خروج کریں اور ان کے پاس قوت و طاقت یعنی اسلحہ اور افرادی قوت خوب ہو اور ان کی جماعت چھوٹی نہ ہو۔ اس میں امام ابوبکر (المروزی) کا اختلاف ہے۔ اور اگر کوئی ایک شرط مفقود ہوتو ان کو راہزن کہیں گے اور الترغیب میں لکھا ہے کہ اس وقت تک طاقت وقوت کی شرط پوری نہیں ہوتی جب تک اس جماعت کے اندر ایک لیڈر نہ ہو۔ اور سلطنت کے کسی ایک کونے میں ان کی عمل داری اور قبضہ وتصرف کا بھی اعتبار کیا جائے گا۔''

۴۔ امام ابراہیم بن محمد بن عبد اللہ بن مفلح الحنبلی (م۸۸۴ھ) ''المبدع'' میں لکھتے ہیں:

البغي: مصدر بغى يبغي بغيا إذا اعتدى. والمراد هنا الظلمة الخارجون عن طاعة الإمام المعتدون عليه.[۲]

---

(۱) ابن مفلح، الفروع، ٦: ١٤٧

(۲) ابن مفلح، المبدع، ۹: ۱۵۹، ۱۶۰

''البغی (بغاوت) بغی یبغی بغیا سے مصدر ہے، جب کوئی زیادتی کرے تو اسے باغی کہا جاتا ہے۔ اور یہاں اس سے مراد وہ ظالم لوگ ہیں جو حکومت وقت کے خلاف سرکشی کرتے ہوئے اس کی اطاعت سے نکل جاتے ہیں۔''

۵۔ علامہ مرعی بن یوسف الحنبلی (م۱۰۳۳ھ) نے غایة المنتهی میں لکھا ہے:

هم الخارجون على إمام ولو غير عدل، بتأويل سائغ ولهم شوكة، ولو لم يكن فيهم مطاع ويحرم الخروج على الإمام ولو غير عدل. (۱)

''باغی وہ لوگ ہیں جو اپنی خودساختہ تاویل کی بنا پر حکومت کے خلاف مسلح بغاوت کرتے ہیں خواہ وہ حکومت غیر عادل ہی ہو۔ اور ان کے پاس طاقت، ہتھیار اور محفوظ ٹھکانے ہوں اگرچہ ان میں کوئی مُطاع (leader) نہ ہو۔ یاد رکھنا چاہیے کہ مسلمان حکومت کے خلاف مسلح بغاوت حرام ہے اگرچہ وہ حکومت غیر عادل ہی کیوں نہ ہو۔''

۶۔ علامہ بہوتی الحنبلی (م ۱۰۵۱ھ) نے ''کشاف القناع عن متن الإقناع'' کے باب قتال أهل البغی میں فرمایا ہے:

وَهُوَ مَصْدَرٌ بَغَى يَبْغِي إِذَا اعْتَدَى، وَالْمُرَادُ هُنَا الظَّلَمَةُ الْخَارِجُونَ عَنْ طَاعَةِ الْإِمَامِ الْمُعْتَدُونَ عَلَيْهِ. (۲)

''یہ بغی یبغی سے مصدر ہے کہ جب کوئی سرکشی کرے اور یہاں اس سے مراد وہ ظالم لوگ ہیں جو حکومت کے نظم سے سرکشی کے ساتھ خروج کرتے ہیں۔''

---

(۱) مرعي بن يوسف، غاية المنتهي، ۳: ۳۴۸

(۲) بهوتی، کشاف القناع عن متن الإقناع، ۶: ۱۵۸

(۵) فقہاے جعفریہ کے ہاں بغاوت کی تعریف

۱۔ فقہ جعفریہ کے فقیہ ابو جعفر محمد بن حسین طوسی (م ۴۶۰ھ) نے اپنی تصنیف ''الإقتصاد الهادى إلى طريق الرشاد'' میں الگ فصل قائم کر کے باغیوں کے احکام بیان کیے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

الباغي: هو كل من خرج على امام عادل وشق عصاه، فان على الامام أن يقاتلهم. ويجب على كل من يستنهضه الامام أن ينهض معه و يعاونه على قتالهم، ولا يجوز لغير الامام قتالهم بغير اذنه. فاذا قوتلوا لا يرجع عنهم الا أن يفيئوا الى الحق أو يقتلوا، ولا يقبل منهم عوض ولا جزية.

والبغاة على ضربين: **أحدهما:** من له رئيس يرجعون اليه. فهؤلاء يجوز أن يجتاز على جراحاتهم ويتبع مدبرهم ويقتل أسيرهم. **والآخر:** لا يكون لهم فيه رئيس، فهولاء لا يجاز على جريحهم ولا يقتل أسيرهم.(۱)

''باغی سے مراد ہر وہ شخص ہے جو مسلم ریاست کے خلاف مسلح بغاوت کرے اور اسے غیر مستحکم کرنے کی کوشش کرے۔ پس حکومت وقت پر لازم ہے کہ ان کے خلاف جنگ کرے۔ اور ہر اس شخص پر لازم ہے جسے حکومت ان کے خلاف اٹھنے کا حکم دے کہ وہ حکومت کے ساتھ مل کر ان کا مقابلہ کرے۔ اور حکومت وقت کے علاوہ اس کی اِجازت کے بغیر کسی کے لئے ان دہشت گرد باغیوں کے ساتھ جنگ کرنا جائز نہیں۔ جب ان کے ساتھ جنگ شروع کر دی جائے تو

(۱) طوسی، الإقتصاد، فصل فی حكام البغی: ۳۱۵

اُس وقت تک حکومت اس سے پیچھے نہ ہٹے جب تک وہ حق کی طرف لوٹ نہ آئیں یا قتل نہ کر دیئے جائیں۔ اور ان سے کسی قسم کا معاوضہ اور ٹیکس بھی قبول نہ کیا جائے۔''

''باغیوں کی دو قسمیں ہیں: **ایک قسم** یہ ہے کہ ان کا کوئی سربراہ و سرغنہ ہو جس سے وہ ہدایات لیتے ہوں۔ ان سب کا حکم یہ ہے کہ ان کے زخمیوں کو ان کی حالت پر رہنے دیا جائے گا، ان کے بھاگنے والوں کا تعاقب کیا جائے گا اور ان کے قیدیوں کو قتل کیا جائے گا۔ **دوسری قسم** وہ ہے کہ جس میں ان کا کوئی سربراہ اور سرغنہ نہ ہو۔ پس اس صورت میں ان کے زخمیوں کی مرہم پٹی کی جائے گی اور ان کے قیدیوں کو قتل نہیں کیا جائے گا۔''

۲۔ فقہ جعفریہ کے ایک اور مفسر و فقیہ فضل بن حسن الطبرسی (م ۵۴۸ھ) نے اپنی کتاب ''المؤتلف من المختلف'' میں باغی کی تعریف اس طرح کی ہے:

الباغي: هو الذي يخرج على إمام عادل ويقاتله، ويمنع من تسليم الحق اليه.(۱)

''باغی سے مراد وہ شخص ہے جو مسلم ریاست کے خلاف مسلح خروج اور جنگ کرتا ہے اور اس کی اتھارٹی ماننے سے انکار کرتا ہے۔''

درج بالا تحقیق سے یہ بات واضح ہوگئی کہ عالم اسلام کی ان نامور علمی شخصیات نے فقہی مسلک، علاقے اور زمانے کے اختلاف کے باوجود ''بغاوت'' کا اصطلاحی مفہوم الفاظ کے تھوڑے بہت تغیر کے ساتھ ایک ہی بیان کیا ہے۔ تعریفات کے ذیل میں ہر فقہی مکتب فکر کے ان نمائندہ علماء کی آراء اور نتائج فکر جاننے کی ضرورت اس لیے پڑی تا کہ نفسِ مسئلہ کو سمجھنے میں مدد مل سکے۔ سب حضرات نے باغیوں سے مراد ایسا دہشت گرد گروہ

---

(۱) طبرسی، المؤتلف من المختلف، کتاب قتال أهل البغی، ۲: ۳۷۷

لیا ہے جس کے افعال انتہاء پسندی کا مظہر ہوتے ہیں، جو خود ساختہ تاویل کی بناء پر حکومت کی اتھارٹی کو نہیں مانتا اور اس کے خلاف مسلح جد و جہد کا مرتکب ہوتا ہے۔ آج بھی ہمیں جس دہشت گردی کا سامنا ہے اس کی نوعیت بھی یہی ہے اور ان کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا جانا چاہیے جو اس سے پہلے کیا جاتا رہا۔ لہٰذا اس پر وہی شرعی احکامات نافذ ہوں گے جن کا ائمہ نے باغیوں پر اطلاق کیا ہے۔

(٦) معاصر علماء کے ہاں بغاوت اور دہشت گردی کی تعریف

رابطہ عالم اسلامی کا سولہواں سیشن مکہ مکرمہ میں خادم الحرمین الشریفین ملک فہد بن عبدالعزیز آلِ سعود کی نگرانی میں (۲۱ تا ۲۶ شوال ۱۴۲۲ھ بمطابق ۵ تا ۱۰ جنوری ۲۰۰۲ء) اسلامی فقہی اکیڈمی میں منعقد ہوا۔ اس سیشن کے بعد دہشت گردی کے حوالے سے بیانِ مکہ (Makka Decralation) کے نام سے جو اعلامیہ صادر ہوا اس میں دہشت گردی کی تعریف اس طرح کی گئی ہے:

الإرهاب: هو العدوان الذى يمارسه أفراد أو جماعات أو دول بغيًا على الإنسان: دينه، ودمه، وعقله، ماله، وعرضه. ويشمل صنوف التخويف والأذى والتهديد والقتل بغير حق وما يتصل بصور الحرابة وإخافة السبيل وقطع الطريق، وكل فعل من أفعال العنف أو التهديد، يقع تنفيذًا لمشروع إجرامى فردى أو جماعى، ويهدف إلى إلقاء الرعب بين الناس، أو ترويعهم بإيذائهم، أو تعريض حياتهم أو حريتهم أو أمنهم أو أحوالهم للخطر، ومن صنوفه إلحاق الضرر بالبيئة أو بأحد المرافق والأملاک العامة أو الخاصة، أو تعريض أحد الموارد الوطنية، أو الطبيعية للخطر، فكل هذا من صور الفساد فى الأرض التى

نهى الله سبحانه وتعالى المسلمين عنها: ﴿وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ﴾.(١)

وقد شرع الله الجزاء الرادع للإرهاب والعدوان والفساد، وعده محاربة الله ورسوله ﷺ: ﴿اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾.(٢)

ولا توجد في أي قانون بشرى عقوبة بهذه الشدة نظرًا لخطورة هذا الاعتداء ، الذى يعد فى الشريعة الإسلامية حربًا ضد حدود الله، وضد خلقه. ويؤكد المجمع أن من أنواع الإرهاب :إرهاب الدولة، ومن أوضح صوره وأشدها شناعة الإرهاب الذى يمارسه اليهود فى فلسطين، وما مارسه الصرب فى كل من البوسنة والهرسك وكوسوفا، ورأى المجمع أن هذا النوع من الإرهاب من أشد أنواعه خطرًا على الأمن والسلام فى العالم، وعد مواجهته من قبيل الدفاع عن النفس، والجهاد فى سبيل الله.(٣)

’’دہشت گردی سے مراد وہ سرکشی ہے جس کا ارتکاب مخصوص افراد، جماعتیں یا ملک دوسرے انسانوں کے دین، خون، عقل، مال اور عزت کی پامالی کے ذریعے کرتے ہیں۔ اس ظلم اور حقوق کی پامالی میں ایذاء رسانی، خوف و ہراس پیدا کرنا

(١) القصص، ٢٨: ٧٧

(٢) المائدة، ٥: ٣٣

(٣) بيان مكة: ٤ (٢٠٠٢ء)

اور ناحق قتل کرنا شامل ہے۔ اسی طرح گروہوں کی شکل میں لوٹ مار، خون خرابہ اور شاہراہوں پر قبضہ کر کے لوگوں کو ہراساں کرنا بھی اسی نوعیت کے جرائم ہیں۔ دشمنی یا زیادتی خواہ کسی فرد کی طرف سے ہو یا جماعت کی طرف سے اس کا مقصد لوگوں کے دلوں میں رعب ڈالنا ہو یا انہیں ایذاء رسانی کے ذریعے ڈرانا دھمکانا یا ان کی زندگی، آزادی، امن یا اَحوال کو خطرات میں جھونکنا ہو۔ دہشت گردی کی جملہ اقسام میں سے ایک یہ بھی ہے کہ معاشرہ یا فرد کو نقصان پہنچایا جائے، املاک اور ضرورت کی اشیاء تلف کی جائیں یا ملکی وسائل میں سے کسی چیز کو خطرات میں جھونکا جائے۔ یہ ساری فساد فی الارض کی صورتیں ہیں جس سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اپنے اس ارشادِ گرامی ﴿اور ملک میں فساد انگیزی (کی راہیں) تلاش نہ کرو، بے شک اللہ فساد بپا کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا﴾ کے ذریعے منع فرمایا ہے۔

''اللہ تعالیٰ نے دہشت گردی، عداوت اور فساد کے لئے سخت سزا مقرر فرمائی ہے اور اِسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کے ساتھ دشمنی گردانا ہے۔ اِرشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد انگیزی کرتے پھرتے ہیں (یعنی مسلمانوں میں خونریز راہزنی اور ڈاکہ زنی وغیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں) ان کی سزا یہی ہے کہ وہ قتل کیے جائیں یا پھانسی دیے جائیں یا ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹے جائیں یا (وطن کی) زمین (میں چلنے پھرنے) سے دور (یعنی ملک بدر یا قید) کر دیے جائیں۔ یہ (تو) ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لیے آخرت میں (بھی) بڑا عذاب ہے۔﴾

''اس سرکشی پر - جس کو بہت بڑا خطرہ ہونے کے پیشِ نظر شریعتِ اسلامیہ میں اللہ تعالیٰ کی حدود اور اس کی مخلوق کے خلاف جنگ شمار کیا جاتا ہے - جو سخت

سزا رکھی گئی ہے، اس طرح کی سخت سزا کسی انسانی قانون میں نہیں پائی جاتی۔ ہمارے ادارے نے اس بات پر بھی زور دیا کہ بلاشبہ دہشت گردی کی اقسام میں سے بڑی قسم ملکی دہشت گردی ہے لیکن سب سے واضح اور بدترین دہشت گردی وہ ہے جو یہودی فلسطین میں مسلسل جاری رکھے ہوئے ہیں اور وہ جو سرب باشندے بوسنیا اور کوسووا میں کر رہے ہیں۔ اس سربراہی کانفرنس کی رائے میں اس قسم کی دہشت گردی دنیا کے امن اور سلامتی کے لئے سب سے بڑا خطرہ ہے، اور اس کا سامنا کرنے کو ہمارے ادارے نے جان کے دفاع اور جہاد فی سبیل اللہ کے قبیل سے شمار کیا ہے۔‘‘

۳۔ حرابہ اور محاربین کی اصطلاحی تعریف

بعض علماء نے باغی کو محارب کے معنی میں بھی لیا ہے اور بعض نے باغی اور محارب میں فرق کرتے ہوئے ان کے ساتھ برتاؤ کی صورتیں بھی مختلف لکھی ہیں۔ مثلاً:

۱۔ امام ابن ہمامؒ (م ۸۶۱ھ) فرماتے ہیں:

بأنهم: الخارجون بلا تأويل بمنعة وبلا منعة، يأخذون أموال النَّاس، ويقتلونهم ويخيفون الطريق.[1]

’’محاربین سے مراد وہ لوگ ہیں جو کسی تاویل کے بغیر طاقت کی بنیاد پر یا اس کے بغیر بغاوت کرنے والے ہیں، جو لوگوں کے مال چھین لیتے ہیں، انہیں قتل کرتے ہیں اور راستوں میں خوف و ہراس پیدا کرتے ہیں۔‘‘

(۱) ۱۔ إبن ہمام، فتح القدير، ۶: ۹۹
۲۔ ماوردی، الإقناع: ۱۷۳
۳۔ أبو القاسم عمر بن حسين، مختصر الخرقي: ۱۲۶

۲۔ امام ابن عبدالبرؒ (م ۴۶۳ھ) نے ڈاکو، فسادی، خون خرابہ کرنے والے اور دوسروں کی عزت پر ہاتھ ڈالنے والوں کو بھی ''محارب'' ہی قرار دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

كل من قطع السبل وأخافها، وسعى فى الأرض فسادًا بأخذ المال، واستباحة الدماء، وهتك ما حرم الله هتكه من المحارم فهو محارب.(۱)

''ہر وہ شخص جس نے رکاوٹیں ڈال کر راستوں کو کاٹ دیا اور ان میں خوف و ہراس پیدا کیا، مال لوٹنے اور خون کو مباح کرنے کے ذریعے زمین میں فساد پھیلایا، وہ محارب ہے۔''

۴۔ باغیوں کی علامات

باغیوں اور دہشت گردوں کی مخصوص علامات کا تفصیلی ذکر تو خوارج کے ضمن میں آ گے آئے گا۔ تاہم یہاں اختصار کے ساتھ کچھ ائمہ کرام کی عبارات موضوعِ زیرِ بحث کی وضاحت کے لیے پیش کی جا رہی ہیں۔

ا۔ فقہاے اَحناف میں سے امام کاسانیؒ فرماتے ہیں:

فالبغاة: هم الخوارج. وهم قوم من رأيهم أن كل ذنب كفر كبيرة كانت أو صغيرة. يخرجون على إمام أهل العدل. ويستحلون القتال والدماء والأموال بهذا التأويل ولهم منعة وقوة.(۲)

''پس باغی دہشت گرد گروہ، خوارج ہی ہوتے ہیں (جن کی یہ تین علامتیں عام

(۱) ۱۔ ابن عبد البر، الكافي في فقه أهل المدينة، ۲: ۱۰۸۷
۲۔ دردير، الشرح الصغير، ۴: ۴۹۲، ۴۹۳

(۲) كاساني، بدائع الصنائع، ۷: ۱۴۰

ہیں):

۱۔ ان کا نظریہ یہ ہے کہ ہر گناہ کفر ہے خواہ وہ گناہ کبیرہ ہو یا صغیرہ (اس لئے وہ فاسق حکمرانوں کو کافر سمجھتے ہیں)۔

۲۔ یہ انتہاء پسند لوگ مسلمان حکومت کے خلاف بغاوت کرتے ہیں اور مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے اور ان کو قتل کرنے کو جائز سمجھتے ہیں۔ اور ان کے اموال کو اپنی خودساختہ تاویل کی وجہ سے حلال قرار دیتے ہیں جو انہوں نے (لوگوں کو مشتعل کرنے کے لیے) گھڑی ہوتی ہے۔

۳۔ ان کے پاس طاقت اور قوت ہوتی ہے (جسے وہ اپنے مذموم مقاصد کے لئے کہیں سے بھی اور کسی سے بھی حاصل کرنے میں حرج نہیں سمجھتے)۔''

۲۔ فقہ شافعی کی معروف کتاب **حاشیة البجیرمی** میں علامہ سلیمان بن عمر بن محمد الشافعی (م ۱۲۲۱ھ) نے دہشت گرد خوارج کی تعریف میں لکھا ہے:

وأما الخوارج: وهم صنف من المبتدعة. قائلون: بأن من أتى كبيرة كفر وحبط عمله وخلد في النار. وأن دار الإسلام بظهور الكبائر بها تصير دار كفر.[1]

''دہشت گرد خوارج، بدعتیوں کی ایک قسم ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر ہے اور اس کے سارے اَعمال ضائع ہیں اور وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ اور (اُن کا یہ بھی عقیدہ ہوتا ہے کہ) کبیرہ گناہ ظاہر ہونے کے بعد دار الاسلام دار الکفر میں بدل جاتا ہے (اِس لیے وہ مسلمانوں کا قتلِ عام جائز سمجھتے ہیں)۔''

---

(۱) بجیرمی، حاشیة، ۴: ۲۰۱

۳۔ امام ابن قدامہ المقدسی نے ''المغنی'' میں ''قتال أهل البغی'' کے عنوان سے باب باندھا ہے جس میں باغیوں سے متعلق بنیادی ابحاث بیان کی ہیں۔ انہوں نے سب سے پہلے سورۃ الحجرات کی آیت نمبر ۹ اور ۱۰ سے باغیوں کا حکم بیان کیا ہے۔ اس کے بعد اَحادیثِ رسول ﷺ کے ذریعے دہشت گردوں اور خوارج کی مذمت کرتے ہوئے خوارج کی اقسام کو یوں بیان کیا ہے:

والخارجون عن قبضة الإمام أصناف أربعة:

أحدها: قوم امتنعوا من طاعته وخرجوا عن قبضته بغير تأويل، فهؤلاء قطاع طريق ساعون فی الأرض بالفساد.

الثانی: قوم لهم تأويل إلا أنهم نفر يسير لا منعة لهم كالواحد والاثنين والعشرة ونحوهم. فهؤلاء قطاع طريق فی قول أكثر أصحابنا، وهو مذهب الشافعی لأن ابن ملجم لما جرح عليا رضی الله عنه قال للحسن: إن برئت رأيت رأيی، وإن مت فلا تمثلوا به.

الثالث: الخوارج الذين يكفرون بالذنب ويكفرون عثمان وعليا وطلحة والزبير وكثيرا من الصحابة ويستحلون دماء المسلمين وأموالهم إلا من خرج معهم.

الرابع: قوم من أهل الحق يخرجون عن قبضة الإمام ويرومون خلعه لتأويل سائغ، وفيهم منعة يحتاج فی كفهم إلی جمع الجيش. فهؤلاء البغاة الذين نذكر فی هذا الباب حكمهم وواجب علی الناس معونة إمامهم فی قتال البغاة ...... لأنهم لو تركوا معونته لقهره أهل البغی وظهر الفساد فی الأرض.[1]

(۱) ابن قدامة، المغنی، ۹: ۳، ۵

’’حکومت کے دائرہ اختیار اور اس کے نظم سے خروج کرنے والوں کی چار قسمیں ہیں:

۱۔ وہ لوگ جنہوں نے اپنے آپ کو بغیر کسی تاویل کے حکومتِ وقت کی اطاعت سے روک لیا اور اس کے دائرہ اختیار اور اس کے نظم سے بغاوت و خروج کیا تو یہ راہزن ڈاکو ہیں جو زمین میں فساد برپا کرنے والے ہیں۔

۲۔ وہ لوگ جن کے پاس تاویل تو ہے مگر وہ چند لوگ ہیں جن کے پاس کوئی محفوظ ٹھکانہ نہیں یعنی ایک، دو، دس یا قدرے زیادہ۔ ہمارے اکثر اصحاب (حنابلہ) کے نزدیک یہ ڈاکو ہیں اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے کیونکہ ابن ملجم نے جب سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کو زخمی کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اگر میں ٹھیک ہو گیا تو اس کے بارے میں خود فیصلہ کروں گا اور اگر شہید ہو گیا تو اس کا مثلہ نہ کرنا۔

۳۔ وہ خوارج جو گناہ کے ارتکاب کی وجہ سے لوگوں کو کافر قرار دیتے ہیں اور حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، زبیر اور دیگر بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کافر گردانتے ہیں۔ مسلمانوں کے خون اور مال کو حلال سمجھتے ہیں سوائے اُس شخص کے جو ان کے ساتھ مل کر خروج کرے۔

۴۔ مسلمانوں میں سے کچھ لوگ جو حکومتِ وقت کے دائرہ اختیار اور اس کے نظم سے خروج کرتے ہیں اور اطاعت کا طوق بہ ظاہر پُرکشش تاویل کی بناء پر اتار پھینکنے کا قصد کرتے ہیں شرط یہ ہے کہ ان میں اتنی قوت موجود ہو جس کا مقابلہ کرنے کے لئے حکومتِ وقت کو لشکر تیار کرنے کی ضرورت محسوس ہو تو یہ ہیں وہ باغی لوگ جن کا حکم ہم یہاں ذکر کر رہے ہیں۔ لوگوں پر واجب ہے کہ وہ ان دہشت گردوں کے خلاف حکومتِ وقت کی مدد کریں۔ ...... پس اگر وہ حکومتِ وقت کی مدد و اِعانت کو ترک کر دیں گے تو باغی دہشت گرد اُن پر

غالب آ جائیں گے اور زمین میں فساد پھیل جائے گا۔''

جس طرح باغی کی تعریف پر ائمہ وفقہاء کا اتفاق ہے اسی طرح ان کی علامات پر بھی اجماع ہے۔ سب سے پہلی علامت یہ ہے کہ وہ لوگ دوسرے مسلمانوں کو اسلام سے خارج سمجھیں گے، وہ اپنی انتہا پسندی کا جواز غلط تاویل کے ذریعے پیش کریں گے یعنی گنہگار مسلمانوں پر یا فاسق حکمرانوں پر کفر کا فتویٰ لگاتے ہوئے ان کے قتل کا جواز بنائیں گے۔ ان کی علامات اور اقدامات خوارج سے مشابہت رکھتے ہیں اس لئے ان کے بارے میں حکم بھی وہی ہے جو خوراج کے بارے میں خلیفہ چہارم سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جاری فرمایا تھا جس کی تفصیلات آئندہ صفحات میں آ رہی ہیں۔

فصل دوم

جرمِ بغاوت کی سنگینی اور اُس کی سزا

۱۔ مسلح بغاوت سنگین جرم کیوں؟

گزشتہ سطور میں بیان کی گئی تعریفات اور علامات کی روشنی میں یہ واضح ہوگیا کہ مسلم حکومت اور مسلمانوں کی ہیئتِ اِجتماعی کے خلاف مسلح بغاوت اور دہشت گردی کرنے والے لوگ کسی رعایت کے مستحق نہیں کیونکہ کسی بھی ملک وقوم کی قوت و طاقت اور اِستحکام و دوام کا اِنحصار اِجتماعیت اور مرکزیت پر ہوتا ہے۔

مسلم ریاست اور اجتماعی نظم کے خلاف مسلح بغاوت کس قدر شدید جرم ہے؟ اِس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْیُصَلَّبُوْٓا اَوْتُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْامِنَ الاَرْضِ ؕ ذٰلِکَ لَهُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ○[۱]

”بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد انگیزی کرتے پھرتے ہیں (یعنی مسلمانوں میں خونریز راہزنی اور ڈاکہ زنی وغیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں) ان کی سزا یہی ہے کہ وہ قتل کیے جائیں یا پھانسی دیئے جائیں یا ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹے جائیں یا (وطن کی) زمین (میں چلنے پھرنے) سے دور (یعنی ملک بدر یا قید) کر دیے جائیں۔ یہ (تو) ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لیے آخرت میں

(۱) المائدة، ۵: ۳۳

(بھی) بڑا عذاب ہےo‘‘

اِس آیت مبارکہ سے یہ مفہوم اخذ ہوتا ہے کہ پُراَمن معاشرے کو مسلح دہشت گردی کے ذریعے خوف زدہ کرنے والوں کا خاتمہ ریاست کے لیے ضروری ہے خواہ ایسے لوگوں کا تعلق کسی بھی مذہب سے ہو۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

من شهر السلاح في فئة الإسلام وأخاف السبيل، ثم ظفر به وقدر عليه، فإمام المسلمين فيه بالخيار إن شاء قتله وإن شاء صلبه وإن شاء قطع يده ورجله. (۱)

’’جس نے مسلمانوں کی آبادی پر ہتھیار اٹھائے اور راستے کو اپنی دہشت گردی کے ذریعے غیر محفوظ بنایا اور اس پر کنٹرول حاصل کرکے لوگوں کا پُراَمن طریقے سے گزرنا دشوار کر دیا، تو مسلمانوں کے حاکم کو اختیار ہے کہ چاہے اسے قتل کرے، پھانسی دے یا چاہے تو اس کے ہاتھ، پاؤں کاٹ دے (اور یوں ان کی قوت کو کلیتاً ختم کر دے)۔‘‘

امام طبری اور حافظ ابن کثیر نے مزید لکھا ہے کہ سعید بن مسیّب، مجاہد، عطاء، حسن بصری، ابراہیم النخعی اور ضحاک نے بھی اسی معنی کو روایت کیا ہے۔

اسی کو امام سیوطی نے بھی ’’الدر المنثور (۳: ۶۸)‘‘ میں روایت کیا ہے۔

امام قرطبی نے ’’**الجامع لأحكام القرآن** (۶: ۱۴۸)‘‘ میں روایت کیا ہے کہ یہ آیت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مبارک میں ایک ایسے گروہ کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے مدینہ منورہ کے باہر دہشت گردی کا ارتکاب کیا، قتلِ ناحق اور اَملاک لوٹنے کے اقدامات کیے جس پر انہیں سخت عبرت ناک سزا دی گئی۔

---

(۱) ۱۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۲: ۵۱
۲۔ طبری، جامع البیان في تفسیر القرآن، ۶: ۲۱۴

اِس آیت سے یہ مفہوم بھی اَخذ ہوتا ہے کہ راہزنی کرنے والوں کو سزائے موت دینا جائز ہے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں:

أجمعوا على أن المراد بالمحاربين المفسدين في هذه الآية قطاع الطريق سواء كانوا مسلمين أو من أهل الذمة. واتفقوا على أن من برز وشهر السلاح مخيفا مغيرا خارج المصر بحيث لا يدركه الغوث، فهو محارب قاطع للطريق جارية عليه أحكام هذه الآية. ...... وقال البغوي: المكابرون في الأمصار داخلون في حكم هذه الآية.(۱)

''اس پر تمام مفسرین کا اجماع ہے کہ اس آیت میں محاربین سے مراد فساد بپا کرنے والے راہزن ہیں؛ مسلمان ہوں یا غیر مسلم، سب کے لئے حکم برابر ہے۔ اس پر بھی اتفاق ہے کہ جو کھل کر ہتھیار اٹھالیں، شہر سے باہر لوگوں کو خوفزدہ کریں اور غارت گری کریں جہاں کوئی مددگار بھی نہ پہنچ سکے، ایسا شخص دہشت گرد، جنگجو (terrorist & militant) اور راہزن ہے۔ اُس پر اس آیت کے احکام جاری ہوں گے۔ ...... امام بغویؒ فرماتے ہیں: شہری آبادیوں میں دہشت گردی کرنے والے بھی اس آیت کے حکم میں شامل ہیں۔''

علامہ زمخشری نے اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں لکھا ہے:

يُحَارِبُون رسُول الله، ومحاربة المُسْلِمين في حكم مُحَارَبَتِه.(۲)

''يُحَارِبُون رسُول اللهِ (یعنی) مسلمانوں کے ساتھ جنگ بپا کرنا رسول اللہ ﷺ سے جنگ کرنے کے حکم میں ہے۔''

(۱) قاضی ثناء اللہ، تفسیر المظہری، ۳: ۸۶

(۲) زمحشری، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل، ۱: ۶۲۱

علامہ ابو حفص حنبلی، علامہ زمخشری کی مذکورہ بالا عبارت تحریر کرنے کے بعد مزید لکھتے ہیں:

أنَّ المقصود أنَّهم يُحَارِبون رَسُول الله ﷺ وإنما ذكر اسْم الله – تبارک وتعالى – تَعْظِيماً وتَفْخِيماً لمن يُحَارَبُ، كقوله تعالى: ﴿إِنَّ الذين يُبَايِعُونَکَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللهِ﴾(۱).(۲)

''مقصد یہ ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے جنگ کرتے ہیں اور (اس آیت میں) اللہ تعالیٰ کا اسم مبارک جنگ کا نشانہ بننے والوں کی عظمت اور قدر و منزلت بڑھانے کے لئے مذکور ہوا ہے جیسا کہ ﴿إِنَّ الذين يُبَايِعُونَکَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللهِ﴾ میں بھی یہی اندازِ بیان اختیار کیا گیا ہے۔''

امام ابنِ ہمامؒ نے آیتِ مذکورہ سے استنباط کرتے ہوئے دہشت گردی کو اللہ تعالیٰ، اس کے رسولِ مکرم ﷺ اور عام مسلمانوں کے خلاف جنگ کے مترادف قرار دیا ہے:

سمى قاطع الطريق محاربا لله لأن المسافر معتمد على الله تعالى. فالذى يزيل أمنه محارب لمن اعتمد عليه فى تحصيل الأمن. وأما محاربته لرسوله ﷺ فإما باعتبار عصيان أمره وإما باعتبار أن الرسول هو الحافظ لطريق المسلمين والخلفاء والملوک بعده نوابه. فإذا قطع الطريق التى تولى حفظها بنفسه ونائبه فقد حاربه. أو هو على حذف مضاف أي يحاربون عباد الله.(۳)

''آیت مذکورہ بالا میں راہزن کو بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ جنگ کرنے والا کہا گیا

(۱) الفتح، ۴۸: ۱۰

(۲) أبو حفص الحنبلى، اللباب فى علوم الكتاب، ۷: ۳۰۳

(۳) ابن همام، فتح القدير، ۵: ۱۷۷

ہے کیونکہ مسافر اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کئے ہوئے ہوتا ہے۔ اور وہ شخص جو اس کا امن برباد کرتا ہے گویا وہ اس ذات کے ساتھ برسرِپیکار ہوتا ہے جس پر وہ مسافر حصولِ امن کی خاطر اعتماد کئے ہوئے تھا اور رہا اس کا رسول معظم ﷺ کے ساتھ برسرِپیکار ہونا تو وہ اس لئے ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کے حکم کی نافرمانی کی ہے۔ یا اس لئے کہ حضور نبی اکرم ﷺ مسلمانوں کے راستوں کے محافظ و نگہبان ہیں اور آپ ﷺ کے بعد آپ کے خلفاء اور مسلمان حکمران آپ ﷺ کے نائب ہیں۔ پس جب وہ راستہ روکا گیا جس کی حفاظت کا ذمہ خود آپ ﷺ نے اٹھایا ہے اور آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کے نائبین یعنی مسلم حکومتوں نے تو گویا آپ ﷺ کے خلاف اعلانِ جنگ کیا گیا۔ یا یہاں عبارت حذفِ مضاف کے ساتھ ہے اور اصل عبارت میں ''**یحاربون عباد اللّٰہ**'' ہے یعنی وہ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول مکرم ﷺ اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ جنگ کرتے ہیں۔''

مذکورہ بالا نصوص سے صراحت کے ساتھ ثابت ہوگیا کہ دہشت گرد اللہ تعالیٰ، رسول اکرم ﷺ اور جملہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی بغاوت کا جرم ایک سنگین اور ناقابلِ تلافی جرم کہلاتا ہے۔

اَہم نکتہ

آیتِ مبارکہ اور اس کے ذیل میں کی گئی تشریحات میں **قاطع الطریق** یعنی راہزن اور ڈاکو کو بھی باغی اور واجب القتل قرار دیا گیا ہے کیونکہ وہ راستوں پر قبضہ کر کے مخلوقِ خدا کو پریشان کرتا ہے۔ موجودہ حالات میں اس جرم کا اطلاق ان کارروائیوں پر بھی ہوتا ہے جن میں دہشت گرد کسی شارع، کسی علاقے، کسی مسجد، سکول یا عمارت پر قبضہ کر کے وہاں کے لوگوں کو یرغمال بنالیتے ہیں۔

دہشت گردی، فساد انگیزی کی ایسی شکل ہے جس کی وجہ سے عامۃ الناس اذیت کی موت سے دو چار ہوتے ہیں اور بہت سے خوف و ہراس اور نفسیاتی دباؤ کا شکار ہو جاتے ہیں۔ یہ ایسا فتنہ ہے جو پورے معاشرے کو خوف میں مبتلا کر دیتا ہے۔ دہشت گرد چونکہ غلط اور بے بنیاد تاویل کے سہارے عوام الناس کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس لئے ان کے یہ جملہ اقدامات فتنے کی صورت اختیار کر جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان فتنہ گر دہشت گردوں کو انسانیت کا قاتل بلکہ اس سے بھی بڑے گناہ کا مرتکب قرار دیا ہے، ارشاد باری تعالی بڑا واضح اور صریح ہے:

وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ.(۱)

’’اور فتنہ انگیزی تو قتل سے بھی زیادہ سخت (جرم) ہے۔‘‘

۲۔ مسلم اِجتماعیت کے خلاف مسلح گروہ بندی پر رِسالت مآب ﷺ کی مذمت

حضور نبی اکرم ﷺ نے مرکز گریز قوتوں کی سخت حوصلہ شکنی کی ہے۔ آپ ﷺ نے ملک و ریاست کے خلاف خروج و بغاوت اور افرادِ معاشرہ کو بلاامتیاز قتل کرنے والوں کو مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً کہہ کر گمراہ (misguided) اور فَلَيْسَ مِنِّي فرما کر اُمت سے خارج کر دیا ہے۔ ایسے باغی دہشت گردوں اور فسادیوں کی سزا خود شارع علیہ السلام نے متعین فرمائی ہے اور ائمہ دین نے اپنے اپنے ادوار میں فتاویٰ بھی جاری کیے ہیں۔

۱۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے باغی کے لئے بڑی سخت وعید سنائی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ خَرَجَ مِنَ الطَّاعَةِ وَفَارَقَ الْجَمَاعَةَ فَمَاتَ، مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً،

(۱) البقرة، ۲: ۱۹۱

وَمَنْ قَاتَلَ تَحتَ رَايَةٍ عِمِّيَّةٍ يَغْضَبُ لِعَصَبَةٍ أَوْ يَدْعُوْ إِلَى عَصَبَةٍ أَوْ يَنْصُرُ عَصَبَةً فَقُتِلَ فَقِتْلَةٌ جَاهِلِيَّةٌ، وَمَنْ خَرَجَ عَلَى أُمَّتِي يَضْرِبُ بَرَّهَا وَفَاجِرَهَا وَلَا يَتَحَاشَى مِنْ مُؤْمِنِهَا وَلَا يَفِي لِذِي عَهْدٍ عَهْدَهُ فَلَيْسَ مِنِّي وَلَسْتُ مِنْهُ.(۱)

''جو شخص مسلم ریاست کے نظمِ اجتماعی سے نکل جائے (یعنی اس کی اتھارٹی کو چیلنج کرے) اور اجتماعیت کو چھوڑ کر الگ گروہ بنا لے۔ پھر مر جائے تو (سمجھ لیجیے کہ) وہ جاہلیت کی موت مرا۔ اور جو شخص اندھی تقلید میں کسی کی زیرِ قیادت جنگ کرے یا کسی عصبیت کی بناء پر غضب ناک ہو یا عصبیت کی طرف دعوت دے یا عصبیت کی خاطر جنگ کرے اور مارا جائے تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔ اور جس شخص نے میری اُمت پر خروج کیا اور (ریاست سے بغاوت کرکے الگ لشکر اور جتھے بنا کر بلا اِمتیاز) نیک اور برے سب لوگوں کو قتل کیا، کسی مومن کا لحاظ کیا نہ کسی سے کیا ہوا عہد پورا کیا، اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی میرا اُس سے کوئی تعلق ہے (یعنی وہ میری اُمت سے نہیں اور نہ ہی میں اس کے لیے رحیم و شفیع ہوں گا)۔''

اِس حدیث میں حضور نبی اکرم ﷺ نے جنگ و جدال میں اندھی تقلید اور عصبیت کو قومی وحدت کے لئے نہایت مہلک قرار دیا ہے۔ اِس تعصب اور انتہا پسندی کی بنا پر اگر کوئی اُمتِ مسلمہ کی اکثریت (large majority) سے جنگ کرے یا مسلمانوں

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الإمارة، باب وجوب ملازمة جماعة المسلمين عند ظهور الفتن، ۳: ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، رقم: ۱۸۴۸

۲۔ نسائي، السنن، كتاب تحريم الدم، باب التغليظ فيمن قاتل تحت راية عميه، ۷: ۱۲۳، رقم: ۴۱۱۴

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۹۶، ۴۸۸

پر اسلحہ اُٹھائے تو اُسے نہ صرف جاہلیت کی موت مرنے والا قرار دیا بلکہ اُسے اپنی اُمت سے بھی خارج کر دیا ہے۔

۲۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ خَلَعَ يَدًا مِنْ طَاعَةٍ لَقِيَ اللهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا حُجَّةَ لَهُ، وَمَنْ مَاتَ وَلَيْسَ فِي عُنُقِهِ بَيْعَةٌ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً.(۱)

’’جس شخص نے مسلمان حکومت کی اتھارٹی کو تسلیم نہ کیا (اور بلا عذر شرعی) باغی ہو گیا تو وہ قیامت کے دن اللہ کے سامنے اس حال میں آئے گا کہ اس کے پاس (اس بغاوت پر) کوئی قابلِ قبول دلیل نہ ہوگی اور جو شخص اس حال میں فوت ہوگیا کہ وہ مسلم ریاست کا باغی تھا سو وہ جاہلیت کی موت مرا۔‘‘

۳۔ بغاوت کس قدر ناپسندیدہ فعل ہے، اس حوالے سے امام بیہقی نے شعب الإیمان میں درج ذیل منفرد نوعیت کی روایت بیان کی ہے جو سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

لَوْ بَغَى جَبَلٌ عَلَى جَبَلٍ لَجَعَلَ اللهُ عزوجل الْبَاغِيَ مِنْهُمَا دَكًّا.(۲)

’’اگر ایک پہاڑ کسی پہاڑ پر بغاوت کرے تو اللہ رب العزت بغاوت کرنے والے پہاڑ کو بھی ریزہ ریزہ کر دے گا۔‘‘

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب الإمارة، باب وجوب ملازمة جماعة المسلمین عند ظهور الفتن، ۳: ۱۴۷۸، رقم: ۱۸۵۱
۲۔ بیهقي، السنن الکبری، ۸: ۱۵۶

(۲) ۱۔ بیهقي، شعب الإیمان، ۵: ۲۹۱، رقم: ۶۶۹۳
۲۔ ذهبی، الکبائر، ۱: ۲۰۳
۳۔ سیوطی، الدر المنثور، ۴: ۳۵۳

امام کاسانیؒ نے ''بدائع الصنائع'' میں ایسے باغی گروہوں کی سزا کا تعین کرتے ہوئے بڑی صراحت کے ساتھ لکھا ہے:

إن علم الإمام أن الخوارج يشهرون السلاح ويتأهبون للقتال، فينبغي له أن يأخذهم ويحبسهم حتى يقلعوا عن ذلک ويحدثوا توبة. لأنه لو تركهم لسعوا في الأرض بالفساد فيأخذهم على أيديهم. ولا يبدؤهم الإمام بالقتال حتى يبدؤه لأن قتالهم لدفع شرهم لا لشر شركهم. لأنهم مسلمون فما لم يتوجه الشرمنهم لا يقاتلهم. وإن لم يعلم الإمام بذلک حتى تعسكروا و تأهبوا للقتال، فينبغي له أن يدعوهم إلى العدل والرجوع إلى رأى الجماعة أولا لرجاء الإجابة وقبول الدعوة كما في حق أهل الحرب. وكذا روى أن سيدنا عليا رضی الله عنه لما خرج عليه أهل حروراء ندب إليهم عبد الله بن عباس رضی الله عنهما ليدعوهم إلى العدل. فدعاهم وناظرهم فان أجابوا كف عنهم وإن أبوا قاتلهم لقوله تعالى: ﴿فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰی تَفِیْٓءَ اِلٰٓی اَمْرِ اللهِ﴾[1] وكذا قاتل سيدنا على رضی الله عنه أهل حروراء بالنهروان بحضرة الصحابة رضی الله عنهم.[2]

''اگر حکومت کو یہ معلوم ہو جائے کہ شرپسندوں نے مسلح جد و جہد شروع کر دی ہے اور وہ جنگ کے لیے تیاری کر رہے ہیں تو ہیئتِ مقتدرہ پر لازم ہے کہ ان کو گرفتار کرے اور قید کرے یہاں تک کہ وہ اس باغیانہ عمل سے باز آ جائیں

(۱) الحجرات، ۴۹: ۹

(۲) کاسانی، بدائع الصنائع، ۷: ۱۴۰

اور توبہ کریں کہ وہ دوبارہ اس طرح کا عمل نہیں کریں گے۔ اگر حکومت نے انہیں ڈھیل دی تو وہ مزید دہشت گردی کے مرتکب ہوں گے۔ لہٰذا حکومت کو چاہیے کہ بروقت انہیں روکے۔ اور حکومت خود جنگ کا آغاز نہ کرے یہاں تک کہ وہ جنگ میں پہل کریں کیونکہ ان کے ساتھ جنگ ان کے شر کو ختم کرنے کے لئے ہوگی۔ ہاں اگر ان سے شر کا خطرہ نہ ہو تو ان کے ساتھ جنگ نہ کی جائے اور اگر حکومت کو ان کی ریشہ دوانیوں کا علم نہ ہو یہاں تک کہ وہ (تخریبی کارروائیوں کے لئے) اپنے ٹھکانے بنا لیں، جنگ کی تیاری کر لیں اور افرادی قوت جمع کر لیں تو حکومت کو چاہیے کہ انہیں سب سے پہلے راہِ راست کی طرف بلائے اور انہیں اجتماعی رائے کی طرف لوٹنے کی دعوت دے، جیسا کہ اہلِ حرب کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ جس طرح سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اہلِ حروراء (خوارج) کی بغاوت کے خلاف کارروائی کرنے سے پہلے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو مندوب بنا کر بھیجا تا کہ وہ انہیں عدل و انصاف کی دعوت دیں۔ پس حکومت اسی طرح انہیں دعوت دے اور ان کے ساتھ مذاکرات کرے۔ اگر وہ مثبت جواب دیں تو ان کے ساتھ جنگ کرنے سے رک جائے اور اگر وہ ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کریں تو ان کے ساتھ کھلی جنگ کرے۔ اس کی جنگ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے مطابق درست ہوگی جس میں فرمایا گیا: ﴿اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں جنگ کریں تو اُن کے درمیان صلح کرا دیا کرو، پھر اگر ان میں سے ایک (گروہ) دوسرے پر زیادتی اور سرکشی کرے تو اس (گروہ) سے لڑو جو زیادتی کا مرتکب ہو رہا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔﴾ اِسی طرح سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں نہروان کے مقام پر اہلِ حروراء کے ساتھ جنگ کی۔‘‘

جن لوگوں کو موجودہ حالات میں مسلح دہشت گردوں کی ملک دشمن کارروائیوں

کے پس پردہ ''جہاد'' کا شائبہ ہوتا ہے انہیں اطمینان قلب ہو جانا چاہئے کہ کلمہ گو اور پُر اَمن لوگوں کی جانیں لینا کوئی جہاد نہیں بلکہ یہ جہاد جیسے اعلیٰ دینی تصور کو بدنام کرنے کی کوشش ہے۔ تاریخ اسلام میں جس طرح بغاوت کو قطعی جرم کے طور پر ممنوع سمجھا گیا آج بھی مسلح باغیوں کو ملک وقوم کا دشمن سمجھنا ہی دین داری ہے۔

۳۔ بغاوت پر اُکسانے والوں کے لئے عذابِ جہنم کی وعید

ایک مسلمان کو کسی بھی صورت میں مسلمانوں کی ہیئتِ اجتماعی کے خلاف بغاوت کی اجازت نہیں۔ جو لوگ مختلف گروہوں کی شکل میں مسلم ریاست اور ہیئتِ اجتماعی کے خلاف کسی بھی قسم کی پرتشدد، فساد انگیز اور مسلح کارروائیاں کرتے ہیں وہ باغی اور دہشت گرد ہیں۔ ان سے عام مسلمانوں کو حتی المقدور الگ رہنے کا حکم دیا گیا ہے، اس ضمن میں ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں جلیل القدر صحابی رسول حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كَانَ النَّاسُ يَسْأَلُوْنَ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ عَنِ الْخَيْرِ، وَكُنْتُ أَسْأَلُهُ عَنِ الشَّرِّ مَخَافَةَ أَنْ يُدْرِكَنِي. فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، إِنَّا كُنَّا فِي جَاهِلِيَّةٍ وَشَرٍّ فَجَاءَنَا اللهُ بِهٰذَا الْخَيْرِ، فَهَلْ بَعْدَ هٰذَا الْخَيْرِ شَرٌّ؟ قَالَ: نَعَمْ. فَقُلْتُ: هَلْ بَعْدَ ذَالِكَ الشَّرِّ مِنْ خَيْرٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، وَفِيْهِ دَخَنٌ. قُلْتُ: وَمَا دَخَنُهُ؟ قَالَ: قَوْمٌ يَسْتَنُّوْنَ بِغَيْرِ سُنَّتِي وَيَهْدُوْنَ بِغَيْرِ هَدْيِي تَعْرِفُ مِنْهُمْ وَتُنْكِرُ. فَقُلْتُ: هَلْ بَعْدَ ذَالِكَ الْخَيْرِ مِنْ شَرٍّ؟ قَالَ: نَعَمْ، دُعَاةٌ عَلَى أَبْوَابِ جَهَنَّمَ مَنْ أَجَابَهُمْ إِلَيْهَا قَذَفُوْهُ فِيْهَا. فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، صِفْهُمْ لَنَا. قَالَ: نَعَمْ قَوْمٌ مِنْ جِلْدَتِنَا

وَيَتَكَلَّمُوْنَ بِأَلْسِنَتِنَا. قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، فَمَا تَرَى إِنْ أَدْرَكَنِي ذَالِكَ؟ قَالَ: تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَإِمَامَهُمْ. فَقُلْتُ: فَإِنْ لَمْ تَكُنْ لَهُمْ جَمَاعَةٌ وَلَا إِمَامٌ؟ قَالَ: فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا، وَلَوْ أَنْ تَعَضَّ عَلَى أَصْلِ شَجَرَةٍ حَتَّى يُدْرِكَكَ الْمَوْتُ وَأَنْتَ عَلَى ذَالِكَ.(۱)

’’لوگ تو حضور نبی اکرم ﷺ سے خیر کے متعلق سوال کرتے تھے اور میں آپ ﷺ سے (حصول علم کے لئے) شر کے متعلق پوچھا کرتا تھا، اس خوف سے کہ کہیں میں اس شر میں مبتلا نہ ہو جاؤں۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم زمانہ جاہلیت میں میں مبتلاء تھے، پھر اللہ تعالیٰ (آپ کے توسط سے) ہمارے پاس اس خیر کو لے آیا، کیا اس خیر کے بعد پھر شر ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! میں نے عرض کیا: کیا اس شر کے بعد پھر خیر ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، لیکن اس خیر میں کچھ کدورت اور ملاوٹ ہو گی۔ میں نے عرض کیا: وہ کدورت کیسی ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اکثر لوگ میری سنت پر نہیں چلیں گے اور میری ہدایت کے خلاف عمل کریں گے۔ ان میں اچھی اور بری دونوں باتیں ہوں گی۔ میں نے عرض کیا: کیا اس خیر کے بعد بھی کوئی شر ہو گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں کچھ لوگ خود جہنم کے دروازوں پر کھڑے ہوں گے اور دوسرے لوگوں کو بھی اسی طرف بلائیں گے، جو ان کی دعوت پر لبیک کہے گا وہ اس کو جہنم میں ڈال دیں گے! میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ان کی صفت

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب المناقب، باب علامات النبوة في الإسلام، ۳: ۱۳۱۹، رقم: ۳۴۱۱

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الإمارة، باب وجوب ملازمة جماعة المسلمين عند ظهور الفتن، ۳: ۱۴۷۵، رقم: ۱۸۴۷

بیان کیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ان لوگوں کا رنگ ڈھنگ، جلد اور چہرہ وغیرہ ہماری طرح ہوگا اور وہ ہماری ہی زبان (یعنی مسلمانوں والی زبان) بولتے ہوں گے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر میں ان کا زمانہ پاؤں تو میرے لیے کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم مسلمانوں کی حکومت اور مسلمانوں کی ہیئت اِجتماعی کے ساتھ وابستہ رہنا، میں نے عرض کیا: اگر اس وقت مسلمانوں کی جماعت اور حکمران صالح نہ ہوں (تو پھر کیا کروں)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر بھی تم ان تمام (باغی) گروہوں سے الگ رہنا خواہ تمہیں تاحیات درخت کی جڑیں چبا کر ہی گزارا کرنا پڑے اور تمہیں اسی حال میں موت آ جائے۔‘‘

مذکورہ بالا حدیث سے چند اُمور بطورِ خاص مستنبط ہوتے ہیں جن کا تعلق براہِ راست موضوعِ زیرِ بحث سے ہے:

۱۔ اُمتِ مسلمہ میں فتنہ شر کے آخری زمانوں میں ایسے داعی بھی ہوں گے جن کی دعوت حقیقت میں جنت کی بجائے جہنم کی طرف لے جانے کا باعث ہوگی۔

۲۔ ایسے لوگوں کی زبان، رنگ، وضع قطع اور چال ڈھال میں بظاہر سیرت النبی ﷺ کی اتباع دکھائی دے گی۔

۳۔ ان کی نشانی اور علامت یہ ہوگی کہ وہ مسلم اجتماعیت اور اکثریت کے خلاف ہوں گے۔

۴۔ وہ مسلم حکومتوں کے خلاف خروج کریں گے یا خروج کی دعوت دیں گے۔

۵۔ ان لوگوں کے شر سے کنارہ کشی اور ہیئت اجتماعی سے وابستگی حفاظت ایمانی کی ضمانت ہوگی۔

۶۔ مسلمان حکومت اور ہیئتِ اجتماعی کے خلاف بغاوت اور مسلح دہشت گردی کا

راستہ سب کچھ ہو سکتا ہے مگر دینِ اسلام نہیں ہو سکتا۔

۷۔ جو لوگ ان کی دعوت کی پیروی کریں گے جہنم میں جائیں گے۔

مذکورہ بالا حدیثِ مبارکہ اور اس جیسی دیگر احادیث کے حوالے سے قاضی عیاضؒ لکھتے ہیں:

وأحادیث مسلم التی أدخل فی الباب کلها حجة فی منع الخروج علی الأمراء الجورة ولزوم طاعتهم.(۱)

''اس مسئلہ میں وارد ہونے والی صحیح مسلم کی تمام احادیث مسلمان حکومت کے خلاف مسلح بغاوت کی ممانعت اور اُس کی اتھارٹی اور نظم کو تسلیم کرنے پر حجت ہیں خواہ وہ حکومت خود غیر منصفانہ ہی کیوں نہ ہو۔''

اس کا مطلب یہ ہے کہ حکومت کے ظلم و جبر اور ناانصافی کے خلاف تمام پُراَمن آئینی، جمہوری اور شرعی و قانونی طریقے بروئے کار لائے جانے چاہئیں مگر جو طریقہ ممنوع ہے وہ صرف بغاوت، مسلح جدوجہد اور دہشت گردی کا طریقہ ہے۔

یہ امر سمجھنا نہایت ضروری ہے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور مسلح جدوجہد کے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہے۔ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کے باقاعدہ ضابطے شریعت نے وضع کر دیے ہیں۔ ابو البختری سے روایت ہے کہ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے کہا گیا:

أَلاَ نَأْمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَنَنْهَی عَنِ الْمُنْکَرِ؟ قَالَ: إِنَّهُ لَحَسَنٌ وَلَکِنْ لَيْسَ مِنَ السُّنَّةِ أَنْ تَرْفَعَ السِّلَاحَ عَلٰی إِمَامِکَ.(۲)

(۱) قاضی عیاض، إکمال المعلم بفوائد مسلم، ۶: ۲۵۶، ۲۵۷

(۲) ۱۔ ابن ابی شیبة، المصنف، ۷: ۵۰۸، رقم: ۳۷۶۱۳

۲۔ بیهقی، شعب الإیمان، ۶: ۶۲، ۶۳

''کیا ہم نیکی کا حکم نہ دیں اور برائی سے منع نہ کریں؟ انہوں نے فرمایا: میں اس کام سے کب روک رہا ہوں، یہ تو بہت اچھی بات ہے، مگر تیرا اپنی حکومت کے خلاف ہتھیار اٹھانا تو سنت نہیں ہے (یعنی یہ دہشت گردی اور بغاوت ہے نہ کہ اَمر بالمعروف و نہی عن المنکر)۔''

گویا ''اَمر بالمعروف'' اور ''نہی عن المنکر'' کا سارا کام مکمل طور پر پُر امن ہے، اس میں کہیں بھی تشدد کی گنجائش نہیں ہے۔

۴۔ عصبیت پر مبنی نعرہ لگا کر قتل و غارت گری کرنے والوں کے لئے حکم

فقہاء نے کسی مخصوص عصبیتی نعرہ کی بنیاد پر قتل و غارت گری کرنے والے شرپسندوں کے خلاف کارروائی کو حکومت کا فرض قرار دیا ہے۔ فتاویٰ تاتارخانیة میں عالم بن علاء الاندریتی نے لکھا ہے:

إذا أظهرت جماعة من أهل القبلة رأيًا ودعت إليه، وقاتلت عليه وصارت لهم منعة وشوكة وقوة. فإن كان ذلك لظلم السلطان في حقهم، فينبغي أن لا يظلمهم. فإن كان لا يمتنع من الظلم فقاتلت تلك الطائفة السلطان. فلا ينبغي للناس أن يعينوهم ولا أن يعينوا السلطان وإن لم يكن لأجل أنه ظلمهم ولكنهم قالوا: ''الحق معنا'' وادعوا الولاية: فللسلطان أن يقاتلهم وللناس أن يعينوه.[1]

''اہلِ قبلہ یعنی مسلمانوں میں سے جب کوئی گروہ کوئی مخصوص نعرہ بلند کرے اور

(۱) اندريتي، الفتاوى التاتارخانية، ۴: ۱۷۲

دوسروں کو بھی اس کی دعوت دے اور اس کی خاطر جنگ کرے اور انہیں قوت و طاقت بھی حاصل ہو۔ اگر ان کا یہ عمل حکومت کی طرف سے ان پر کئے جانے والے ظلم و زیادتی کی وجہ سے ہو تو چاہئے کہ حکومت ان پر ظلم و زیادتی نہ کرے۔ پس اگر حکومت ان پر ظلم سے باز نہ آئے اور وہ حکومت کے ساتھ نبرد آزما ہوں تو عام لوگوں کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ باغی دہشت گردوں کی مدد کریں اور نہ ہی حکومت کی مدد کریں اور اگر باغیوں کا یہ عمل اس سبب سے نہ ہو کہ حکومت نے ان پر پہلے سے کوئی ظلم و زیادتی کی ہے بلکہ ان کا اقدام اس نظریہ کے تحت ہو کہ ''حق صرف ہمارے ساتھ ہے (یعنی ہم ہی حق اور دین پر ہیں)'' اور وہ طاقت سے حکومت یا غلبہ حاصل کرنا چاہیں تو حکومت کا یہ حق ہے کہ وہ اپنا نظم اور اتھارٹی بحال کرنے کے لئے ان سے جنگ کرے اور عوام کو بھی چاہئے کہ وہ اس صورت میں حکومت کا ساتھ دیں۔''

۵۔ مسلمانوں کو اِعتقادی اِختلاف کی بنا پر قتل کرنے کی مذمت

درج بالا فتاویٰ میں باغیوں کی غلط تاویلات میں ایک بڑا دعویٰ یہ بھی ہے کہ وہ صرف خود کو حق کا نمائندہ سمجھتے ہیں اور اپنے اقدامات کو شرعی رنگ دینے کے لئے **الحق معنا** کا نعرہ لگاتے ہیں۔ **الحق معنا** کا معنی یہ ہے کہ حق پر صرف ہم ہی ہیں، ہمارے علاوہ سب لوگ کافر، مشرک اور گمراہ ہیں۔ آج کل انتہاء پسندوں اور دہشت گردوں کا نظریہ بلکہ عقیدہ ہی یہ ہو چکا ہے کہ وہ اپنے موقف کو عینِ اسلام، عینِ قرآن و سنت، عینِ شریعت اور عینِ حق سمجھتے ہیں جبکہ بقیہ تمام مسلمانوں کو - جو ان کے نظریات سے متفق نہیں ہیں - اور سب مسلمان حکمرانوں اور حکومتوں کو - جو کاملاً قرآن و سنت کے مطابق نظام نہیں چلا رہے اور ان کے نظام ہائے حکومت خیر و شر کا مجموعہ ہیں - کافر و مشرک اور کم از کم گمراہ سمجھتے ہیں۔ ان کے نظام ہائے حکومت کو، جمہوری اداروں کو، انتخابات اور جمہوری نظام کو الغرض ہر شے کو علی الاطلاق کفر سمجھتے ہیں اور ان کے خلاف مسلح جدوجہد اور بغاوت کو جہاد قرار دیتے ہیں۔

اس وجہ سے وہ حکومتی نمائندوں کا قتلِ عام جائز اور عوام کا خون مباح گردانتے ہیں۔ پھر اپنے مقاصد کے حصول کی جد و جہد کے اخراجات پورے کرنے کے لیے لوٹ مار، اغواء برائے تاوان اور ڈاکہ زنی کو بھی جائز سمجھتے ہیں کیونکہ ان کا خیال ہوتا ہے کہ وہ ''کفر اور کفار کے خلاف حالتِ جنگ'' میں ہیں۔ لہٰذا اس میں ہر عمل جائز ہے خواہ وہ خودکش حملہ ہو یا مساجد و مکانات کی تباہی، اِنسانی خون ہو یا اَملاک و اَموال کا لوٹنا۔ حالاں کہ یہ سب کچھ صریح گمراہی و ضلالت اور دہشت گردی و بغاوت ہے۔ ان کے اس عمل اور رویے پر حضور ﷺ کا درج ذیل ارشادِ گرامی بنیادی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إنما أتخوف عليكم رجلٌ قرأ القرآن حتى إذا رئيت عليه بهجته عليه. وكان رداء الإسلام غيره إلى ماَ شاء الله، فانسلخ منهُ ونبذه وراء ظهره. وسعى على جاره بالسيف ورماه بالشرك، قال: قلتُ: يا نبي الله! أَيُّهُمَا أَوْلَى بالشرك؟ المرمِيُّ أم الرَّامِي؟ قَالَ: بل الرامي.(۱)

''بے شک مجھے جس چیز کا تم پر خدشہ ہے وہ یہ ہے کہ ایک ایسا آدمی ہوگا جس نے قرآن پڑھا یہاں تک کہ اس پر قرآن کا جمال دیکھا گیا اور وہ اس وقت تک جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا اسلام کی پشت پناہی بھی کرتا تھا۔ پھر ایک وقت آیا کہ اس کا خول اتر گیا اور اس نے قرآن کو بھی پس پشت ڈال دیا۔ پھر وہ اپنے پڑوسی یعنی دوسرے مسلمان پر تلوار لے کر چڑھ دوڑا اور اس پر شرک کا الزام لگانے لگا۔ (راوی بیان کرتے ہیں:) میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ان دونوں میں سے کون شرک سے زیادہ قریب ہے؛ شرک کا الزام لگانے والا یا

(۱) ۱۔ ابن حبان، الصحيح، ۱:۲۸۲، رقم: ۸۱

۲۔ بزار، المسند، ۷: ۲۲۰، رقم: ۲۷۹۳

جس پر شرک کا الزام لگایا گیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بلکہ شرک کا الزام لگانے والا (خود شرک کے قریب ہو گا)۔''

عالم اسلام کو اس وقت جس تفرقہ پرستی کا سامنا ہے اور مسلمان کم و بیش دنیا کے ہر خطے میں جس مسئلے کی وجہ سے پریشان اور منقسم ہیں وہ بنیادی مسئلہ شرک کی الزام تراشی کا رجحان ہے۔ وطن عزیز سمیت یورپ، امریکہ اور مشرق وسطیٰ کے بیشتر مسلمانوں کو مخصوص انتہاء پسندوں کی طرف سے اسی شورش کا سامنا ہے کہ وہ اپنے علاوہ ہر دوسرے مسلمان کو مشرک اور کافر قرار دے رہے ہیں۔ ان لوگوں کے نزدیک ۱۴۰۰ سالہ تاریخِ اسلام میں دین کی مخلصانہ خدمات سرانجام دینے والے صوفیاء، اولیاء اور بزرگانِ دین سب کے سب اسلام کی خدمت نہیں بلکہ شرک سازی کرتے رہے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ صرف وہ ہدایت یافتہ ہیں اور پچھلی نسلوں کے بزرگ جاہل، مشرک اور بدعتی تھے۔ حالاں کہ ان کا اپنا عمل یہ ہے کہ ان کی انتہا پسندانہ کارروائیوں کی وجہ سے دوسری اقوام اسلام سے متنفر ہو رہی ہیں اور مسلمان آپس میں دست و گریبان ہو کر اُمت کی وحدت کو پارہ پارہ کر رہے ہیں۔ یہ حدیث مبارکہ ان کی زعمِ باطل اور گمراہانہ رعونت کی بہت خوب تشریح کر رہی ہے۔

فصل سوم

فاسق حکومت کے خلاف قتال کی شرعی حیثیت

۱۔ کفرِ صریح کے بغیر حکومت کے خلاف بغاوت کی ممانعت

یہ بات شرعی اعتبار سے واضح ہے کہ مسلمان حکومت کے خلاف، خواہ وہ فاسق ہی ہو، قتال اور مسلح جد و جہد جائز نہیں ہے جب تک وہ صراحتاً کفر کا اعلان نہ کرے یا ان حکمرانوں کے کافر ہوجانے پر صریح اور قطعی طور پر اِجماعِ اُمت نہ ہو جائے یا وہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال نہ کریں۔ مزید یہ کہ وہ حکماً اِقامتِ صلاۃ سے روکیں اور معصیت پر اکسائیں۔ اسے حدیث مبارکہ میں کفرِ بواح کہا گیا ہے، جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی درج ذیل متفق علیہ حدیث مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے:

حضرت جُنادہ بن ابی اُمیہ سے روایت ہے:

دَخَلْنَا عَلَى عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ وَهُوَ مَرِيضٌ، قُلْنَا: أَصْلَحَکَ اللهُ، حَدِّثْ بِحَدِيثٍ يَنْفَعُکَ اللهُ بِهِ سَمِعْتَهُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ. قَالَ: دَعَانَا النَّبِيُّ ﷺ فَبَايَعْنَاهُ. فَقَالَ: فِيمَا أَخَذَ عَلَيْنَا أَنْ بَايَعَنَا عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي مَنْشَطِنَا وَمَكْرَهِنَا وَعُسْرِنَا وَيُسْرِنَا وَأَثَرَةً عَلَيْنَا، وَأَنْ لَا نُنَازِعَ الْأَمْرَ أَهْلَهُ إِلَّا أَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا عِنْدَكُمْ مِنَ اللهِ فِيهِ بُرْهَانٌ. (۱)

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الفتن، باب قول النبي ﷺ: سترون بعدي أمورا تنكرونها، ۶:۲۵۸۸، رقم: ۶۶۴۷

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الإمارة، باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية وتحريمها في المعصية، ۳:۱۴۷۰، رقم: ۱۷۰۹

''ہم حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے جبکہ وہ بیمار تھے۔ ہم نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت عطا فرمائے، ہم سے کوئی ایسی حدیث بیان فرمایئے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ آپ کو نفع دے اور وہ آپ نے خود حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہو۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں بلایا تو ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی۔ چنانچہ بیعت لیتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے اقرار لیا کہ آپ کا حکم مانیں گے اور اطاعت کریں گے، خوشی اور غمی میں، تنگی و کشادگی میں، خواہ ہمارے اوپر کسی کو بھی ترجیح دی جائے، اور اس بات پر کہ جس کو حکمرانی کا حق دیا گیا اس کے حقِ حکومت یعنی اتھارٹی کے خلاف خروج نہیں کریں گے سوائے اس صورت کے کہ اس کا کفرِ صریح واضح ہو جائے اور (اس معاملہ) میں تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے (مقرر کردہ) واضح اور قطعی دلیل ہو۔''

کفرِ بواح کی تشریح میں محدثین نے لکھا ہے کہ وہ اتنا واضح اور صریح ہو کہ اس کی تاویل کی گنجائش بھی نہ رہے۔

۱۔ حافظ ابنِ حجر عسقلانی نے کفراً بوّاحًا کے بیان میں لکھا ہے:

ووقع عند الطبراني من رواية أحمد بن صالح عن ابن وهب في هذا الحديث: ''كفرًا صرّاحًا.''(۱)

''احمد بن صالح کے طریق سے ابن وہب کی روایت کردہ امام طبرانی کی ایک اور حدیث میں کفرًا صراحًا (صریح کفر) کے الفاظ وارِد ہوئے ہیں۔''

۲۔ حافظ ابنِ حجر عسقلانیؒ نے ہی ''عِنۡدَکُمۡ مِنَ اللہِ فِیۡهِ بُرۡهَانٌ'' کی شرح یوں بیان کی ہے:

(۱) ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۱۳: ۸

ومقتضاه أنه لا يجوز الخروج عليهم ما دام فعلهم يحتمل التأويل. (۱)

''اس فرمانِ رسول ﷺ کا تقاضا ہے کہ حکومتِ وقت کے خلاف اس وقت تک خروج جائز نہیں ہے جب تک کہ ان کے عمل میں تاویل کی گنجائش رہے۔''

یعنی خروج اس وقت جائز ہوگا جب حکومت کے کفر پر ایسا برہانِ قاطع موجود ہو کہ اس باب میں کسی تاویل کی بھی گنجائش نہ رہے۔

۳۔ حافظ ابن حجر نے مزید صراحت فرمائی ہے کہ:

قال ابن بطال: في الحديث حجة في ترك الخروج على السلطان ولو جار. (۲)

''ابن بطال نے کہا: اس حدیث میں حکومت کے خلاف مسلح بغاوت کی ممانعت پر حجت پائی جاتی ہے خواہ وہ حکومت خود غیر منصفانہ ہی ہو۔''

گویا حکومت کے غیر منصفانہ عمل و کردار کے باوجود مسلح بغاوت کی اجازت نہیں ہے۔ البتہ دیگر پُراَمن آئینی، جمہوری اور قانونی طریقوں سے اس کے خلاف نہ صرف آواز بلند کرنا جائز ہے بلکہ ہر ممکن کوشش اور جد و جہد بھی جائز اور واجب ہے۔

۴۔ امام بدر الدین العینی ''برھان'' کی شرح میں لکھتے ہیں:

قوله: "برهان" أي: نص آية أو خبر صحيح لا يحتمل التأويل. (۳)

---

(۱) ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۱۳: ۱۱
(۲) ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۱۳: ۷
(۳) بدر الدین العینی، عمدۃ القاری، ۱۶: ۳۳

آپ ﷺ کے فرمان ''برھان (واضح دلیل)'' کا مطلب یہ ہے کہ نصِ آیت یا خبرِ صحیح کی بناء پر اس میں کسی تاویل کا احتمال نہ رہے۔''

۵۔ یہی موقف امام قسطلانیؒ نے ''إرشاد الساری'' میں اختیار کیا ہے۔[۱]

۶۔ مسألة الخروج علی أئمة الجور کے تحت علامہ شبیر احمد عثمانی بھی ''فتح الملھم'' میں یہی موقف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وبهذا الحديث استدل جمهور العلماء على أنه لا يجوز الخروج على السلطان الجائر أو الفاسق إلا أن يظهر منه كفر صريح.[۲]

''اس حدیث سے جمہور علماء نے استدلال کیا ہے کہ ظالم یا فاسق مسلمان حکومت کے خلاف بھی مسلح جد و جہد جائز نہیں تا آنکہ اس سے صریح کفر ظاہر ہو۔''

۲۔ مسلمانوں پر ہتھیار اُٹھانا کفریہ عمل ہے

حضور نبی اکرم ﷺ نے یہاں تک ارشاد فرمایا ہے کہ مسلمان پر ہتھیار اٹھانے والا امتِ مسلمہ میں سے ہی نہیں ہے۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا.[۳]

''جس شخص نے ہم مسلمانوں پر ہتھیار اٹھایا وہ ہم میں سے نہیں (یعنی ہماری

(۱) قسطلانی، إرشاد الساری، ۱۵: ۹

(۲) عثمانی، فتح الملھم، ۳: ۱۸۴

(۳) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الفتن، باب قول النبي ﷺ: من حمل علينا السلاح فليس منا، ۶: ۲۵۹۱، رقم: ۶۶۵۹

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الإيمان، باب قول النبي ﷺ: من حمل علينا السلاح فليس منا، ۱: ۹۸، رقم: ۹۸

اُمت سے خارج ہے)۔‘‘

درج بالا تفصیل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مسلم ریاست کے خلاف مسلح جدوجہد، بغاوت اور مسلمانوں پر ہتھیار اٹھانے کی اسلام میں نہ صرف یہ کہ قطعاً اجازت نہیں بلکہ ایسے اقدامات کی نوعیت کفریہ ہے۔ یہ عمل بغاوت، محاربت، جنگجوئی اور دہشت گردی کے زمرے میں آتا ہے۔ اسے اسلام نے فتنہ اور فساد فی الارض قرار دیا ہے۔ اس سے کبھی خیر نصیب نہیں ہوتی، یہ خانہ جنگی کا سبب بنتا ہے۔ لہٰذا دہشت گردی و بغاوت، اور اس کے برعکس ظلم و ناانصافی کے خلاف پُر امن جدوجہد میں فرق ملحوظ رہنا چاہیے۔ اگر اس فرق و امتیاز پر گہری نظر رہے تو پھر احکامِ شریعت اور فقہی تصریحات وتشریحات سے کوئی مغالطہ پیدا نہیں ہوگا۔(۱)

۳۔ فاسق حکومت تبدیل کرنے کا شرعی اور آئینی راستہ

(ایک مغالطے کا اِزالہ)

اگر اسلامی ریاست کے حکمران فاسق و فاجر اور ظالم ومستبد ہوں تو ایسی صورت میں بھی حکومت کے خلاف مسلح کارروائی کی اجازت نہیں۔ یہاں یہ بات اچھی طرح سمجھ

.... ۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳، رقم: ۴۴۶۷

۴۔ ترمذي، السنن، کتاب الحدود، باب ما جاء فیمن شهر السلاح، ۴: ۵۹، رقم: ۱۴۵۹، (عن أبي موسی)

۵۔ نسائي، السنن، کتاب تحریم الدم، باب من شهر سیفه ثم وضعه في الناس، ۷: ۱۱۷، رقم: ۴۱۰۰

۶۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الحدود، باب من شهر السلاح، ۲: ۸۶۰، رقم: ۲۵۷۵

(۱) مسلمانوں پر ہتھیار اٹھانے کی ممانعت کے موضوع پر تفصیلی دلائل باب دوم میں مذکور ہیں۔

لینی چاہیے کہ احادیثِ نبوی ﷺ نے معاذ اللہ فاسق یا ظالم حکومت کے خلاف مسلح بغاوت کو ممنوع قرار دے کر اسے اپنے ظلم و جبر، معصیت اور نا انصافی جاری رکھنے کا لائسنس نہیں دے دیا۔ ایسا کوئی مغالطہ یا بدگمانی ہرگز ذہنوں میں نہیں آنی چاہیے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے کسی بھی حکومت کی خراب اور غیر شرعی پالیسیوں، فاسقانہ طرزِ عمل اور غیر عادلانہ طریق کار کے خلاف ہر ممکن آواز بلند کرنے، حکومت پر تنقید کرنے اور اس کی اصلاح کے لیے دباؤ بڑھانے کی نہ صرف اجازت دی ہے بلکہ حکم دیا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے لیے نصیحت قبول نہ کرنے اور اِصلاح پذیر نہ ہونے کی صورت میں اسے بدلنے کی اجازت بھی دی ہے۔ تاہم تبدیلی اقتدار کی جدوجہد کو خون خرابے سے بچانے کا حکم دیا ہے۔ ظالم و جابر حکمرانوں کے خلاف اعلاءِ کلمہ حق کو جہاد قرار دینے کا مفہوم یہی ہے۔ مگر کلمہ حق کہنے یا برائی کو ہاتھ سے روکنے کی آڑ میں ہتھیار اُٹھا کر لوگوں کا قتلِ عام کسی صورت میں جائز عمل نہیں بن سکتا۔

۱۔ مسند احمد بن حنبل، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور دیگر کتبِ حدیث میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

ان أفضل الجهاد كلمة حق عند سلطان جائر. (۱)

---

(۱) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۹، رقم: ۱۱۱۵۹

۲۔ ترمذی، السنن، كتاب الفتن، باب ما جاء أفضل الجهاد كلمة عدل عند سلطان جائر، ۴: ۴۷۱، رقم: ۲۱۷۴

۳۔ ابوداؤد، السنن، كتاب الملاحم، باب الأمر و النهی، ۴: ۱۲۴، رقم: ۴۳۴۴

۴۔ نسائی، السنن، كتاب البيعة، باب من تكلم بالحق عند امام جائر، ۷: ۱۶۱، رقم: ۱۲۰۹

۵۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الفتن، باب الأمر بالمعروف والنهی عن المنكر، ۲: ۱۳۲۹، رقم: ۴۰۱۱

''سب سے بڑا جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق بلند کرنا ہے۔''

یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تحت فریضۂ دین ہے، اس سے قطعاً منع نہیں کیا گیا۔ بلکہ ایسا نہ کرنے والوں کو ظالم اور مجرم گردانا گیا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اسلام نے اس تمام جد و جہد کے لیے فقط آئینی، قانونی، شرعی اور جمہوری طریقے اپنانے کا حکم دیا ہے اور یہ پابندی عائد کی ہے کہ پوری جد و جہد پُرامن رہے۔ احادیثِ صحیحہ میں جس امر کی ممانعت وارد ہوئی ہے وہ صرف قتال، مسلح بغاوت اور دہشت گردی ہے۔ اپنی بات منوانے کے لیے ہتھیار اٹھانا، خون خرابہ کرنا، دہشت گردی کا ارتکاب کرنا، ملک کے بعض حصوں پر قبضہ کر کے جنگ اور قتل عام کرنا کلیتاً ممنوع بلکہ حرام اور کفریہ افعال ہیں۔ قتال اور فتنہ انگیزی سے امت میں انتشار اور انارکی (anarchy) پیدا ہوتی ہے، نتیجتاً بیرونی طاقتوں کو ایسی مسلم ریاستوں میں دراندازی کا موقع مل جاتا ہے۔ اس لئے شریعت نے بہرصورت بغاوت کو روکنے کا حکم دیا ہے۔

مندرجہ بالا وضاحت کو ذہن نشین رکھتے ہوئے اس بارے میں مزید ارشادات نبوی ﷺ ملاحظہ ہوں:

۲۔ امّ المؤمنین حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّهُ يُسْتَعْمَلُ عَلَيْكُمْ أُمَرَاءُ، فَتَعْرِفُوْنَ وَتُنْكِرُوْنَ، فَمَنْ كَرِهَ فَقَدْ بَرِىءَ، وَمَنْ أَنْكَرَ فَقَدْ سَلِمَ، وَلَكِنْ مَنْ رَضِيَ وَتَابَعَ. قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ، أَلَا نُقَاتِلُهُمْ؟ قَالَ: لَا مَا صَلَّوْا. أَي مَنْ كَرِهَ بِقَلْبِهِ وَأَنْكَرَ بِقَلْبِهِ.(۱)

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الإمارة، باب وجوب الإنكار على الأمراء فيما يخالف الشرع، ۳: ۱۴۸۱، رقم: ۱۸۵۴

۲۔ أبو عوانة، المسند، ۴: ۴۱۷، ۴۱۸، رقم: ۷۱۶۲

’’تم پر ایسے امیر مقرر کیے جائیں گے جن میں تم اچھائیاں بھی دیکھو گے اور برائیاں بھی۔ سو جو ان کے بُرے کام کو ناپسند کرے وہ ذمہ داری سے تو بَری ہو جائے گا مگر جو اس کو مسترد کر دے گا وہ سلامت رہے گا، البتہ جو شخص ان کو پسند کرے گا اور ان کی اتباع کرے گا (وہ سلامت نہیں رہے گا اور بَری بھی نہیں ہو گا)۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا ہم ان سے قتال (یعنی جنگ) نہ کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں، جب تک وہ نماز پڑھتے ہیں (یعنی مسلمان ہیں تم اس وقت تک ان سے قتال نہیں کر سکتے)۔ برا جاننے سے قلبی طور پر ان سے نفرت کرنا اور مسترد کرنے سے کلیتًا مسترد کر دینا مراد ہے۔‘‘

قاضی عیاض ’’إکمال المعلم‘‘ میں اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وقوله: أفلا نقاتلهم؟ قال: ”لا، ما صلوا“ على ما تقدم من منع الخروج على الأئمة، والقيام عليهم ما داموا على كلمة الإسلام، ولم يظهروا كفراً بينا، وهو الإشارة هاهنا: ”ما صلوا“، أي ما كان لهم حكم أهل القبلة والصلاة، ولم يرتدوا و يبدلوا الدين ويدعوا إلى غيره. والإشارة أيضًا بقوله: ”عبدًا حبشيًا يقودكم بكتاب الله، أي بالإسلام وحكم كتاب الله وإن جار. (۱)

’’صحابی کا قول کہ أفلا نقاتلهم؟ (کیا ہم ان سے قتال نہ کریں؟) اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان - لا، ما صلوا (نہیں، جب تک وہ نماز پڑھتے ہیں)، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے - میں حکومتِ وقت کے خلاف مسلح بغاوت سے اُس وقت تک رُکے رہنے کا حکم ہے جب تک وہ کلمہ اسلام پر ہوں اور واضح طور پر کفر

(۱) قاضی عیاض، إکمال المعلم بفوائد مسلم، ٦: ۲٦۴، ۲٦۵

کو ظاہر نہ کریں۔ یہی اشارہ یہاں ''ما صلوا'' میں پنہاں ہے یعنی جب تک ان کے لئے اہلِ قبلہ اور اہلِ نماز ہونے کا حکم باقی ہے اور جب تک وہ مرتد نہیں ہوئے اور انہوں نے دین کو نہیں بدلا اور دین سے ہٹ کر کوئی دعوت نہیں دی۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان سے بھی یہی اشارہ ملتا ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک کوئی حبشی غلام ہی کتاب اللہ کے ساتھ تمہاری قیادت کرے'' یعنی اسلام کے ساتھ اور کتاب اللہ کے حکم کے ساتھ، اگرچہ وہ ظالم ہی ہو (تب بھی تمہیں اُس کے خلاف بغاوت کی اجازت نہیں)۔''

قاضی عیاض آگے چل کر مزید وضاحت کرتے ہیں:

وقوله ﷺ: ''ولكن من رضي وتابع'' معناه: ولكن الإثم والعقوبة على من رضي وتابع، وفيه دليل على أن من عجز عن إزالة المنكر، لا يأثم بمجرد السكوت، بل إنما يأثم بالرضى به، أو بأن لا يكرهه بقلبه، أو بالمتابعة عليه.

وأما قوله: أفلا نقاتلهم؟ قال: ''لا ما صلوا'' ففيه معنى ما سبق، أنه لا يجوز الخروج على الخلفاء بمجرد الظلم أو الفسق ما لم يغيروا شيئاً من قواعد الإسلام. (۱)

''حضور نبی اکرم ﷺ کے فرمان ولكن من رضي و تابع کا معنی ہے کہ ''گناہ اور سزا اس پر ہے جو ان کے غلط کاموں سے راضی ہوا اور اُس نے ان کی غلط کاریوں کی پیروی کی'' اور اس میں دلیل اس چیز پر ہے کہ جو شخص برائی کو ختم کرنے سے عاجز آ گیا، وہ محض خاموشی سے گنہگار نہیں ہو گا، بلکہ اس برائی پر

(۱) قاضی عیاض، إکمال المعلم بفوائد مسلم، ۶: ۲۶۴

راضی ہونے سے گنہگار ہو گا یا اس کو دل میں برا نہ جاننے سے یا اس کی پیروی کرنے سے قصوروار ٹھرے گا۔

''اور صحابی کے قول أفلا نقاتلھم (کیا ہم ان سے قتال نہ کریں)؟ کے جواب میں آپ ﷺ کے فرمان لا، ما صلوا (نہیں، جب تک وہ نماز پڑھتے ہیں) کا وہی معنی ہے جو پہلے گزر چکا ہے کہ جب تک حکومتِ وقت اسلام کے اساسی قواعد میں سے کوئی چیز تبدیل نہ کر دے فقط اس کے فسق اور ظلم کی وجہ سے اُس کے خلاف مسلح بغاوت جائز نہیں ہے۔''

۳۔ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

خِيَارُ أَئِمَّتِكُمُ الَّذِينَ تُحِبُّونَهُمْ وَيُحِبُّونَكُمْ، وَيُصَلُّونَ عَلَيْكُمْ وَتُصَلُّونَ عَلَيْهِمْ، وَشِرَارُ أَئِمَّتِكُمُ الَّذِينَ تُبْغِضُونَهُمْ وَيُبْغِضُونَكُمْ، وَتَلْعَنُونَهُمْ وَيَلْعَنُونَكُمْ. قِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَفَلَا نُنَابِذُهُمْ بِالسَّيْفِ؟ فَقَالَ: لَا مَا أَقَامُوا فِيكُمُ الصَّلَاةَ، وَإِذَا رَأَيْتُمْ مِنْ وُلَاتِكُمْ شَيْئًا تَكْرَهُونَهُ فَاكْرَهُوا عَمَلَهُ، وَلَا تَنْزِعُوا يَدًا مِنْ طَاعَةٍ. (۱)

''تمہارے بہترین حکمران وہ ہیں جن سے تم محبت کرو اور وہ تم سے محبت کریں، تم ان کے لئے دعائے خیر کرو اور وہ تمہارے لئے دعائے خیر کریں اور تمہارے بدترین حکمران وہ ہیں جن سے تم بغض رکھو اور وہ تم سے بغض رکھیں، تم ان پر لعنت کرو اور وہ تم پر لعنت کریں۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! کیا ہم ان کو اسلحہ اور تلوار (یعنی بندوق) کے زور سے معزول نہ کر دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں! جب تک کہ وہ تم میں نماز قائم کرتے رہیں (یعنی جب تک وہ مسلمان

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الإمارة، باب خيار الأئمة وشرارهم، ۳: ۱۴۸۱، رقم: ۱۸۵۵

۲۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۰: ۴۴۹، رقم: ۴۵۸۹

رہیں تم ایسا نہیں کر سکتے)، اور جب تم اپنے حکمرانوں کی کوئی برائی دیکھو تو ان کے اس عمل کو برا جانو مگر نظمِ ریاست اور قانون کی پابندی سے ہاتھ مت کھینچو۔‘‘

محدثین کرام نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ کے فرمان ’’تم ان کی اتھارٹی سے ہاتھ مت کھینچو‘‘ سے مراد یہ ہے کہ جب تک وہ تمہیں معصیت کا حکم نہ دیں۔ اس میں فاسق حکومتِ وقت کے خلاف مسلح بغاوت کی ممانعت ہے۔ آپ ﷺ کے فرمان ’’جب تک وہ تم میں نماز قائم کرتے رہیں‘‘ میں ان کے مسلمان ہونے کو اقامتِ نماز کے کنایہ میں بیان کیا گیا ہے۔ جس سے مراد یہ ہے کہ جب تک وہ مسلمان رہیں۔ اس کا معنی یہ نہیں کہ وہ پابندی کے ساتھ پنجگانہ نماز پڑھنے والے ہوں، متقی یا پرہیزگار ہوں۔ اس سے یہ مراد نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حضور ﷺ پہلے ہی انہیں ’’شِرَارُ أَئِمَّتِكُمْ‘‘ یعنی بدترین حکمران قرار دے چکے ہیں۔ صاف ظاہر ہے جب مسلمان ان سے نفرت کریں گے وہ مسلمانوں کو برا سمجھیں گے اور اپنے مظالم، ناانصافیوں اور بداعمالیوں کے باعث بدترین حکمران کہلائیں گے تو ان سے یہ توقع تو نہیں ہوسکتی کہ وہ کاملاً پابندِ صوم و صلاۃ ہوں گے۔ اگر ایسا ہوتا تو انہیں ’’بدترین حکمرانوں کا لقب‘‘ ہی نہ دیا جاتا۔ اس کے باوجود فرمایا کہ جب تک وہ تمہارے سامنے نماز ادا کرتے رہیں۔ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ برائے نام سہی مگر مسلمان رہیں تو ان کے خلاف مسلح بغاوت نہیں کی جائے گی۔

امام قرطبی نے صحیح مسلم کی شرح ’’المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم‘‘ میں اس معنی کی تصریح ان الفاظ میں کی ہے:

كما عبر عن المصلين بالمسلمين، كما قال ﷺ: نُهِيتُ عن قتل المصلين(۱) أي المسلمين.(۲)

(۱) ۱۔ أبو يعلى، المسند، ۱: ۹۰، رقم: ۹۰
۲۔ هيثمي، مجمع الزوائد، كتاب أهل البغي، ۶: ۲۲۷

(۲) قرطبي، المفهم، ۴: ۶۶

''جیسا کہ (حدیث میں) نمازیوں سے مراد مسلمان لئے گئے ہیں، مثلاً آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے نمازیوں یعنی مسلمانوں کو قتل کرنے سے منع کیا گیا ہے۔''

سو اِسی شرعی معنی کا اطلاق یہاں بھی ہوگا۔

۴۔ امام ترمذی نے یہ فرمانِ نبوی ﷺ اپنی سند صحیح کے ساتھ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّهُ سَيَكُونُ عَلَيْكُمْ أَئِمَّةٌ تَعْرِفُونَ وَتُنْكِرُونَ، فَمَنْ أَنْكَرَ فَقَدْ بَرِيءَ، وَمَنْ كَرِهَ فَقَدْ سَلِمَ، وَلَكِنْ مَنْ رَضِيَ وَتَابَعَ. فَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَفَـلَا نُقَاتِلُهُمْ؟ قَالَ: لَا مَا صَلُّوا.(۱)

''عنقریب تم پر ایسے حکمران مسلط ہوں گے جن سے تم نیکی بھی سرزد ہوتے دیکھوگے اور برائی بھی۔ پس جس نے ان کی برائی کو برا کہا وہ اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوگیا اور جس نے برا سمجھا وہ سلامتی پا گیا؛ لیکن جو ان پر دل سے راضی ہوا اور معصیت میں ان کی اتباع کی وہ ہلاک ہوا۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! کیا ہم ان سے جنگ نہ کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں'' جب تک وہ نماز پڑھتے ہیں (یعنی برائے نام بھی مسلمان ہیں، تم ان سے مسلح جنگ نہیں کر سکتے)۔''

اِس حدیث کی شرح میں علامہ عبد الرحمٰن مبارک پوری بھی یہی معنی لکھتے ہیں:

''أفلا نقاتلهم؟ قال: لا'' أی: لا تقاتلوهم ما صلّوا. إنّما منع عن مقاتلتهم ما داموا يقيمون الصلوٰة، التی هی عنوان الإسلام حذراً مِنْ هيج الفتن وإختلاف الكلمة.(۲)

(۱) ترمذی، السنن، کتاب الفتن، باب: (۷۸)، ۴: ۵۲۹، رقم: ۲۲۶۵

(۲) مبارکپوری، تحفة الأحوذی، ۶: ۱۳۸

''صحابی کا سوال کہ ''کیا ہم ان کے خلاف قتال نہ کریں؟'' اور جواب میں آپ ﷺ کا یہ ارشاد فرمانا کہ ''نہیں (یعنی ان کے خلاف تم جنگ نہ کرو) جب تک وہ نماز پڑھتے رہیں۔'' یقیناً ان کے ساتھ جنگ سے روک دیا گیا جب تک وہ نماز پڑھتے رہیں جو کہ دین اسلام کی پہچان ہے۔ ان کے خلاف جنگ نہ کرنے کا حکم اُمت میں فتنہ بھڑک اٹھنے اور دین میں اختلاف پیدا ہونے کے خدشہ کے پیشِ نظر ارشاد فرمایا گیا ہے۔''

مراد یہ ہے کہ مسلمانوں کے درمیان قتل و غارت اور خون خرابہ کے فتنہ سے بچنے کے لئے حکمرانوں کی بد اعمالیوں پر بھی صبر و ضبط کر کے پُرامن طریقہ سے آئینی اور جمہوری جد و جہد کی اجازت دی گئی ہے، مسلح جنگ یا قتال کی نہیں۔

۵۔ اسی مضمون پر مبنی حدیث کو سنن ابی داؤد میں حضرت ضبہ بن محصن کے طریق سے حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

سَتَكُوْنُ عَلَيْكُمْ أَئِمَّةٌ تَعْرِفُوْنَ مِنْهُمْ وَتُنْكِرُوْنَ، فَمَنْ أَنْكَرَ، قَالَ أَبُوْ دَاوُدَ: قَالَ هِشَامٌ: بِلِسَانِهِ، فَقَدْ بَرِيءَ، وَمَنْ كَرِهَ بِقَلْبِهِ فَقَدْ سَلِمَ، وَلَكِنْ مَنْ رَضِيَ وَتَابَعَ. فَقِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، أَفَـلَا نَقْتُلُهُمْ؟ قَالَ ابْنُ دَاوُدَ: أَفَـلَا نُقَاتِلُهُمْ؟ قَالَ: لَا، مَا صَلَّوْا.(۱)

''عنقریب تمہارے اوپر ایسے حکمران آئیں گے جو اچھے کام بھی کریں گے اور برے بھی۔ امام ابو داؤد بیان کرتے ہیں کہ ہشام نے کہا: پس جس نے اپنی زبان سے ناپسندیدگی کا اظہار کیا وہ بری الذمہ ہو گیا۔ جس نے دل میں برا جانا وہ بھی بچ گیا لیکن جو راضی ہوا (اور ان کے برے کاموں کی تائید یا پیروی

(۱) أبو داؤد، السنن، كتاب السنة، باب في قتال الخوارج، ۴: ۲۴۲، رقم: ۴۷۶۰

کی) وہ برباد ہوا۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! کیا ہم انہیں قتل کر دیں؟ ابن داؤد کے الفاظ ہیں: کیا ہم ان سے جنگ کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، جب تک وہ نماز پڑھتے ہیں (یعنی جب تک وہ مسلمان ہیں ان سے جنگ نہیں کی جا سکتی)۔‘‘

درج بالا احادیث نبوی اور ان کی شروحات میں بطورِ خاص دو چیزوں کی وضاحت ہو رہی ہے: پہلی یہ کہ مسلمان حکمرانوں کے فسق و فجور اور دینی مداہنت کے خلاف فتنہ و فساد اور خون ریزی کے خدشے کے باعث جہاں مسلح بغاوت کی ممانعت ہے وہاں ایسی حکومتوں کو راہِ راست پر لانے کے دیگر پُراَمن طریقے موجود ہیں جنہیں بروئے کار لانا چاہیے۔

دوسری اَہم بات یہ ہے کہ جب تک حکمران کفرِ بواح یعنی صریح اور قطعی کفر کے مرتکب نہ ہوں ان کے خلاف مسلح بغاوت درست نہیں ہوگی اور اگر ان حالات میں کسی نے شریعت اور اَحکامِ اِسلام کے نفاذ کا نام لے کر بھی مسلح بغاوت کر دی تو اسے بھی طاقت کے ذریعے ختم کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔

فصل چہارُم

دہشت گردی اور بغاوت کے خلاف
اَئمہ اَربعہ و دیگر اکابرینِ اُمت کے فتاویٰ

بغاوت اور دہشت گردی پُر امن معاشرے کے لئے کتنی خطرناک ہے اور اس کی ممانعت کیوں کی گئی ہے؟ اس کی وضاحت تو باب ہٰذا کی فصل دوم ''جرمِ بغاوت کی سنگینی اور اُس کی سزا'' میں قدرے تفصیل سے گزر چکی ہے۔ یہاں ہم معاملے کی نوعیت و حساسیت کے پیشِ نظر احادیث کے بعد اکابر ائمہ کے فتاویٰ اختصار کے ساتھ درج کر رہے ہیں تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ چودہ سو سالہ تاریخ اسلام میں اس باب پر اُمت میں کبھی بھی اختلاف نہیں رہا۔ ائمہ اربعہ کے بعد نمائندہ فقہاء کرام، علماء عظام کی آراء پیش کرتے ہوئے ترتیب زمانی کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

ا۔ دہشت گردوں سے قتال پر امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا فتویٰ

دہشت گرد گروہ کے ساتھ جنگ کرنے کے حوالے سے اِمامِ اَعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اپنی کتاب الفقہ الأبسط میں فرماتے ہیں:

فقاتل أهل البغي بالبغي لا بالكفر. وكن مع الفئة العادلة. ولا تكن مع أهل البغي. فإن كان في أهل الجماعة فاسدون ظالمون. فإن فيهم أيضاً صالحين يعينونک عليهم، وإن كانت الجماعة باغية فاعتزلهم واخرج إلى غيرهم. قال الله تعالى: ﴿اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا﴾،(۱) ﴿اِنَّ اَرْضِیْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّایَ

(۱) النساء، ۴: ۹۷

فَاعْبُدُوْنِ○﴾[1]. [2]

’’باغی اور دہشت گرد گروہ کے ساتھ جنگ کرو اس وجہ سے نہیں کہ وہ کفر پر ہیں بلکہ اس لیے کہ وہ باغی ہیں اور واجب القتل ہیں۔ وہ معاشرے میں بدامنی پھیلانے کے ذمہ دار ہیں۔ ہمیشہ کوشش کرنی چاہیے کہ معتدل فکر لوگوں کی سنگت اختیار کی جائے اور (اگر اتفاقاً ایسی نوبت آ جائے تو) معاشرے کو بد امنی اور فساد سے محفوظ رکھنے کے لئے حکومت کا ساتھ دیا جائے نہ کہ دہشت گرد باغیوں کا۔ فرض کریں کہ ہیئتِ اجتماعی میں جہاں کچھ لوگ اگر مفسد اور ظالم ہیں تو وہیں بعض لوگ نیکوکار بھی ہوتے ہیں۔ یہی نیک اور صالح لوگ ان گمراہ لوگوں کے خلاف آپ کی مدد کریں گے۔ بفرضِ محال اگر لوگوں کی اکثریت ہی مسلح بغاوت پر اتر آئے تو اہلِ حق کو چاہیے کہ وہ ان باغیوں سے علیحدگی اختیار کرلیں اور ان کے علاوہ دوسرے لوگوں کی طرف ہجرت کر جائیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿کیا اللہ کی زمین فراخ نہ تھی کہ تم اس میں (کہیں) ہجرت کر جاتے؟﴾ اور ﴿بے شک میری زمین کشادہ ہے سو تم میری ہی عبادت کرو○﴾۔‘‘

مسلح بغاوت پر امام طحاوی الحنفیؒ کا فتویٰ

مذہبِ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے جلیل القدر امام، ابو جعفر طحاویؒ (۲۳۹-۳۲۱ھ) فرماتے ہیں:

’’ولا نری السَّیف علی أحدٍ مِنْ أمّةِ محمدٍ إلّا من وجَب علیه

(۱) العنکبوت، ۲۹: ۵۶

(۲) أبو حنیفه، الفقه الأبسط (فی العقیدة وعلم الکلام من أعمال الإمام محمد زاہد الکوثری)، باب فی القدر: ۲۰۶، ۲۰۷

السّیف، ولا نریٰ الخروج علی أئمتنا وولاة أمورنا، وإن جاروا، ولا ندعو علیهم، ولا ننزع یداً من طاعتهم.(۱)

''ہم حکومت و سلطنت کے خلاف عسکری بغاوت کو جائز نہیں سمجھتے خواہ وہ خطا کار ہی ہو۔ اور نہ ہی ان کی اتھارٹی کو چیلنج کرتے ہیں۔''

امام ابن ابی العز الحنفیؒ نے امام طحاویؒ کی اسی عبارت کی شرح میں صحیح مسلم میں حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی حدیث نقل کی ہے، جس کے آخر میں حضور ﷺ کا صریح حکم ہے کہ اگر اُمراء و حکام شرار اور لائقِ نفرت بھی ہوں، تب بھی جب تک مسلمان ہیں ان کے خلاف مسلح بغاوت اور خروج جائز نہیں۔

اسی طرح حکم نبوی ﷺ ''ولا ینزعن یداً من طاعته'' (تم حکومت کی حاکمیت اور اتھارٹی سے ہرگز ہاتھ نہ کھینچنا) کو بھی انہوں نے اپنے موقف کی تائید میں پیش کیا ہے۔ اسی بحث کو جاری رکھتے ہوئے امام ابن ابی العز الحنفی نے مزید لکھا ہے:

''فقد دل'' الکتاب والسنة علی وجوب طاعة أولی الأمر ما لم یأمروا بمعصیةٍ. فتأمل قوله تعالیٰ: ﴿اَطِیۡعُوا اللّٰهَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَاُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ﴾(۲) کیف قال: ﴿اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ﴾ ولم یقل: ''وَاَطِیۡعُوا اُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ''. لأنّ أولی الأمر لا یفردون بالطاعة، بل یطاعون فیما هو طاعة الله ورسوله. وأعاد الفعل مع الرسول ﷺ، لأنّه هو معصومٌ. ''وأولو الأمر'' لا یطاع إلا فیما هو طاعة الله ورسوله. وإما لزوم طاعتهم (وإن جاروا) فلأنه یترتب علی الخروج عن طاعتهم من المفاسد أضعاف ما یحصل من

(۱) طحاوی، العقیدة الطحاویة، رقم: ۷۱، ۷۲

(۲) النساء، ۴: ۵۹

جورهم.(۱)

’’کتاب و سنت کے احکامات اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ حکومت وقت کی اس وقت تک اطاعت لازم ہے جب تک وہ معصیت کا حکم نہ دے۔ آپ اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر غور کریں: ’’تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے (اہل حق) صاحبانِ اَمر کی۔‘‘ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ’’تم رسول کی اطاعت کرو۔‘‘ یہ نہیں فرمایا کہ ’’تم صاحبان امر کی اطاعت کرو‘‘ کیونکہ اولو الامر اطاعت کے ساتھ منفرد اور خاص نہیں ہے بلکہ ان کی اطاعت اسی معاملے میں کی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے تحت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فعلِ اطاعت کو صرف رسول ﷺ کے ساتھ دہرایا ہے کیونکہ آپ ﷺ معصوم ہیں۔ جبکہ حکام کی اطاعت اسی امر میں کی جاتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت ہو۔ ہاں ان کے ظالم ہونے کے باوجود ان کی اتھارٹی کو تسلیم کرنے کا سبب یہ ہے کہ ان کے مفاسد کے باعث ان کے خلاف مسلح خروج اور بغاوت، ان کی ناانصافیوں کی وجہ سے جنم لینے والی خرابیوں سے کئی گنا زیادہ خرابیوں کا باعث ہوگی (اس لئے بڑی تباہی اور نقصان سے بچنا لازم ہے)۔‘‘

۲۔ دہشت گردوں کے خلاف امام مالک رضی اللہ عنہ کا فتویٰ

دہشت گردوں کی سرکوبی کے بارے میں مالکی فقہ کی معروف کتاب المدونۃ الکبریٰ میں امام سحنون نے امام مالکؒ سے یوں روایت کیا ہے:

قال مالک فی الإباضیة، والحروریة، وأهل الأهواء کلهم أری أن یستتابوا، فإن تابوا، وإلا قتلوا. قال ابن القاسم: وقال مالک

(۱) ابن أبی العز، شرح عقیدة الطحاوی: ۲۸۲

في الحرورية وما أشبههم: إنهم يقتلون إذا لم يتوبوا إذا كان الإمام عدلًا. فهذا يدلک علی أنهم إن خرجوا علی إمام عدل وهم يريدون قتاله ويدعون إلی ما هم عليه دعوا إلی الجماعة والسنة، فإن أبوا قتلوا.

قال: ولقد سألت مالكا عن أهل العصبية الذين كانوا بالشام، قال مالک: أری للإمام أن يدعوهم إلی الرجوع، وإلی مناصفة الحق بينهم، فإن رجعوا وإلا قوتلوا.(۱)

''امام مالک نے (خارجیوں کے گروہ) اباضیہ، حروریہ اور اہلِ اَہواء (گمراہ ٹولہ) کے بارے میں فرمایا کہ انہیں پہلے (انتہا پسندی اور دہشت گردی سے) توبہ کرنے کی دعوت دی جائے، اگر وہ توبہ کر لیں تو انہیں چھوڑ دیا جائے ورنہ قتل کر دیا جائے۔ امام ابن قاسم کہتے ہیں کہ امام مالک نے حروریہ اور ان کے مثل دیگر گمراہ (دہشت گرد) گروہوں کے بارے میں فرمایا: اگر وہ اپنی تخریبی سرگرمیوں سے توبہ نہ کریں تو انہیں قتل کر دیا جائے بشرطیکہ ریاست مسلم ہو۔ یہ قول تمہیں اس بات کی رہنمائی فراہم کرتا ہے کہ اگر وہ مسلمان ریاست کے خلاف بغاوت کریں اور اس کے ساتھ جنگ کا ارادہ کریں اور اس سے اپنے منشور کو قبول کرنے کا مطالبہ کریں تو انہیں پہلے مسلمانوں کی اکثریت اور قانون کے دائرے میں پلٹنے کی دعوت دی جائے، اگر وہ انکار کریں تو انہیں قتل کیا جائے۔

''امام سحنون کہتے ہیں: میں نے امام مالکؒ سے شام کے عصبیت پسند گروہ کے بارے میں استفسار کیا تو آپ نے فرمایا: میرے خیال میں حکومت کو چاہئے

(۱) سحنون، المدونة الكبری، ۳: ۹۴

کہ انہیں اپنے موقف سے رجوع کرنے اور باہمی انصاف کی دعوت دے، اگر وہ پلٹ آئیں تو ٹھیک ورنہ انہیں قتل کر دیا جائے۔‘‘

۳۔ دہشت گرد باغیوں کے خلاف امام شافعی رضی اللہ عنہ کا فتویٰ

دہشت گردی اور خونریزی کی ہر دور میں شکلیں بدلتی رہی ہیں لیکن ذہنیت ایک ہی رہی ہے۔ اس کی ابتداء خوارج سے ہوئی اور پوری تاریخ اسلام میں ان کا تسلسل جاری رہا جو اب بھی ہے۔ چنانچہ تمام ائمہ کرام نے فرداً فرداً اس دہشت گردانہ رجحان اور خارجیت زدہ فکر وعمل کے خلاف فتاویٰ جاری فرمائے۔ ان ائمہ کرام میں امت کے جلیل القدر پیشوا امام شافعی رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں، آپ نے دہشت گردوں کے متعلق فرمایا:

ولو أن قومًا كانوا فی مصر أو صحراء فسفكوا الدماء وأخذوا الأموال، كان حكمهم كحكم قطّاع الطريق، وسواء المكابرة فی المصر أو الصحراء، ولو افترقا كانت المكابرة فی المصر أعظمهما. (۱)

’’اگر کوئی شر پسند گروہ کسی شہر میں یا کسی صحرا و بیابان میں خونریز کارروائی کرے اور لوگوں سے مال واسباب چھین لے تو ان (کی سزا) کا حکم راہزنوں کی طرح ہے۔ اور لوٹ کھسوٹ اور حق تلفی شہری آبادی میں ہو یا جنگل و بیابان میں، سنگینی کے لحاظ سے برابر ہے۔ اگر انہیں جدا جدا بھی دیکھا جائے تو شہری آبادیوں میں لوٹ کھسوٹ اور قتل و غارت گری زیادہ بھیانک ہے۔‘‘

امام شافعیؒ مزید فرماتے ہیں:

فإذا دعى أهل البغی فامتنعوا من الإجابة فقاتلوا ...... فإنما أبيح

(۱) شافعي، كتاب الأم، ۴: ۲۱۸

قتال أهل البغي ما كانوا يقاتلون، وهم لا يكونون مقاتلين أبدا إلا مقبلين ممتنعين مريدين. فمتى زايلوا هذه المعاني فقد خرجوا من الحال التي أبيح بها قتالهم، وهم لا يخرجون منها أبدا إلا إلى أن تكون دماؤهم محرمة كهي قبل.(۱)

''جب باغی دہشت گردوں کو راہِ راست کی طرف پلٹنے کی دعوت دی جائے اور وہ اسے قبول کرنے سے گریزاں ہوں تو ان کے ساتھ جنگ کی جائے گی۔...... پس باغی عناصر کے ساتھ جنگ اس وقت تک جائز ہے جب تک وہ مسلح عسکری کارروائیاں کرتے رہیں۔ وہ عسکری کارروائیاں ہمیشہ جاری نہیں رکھ سکتے بلکہ کبھی وہ سامنے آئیں گے اور کبھی ارادی طور پر مخفی (گوریلہ) سرگرمیوں میں ملوث رہیں گے۔ لہٰذا جب بھی وہ مکمل طور پر پُرامن ہو جائیں تو وہ اپنے خلاف جنگ کے جواز کی حالت سے نکل آئیں گے، اور اگر وہ عسکری کارروائیوں سے باز رہیں گے تو ان کا خون پہلے کی طرح دوبارہ حرام ہوگا۔''

۴۔ مسلح بغاوت کے خلاف امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کا عمل اور فتویٰ

فتنہ پروری، دہشت گردی اور خونریزی سے حتی الوسع بچنے کے لئے ائمہ کرام نے ہمیشہ اعتدال پسندی ضبط و تحمل اور ہم آہنگی کا درس دیا ہے۔ چنانچہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے خلقِ قرآن جیسے ایمانی مسئلے پر شدید دباؤ اور بے پناہ تکلیفیں حتی کہ قید و بند اور کوڑوں کی صعوبتیں برداشت کرنے کے باوجود عامۃ المسلمین کو حکومتِ وقت کے خلاف بغاوت پر نہیں اکسایا۔ خلقِ قرآن کا فتنہ امتِ مسلمہ کے لئے خطرناک ترین فتنوں میں سے ایک تھا

(۱) شافعي، كتاب الأم، ۴: ۲۱۸

جو معتزلہ کے انتہا پسندانہ عقائد کی پیداوار تھا اور اس نے حکمرانوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ خوارج کے فکری وارث ''معتزلہ'' ریاست کے اہم امور میں اچھی خاصی مداخلت کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اس دور میں بغداد اور بلادِ اسلام کی بڑی بڑی شخصیات حکومتی مخالفت اور مظالم کا شکار ہوئیں جن میں خود امام احمد بن حنبلؒ بھی شامل تھے۔ اسی فتنہ خلقِ قرآن کے سبب آپ کو کوڑے مارے گئے اور آپ کی شہادت واقع ہوگئی لیکن زندگی بھر آپ نے لوگوں کو بغاوت اور حکومت کے خلاف مسلح خروج سے روکے رکھا۔ آپ کی استقامت اور صبر و تحمل کے یہ واقعات بہت سی معروف کتب میں منقول ہیں۔ چنانچہ ابوبکر خلال نے اپنی کتاب ''السنۃ'' میں صحیح اسناد کے ساتھ اس کی تفصیل بیان کی ہے۔

حضرت ابو حارث فرماتے ہیں کہ انہوں نے امام ابو عبد اللہ احمد بن حنبل سے بغاوت کی اس تحریک کے متعلق پوچھا جو بغداد میں حکومت کے خلاف چل رہی تھی۔ کیونکہ بنو عباس کے حکمران معتزلہ سے متاثر ہو کر عامۃ المسلمین کے لئے مشکلات پیدا کر رہے تھے۔ امام احمد بن حنبل سے جب حکومت مخالف بغاوت میں شمولیت اور سرپرستی کی درخواست کی گئی تو آپ نے جو کلمات ادا فرمائے وہ کتنے واضح اور صریح ہیں، ملاحظہ ہوں:

سُبْحَانَ اللهِ، الدِّمَاءَ، الدِّمَاءَ، لَا أَرَى ذٰلِکَ، وَلَا آمُرُ بِهِ، الصَّبْرُ عَلَى مَا نَحْنُ فِيهِ خَيْرٌ مِنَ الْفِتْنَةِ يُسْفَکُ فِيهَا الدِّمَاءُ، وَيُسْتَبَاحُ فِيهَا الْأَمْوَالُ، وَيُنْتَهَکُ فِيهَا الْمَحَارِمُ. (۱)

''سبحان اللہ۔ خونریزی؟ خونریزی؟ میں اسے جائز نہیں سمجھتا۔ نہ میں اس کا حکم دیتا ہوں۔ ہم (حکومتی دباؤ کے نتیجے میں) جس صورت حال سے دوچار ہیں اس پر صبر کرنا اس فتنۂ بغاوت سے بہتر ہے جس میں مسلمانوں کے ناحق

(۱) خلال، السنۃ، باب الإنکار علی من خرج علی السلطان: ۱۳۲، رقم: ۸۹

اِس روایت کی سند صحیح ہے۔

خون بہائے جائیں، مال لوٹے جائیں اور عزتیں اور حرمتیں پامال ہوں۔‘‘

لوگوں نے پھر اصرار کیا اور کہا کہ کیا آج ہم ایک ایسے فتنہ میں مبتلاء نہیں جس کو ختم کرنے کے لئے جہاد ضروری ہو جاتا ہے؟ مخاطب کی بات سن کر آپ نے فرمایا: بلاشبہ یہ ایک فتنہ ہے جو تھوڑے دنوں میں ختم ہو جائے گا لیکن اگر اس کے مقابلے میں تلواریں نیام سے نکل آئیں تو قتل عام ہوگا اور امن اور خیر کے دروازے بند ہو جائیں گے۔ لہٰذا آپ ان حالات کو صبر و تحمل کے ساتھ گزارنے کی تلقین فرماتے رہے۔

خلیفہ واثق باللہ کے عہد میں بغاوت نے جب زیادہ زور پکڑ لیا تو تمام فقہاے بغداد جمع ہو کر امام احمد بن حنبلؒ کے پاس حاضر ہوئے اور بگڑتی ہوئی صورت حال کا تذکرہ کیا۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ وہ کیا چاہتے ہیں۔ تمام جلیل القدر علماء نے متفقہ طور پر عرض کیا کہ ہم آپ سے مشورہ کرنے آئے ہیں کیونکہ ہم تو حکومتی موقف سے تنگ آ چکے ہیں اور خلیفہ واثق باللہ کے خلاف بغاوت میں شامل ہو کر اس کا تختہ الٹنا چاہتے ہیں۔ آپ نے انہیں سمجھایا اور فرمایا کہ بلاشبہ معاملہ خطرناک ہو چکا ہے مگر آپ لوگ حکومت کی اتھارٹی اور حاکمیت کو چیلنج کرنے کا ارادہ ترک کر دیں۔ امام احمد بن حنبل نے زور دے کر فرمایا:

عَلَيُكُمُ بِالنَّكِرَةِ بِقُلُوبِكُمُ، وَلاَ تَخُلَعُوا يَدًا مِنُ طَاعَةٍ، وَلاَ تَشُقُّوا عَصَا الُمُسُلِمِينَ، وَلاَ تَسُفِكُوا دِمَاءَكُمُ وَدِمَاءَ الُمُسُلِمِينَ مَعَكُمُ، انُظُرُوا فِي عَاقِبَةِ أَمُرِكُمُ، وَاصُبِرُوا حَتَّى يَسُتَرِيحَ بَرٌّ، أَوُ يُسُتَرَاحَ مِنُ فَاجِرٍ. لاَ، هَذَا خِلاَفُ الآثَارِ الَّتِي أُمِرُنَا فِيهَا بِالصَّبُرِ. (۱)

’’تم دل میں اس مسئلہ کو برا سمجھو لیکن حکومت وقت کی حاکمیت یعنی نظم اور

(۱) خلال، السنة، باب الإنكار على من خرج على السلطان: ۱۳۳، رقم: ۹۰

اتھارٹی کو چیلنج نہ کرو اور مسلمانوں کی قوت اور وحدت کو نہ توڑو اور اپنا اور مسلمانوں کا خون مت بہاؤ اور اپنے اس معاملہ کے انجام پر غور کرو اور صبر کرو یہاں تک کہ نیک آدمی کو آرام ملے یا فاسق و فاجر سے چھٹکارا حاصل ہو جائے۔ اور یہ خروج ان آثار (یعنی صحابہ و تابعین کی روایات اور تعلیمات) کے خلاف ہے جن میں ہمیں ایسے حالات میں صبر کا حکم دیا گیا ہے۔‘‘

۵۔ بغاوت کے بارے میں امام سفیان ثوریؒ کا فتویٰ

اَمیر المؤمنین فی الحدیث امام سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) سے لوگوں نے خلیفہ ہارون الرشید کے مقابلے میں مسلح جدوجہد کے متعلق فتویٰ مانگا اور آپ کو باغیانہ تحریک میں شمولیت کی طرف متوجہ کیا لیکن آپ نے بھی لوگوں کو سمجھایا اور صبر وتحمل کے ساتھ فتنے سے دور رہنے کی تلقین فرمائی اور سائل سے کہا:

كَفَيْتُكَ هَذَا الأَمْرَ، وَنَقَّرْتُ لَكَ عَنْهُ، اجْلِسْ فِي بَيْتِكَ.(۱)

’’میں نے تجھے اس معاملہ سے بے نیاز کر دیا ہے اور معاملے کی وضاحت کر دی ہے۔تم اس بغاوت کی تحریک سے بالکل الگ رہو۔‘‘

۶۔ بغاوت کے بارے میں امام ماوردیؒ کا فتویٰ

امام ماوردیؒ (م ۴۵۰ھ) نے ’’الأحكام السلطانية‘‘ میں باغیوں اور دہشت گردوں کے بارے میں تفصیلی احکام بیان کئے ہیں۔ ان کا قول ہے کہ باغیوں سے جنگ کی جائے گی تا آنکہ وہ حکومت کے نظم کو تسلیم کر لیں۔ امام ماوردیؒ نے اس امر کا استنباط سورۃ الحجرات کی درج ذیل آیت نمبر ۹ سے کیا ہے:

(۱) خلال، السنة، باب الإنكار على من خرج على السلطان: ۱۳۷، رقم: ۹۶

وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوْا فَأَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتّٰى تَفِيءَ إِلٰى أَمْرِ اللهِ فَإِنْ فَاءَتْ فَأَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ○

’’اور اگر مسلمانوں کے دوگروہ آپس میں جنگ کریں تو اُن کے درمیان صلح کرادیا کرو، پھر اگر ان میں سے ایک (گروہ) دوسرے پر زیادتی اور سرکشی کرے تو اس (گروہ) سے لڑو جو زیادتی کا مرتکب ہورہا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے، پھر اگر وہ رجوع کر لے تو دونوں کے درمیان عدل کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف سے کام لو، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو بہت پسند فرماتا ہے○‘‘

امام ماوردیؒ نے اس آیت مبارکہ سے درج ذیل نکات اخذ کئے ہیں:

۱۔ وفي قوله: ﴿فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرٰى﴾ وجهان: أحدهما بغت بالتعدي في القتال؛ والثاني بغت بالعدول عن الصلح.

’’آیتِ مذکورہ کے الفاظ فَإِنْۢ بَغَتْ إِحْدٰهُمَا عَلَى الْأُخْرٰى کے دو مطلب ہوسکتے ہیں: ایک یہ کہ جنگ میں زیادتی کر کے باغی ہوجائے، دوسرا یہ کہ صلح سے رُوگردانی کر کے باغی ہوجائے۔‘‘

۲۔ وقوله ﴿فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي﴾ يعني بالسيف ردعا عن البغي وزجرا عن المخالفة.

’’فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ کا مطلب یہ ہے کہ ان سے مسلح جنگ کی جائے تاکہ وہ بغاوت اور مخالفت سے باز آجائیں۔‘‘

۳۔ وفی قوله تعالی: ﴿حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللهِ﴾: حتی ترجع إلی الصلح الذی أمر الله تعالٰی به وهو قول سعید بن جبیر.

''حَتّٰی تَفِیۡٓءَ اِلٰٓی اَمۡرِ اللهِ کا حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے یہ مفہوم بیان کیا ہے تاآنکہ اُس صلح کی جانب لوٹ آئیں جس کا اللہ نے حکم دیا ہے۔''

۴۔ ﴿فَإِنۡ فَآءَتۡ﴾ أی رجعت عن البغي.(۱)

''فَاِنۡ فَآءَتۡ کا مطلب یہ ہے کہ بغاوت ترک کر دیں۔''

۷۔ دہشت گردوں کی سرکوبی واجب ہے- امام سرخسیؒ کا فتویٰ

فقہ حنفی کے عظیم امام شمس الائمہ امام سرخسی (م۴۸۳ھ) نے باغی گروہ کی سرکوبی کو نہ صرف جائز بلکہ فرض قرار دیا ہے۔ ذیل میں امام سرخسیؒ کا فتویٰ ملاحظہ ہو:

فحینئذ یجب علی من یقوی علی القتال أن یقاتل مع إمام المسلمین الخارجین لقوله تعالی: ﴿فَإِنۡ بَغَتۡ اِحۡدٰهُمَا عَلَى الۡاُخۡرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِىۡ تَبۡغِىۡ﴾(۲) والأمر حقیقة للوجوب، ولأن الخارجین قصدوا أذی المسلمین وإماطة الأذی من أبواب الدین، وخروجهم معصیة ففی القیام بقتالهم نهی عن المنکر وهو فرض ولأنهم یهیجون الفتنة. قال ﷺ: الفتنة نائمة لعن الله من أیقظها. فمن کان ملعونا علی لسان صاحب الشرع صلوات الله علیه یقاتل معه.(۳)

(۱) ماوردی، الأحکام السلطانیة: ۵۹

(۲) الحجرات، ۴۹: ۹

(۳) سرخسی، کتاب المبسوط، ۱۰: ۱۲۴

’’پس اس وقت ہر اس شخص پر جو جنگ میں شرکت کرنے کی طاقت اور قوت رکھتا ہو واجب ہوگا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے مطابق ﴿پھر اگر ان میں سے ایک (گروہ) دوسرے پر زیادتی اور سرکشی کرے تو اس (گروہ) سے لڑو جو زیادتی کا مرتکب ہورہا ہے﴾ باغیوں کے خلاف مسلم حکومت کی مدد کرے۔ یہاں امر، وجوب کے لئے آیا ہے کیونکہ خروج و بغاوت کرنے والوں نے مسلمانوں کو اذیت دینے کا منصوبہ بنایا ہے۔ اسی طرح تکلیف و اذیت کو دور کرنا دین کے امور میں سے ہے اور ان کا یہ خروج معصیت کے زمرہ میں آتا ہے۔ سو ان کے خلاف جہاد کرنا نهی عن المنکر ہے جو کہ فرض ہے اس لئے کہ وہ فتنہ کو ہوا دیتے ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: فتنہ سویا ہوا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس شخص پر لعنت بھیجے جس نے اسے جگایا۔ اور جو صاحبِ شریعت علیہ الصلاۃ والسّلام کی زبان اقدس سے ملعون قرار پا چکا اس کے خلاف جہاد کیا جانا چاہیے۔‘‘

۸۔ دہشت گردوں کو قتل کر دینا چاہیے - امام کاسانیؒ کا فتویٰ

فقہ حنفی کی مشہور کتاب **بدائع الصنائع** کے مصنف امام کاسانیؒ (م ۵۸۷ھ) کا فتویٰ ہے کہ باغی دہشت گردوں کو فساد فی الارض کے خاتمہ کے لئے قتل کیا جانا چاہئے۔ وہ لکھتے ہیں:

ولأنهم ساعون فی الأرض بالفساد، فيقتلون دفعا للفساد على وجه الأرض. وإن قاتلهم قبل الدعوة لا بأس بذلک، لأن الدعوة قد بلغتهم لكونهم فی دار الإسلام ومن المسلمين أيضا. ويجب على كل من دعاه الإمام إلى قتالهم أن يجيبه إلى ذلک، ولا يسعه التخلف إذا كان عنده غنا وقدرة لأن طاعة الإمام فيما

ليس بمعصية فرض، فكيف فيما هو طاعة.[1]

’’چونکہ وہ دہشت گردی کے مرتکب ہوتے ہیں سو انہیں دہشت گردی کے خاتمہ کی خاطر قتل کیا جائے گا۔ اور اگر حکومت انہیں (راہ راست پر آنے کی) دعوت دینے سے پہلے ہی ان کے ساتھ جنگ کرے تو اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ دعوت انہیں پہنچ چکی ہے، وہ مسلم ملک میں ہیں اور مسلمانوں کے ساتھ رہتے ہیں۔ ہر اس شخص پر واجب ہے جس کو حکومتِ وقت ان کے خلاف جنگ کرنے کی دعوت دے کہ وہ حکومت کی دعوت کو قبول کرے اور اس کے لئے جنگ سے پیچھے رہنے کی گنجائش نہیں ہے جبکہ وہ جنگ کی طاقت اور قدرت رکھتا ہو کیونکہ حکومت کی اتھارٹی کو تسلیم کرنا جس میں کوئی معصیت نہ ہو فرض ہے، اور جو چیز ہو ہی معصیت سے خالی تو اس کو ماننا تو بدرجہ اولیٰ لازم ہے۔‘‘

۹۔ بغاوت کے خاتمے تک جنگ جاری رکھی جائے

امام مرغینانیؒ کا فتویٰ

مسلمان ریاست میں کلمہ گو لوگوں کو قتل کرنے والے دہشت گردوں کے خلاف کارروائی کب تک جاری رکھی جانی چاہیے اس پر فقہ حنفی کی معروف کتاب ’’الهداية‘‘ کے مصنف امام مرغینانی (م ۵۹۳ھ) فرماتے ہیں:

وإذا تغلب قوم من المسلمين على بلد، وخرجوا من طاعة الإمام، دعاهم إلى العود إلى الجماعة، وكشف عن شبهتهم لأن عليا رضي الله عنه فعل ذلک بأهل حروراء قبل قتالهم، ولأنه أهون الأمرين ولعل الشر يندفع به، فيبدأ به ولا يبدأ بقتال حتى يبدؤه،

(۱) کاسانی، بدائع الصنائع، ۷: ۱۴۰

فإن بدؤه قاتلهم حتى يفرق جمعهم. [1]

''جب مسلمانوں کا کوئی گروہ کسی علاقہ پر قبضہ جمالے اور مسلم ریاست کے نظم اور اتھارٹی کو چیلنج کر دے تو حکومت کو چاہیے کہ وہ انہیں اپنی عمل داری میں آنے کی دعوت دے اور ان کے شبہات کا ازالہ کرے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اہل حروراء کے ساتھ جنگ کرنے سے پہلے ایسا ہی کیا تھا اس لئے کہ یہ دو کاموں (جنگ اور مذاکرات) میں سے آسان کام ہے اور اس لئے بھی کہ شاید فتنہ اس سے ختم ہو جائے۔ سو اسی سے آغاز کیا جائے اور جنگ کی ابتداء نہ کی جائے یہاں تک کہ وہ اس میں پہل کریں۔ پس اگر وہ جنگ میں پہل کرتے ہوئے ہتھیار اٹھا لیں تو ان کے ساتھ خوب لڑائی کرو یہاں تک کہ ان کی جمعیت منتشر ہو جائے اور ان کی قوت کا خاتمہ ہو جائے۔''

۱۰۔ مسلح بغاوت کرنے والے کافر و مرتد ہیں

امام ابن قدامہ کا فتویٰ

امام ابن قدامہ المقدسی (م ۶۲۰ھ) نے ''المغنی'' میں ''**قتال أهل البغی**'' کے عنوان سے باب باندھا ہے جس میں اُنہوں نے باغیوں سے متعلق محدثین کرام کے حوالے سے یہ فتویٰ دیا ہے:

وذهبت طائفة من أهل الحديث إلى أنهم كفار مرتدون، حكمهم حكم المرتدين وتباح دماؤهم وأموالهم. فإن تحيزوا في مكان وكانت لهم منعة وشوكة، صاروا أهل حرب كسائر الكفار، وإن كانوا في قبضة الإمام استتابهم كاستتابة المرتدين.

(۱) مرغینانی، الهداية آخرين، كتاب السير، باب البغاة: ۵۷۳

فإن تابوا وإلا ضربت أعناقهم، وكانت أموالهم فيئا لا يرثهم ورثتهم المسلمين.(۱)

’’محدثینِ کرام کے ایک طبقہ کے مطابق باغی دہشت گرد کافر اور مرتد ہیں اور ان کا حکم مرتدین جیسا ہوگا، اُن کے خون اور مال کو مباح قرار دیا جائے گا۔ اگر وہ اپنے آپ کو ایک جگہ محدود کرلیں اور ان کے پاس قوت اور محفوظ پناہ گاہیں ہوں تو وہ لوگ برسر پیکار کفار کی طرح اہلِ حرب ہو جائیں گے۔ اور اگر وہ حکومتِ وقت کے دائرہ اختیار میں ہوں تو انہیں توبہ کا موقع دیا جائے گا، اگر وہ توبہ کرلیں تو ٹھیک ورنہ ان کی گردنیں اُڑا دی جائیں گی اور ان کے مال ’’مالِ فَے‘‘ شمار ہوں گے، ان کے مسلمان ورثاء ان کے وارث نہیں ہوں گے۔‘‘

۱۱۔ باغیوں کے قتل پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اِجماع - امام نوویؒ کا فتویٰ

امام نووی (م ٦٧٦ھ) نے اپنی کتاب ’’روضة الطالبین‘‘ میں لکھا ہے کہ باغی دہشت گردوں کو قتل کرنا اِجماعِ صحابہ سے ثابت ہے۔ انہوں نے کہا ہے:

قال العلماء: ويجب قتال البغاة ولا يكفرون بالبغي، وإذا رجع الباغي إلى الطاعة قبلت توبته وترك قتاله، وأجمعت الصحابة رضی اللہ عنہم على قتال البغاة.(۲)

’’تمام علماء نے کہا ہے: باغیوں کو قتل کرنا واجب ہے اور ان کو بغاوت کی وجہ سے کافر قرار نہیں دیا جائے گا اور باغی اگر اطاعت کی طرف رجوع کرلے تو اُس کی توبہ قبول کی جائے گی اور اس کے ساتھ جنگ ترک کر دی جائے گی۔ بغاوت کرنے والوں کے قتل پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع تھا۔‘‘

(۱) ابن قدامة، المغنی، ۹: ۴

(۲) نووی، روضة الطالبین، ۱۰: ۵۰

امام نووی نے اپنی کتاب ''روضة الطالبین'' میں باغی دہشت گردوں کی تکفیر کے حوالے سے جمہور کا مؤقف ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

وأطلق البغوی أنهم إن قاتلوا فهم فسقة وأصحاب بهت، فحكمهم حكم قطاع الطريق. فهذا ترتيب المذهب والمنصوص، وما قاله الجمهور وحكى الإمام في تكفير الخوارج وجهين. قال: فإن لم نكفرهم فلهم حكم المرتدين، وقيل حكم البغاة. فإن قلنا كالمرتدين لم تنفذ أحكامهم.(۱)

''امام بغوی نے علی الاطلاق کہا ہے کہ اگر وہ جنگ کریں تو وہ فاسق اور جھوٹے لوگ ہیں۔ پس ان کا حکم ڈاکوؤں کے حکم کی طرح ہوگا۔ یہ مذہب اور نص کی ترتیب ہے، یہی جمہور نے کہا ہے۔ امام بغوی نے خوارج کی تکفیر میں بیان کیا ہے کہ اِس میں دو صورتیں ہیں۔ انہوں نے کہا ہے: اگر ہم ان کو کافر قرار نہ دیں تو ان کے لئے مرتدین کا حکم ہوگا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اُن پر باغیوں کا حکم عائد ہوگا۔ پھر اگر ہم اُنہیں مرتدین کی طرح کہیں تو ان کے اَحکام نافذ نہیں کئے جائیں گے۔''

۱۲۔ دہشت گردوں کے خلاف حکومت سے تعاون

فتاویٰ تاتارخانیہ

جان و مال کی حفاظت چونکہ حکومت وقت کا فرض ہے اس لئے امن و امان برباد کرنے اور معاشرے میں خوف و ہراس پھیلانے والوں کے خلاف مسلم حکومت کا فریضہ ہے کہ وہ ان سے آہنی ہاتھوں سے نمٹے تاکہ حکومتی نظم بحال ہو۔ ایسی صورت میں لوگوں پر

(۱) نووی، روضة الطالبين، ۱۰: ۵۱، ۵۲

ضروری ہے کہ وہ حکومت کی مکمل تائید کریں۔ فتاویٰ تاتار خانیة میں علامہ عالم بن العلاء الاندریتی الدہلوی (م ۷۸٦ھ) نے یہ فتویٰ دیا ہے:

يجب أن يعلم أن أهل البغي قوم من المسلمين، يخرجون على الإمام العدل ويمتنعون عن أحكام أهل العدل، فالحكم فيهم أنهم إذا تجهزوا واجتمعوا حل لإمام أهل العدل أن يقاتلهم، وعلى كل من يقدر على القتال أن يقوم بنصرة إمام أهل العدل.[1]

''اس بات کا جاننا ازحد ضروری ہے کہ مسلمانوں میں سے وہ دہشت گرد اور باغی عناصر جو مسلم ریاست کے خلاف خروج یعنی مسلح جدوجہد کرتے ہیں اور عدالتی احکامات کے نفاذ کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہیں، ان کے متعلق حکم یہ ہے کہ جب وہ عسکری طور پر تیاری کر لیں اور مسلح کارروائی کے لئے جمع ہو جائیں تو حکومت کے لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ ان دہشت گرد باغیوں کے خلاف جنگ و قتال کرے اور اس ملک کے ہر اس شہری پر حکومت کی اعانت وحمایت لازم ہو جاتی ہے جو کسی حوالے سے بھی جنگ کی صلاحیت و استطاعت رکھتا ہے۔''

۱۳۔ باغیوں کے خلاف جنگ حکومت پر لازم ہے

امام ابراہیم بن مفلح الحنبلی رحمہ اللہ کا فتویٰ

امام ابراہیم بن محمد عبد اللہ بن مفلح الحنبلی (م ۸۸۴ھ) نے بھی امام نووی کی طرح دہشت گرد باغیوں کو رجوع کی دعوت نہ ماننے پر قتل کرنے کا فتویٰ دیا ہے۔

أصل من كفر أهل الحق والصحابة واستحل دماء المسلمين فهم

(۱) اندريتي، الفتاوى التاتارخانية، ۴: ۱۷۲

بغاة فی قول الجماهیر، تتعین استتابتهم، فإن تابوا وإلا قتلوا علی إفسادهم لا علی کفرهم.(۱)

''دراصل جس آدمی نے اہلِ حق اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو کافر قرار دیا (جیسا کہ خوارج نے کیا) اور مسلمانوں کے خون حلال کر لیے تو جمہور کے قول کے مطابق یہ باغی ہیں۔ ان کے لیے یہ بات متعین ہے کہ اُن سے توبہ طلب کی جائے۔ پھر اگر وہ توبہ کرلیں تو ٹھیک ورنہ انہیں ان کے فساد پھیلانے کی وجہ سے قتل کر دیا جائے گا نہ کہ ان کے کفر کی وجہ سے۔''

وہ مزید لکھتے ہیں:

فإن فاؤوا وإلا قاتلهم وعلی رعیته معونته علی حربهم، فإن استنظروه مدة رجا فلا یمکن ذلک فی حقهم، فإن أبوا الرجوع وعظهم وخوفهم القتال لأن المقصود دفع شرهم لا قتلهم، فإن فاؤوا أی رجعوا إلی الطاعة وإلا قاتلهم أی یلزم القادر قتالهم لإجماع الصحابة علی ذلک.(۲)

''پھر اگر وہ باز آئیں تو درست ورنہ ان سے جنگ کی جائے گی اور ریاست کے شہریوں پر فرض ہے کہ وہ ان کے خلاف جنگ میں حکومت کی مدد کریں۔ پھر اگر یہ خوارج (یا ان کی مثل دیگر دہشت گرد گروہ) کچھ مدت کے لیے مہلت مانگیں تو ان کے حق میں یہ ممکن نہیں ہے۔ پھر اگر وہ اپنی روش سے باز آنے سے انکار کر دیں تو حکومت ان کو نصیحت کرے اور جنگ سے ڈرائے

(۱) ابن مفلح، المبدع، ۹: ۱۶۰

(۲) ابن مفلح، المبدع، ۹: ۱۶۱

کیونکہ مقصود ان کا قتل نہیں بلکہ ان کے شر کو دور کرنا ہے۔ اگر وہ حکومت کا نظم اور اتھارٹی تسلیم کر لیں تو ٹھیک ورنہ حکومت ان کے خلاف جنگ کرے یعنی ان پر قدرت رکھنے والی حکومت پر ان کے خلاف جنگ کرنا لازم ہے کیونکہ اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے۔''

۱۴۔ علامہ زین الدین بن نجیم حنفیؒ کا فتویٰ

فقہاے احناف کی جلیل القدر کتاب ''البحر الرائق شرح کنز الدقائق'' کے مصنف علامہ زین الدین بن نجیم حنفی (م ۹۷۰ھ) نے دہشت گردی اور بغاوت کے احکامات پر تفصیلی بحث کی ہے۔ امام ابو البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود النسفی (۷۱۰ھ) کی ''کنز الدقائق'' میں ایک قول پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قوله خرج قوم مسلمون عن طاعة الإمام وغلبوا على بلد دعاهم إليه وكشف شبهتهم بأن يسألهم عن سبب خروجهم، فإن كان لظلم منه أزاله وإن قالوا الحق معنا والولاية لنا، فهم بغاة، لأن عليا رضی اللہ عنہ فعل ذلک بأهل حروراء قبل قتالهم ولأنه أهون الأمرين. ولعل الشر يندفع به، فيبدأ به استحبابا لا وجوبا. فإن أهل العدل لو قاتلوهم من غير دعوة إلى العود إلى الجماعة، لم يكن عليهم شيء، لأنهم علموا ما يقاتلون عليه، فحالهم كالمرتدين وأهل الحرب بعد بلوغ الدعوة. (۱)

''امام نسفی کا یہ کہنا کہ وہ مسلمان قوم ہیں جو مسلم حکومت کی اطاعت سے نکل

(۱) ابن نجیم، البحر الرائق، ۵: ۱۵۱

آئے اور کسی شہر پر انہوں نے غلبہ حاصل کر لیا تو ان کو حاکم وقت بلائے اور ان کے شبہات کو دور کرے۔ ان سے ان کے خروج کا سبب معلوم کرے۔ اگر حاکم کی طرف سے ظلم ہو رہا ہے تو اس کا ازالہ کیا جائے۔ اگر وہ لوگ اصرار کرتے ہوئے کہیں کہ ہم ہی حق پر ہیں یعنی باقی لوگ گمراہ ہیں اور حکومت کا حق صرف ہمیں حاصل ہے تو یہ باغی لوگ ہیں اور ایسے باغیوں کی سزا مرتدین کی طرح ہو گی کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اہلِ حروراء کے ساتھ لڑنے سے پہلے یہی عمل کیا تھا اور اس لئے بھی کہ یہ لڑائی اور مذاکرات میں سے آسان طریقہ ہے۔ ممکن ہے کہ شر اس سے دور ہو جائے اور قتال کی نوبت نہ آنے پائے، اس لئے اسی سے ابتدا کرنا بہتر اور مستحب ہے مگر لازم نہیں۔ کیونکہ اگر مسلمان حکومت انہیں جماعت کی طرف پلٹ آنے کی دعوت نہ بھی دے اور ان سے جنگ کرے تو بھی حکومت پر شرعاً کوئی گناہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ ان کو پتہ ہے کہ جنگ کس وجہ سے ہو رہی ہے۔ ان کا حال مرتدوں اور اہلِ حرب کافروں جیسا ہے جن کے پاس دعوت پہنچ چکی ہے۔‘‘

۱۵۔ علامہ جزیری کا فتویٰ

علامہ عبد الرحمٰن الجزیری (م ۱۳۵۹ھ) ’’الفقه علی المذاهب الأربعة‘‘ میں جمہور فقہاء کی تائید کرتے ہوئے شر پسندوں کے خلاف جنگ کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

لو خرج جماعة على الإمام ومنعوا حقا لله أو لآدمي، أو أبوا طاعته يريدون عزله، ولو كان جائرا، فيجب على الإمام أن ينذر هؤلاء البغاة، ويدعهم لطاعته، فإن هم عادوا إلى الجماعة

ترکھم، وإن لم يطيعوا أمره قاتلھم بالسيف. (۱)

’’اگر لوگوں کا ایک گروہ مسلمان حکومت کے خلاف علمِ بغاوت بلند کرے اور حقوق اللہ یا حقوق العباد کی ادئیگی میں رکاوٹ پیدا کرے یا حکومت کی معزولی کے ارادے سے اس کی اتھارٹی کو تسلیم کرنے سے انکار کرے خواہ یہ حکومت خطا کار ہی ہو تو حکومت وقت پر لازم ہے کہ ان سرکشوں کو انجام بد سے ڈرائے اور انہیں حکومت کی اتھارٹی اور نظم کو ماننے کی دعوت دے، پس اگر وہ مسلمانوں کی ہیئت اجتماعی کی حاکمیت کی طرف پلٹ آئیں تو انہیں چھوڑ دیا جائے اور اگر وہ حکومت کی اتھارٹی کو تسلیم کرنے سے انکار کریں تو حکومت ان کے خلاف جنگ کرے۔‘‘

درج بالا فتاوی کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مذاہب اربعہ کے جملہ ائمہ کبار اس بات پر متفق ہیں کہ مسلم ریاست کے خلاف مسلح بغاوت جائز نہیں خواہ اس کی کچھ بھی تاویل کی جائے۔ ریاست کا نظم اور اتھارٹی قائم کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے اور مسلم ریاست کے جملہ شہریوں کو مسلح بغاوت کی سرکوبی میں ریاست کی معاونت اور مدد کرنی چاہیے۔

(۱) جزيري، كتاب الفقه على المذاهب الأربعة، ۵: ۴۱۹

فصل پنجم

باغیوں کے بارے میں
معاصر سلفی علماء کے فتاویٰ

اِسلامی ریاست کے خلاف دہشت گردوں کی طرف سے کی جانے والی خون ریزی کو ہر مکتبہ فکر کے علماء نے ہمیشہ رد کیا ہے اور اسے خلافِ شریعت قرار دیا ہے۔ دورِ جدید کے معروف سلفی علماء نے بھی اپنے اپنے فتاویٰ میں مسلم ریاست کے خلاف بغاوت، فتنہ انگیزی اور خوں ریزی کو صحیح احادیث مبارکہ کی مخالفت قرار دیا ہے۔ انہوں نے واضح طور پر لکھا ہے کہ مسلمانوں کو کافر قرار دینا اور انہیں قتل کرنا یا ظلم و زیادتی کا نشانہ بنانا خوارج کا ہی وطیرہ ہے، اور ایسا کرنے والوں کے لئے وہی حکم ہوگا جو خوارج کے لئے تھا۔

ا۔ دہشت گرد دورِ حاضر کے خوارج ہیں

علامہ ناصر الدین البانی کا فتویٰ

عرب دنیا کے نامور سلفی عالم محمد ناصر الدین البانی دہشت گردوں کے بارے میں اپنا موقف یوں بیان کرتے ہیں:

والمقصود أنهم سنّوا في الإسلام سنةً سيئة، وجعلوا الخروج على حكام المسلمين دينًا على مرّ الزمان والأيام، رغم تحذير النبي ﷺ منهم في أحاديث كثيرة، منها قوله ﷺ: الخوارج كلاب النار. ورغم أنهم لم يروا كفرًا بَوّاحًا منهم، وإنما ما دون ذالک من ظلم وفجور وفسق.

والیوم والتاریخ یعید نفسه کما یقولون، فقد نبتت نابتة من الشباب المسلم لم یتفقّهوا في الدین إلا قلیلا. ورأوا أن الحکام لا یحکمون بما أنزل الله إلا قلیلا، فرأوا الخروج علیهم دون أن یستشیروا أهل العلم والفقه والحکمة منهم بل رکبوا رؤوسهم أثاروا فتنًا عمیاء وسفکوا الدماء في مصر، وسوریا، والجزائر وقبل ذالک فتنة الحرم المکي فخالفوا بذلک هذا الحدیث الصحیح الذي جری علیه عمل المسلمین سلفًا وخلفًا إلا الخوارج.[1]

’’مقصود یہ ہے کہ انہوں نے اسلام میں برے اعمال شروع کیے اور مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ مسلمان حکمرانوں کے خلاف بغاوت کرنا اپنا دین بنا لیا، باوجود اس کے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے بہت ساری احادیث میں ان دہشت گرد (خوارج) سے متعلق مسلمانوں کوخبردار کیا ہے۔ ان میں سے آپ ﷺ کی یہ حدیثِ مبارکہ بھی ہے کہ خوارج دوزخ کے کتے ہیں۔ اور باوجود اس کے کہ مسلمانوں نے ان سے واضح کفر ظاہر ہوتے ہوئے نہیں دیکھا مگر ان کا ظلم، فجور اور فسق ظاہر وعیاں ہے۔

’’اور جیسا کہ کہا جاتا ہے تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے۔ پس ان خوارج سے مسلمان نوجوانوں کی ایک نسل پروان چڑھی ہے جو دین کا بہت کم فہم رکھتے ہیں۔ ان کے خیال میں حکمران اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے مطابق حکومت نہیں کرتے مگر ان میں سے کچھ (احکام نافذ کرتے ہیں)۔ پس وہ اہلِ

(۱) البانی، سلسلة الأحادیث الصحیحة، المجلد السابع، القسم الثاني: ۱۲۴۰-۱۲۴۳

علم، فقہاء اور اصحابِ حکمت کے مشورہ کے بغیر مسلم ریاست کے خلاف مسلح بغاوت کرتے ہیں بلکہ وہ ان کے سروں پر سوار ہو گئے اور اندھا دھند فتنہ بپا کیا۔ انہوں نے مصر، شام اور الجزائر میں خون ریزی کی ہے اور اس سے پہلے حرم مکہ میں بھی فتنہ انگیزی کی۔ پس انہوں نے اس صحیح حدیث کی مخالفت کی جس پر سوائے خوارج کے متقدمین اور متاخرین مسلمانوں کا عمل رہا۔''

۲۔ مسلمانوں کو کافر قرار دینا خوارج کی علامت ہے

شیخ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز کا فتویٰ

سعودی عرب کے سابق مفتی اعظم شیخ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں جو کہ ان کی آفیشل ویب سائٹ www.binbaz.org.sa/mat/1934 پر موجود ہے:

''جب ان سے سوال کیا گیا کہ یہ کلام اصل میں اہل السنّت و الجماعت کے اصولوں میں سے ہے لیکن یہاں پر بڑے افسوس کے ساتھ اہل السنّت والجماعت میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اِس فکر کو پست خیال کرتے ہیں، اور یہ سمجھتے ہیں کہ اس میں ذلت اور خواری ہے۔ یہ بات اس لئے کہی گئی تا کہ وہ نوجوانوں کو دعوت دیں کہ وہ نظام میں تبدیلی کی خاطر تشدد پیدا کریں۔''

اس بات کو رد کرتے ہوئے شیخ عبد العزیز بن باز لکھتے ہیں:

هذا غلط من قائله، وقلة فهم؛ لأنهم ما فهموا السنة ولا عرفوها كما ينبغي، وإنما تحملهم الحماسة والغيرة لإزالة المنكر على أن يقعوا فيما يخالف الشرع كما وقعت الخوارج، حملهم حب نصر الحق أو الغيرة للحق، حملهم ذالک علی أن وقعوا في

الباطل حتى كفروا المسلمين بالمعاصي كما فعلت الخوارج، فالخوارج كفروا بالمعاصي، وخلدوا العصاة في النار.[۱]

''سوال پوچھنے والے کی یہ غلطی اور کم فہمی ہے کیونکہ انہوں نے سنت کو اُس طرح نہ سمجھا اور پہچانا جس طرح اس کی معرفت ضروری تھی۔ مگر ان کے جذبات اور غیرت نے انہیں برائی کے خاتمہ کے لیے غیر شرعی کام کرنے پر آمادہ کیا ہے جیسے کہ خوارج نے کیا تھا۔ حق کے لئے مدد کی محبت اور حق کے لئے غیرت نے انہیں اس پر ابھارا لیکن غیرت اور بغاوت میں عدمِ تفریق کی غلطی نے انہیں گمراہی اور پستی میں گرا دیا۔ یہاں تک کہ انہوں نے مسلمانوں کو گناہوں کے ارتکاب کی وجہ سے کافر کہا جیسا کہ خوارج نے کہا تھا۔ پس خوارج بھی گناہوں کی بنا پر تکفیر کرتے تھے اور گناہ گار کو دائمی جہنمی قرار دیتے تھے۔''

شیخ عبد العزیز بن باز دین میں شدت اور انتہا پسندی کے برعکس اہلِ سنت کا مؤقف یوں بیان کرتے ہیں:

والذي عليه أهل السنة – وهو الحق – أن العاصي لا يكفر بمعصيته ما لم يستحلها فإذا زنا لا يكفر، وإذا سرق لا يكفر، وإذ شرب الخمر لا يكفر، ولكن يكون عاصيا ضعيف الإيمان فاسقا تقام عليه الحدود، ولا يكفر بذالک إلا إذا استحل المعصية وقال: إنها حلال. وما قاله الخوارج في هذا باطل، وتكفيرهم للناس باطل؛ ولهذا قال فيهم النبي ﷺ: إنهم يمرقون من الدين مروق السهم من الرمية، ثم لا يعودون إليه يقاتلون أهل الإسلام ويدعون أهل الأوثان.[۲]

(1) www.binbaz.org.sa/mat/1934

(2) www.binbaz.org.sa/mat/1934

''اور جو (مؤقف) اہلِ سنت کا ہے وہی حق ہے۔ وہ یہ ہے کہ گناہ گار اپنے گناہوں کی وجہ سے کافر نہیں ہوتا جب تک کہ وہ ان گناہوں اور نافرمانی کے کاموں کو حلال نہ جانے۔ پس جب اس نے زنا کیا تو کافر نہیں ہوا اور جب چوری کی تو کفر کا مرتکب نہیں ہوا اور جب شراب پی تو کفر نہیں کیا بلکہ یہ گناہ گار، کمزور ایمان والا اور فاسق کہلائے گا، اس پر حدود جاری ہوں گی لیکن ان برے اعمال کی وجہ سے اسے کافر قرار نہیں دیا جائے گا جب تک کہ وہ اس گناہ کو حلال نہ جانے اور حلال نہ کہے۔ اس کے بارے میں جو خوارج نے کہا وہ باطل ہے اور ان کا لوگوں کو کافر قرار دینا بھی باطل ہے۔ اسی وجہ سے حضور نبی اکرم ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا: ''یہ دین سے اس طرح نکل جاتے ہیں جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ پھر وہ دین کی طرف نہیں پلٹتے۔ وہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ کریں گے اور بت پرستوں (صریحاً کفار) کو چھوڑ دیں گے۔''

آخر میں شیخ عبد العزیز بن باز نوجوانوں اور دیگر تمام لوگوں کو خوارج کی تقلید سے منع کرتے ہوئے مذہبِ اہل سنت و جماعت پر چلنے کی نصیحت کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

هذه حال الخوارج بسبب غلوهم وجهلهم وضلالهم، فلا يليق بالشباب ولا غير الشباب أن يقلدوا الخوارج، بل يجب أن يسيروا على مذهب أهل السنة والجماعة على مقتضى الأدلة الشرعية، فيقفوا مع النصوص كما جاءت، وليس لهم الخروج على السلطان من أجل معصية أو معاص وقعت منه، بل عليهم المناصحة بالمكاتبة والمشافهة، بالطرق الطيبة الحكيمة، وبالجدال بالتي هي أحسن، حتى ينجحوا، وحتى يقل الشر أو

يزول ويكثر الخير. (۱)

’’خوارج کے یہ حالات ان کے (دین میں) غلو اور ان کی جہالت و گمراہی کی وجہ سے ہی ہوئے تھے۔ اس لئے اب ان نوجوانوں اور دیگر تمام لوگوں کے لئے ہرگز مناسب نہیں ہے کہ وہ خوارج کی تقلید کریں۔ بلکہ ضروری ہے کہ وہ شرعی دلائل کے تقاضوں کے مطابق مذہب اہل السنت و الجماعت پر چلیں تاکہ وہ ان نصوص کے ساتھ وہی موقف اختیار کریں جس کے لئے وہ وارد ہوئی ہیں۔ اور ان کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ حکومت وقت کے خلاف - اس کی نافرمانی یا ان غلطیوں کے سبب جو اس سے سرزد ہوئی ہیں- مسلح بغاوت کریں بلکہ ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس کو لکھ کر یا زبانی طور پر عمدہ حکمت بھرے طریقے اور احسن انداز سے بحث و مباحثہ کے ذریعے نصیحت کریں تاکہ وہ اس میں کامیاب ہوں، برائی کم ہو یا بالکل ختم ہو جائے اور بھلائی زیادہ ہو جائے۔‘‘

۳۔ دور حاضر کے دہشت گرد جاہلوں کا ٹولہ ہے

شیخ صالح الفوزان کا فتویٰ

سعودی عرب کے ہی معروف سلفی مدرس علامہ صالح بن فوزان بن عبد اللہ الفوزان سے سوال کیا گیا کہ ’’یہاں پر کچھ لوگ کہتے ہیں: اس ملک کی حکومت اور علماء نے جہاد کو معطل کر دیا ہے اور یہ عمل اللہ کے احکام کا انکار ہے۔ سو آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟‘‘ اس پر انہوں نے جواب دیا:

هذا كلام جاهل، يدل على أنه ما عنده بصيرة ولا علم وأنه يكفر الناس، وهذا رأي الخوارج والمعتزلة، نسأل الله العافية، لكن

(1) www.binbaz.org /mat/1934

مانسيء الظن بهم نقول هؤلاء جهال يجب عليهم أن يتعلموا قبل أن يتكلموا أما إن كان عندهم علم ويقولون بهذا القول، فهذا رأي الخوارج وأهل الضلال.(۱)

''یہ جہالت پر مبنی کلام ہے جو ان لوگوں کی عدم بصیرت اور لاعلمی پر دلالت کرتا ہے، اسی وجہ سے وہ (مسلمان) لوگوں کو کافر قرار دیتے ہیں۔ یہ (درحقیقت) خوارج اور معتزلہ کی رائے ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے عافیت عطا فرمائے لیکن ہم ان کے بارے میں برا گمان نہیں رکھتے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ یہ جاہل (اور دین کی حقیقی تعلیمات سے بے بہرہ) لوگ ہیں۔ ان کے لئے ضروری ہے کہ بات کرنے سے پہلے اس کا (مکمل) علم حاصل کریں۔ اور اگر علم ہونے کے باوجود وہ لوگ ایسی بات کہتے ہیں تو یہ خوارج اور گمراہ لوگوں کی رائے ہے۔''

اِسی طرح جب علامہ صالح الفوزان سے پوچھا گیا کہ کیا خوارج کی سوچ اور فکر رکھنے والے لوگ موجودہ زمانے میں بھی پائے جاتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا:

سبحان الله، وهذا الموجود، أليس هو فعل الخوارج، وهو تكفير المسلمين، وأشد من ذالک قتل المسلمين والاعتداء عليهم، هذا مذهب الخوارج.

وهو يتكون من ثلاثة أشياء: أولاً: تكفير المسلمين. ثانيًا: الخروج عن طاعة ولي الأمر. ثالثًا: استباحة دماء المسلمين.

هذه من مذهب الخوارج، حتى لو اعتقد بقلبه ولا تكلم ولا عمل شيئًا، صار خارجيًا في عقيدته ورأيه الذي ما أفصح عنه.(۲)

(۱) فوزان، الجهاد وضوابطة الشرعية: ۴۹

(۲) فهد الحصين، الفتاوى الشرعية في القضايا العصرية

''سبحان اللہ! کیا یہ موجودہ فکر و عمل خوارج کا فعل نہیں ہے؟ مسلمانوں کو کافر قرار دینا اور اس سے بھی شدید تر یہ کہ مسلمانوں کو قتل کرنا اور انہیں ظلم و زیادتی کا نشانہ بنانا، یہ خوارج کا مذہب ہی تو ہے جو ان تین عناصر سے تشکیل پاتا ہے:

۱۔ مسلمانوں کو کافر قرار دینا

۲۔ حکومت وقت کے نظم اور اتھارٹی کو مسلح بغاوت کے ذریعے چیلنج کرنا

۳۔ مسلمانوں کے خون کو جائز و حلال قرار دینا

''یہ خوارج کا مذہب ہی ہے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی اس پر صرف دل سے ہی عقیدہ رکھے اور قول و عمل سے اس کا اظہار نہ بھی کرے تو بھی وہ اپنے اس عقیدہ اور رائے کے اعتبار سے خارجی ہو گیا۔''

۴۔ دہشت گردانہ کارروائیاں جہاد نہیں

مفتی نذیر حسین دہلوی کا فتویٰ

ہر ذی شعور اس بات سے آگاہ ہے کہ وطنِ عزیز میں جہاد کے نام پر جو کچھ ہو رہا ہے اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ اس حقیقت کو ہر مسلک میں تسلیم کیا گیا ہے۔ بطورِ ثبوت مسلکِ اہلِ حدیث کے **مفتی سید نذیر حسین دہلوی** کے **فتاویٰ نذیریہ** سے ایک مثال درج کی جارہی ہے، جس میں اُنہوں نے جہاد سے متعلق ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے جہاد کی شرائط بیان کی ہیں۔[1]

مفتی نذیر حسین دہلوی لکھتے ہیں:

''مگر جہاد کی کئی شرطیں ہیں جب تک وہ نہ پائی جائیں گی جہاد نہ ہوگا۔

(۱) مفتی صاحب کی عبارت من و عن نقل کی گئی ہے لیکن قارئین کی سہولت کے لئے حاشیے میں بعض عبارات کے حوالہ جات اور تراجم شامل کر دیے گئے ہیں۔

اول: یہ کہ مسلمانوں کا کوئی امام وقت و سردار ہو۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کلام مجید میں ایک نبی کا انبیاء سابقین سے قصہ بیان فرمایا ہے کہ ان کی امت نے کہا کہ ہمارا کوئی سردار اور امامِ وقت ہو تو ہم جہاد کریں۔

اَلَمْ تَرَاِلَی الْمَلَاِ مِنْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ مِنْ بَعْدِ مُوْسٰی اِذْ قَالُوْا لِنَبِیٍّ لَّھُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِکًا نُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ...... الاٰیۃ(۱)

اِس سے معلوم ہوا کہ جہاد بغیر امام کے نہیں کیونکہ اگر بغیر امام کے جہاد ہوتا تو ان کو یہ کہنے کی حاجت نہ ہوتی۔ **کما لا یخفی** اور **شرائع من قبلنا** جب تک اس کی ممانعت ہماری شرع میں نہ ہو، حجت ہے **کما لا یخفی علی الماھر بالأصول**، اور حدیث میں آیا ہے کہ امام ڈھال ہے اس کے پیچھے ہو کر لڑنا چاہیے۔ اور اس کے ذریعہ سے بچنا چاہیے۔ **عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ﷛ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: إِنَّمَا الْإِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَرَائِهِ وَيُتَّقَى بِهِ.** الحديث رواه البخاری و مسلم.(۲)

---

(۱) البقرۃ، ۲: ۲۴۶

''(اے حبیب!) کیا آپ نے بنی اسرائیل کے اس گروہ کو نہیں دیکھا جو موسیٰ (﷣) کے بعد ہوا، جب انہوں نے اپنے پیغمبر سے کہا کہ ہمارے لیے ایک بادشاہ مقرر کر دیں تاکہ ہم (اس کی قیادت میں) اللہ کی راہ میں جنگ کریں۔''(ترجمہ از عرفان القرآن)

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الجھاد والسیر، باب یقاتل من وراء الإمام ویتقی بہ، ۳: ۱۰۸۰، رقم: ۲۷۹۷

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الإمارۃ، باب الإمام جنۃ یقاتل من ورائہ ویتقی بہ، ۳: ۱۴۷۱، رقم: ۱۸۴۱

''بے شک امام تو ڈھال کی طرح ہے کہ اس کے پیچھے لڑتے ہیں اور اس کی پناہ لیتے ہیں۔''

اس سے صراحتاً یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جہاد امام کے پیچھے ہو کے کرنا چاہیے، بغیر امام کے نہیں۔

دوسری شرط یہ ہے کہ اسباب لڑائی کا مثل مہیا ہوں جس سے کفار کا مقابلہ کیا جاوے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے: وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ.[1] (ترجمہ) اور سامان تیار کرو ان کی لڑائی کے لئے جو کچھ ہو سکے تم سے ہتھیار اور گھوڑے پالنے سے تا کہ اس سے ڈراؤ اللہ کے دشمن کو اور اپنے دشمنوں کو۔

قال الامام البغوی فی تفسیر هذه الایة الإعداد اتخاذ الشئ بوقت الحاجة من قوة أی من الآلات التی تکون لکم قوة علیهم من الخیل والسلاح، انتهی. یعنی قوت کے معنی ہتھیار اور سامان لڑائی کے ہیں، اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِانْفِرُوْا جَمِيْعًا.[2] (ترجمہ) اے ایمان والو! لو اپنا بچاؤ پکڑو پھر کوچ کرو جدا جدا فوج یا سب اکٹھے۔

قال الحافظ محی السنة فی تفسیره تحت هذه الایة أی عدتکم وآلاتکم من السلاح، انتهی. یعنی حذر سے مراد آلہ لڑائی کا ہے مثلاً ہتھیار وغیرہ کا مہیا ہونا ضروری ہے، اور حدیثوں سے بھی اس کی تاکید معلوم ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ بے ہتھیار کے کیا کرے گا۔

تیسری شرط یہ ہے کہ مسلمانوں کا کوئی قلعہ یا ملک جائے امن ہو کہ ان کا ماویٰ و ملجا ہو۔ چنانچہ قرآن کے لفظ مِنْ قُوَّة کی تفسیر عکرمہ نے قلعہ کی ہے۔ **قال عکرمة: القوة**

---

(۱) الأنفال، ۸: ۶۰

(۲) النساء، ۴: ۷۱

الحصون انتهى ما في معالم التنزيل للبغوى. اور حضرت (محمد) ﷺ نے جب تک مدینہ میں ہجرت نہ کی اور مدینہ جائے پناہ نہ ہوا جہاد فرض نہ ہوا، یہ صراحتاً دلالت کرتا ہے کہ جائے امن ہونا بہت ضروری ہے۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ مسلمانوں کا لشکر اتنا ہو کہ کفار کے مقابلہ میں مقابلہ کر سکتا ہو یعنی کفار کے لشکر کے آدھے سے کم نہ ہو۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے: **اَلْئٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ط فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ج وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ**(۱) (ترجمہ) اب بوجھ ہلکا کیا، اللہ نے تم سے اور جانا کہ تم میں کمزوری ہے پس اگر ہو تم میں سے سو صابر غالب رہیں گے دو سو پر، اور اگر ہوں تم سے ایک ہزار، غالب ہوں دو ہزار پر حکم سے اللہ کے، اور اللہ ساتھ صبر کرنے والوں کے ہے۔ یہ آیت صاف کہتی ہے کہ اپنے سے دگنے سے مقابلہ ہو دگنے سے زیادہ سے نہیں۔ میں جب یہ بات بیان ہو چکی، تو میں کہتا ہوں، اس زمانے میں ان چار شرطوں میں سے کوئی شرط بھی موجود نہیں ہے تو کیونکر جہاد ہو گا۔(۲)

جواب کے آخر میں مفتی نذیر حسین دہلوی نے بطور ثبوت صحیحین کی یہ احادیث بیان کی ہیں:

عن أنس رضی اللہ عنہ أنّ رسول الله ﷺ قال: لكل غادر لواء يوم القيامة يعرف به. رواه الشيخان.

عن ابن عمر أن رسول الله ﷺ قال: أن الغادر ينصب له لواء يوم

(۱) **الأنفال، ۸: ۶۶**

(۲) پس معلوم ہوا کہ اگر یہ شرائط پوری نہ ہوں تو جہاد نہیں بلکہ غدر، بغاوت اور فساد ہوگا جس کی قطعاً اجازت نہیں۔ پھر سوال یہ ہے کہ مسلمان ریاست میں کس کے خلاف مسلح اقدام ہو رہا ہے؟

القيامة فيقال هذه غدرة فلان بن فلان. رواه الشيخان.[1]

خلاصہ بحث

قرآن وسنت، ائمہ حدیث اور ائمہ عقائد و فقہ کی تصریحات، تشریحات اور فتاویٰ و تحقیقات کی روشنی میں یہ حقیقت واضح ہوئی کہ باغی وہ لوگ ہیں جو مسلم ریاست کے خلاف مسلح جد و جہد کریں اور ان کے پاس قوت و طاقت بھی ہو۔ وہ لوگ ریاست کی اتھارٹی اور نظم کو تسلیم کرنے سے انکار کریں اور کھلے عام اسلحہ لہرا کر ریاست کے خلاف اعلانِ جنگ کریں۔ اس سے قطع نظر کہ ان کی یہ مسلح جد و جہد اور بغاوت عدل و انصاف پر مبنی حکومت کے خلاف ہے یا فسق و فجور کی حامل حکومت کے خلاف۔ خواہ ان کی جدوجہد کسی امر دین سے متعلق تاویل پر مبنی ہے یا کسی دنیوی غرض کی خاطر، بہرصورت ایسے تمام لوگ باغی اور دہشت گرد ہیں۔ جب تک وہ مسلم ریاست کے خلاف ہتھیار اٹھائے رکھیں، حکومت ان کے خلاف جنگی اقدام جاری رکھے تا آنکہ وہ ہتھیار پھینک کر ریاست کی حاکمیت کے تابع ہو جائیں اور اپنا دہشت گردانہ طرزِ عمل مکمل طور پر ختم کر کے پُرامن شہری بن جائیں اور اپنے جائز مطالبات پُرامن، جمہوری اور قانونی طریقے سے پورے کروانے کے حامی ہو جائیں۔

---

(۱) مفتي نذير حسين دہلوي، فتاویٰ نذيريه، ۳: ۲۸۲-۲۸۵

’’حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قتل عام اور فساد انگیزی کرنے والے ہر شخص کے لیے روزِ قیامت ایک جھنڈا ہوگا جس سے وہ پہچانا جائے گا۔‘‘ اس حدیث کو شیخین (امام بخاری و مسلم) نے روایت کیا ہے۔

’’حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فساد انگیزی کرنے والے کے لیے روزِ قیامت ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں کی فساد انگیزی (کا نشان) ہے۔‘‘ اِس حدیث کو شیخین (امام بخاری و مسلم) نے روایت کیا ہے۔

باب ہفتم

فتنۂ خوارِج

اور

عصرِ حاضر کے دہشت گرد

فصل اوّل

فتنۂ خوارِج

کا

آغاز، عقائد و نظریات اور بدعات

اِسلام میانہ روی اور اعتدال کا دین ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ملتِ اسلامیہ کا تعارف یوں فرمایا ہے:

وَ کَذٰلِکَ جَعَلۡنٰـکُمۡ اُمَّةً وَّسَطًا.[1]

''اور (اے مسلمانو!) اِسی طرح ہم نے تمہیں (اِعتدال والی) بہتر اُمت بنایا۔''

اُمتِ وسط سے مراد ہی میانہ روی اور اعتدال والی امت ہے۔ یہ اعتدال فکر و نظر میں بھی ہے اور عمل و کردار میں بھی۔ یہی اسلام کا وصف ہے۔ جو گروہ یا طبقہ میانہ روی سے جتنا دور ہوتا گیا وہ روحِ اسلام سے بھی اتنا دور چلا گیا۔ مختلف ادوار میں کچھ ایسے گروہ بھی مسلمانوں میں سے ظاہر ہوئے جو اسلام کی راہِ اعتدال سے اتنا دور ہو گئے کہ اسلام کی بات کرنے، اسلامی عبادات انجام دینے اور اسلامی شکل و صورت اختیار کرنے کے باوجود اسلام سے خارج تصور کیے گئے۔ انہی طبقات میں سرِفہرست گروہ ''خوارج'' کا ہے۔

خوارج کی ابتداء دورِ نبوی میں ہی ہوگئی تھی۔ بعد ازاں دورِ عثمانی میں ان کی فکر پروان چڑھی اور پھر دورِ مرتضوی میں ان کا عملی ظہور منظّم صورت میں سامنے آیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن حکیم میں کئی مقامات پر ان خوارج کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور حضور نبی اکرم ﷺ نے بھی کثیر احادیث مبارکہ میں ان کی واضح علامات اور عقائد و نظریات بالصراحت بیان فرمائے ہیں۔ خوارج دراصل اسلام کے نام پر دہشت گردی اور قتل و غارت گری کرتے تھے اور مسلمانوں کے خون کو اپنے انتہاء پسندانہ اور خود ساختہ نظریات و دلائل کی بناء پر مباح قرار دیتے تھے۔ لہٰذا اس حصہ بحث میں خوارج کی علامات و

---

(۱) البقرة، ۲: ۱۴۳

خصوصیات کے تفصیلی مطالعے سے اس بات کا جائزہ لیا جائے گا کہ موجود دور کے دہشت گرد عناصر کا فکری و عملی طور پر خوارج سے کیا تعلق ہے۔

ا۔ خوارِج کا تعارُف

قبل اس کے کہ قرآن و حدیث کی روشنی میں خوارج کی علامات اور عقائد و نظریات کا جائزہ لیا جائے، بعض کتبِ اَسلاف سے خوارج کی چند واضح تعریفات درج کی جا رہی ہیں تا کہ ابتداء میں ہی واضح ہوجائے کہ خارجی کسے کہا جاتا ہے۔

ا۔ امام محمد بن عبد الکریم شہرستانی، خوارج کی تعریف میں لکھتے ہیں:

كل من خرج عن الإمام الحق الذي اتفقت الجماعة عليه يسمى خارجيًا سواءً كان الخروج في أيام الصحابة على الأئمة الراشدين أو كان بعدهم على التابعين بإحسان والأئمة في كل زمان. (۱)

’’ہر وہ شخص جو عوام کی متفقہ مسلمان حکومتِ وقت کے خلاف مسلح بغاوت کرے اسے خارجی کہا جائے گا؛ خواہ یہ خروج و بغاوت صحابہ کرام ﷺ کے زمانہ میں خلفاے راشدین کے خلاف ہو یا تابعین اور بعد کے کسی بھی زمانہ کی مسلمان حکومت کے خلاف ہو۔‘‘

۲۔ امام نووی، خوارج کی تعریف یوں کرتے ہیں:

الخوارج: صنف من المبتدعة يعتقدون أن من فعل كبيرة كفر، وخلد فى النار، ويطعنون لذلک فى الأئمة ولا يحضرون معهم الجمعات والجماعات. (۲)

---

(۱) شہرستانی، الملل والنحل: ۱۱۴

(۲) نووی، روضة الطالبين، ۱۰: ۵۱

''خوارج بدعتیوں کا ایک گروہ ہے۔ یہ لوگ گناہِ کبیرہ کے مرتکب کے کافر اور دائمی دوزخی ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اسی وجہ سے مسلم اُمراء و حکام پر طعن زنی کرتے ہیں اور ان کے ساتھ جمعہ اور عیدین وغیرہ کے اجتماعات میں شریک نہیں ہوتے۔''

۳۔ علامہ ابنِ تیمیہ لکھتے ہیں:

كانوا أهل سيف وقتال، ظهرت مخالفتهم للجماعة؛ حين كانوا يقاتلون الناس. وأما اليوم فلا يعرفهم أكثر الناس....... ومروقهم من الدين خروجهم باستحلالهم دماء المسلمين وأموالهم.[۱]

''وہ اسلحہ سے لیس اور بغاوت پر آمادہ تھے، جب وہ لوگوں سے قتال کرنے لگے تو اُن کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت سے مخالفت و عداوت ظاہر ہوگئی۔ تاہم عصرِ حاضر میں (بظاہر دین کا لبادہ اوڑھنے کی وجہ سے) لوگوں کی اکثریت انہیں پہچان نہیں پاتی۔ ...... وہ دین سے نکل گئے کیوں کہ وہ مسلمانوں کے خون اور اَموال (جان و مال) کو حلال و مباح قرار دیتے تھے۔''

علامہ ابنِ تیمیہ مزید بیان کرتے ہیں:

وهؤلاء الخوارج ليسوا ذلک المعسكر المخصوص المعروف في التاريخ، بل يخرجون إلى زمن الدجّال.[۲] **وتخصيصه ﷺ للفئة التي خرجت في زمن علي بن أبي طالب، إنما هو لمعان قامت بهم، وكل من وجدت فيه تلک المعاني ألحق بهم، لأن التخصيص بالذكر لم يكن لاختصاصهم بالحكم، بل لحاجة**

(۱) ابن تيمية، النبوات: ۲۲۲

(۲) ابن تیمیہ، مجموع فتاوٰی، ۲۸: ۴۹۵، ۴۹۶

المخاطبين فی زمنه عليه الصلاة والسلام إلی تعيينهم.[۱]

''اور یہ خوارج (سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے عہد کا) وہ مخصوص لشکر نہیں ہے جو تاریخ میں معروف ہے بلکہ یہ دجال کے زمانے تک پیدا ہوتے اور نکلتے رہیں گے۔ اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اُس ایک گروہ کو خاص فرمانا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں نکلا تھا، اس کے کئی معانی ہیں جو ان پر صادق آتے ہیں۔ ہر وہ شخص یا گروہ جس میں وہ صفات پائی جائیں اسے بھی ان کے ساتھ ملایا جائے گا۔ کیونکہ ان کا خاص طور پر ذکر کرنا ان کے ساتھ حکم کو خاص کرنے کے لئے نہیں تھا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے کے ان مخاطبین کو (مستقبل میں) ان خوارج کے تعین کی حاجت تھی۔''

۴۔ حافظ ابنِ حجر عسقلانی فتح الباری میں فرماتے ہیں:

الخوارج: فهم جمع خارجة أی طائفة، وهم قوم مبتدعون سموا بذلک لخروجهم عن الدين، وخروجهم علی خيار المسلمين.[۲]

''خوارج، خارجۃ کی جمع ہے جس کا مطلب ہے: ''گروہ۔'' وہ ایسے لوگ ہیں جو بدعات کا ارتکاب کرتے۔ ان کو (اپنے نظریہ، عمل اور اِقدام کے باعث) دینِ اسلام سے نکل جانے اور خیارِ اُمت کے خلاف (مسلح جنگ اور دہشت گردی کی) کارروائیاں کرنے کی وجہ سے یہ نام دیا گیا۔''

۵۔ امام بدر الدین عینی عمدۃ القاری میں لکھتے ہیں:

طائفة خرجوا عن الدين وهم قوم مبتدعون سموا بذلک لأنهم خرجوا علی خيار المسلمين.[۳]

(۱) ابن تیمیہ، مجموع فتاوی، ۲۸: ۴۷۶، ۴۷۷

(۲) ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۱۲: ۲۸۳

(۳) عینی، عمدۃ القاری، ۲۴: ۸۴

’’وہ ایسے لوگ ہیں جو دین سے خارِج ہوگئے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو بدعات کا ارتکاب کرتے تھے (یعنی وہ اُمور جو دین میں شامل نہ تھے ان کو دین میں شامل کرتے تھے)۔ (دینِ اِسلام سے نکل جانے اور) بہترین مسلمانوں کے خلاف (مسلح بغاوت اور دہشت گردی کی) کارروائیاں کرنے کی وجہ سے اُنہیں خوارِج کا نام دیا گیا۔‘‘

۶۔ علامہ ابنِ نجیم حنفی، خوارج کی تعریف یوں کرتے ہیں:

الخوارج: قومٌ لَهم منعة وحمية خرجوا عليه بتأويل يرون أنه على باطل كفر أو معصية توجب قتاله بتأويلهم يستحلون دماء المسلمين وأموالهم. (۱)

’’خوارج سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے پاس طاقت اور (نام نہاد دینی) حمیت ہو اور وہ حکومت کے خلاف بغاوت کریں۔ یہ خیال کرتے ہوئے کہ وہ کفر یا نافرمانی کے ایسے باطل طریق پر ہے جو ان کی خود ساختہ تاویل کی بنا پر حکومت کے ساتھ قتال کو واجب کرتی ہے۔ وہ مسلمانوں کے قتل اور ان کے اموال کو لوٹنا جائز سمجھتے ہیں۔‘‘

اِس ابتدائی تعارف کے بعد ہم خوارج کی دہشت گردی، انتہاء پسندی اور مسلم اُمّہ کے خلاف بربریت اور ظالمانہ کارَروائیوں کی مذمت میں ترتیب وار آیاتِ مقدسہ اور احادیثِ مبارکہ کے مطالعے کے ساتھ ساتھ ان کے مفاہیم سے آگاہ ہونے کے لئے کتبِ تفاسیر، شروحاتِ حدیث اور دیگر مصادر و مآخذ کا بھی مطالعہ کریں گے۔

۲۔ فتنۂ خوارج (قرآن حکیم کی روشنی میں)

قرآن حکیم نے کئی مقامات پر لوگوں کے ناحق بے دردانہ قتل، دہشت گردانہ

(۱) ابن نجیم، البحر الرائق، ۲: ۲۳۴

بمباری، پُراَمن آبادیوں پر خودکش حملوں جیسے انتہائی سفاکانہ اقدامات اور انسانی قتل و غارت گری کی نفی کی ہے۔ دہشت گردی کی یہ ساری بہیمانہ صورتیں شرعی طور پر حرام اور اسلامی تعلیمات سے صریح اِنحراف ہیں اور اَز رُوے قرآن بغاوت و محاربت، فساد فی الارض اور اِجتماعی قتلِ انسانی میں داخل ہیں (جیسا کہ گزشتہ ابواب میں بالتفصیل ان پر بحث ہو چکی ہے)۔ قرآن حکیم کا بغور مطالعہ کیا جائے تو ہمیں کئی مقامات پر بالصراحت خوارج کی علامات و بدعات اور ان کی فتنہ پروری و سازشی کارروائیوں اور بغاوت کے بارے میں واضح ارشادات ملتے ہیں۔ سورتوں کی ترتیب کے لحاظ سے ذیل میں چند ارشاداتِ باری تعالیٰ ملاحظہ ہوں:

(۱) خوارج اَہلِ زیغ (کج رَو) ہیں

سورۃ آل عمران میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْکَ الْکِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْکَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْکِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ط فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ ج وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللهُ م وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ج وَمَا يَذَّکَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ○ (۱)

’’وہی ہے جس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی جس میں سے کچھ آیتیں محکم (یعنی ظاہراً بھی صاف اور واضح معنی رکھنے والی) ہیں وہی (احکام) کتاب کی بنیاد ہیں اور دوسری آیتیں متشابہ (یعنی معنی میں کئی احتمال اور اشتباہ رکھنے والی) ہیں۔ سو وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے اس میں سے صرف متشابہات کی پیروی کرتے ہیں (فقط) فتنہ پروری کی خواہش کے زیرِ اثر اور اصل مراد کی

(۱) آل عمران، ۳: ۷

بجائے من پسند معنی مراد لینے کی غرض سے، اور اس کی اصل مراد کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اور علم میں کامل پختگی رکھنے والے کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے، ساری (کتاب) ہمارے رب کی طرف سے اتری ہے، اور نصیحت صرف اہلِ دانش کو ہی نصیب ہوتی ہےo‘‘

۱۔ امام ابن ابی حاتمؒ آیت مذکورہ کے ذیل میں بیان کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ: أَنَّهُمُ الْخَوَارِجُ.[1]

’’حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ ﴿فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ﴾ (سو وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے) کی تفسیر میں حضور نبی اکرم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ اِن سے مراد خوارج ہیں۔‘‘

۲۔ حافظ ابنِ کثیر نے بھی اس آیت کی تفسیر میں جو حدیث بیان فرمائی ہے، اس میں حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اہلِ زَیغ - جو متشابہات کی پیروی کرتے ہیں - سے مراد ’’خوارج‘‘ ہیں۔[2]

۳۔ مفسر شہیر امام خازنؒ نے اپنی تفسیر لباب التأویل میں اہلِ زَیغ کی تفسیر فرماتے ہوئے جن گمراہ فرقوں کا نام لیا ہے ان میں خوارج کا نام بھی شامل ہے۔[3]

۴۔ ابو حفص الحنبلی نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی جو مفصل روایت بیان فرمائی ہے، وہ بڑی ہی فکر انگیز، حقیقت کشا اور قابلِ غور ہے۔ یہ روایت اہلِ زَیغ کی اصلیت اور ان کے باطنی انجام کو پوری طرح بے نقاب کر دیتی ہے۔ ابو حفص الحنبلی مذکورہ آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں:

---

(۱) ابن أبی حاتم رازی، تفسیر القرآن العظیم، ۲:۵۹۴

(۲) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۱:۳۴۷

(۳) خازن، لباب التأویل، ۱:۲۱۷

وقال الحسن: هم الخوارج، وكان قتادة إذا قرأ هذه الآية ﴿فَأَمَّا الَّذِيْنَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ﴾ قال: إن لم يكونوا الحرورية فلا أدرى مَنْ هُمْ. ...... وعن أبي غالب قال: كنت أمشى مع أبي أمامة، وهو على حمار حتى إذا انتهى إلى درج مسجد دمشق، فقال أبو أمامة: كلابُ النار، كلابُ النار، كلابُ النار، أو قتلى تحت ظل السماء، طوبى لمن قَتَلهم وقتلوه – يقولها ثلاثاً. ثم بكى، فقلت: ما يُبْكيك يا أبا أمامة؟ قال: رحمةً لهم، إنهم كانوا من أهل الإسلام (فصاروا كفارًا) فخرجوا منه. فقلت: يا أبا أمامة، هم هؤلاء؟ قال: نعم، قلت: أشيء تقوله برأيک، أم شيء سمعته من رسول الله ﷺ؟ فقال: إنى إذَنْ لَجرِىء، إنى إذاً لَجَرىءٌ، بل سمعته من رسول الله ﷺ غيرَ مرةٍ ولا مرّتين، ولا ثلاث، ولا أربع، ولا خمس، ولا ست، ولا سبع، ووضع أصبعيه في أذنيه، قال: وإلّا فَصُمَّتَا – قالها ثلاثاً.(۱)

’’حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ (آیتِ مذکورہ میں اہل زَیغ سے) مراد خوارج ہیں۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ جب بھی یہ آیتِ کریمہ تلاوت کرتے تو فرماتے: میں نہیں سمجھتا کہ اہلِ زَیغ سے خوارج کے علاوہ کوئی اور گروہ بھی مراد ہوسکتا ہے۔ ...... ابو غالب روایت کرتے ہیں: میں حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ دمشق کی جامع مسجد کی طرف چل رہا تھا اور وہ دراز گوش پر سوار تھے۔ جب وہ مسجد کے دروازے کے قریب پہنچے تو حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے کہا: خوارج دوزخ کے کتے ہیں۔ انہوں نے یہ تین بار فرمایا۔ پھر انہوں نے ان کی حقیقت

(۱) أبو حفص الحنبلى، اللباب في علوم الكتاب، ۳: ۴۳۷

سے پردہ اٹھایا اور بتایا: آسمان کے نیچے یہ بدترین لوگ ہیں۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہوں نے انہیں قتل کیا اور وہ بھی خوش نصیب ہیں جو ان کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ یہ بتا کر ابو امامہ رونے لگ گئے۔ ان کی بدنصیبی پر بہت ہی افسردہ ہوئے اور بتایا: یہ مسلمان تھے لیکن اپنی کرتوتوں سے کافر ہو گئے۔ پھر یہی آیت کریمہ تلاوت فرمائی جس میں ''اہلِ زیغ'' کا ذکر ہے۔ ابو غالب روایت کرتے ہیں: میں نے ابو امامہ سے پوچھا: کیا یہی (خوارج) وہ (اہلِ زیغ) لوگ ہیں؟ بولے: ہاں- میں نے پوچھا: آپ اپنی طرف سے کہہ رہے ہیں یا ان کے بارے میں آپ نے یہ سب کچھ حضور نبی اکرم ﷺ سے سنا ہوا ہے؟ انہوں نے فرمایا: اگر ایسی بات ہوتب تو میں بڑی جسارت کرنے والا کہلاؤں گا۔ میں نے ایک، دو یا سات بارنہیں بلکہ بارہا یہ حضور ﷺ سے سنا ہے، اگر یہ بات سچی نہ ہوتو میرے دونوں کان بہرے ہو جائیں- آپؓ نے یہ کلمات تین بارفرمائے۔''

۵۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو امام سیوطی نے بھی اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے اور بتایا ہے کہ حضور ﷺ نے اہلِ زَیغ سے ''خوارج'' مراد لیے ہیں۔[(۱)]

۶۔ النّحاس نے بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث ذکر کی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اہلِ زَیغ، خوراج ہی ہیں۔[(۲)]

(۲) خوارج سیاہ رُو اور مرتد ہیں

سورۃ آل عمران میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ج فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ قف

---

(۱) سیوطی، الدر المنثور، ۲: ۱۴۸

(۲) النحاس، معانی القرآن، ۱: ۳۴۹

اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ۝ (۱)

’’جس دن کئی چہرے سفید ہوں گے اور کئی چہرے سیاہ ہوں گے، تو جن کے چہرے سیاہ ہوں گے (ان سے کہا جائے گا:) کیا تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا؟ تو جو کفر تم کرتے رہے تھے سو اس کے عذاب (کا مزہ) چکھ لو۝‘‘

۱۔ امام ابنِ ابی حاتمؒ نے آیتِ مذکورہ کے ذیل میں حدیث روایت کی ہے:

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ: أَنَّهُمُ الْخَوَارِجُ. (۲)

’’حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس (آیت میں ایمان لانے کے بعد کافر ہو جانے والوں) سے ’’خوارج‘‘ مراد ہیں۔‘‘

۲۔ حافظ ابن کثیر نے بھی آیتِ مذکورہ کے تحت اس سے خوارج ہی مراد لیے ہیں۔ (۳)

یہ قول ابنِ مردویہ نے حضرت ابو غالب اور حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کے طریق سے مرفوعاً روایت کیا ہے، امام احمد نے اِسے اپنی مسند میں، امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں اور امام ابنِ ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں ابو غالب کے طریق سے روایت کیا ہے۔

۳۔ امام سیوطی کا بھی یہی موقف ہے۔ انہوں نے بھی اس آیت میں مذکور لوگوں سے ’’خوارج‘‘ ہی مراد لئے ہیں۔ (۴)

(۱) آل عمران، ۳: ۱۰۶

(۲) ابن أبي حاتم، تفسير القرآن العظيم، ۲: ۵۹۴

(۳) ابن كثير، تفسير القرآن العظيم، ۱: ۳۴۷

(۴) سيوطى، الدر المنثور، ۲: ۱۴۸

(۳) خوارج فتنہ پرور اور کینہ ور ہیں

سورۃ آل عمران میں فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا یَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ؕ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۚ وَمَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ؕ قَدْ بَیَّنَّا لَكُمُ الْاٰیٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ○[1]

’’اے ایمان والو! تم غیروں کو (اپنا) راز دار نہ بناؤ وہ تمہاری نسبت فتنہ انگیزی میں (کبھی) کمی نہیں کریں گے، وہ تمہیں سخت تکلیف پہنچنے کی خواہش رکھتے ہیں، بغض تو ان کی زبانوں سے خود ظاہر ہو چکا ہے، اور جو (عداوت) ان کے سینوں نے چھپا رکھی ہے وہ اس سے (بھی) بڑھ کر ہے۔ ہم نے تمہارے لیے نشانیاں واضح کر دی ہیں اگر تمہیں عقل ہو○‘‘

۱۔ امام ابنِ ابی حاتم رازی نے آیتِ مذکورہ کے ذیل میں یہ حدیث نقل کی ہے:

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ، أَنَّهُ قَالَ: هُمُ الْخَوَارِجُ.[2]

’’حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ان (فتنہ انگیزی کرنے والوں) سے مراد ’’خوارج‘‘ ہیں۔‘‘

۲۔ امام قرطبی اِس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس سے مراد خوارج ہیں۔ وہ تمہارے درمیان فساد پھیلانے سے باز نہیں آئیں گے۔ اگر دہشت گردی نہ کر سکے، تو مکر وفریب اور دھوکہ بازی ترک نہیں کریں گے۔[3]

---

(۱) آل عمرآن، ۳: ۱۱۸

(۲) ابن أبي حاتم، تفسیر القرآن العظیم، ۳: ۷۴۲

(۳) قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، ۴: ۱۷۹

(۴) خوارج اللہ و رسول ﷺ سے برسر پیکار ہیں اس لئے واجب القتل ہیں

سورۃ المائدۃ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْيُصَلَّبُوْٓا اَوْتُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ط ذٰلِکَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌO (۱)

”بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد انگیزی کرتے پھرتے ہیں (یعنی مسلمانوں میں خونریز رہزنی اور ڈاکہ زنی وغیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں) ان کی سزا یہی ہے کہ وہ قتل کیے جائیں یا پھانسی دیے جائیں یا ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹے جائیں یا (وطن کی) زمین (میں چلنے پھرنے) سے دور (یعنی ملک بدر یا قید) کر دیے جائیں۔ یہ (تو) ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لیے آخرت میں (بھی) بڑا عذاب ہےO“

۱۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

من شهر السلاح في فئة الإسلام، وأخاف السبيل ثم ظفر به، وقدر عليه فإمام المسلمين فيه بالخيار، إن شاء قتله وإن شاء صلبه وإن شاء قطع يده ورجله. (۲)

---

(۱) المائدة، ۵: ۳۳

(۲) ۱۔ طبری، جامع البيان في تفسير القرآن، ٦: ۲۱۴

۲۔ ابن کثير، تفسير القرآن العظيم، ۲: ۵۱

''جس نے مسلم آبادی پر ہتھیار اٹھائے اور راستے کو اپنی دہشت گردی کے ذریعے غیر محفوظ بنایا اور اس پر کنٹرول حاصل کر کے لوگوں کا پر امن طریقے سے گزرنا دشوار کر دیا، تو مسلمانوں کے حاکم کو اختیار ہے چاہے تو اسے قتل کرے، چاہے تو پھانسی دے اور چاہے تو حسبِ قانون کوئی اذیت ناک سزا دے۔''

۲۔ امام طبری اور حافظ ابنِ کثیر نے لکھا ہے کہ سعید بن مسیّب، مجاہد، عطاء، حسن بصری، ابراہیم النخعی اور ضحاک نے بھی اسی معنی کو روایت کیا ہے۔(۱)

۳۔ اس کو امام سیوطی نے بھی ''الدر المنثور (۳: ۶۸)'' میں روایت کیا ہے۔

۴۔ امام قرطبی نے ''الجامع لأحکام القرآن (۶: ۱۴۸)'' میں روایت کیا ہے کہ یہ آیت حضور ﷺ کے زمانہ مبارک میں ایک ایسے گروہ کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے مدینہ کے باہر دہشت گردی کا ارتکاب کیا، قتل اور املاک لوٹنے کے اقدامات کیے جس پر انہیں عبرت ناک سزا دی گئی۔

۵۔ علامہ زمخشری نے اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں لکھا ہے:

يُحَارِبُون رسُول الله، ومحاربة المُسلِمين فى حكم مُحَارَبَتِه.(۲)

''يُحَارِبُون رسُول اللهِ (یعنی) مسلمانوں کے ساتھ جنگ برپا کرنا رسول اللہ ﷺ سے جنگ کرنے کے حکم میں ہے۔''

۶۔ علامہ ابو حفص الحنبلی، علامہ زمخشری کی مذکورہ بالا عبارت تحریر کرنے کے بعد مزید لکھتے ہیں:

أنَّ المقصود أنَّهم يُحَارِبون رَسُول الله ﷺ وإنما ذكر اسْم الله تبارك وتعالى تَعظِيماً وتَفخِيماً لمن يُحَارَبُ، كقوله تعالى: ﴿إِنَّ

(۱) ۱۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۲: ۵۱
۲۔ طبری، جامع البيان في تفسير القرآن، ۶: ۲۱۴

(۲) زمخشری، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل، ۱: ۶۶۱

الذین یُبَایِعُونَکَ إِنَّمَا یُبَایِعُونَ اللهَ﴾(۱). (۲)

''مقصد یہ ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے جنگ کرتے ہیں اور (اس آیت میں) اللہ تعالیٰ کا نام جنگ کا نشانہ بننے والوں کی عظمت اور قدر و منزلت بڑھانے کے لئے مذکور ہوا۔ جیسا کہ بیعتِ رضوان کے حوالے سے قرآن مجید میں فرمایا گیا: ﴿(اے حبیب!) بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔﴾''

۷۔ اِس آیت سے یہ مفہوم بھی اَخذ ہوتا ہے کہ راہزنی کرنے والوں کا اذیت ناک قتل جائز ہے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں:

أجمعوا علی أن المراد بالمحاربین المفسدین فی هذه الآیة قطاع الطریق سواء کانوا مسلمین أو من أهل الذمة. واتفقوا علی أن من برزو شهر السلاح مخیفا مغیرا خارج المصر بحیث لا یدرکه الغوث فهو محارب قاطع للطریق جاریة علیه أحکام هذه الآیة. ...... وقال البغوی: المکابرون فی الأمصار داخلون فی حکم هذه الآیة. (۳)

''اس پر سب کا اجماع ہے کہ محاربین سے مراد فساد بپا کرنے والے اور راہ زن ہیں؛ خواہ وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم، سب کے لئے حکم برابر ہے۔ اس اَمر پر بھی اتفاق ہے کہ جو کھل کر ہتھیار اٹھالیں یا شہر سے باہر لوگوں کو خوفزدہ کریں اور غارت گری کریں جہاں کوئی مددگار بھی نہ پہنچ سکے، ایسا شخص جنگجو اور راہ زن

---

(۱) الفتح، ۴۸: ۱۰
(۲) أبو حفص الحنبلی، اللباب فی علوم الکتاب، ۷: ۳۰۳
(۳) قاضی ثناء اللہ، تفسیر المظهری، ۳: ۸۶

ہے۔ اُس پر اس آیت کے احکام جاری ہوں گے۔ ...... امام بغوی فرماتے ہیں: شہروں میں دہشت گردی کرنے والے بھی اس آیت کے حکم میں شامل ہیں۔''

اِس آیتِ مبارکہ اور اکابرین کے بیان کردہ تفسیری اقوال سے یہ مفہوم اَخذ ہوتا ہے کہ مسلمان ریاست کی رعایا میں سے مسلمانوں کو اسلحہ کے ذریعے خوف زدہ کرنے والوں کا خاتمہ ضروری ہے کیوں کہ جو زمین میں فساد انگیزی کرتے ہیں وہ پوری انسانیت کے قاتل ہیں۔ جو کسی مسلم ریاست کی اتھارٹی کو چیلنج کرتے ہیں اور اس کے خلاف مسلح بغاوت کرتے ہیں، ان کے لیے اذیت ناک سزائیں اور دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

(۵) خوارج فتنہ پرور اور مستحق لعنت ہیں

سورۃ الرعد میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۙ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ○[۱]

''اور زمین میں فساد انگیزی کرتے ہیں، انہی لوگوں کے لیے لعنت ہے اور ان کے لیے برا گھر ہے○''

یہ آیت صراحتاً بتا رہی ہے کہ زمین میں فساد پھیلانے والے خارجی ہیں۔ اس کی تائید درج ذیل روایت سے ہوتی ہے، جسے امام قرطبی نے بیان کیا ہے:

۱۔ وقال سعد بن أبي وقاص: والله الذى لا إله إلا هو! إنهم الحرورية.[۲]

''حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس ذات کی قسم جس کے سوا

(۱) الرعد، ۱۳: ۲۵

(۲) قرطبي، الجامع لأحكام القرآن، ۹: ۳۱۴

کوئی معبود نہیں، فساد انگیزی کرنے والوں سے مراد الحروریہ یعنی خوارج ہیں۔''

۲۔ بے گناہ جانوں کی ہلاکت اور اموال و املاک کی تباہی فساد فی الارض ہے، جیسا کہ ابو حفص الحنبلی کی درج ذیل روایت سے عیاں ہوتا ہے:

قال: ﴿وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ﴾ إما بالدعاء إلى غير دين الله، وإما بالظلم كما في النفوس والأموال وتخريب البلاد. (۱)

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اور زمین میں فساد انگیزی کرتے ہیں﴾۔ یا تو اللہ کے دین کے علاوہ کسی اور طرف جبراً دعوت دینے سے یا لوگوں کی جان و مال پر ظلم سے اور ملک میں تخریب کاری سے۔''

علامہ ابو حفص کی اس تصریح سے معلوم ہوا کہ جان و مال لوٹنے کے علاوہ اسلام سے ہٹ کر اپنے خود ساختہ عقائد کی طرف جبراً دعوت دینا بھی فساد فی الارض کے زُمرے میں آتا ہے۔

۳۔ امام رازی نے بھی ''التفسیر الکبیر (۹: ۱۷۶)'' میں اسی معنی کو نقل فرمایا ہے۔

(۶) خوارِج حسنِ عمل کے دھوکے میں رہتے ہیں

خوارِج نماز، روزے اور تلاوتِ قرآن جیسے اَعمال کی ادائیگی میں بظاہر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی آگے نظر آتے تھے۔ (اِس پر آئندہ صفحات میں احادیث مبارکہ آئیں گی۔) یہی حالت دورِ حاضر کے خوارِج کی ہے۔ وہ بھی بظاہر شکل وصورت اور حسنِ عمل میں بڑے نیک، پرہیزگار اور پابندِ شریعت نظر آتے ہیں مگر باطن میں اِعتقادی اور تشدد پسندانہ فتنوں کا شکار ہیں جن سے اُمت مسلمہ کو نقصان ہو رہا ہے اور باہمی خون خرابے سے اس کی قوت وشوکت متأثر ہو رہی ہے۔

(۱) أبو حفص الحنبلي، اللباب في علوم الكتاب، ۹: ۴۲۵

۱۔ سورۃ الکھف میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا○ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا○[۱]

’’فرما دیجیے: کیا ہم تمہیں ایسے لوگوں سے خبردار کر دیں جو اعمال کے حساب سے سخت خسارہ پانے والے ہیں○ یہ وہ لوگ ہیں جن کی ساری جد و جہد دنیا کی زندگی میں ہی برباد ہوگئی اور وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم بڑے اچھے کام انجام دے رہے ہیں○‘‘

امام طبری نے مذکورہ آیت کی تفسیر میں درج ذیل روایات نقل کی ہیں:

(۱) اس آیت میں ان اہلِ کتاب کا ذکر ہے جو اپنا سماوی دین چھوڑ کر کفر کی راہ پر چل نکلے اور دین میں باطل بدعات کو شامل کر لیا۔

(۲) دوسری روایت یہ ہے کہ ان خسارہ پانے والوں سے مراد ’’خوارج‘‘ ہیں کیونکہ جب ابن الکواء خارجی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اس سے کون لوگ مراد ہیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: أنت و أصحابک (تو اور تیرے ساتھی)۔

(۳) ایک روایت میں ہے جسے حضرت ابو طفیل بیان کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن الکواء نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا (اعمال کے حساب سے سخت خسارہ پانے والوں) سے کون لوگ مراد ہیں تو آپ نے فرمایا: اے اہلِ حروراء! تم مراد ہو۔[۲]

اِسی آیت کے ذیل میں علامہ سمرقندی اپنی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں:

قال علي بن أبي طالب: هُمُ الْخوارِجُ.[۳]

---

(۱) الکہف، ۱۸: ۱۰۳، ۱۰۴

(۲) طبری، جامع البیان، ۱۶: ۳۳، ۳۴

(۳) سمرقندی، بحر العلوم، ۲: ۳۶۴

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس سے خوارج مراد ہیں۔''

۲۔ قرآن مجید میں دوسرے مقام پر ان کے اس زعم باطل کی مذمت یوں بیان کی گئی ہے:

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ ۙ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ○ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ○(۱)

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد بپا نہ کرو، تو کہتے ہیں: ہم ہی تو اصلاح کرنے والے ہیں○ آگاہ ہو جاؤ! یہی لوگ (حقیقت میں) فساد کرنے والے ہیں مگر انہیں (اس کا) احساس تک نہیں○''

سورۃ فاطر میں اِرشاد ہوتا ہے:

اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا.(۲)

''بھلا جس شخص کے لیے اس کا برا عمل آراستہ کر دیا گیا ہو اور وہ اسے (حقیقتاً) اچھا سمجھنے لگے (کیا وہ مومنِ صالح جیسا ہوسکتا ہے)۔''

علامہ ابو حفص الحنبلی اِس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

فقال قتادة: منهم الخوارج الذين يستحلون دماء المسلمين وأموالهم.(۳)

''حضرت قتادہ نے فرمایا: ایسے لوگوں میں سے خوارج بھی ہیں جو مسلمانوں کا خون بہانا اور ان کے اَموال لوٹنا حلال سمجھتے ہیں۔''

(۱) البقرة، ۲: ۱۱، ۱۲

(۲) فاطر، ۳۵: ۸

(۳) ابو حفص الحنبلی، اللباب فی علوم الکتاب، ۱۳: ۱۷۵

۳۔ فتنۂ خوارِج کا آغاز: عہدِ رسالت مآب ﷺ میں

دورِ رسالت مآب ﷺ میں ہی فتنہ خوارج کا آغاز ہوگیا تھا۔ امام بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث کے مطابق حضرت ابو سعید خدری ﷜ روایت کرتے ہیں کہ:

بَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ يَقْسِمُ ذَاتَ يَوْمٍ قِسْمًا فَقَالَ ذُوالْخُوَيْصَرَةِ رَجُلٌ مِنْ بَنِي تَمِيْمٍ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، اعْدِلْ، قَالَ: وَيْلَکَ مَنْ يَعْدِلُ إِذَا لَمْ أَعْدِلْ؟ فَقَالَ عُمَرُ: ائْذَنْ لِي فَلْأَضْرِبْ عُنُقَهُ، قَالَ: لَا، إِنَّ لَهُ أَصْحَابًا يَحْقِرُ أَحَدُکُمْ صَلَاتَهُ مَعَ صَلَاتِهِمْ، وَ صِيَامَهُ مَعَ صِيَامِهِمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ کَمُرُوْقِ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ.(۱)

’’ایک روز حضور نبی اکرم ﷺ مالِ (غنیمت) تقسیم فرما رہے تھے تو بنوتمیم کے ذوالخویصرہ نامی شخص نے کہا: یا رسول اللہ! انصاف کیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو ہلاک ہو، اگر میں انصاف نہیں کروں گا تو اور کون انصاف کرے گا؟ حضرت عمر ﷜ نے عرض کیا: (یا رسول اللہ!) مجھے اجازت دیں کہ اس (گستاخ) کی گردن اڑا دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، (اس اکیلے کی گردن اُڑانا کیوں کر) بے شک اس کے (ایسے) ساتھی بھی ہیں کہ تم ان کی

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الأدب، باب ماجاء في قول الرجل ويلك، ۵: ۲۲۸۱، رقم: ۵۸۱۱

۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب استتابة المرتدین والمعاندین وقتالهم، باب من ترك قتال الخوارج للتألف وأن لا ینفر الناس عنه، ۶: ۲۵۴۰، رقم: ۶۵۳۴

۳۔ مسلم، الصحیح، کتاب الزکاة، باب ذکر الخوارج وصفاتهم، ۲: ۷۴۴، رقم: ۱۰۶۴

نمازوں کے مقابلے میں اپنی نمازوں کو حقیر جانو گے اور ان کے روزوں کے مقابلہ میں اپنے روزوں کو حقیر جانو گے۔ وہ دین سے اس طرح نکلے ہوئے ہوں گے جیسے شکار سے تیر نکل جاتا ہے۔‘‘

خوارِج کے فتنے کا آغاز گستاخیِ رسول ﷺ سے ہوا

بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں ذوالخویصرہ تمیمی نامی گستاخ شخص کی گستاخی ہی دراصل اس بدترین فتنے کا پیش خیمہ ثابت ہوئی جس نے بعد ازاں امتِ مسلمہ میں انتشار و افتراق پیدا کر دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اَدوارِ خلافت میں اسلامی ریاست کی اتھارٹی کو چیلنج کرنے والے باغی اور مسلح گروہ درحقیقت اُسی ذوالخویصرہ تمیمی کی فکر کا تسلسل تھے۔

۱۔ امام ابو بکر الآجُرِی (م ۳۶۰ھ) کتاب الشریعۃ کے باب ذم الخوارج وسوء مذهبهم وإباحة قتالهم، وثواب من قتلهم أو قتلوه میں لکھتے ہیں:

وأوّل قرن طلع منهم على عهد رسول الله ﷺ: هو رجل طعن على النبي ﷺ، وهو يقسم الغنائم بالجعرانة، فقال: اعدل يا محمد، فما أراك تعدل، فقال ﷺ: ويلك، فمن يعدل إذا لم أكن أعدل؟

’’خوارج کا اَوّلین فرد عہدِ رسالت مآب ﷺ میں نمودار ہوا۔ یہ وہ شخص تھا جس نے حضور نبی اکرم ﷺ پر اس وقت طعنہ زنی کی جب آپ ﷺ جعرانہ کے مقام پر مالِ غنیمت تقسیم فرما رہے تھے۔ اس بد بخت نے کہا: اے محمد! عدل کیجیے! میرے خیال میں آپ عدل نہیں کر رہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: تو ہلاک ہو! اگر میں عدل نہیں کروں گا تو اور کون کرے گا؟‘‘

۲۔ حافظ ابنِ حجرعسقلانی فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ اِسی ذوالخویصرہ تمیمی کا ہم خیال گروہ ہی بعد ازاں خوارج کی صورت میں ظاہر ہوا تھا۔

عن عبد الرزاق فقال: ذی الخويصرة التميمی وهو حرقوص بن زهير، أصل الخوارج.[1]

’’عبد الرزاق سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ذوالخویصرہ تمیمی کا اصل نام حرقوص بن زہیر تھا اور وہ خوارج کا بانی تھا۔‘‘

۳۔ حافظ ابنِ حجرعسقلانی نے ’’الإصابة فی تمييز الصحابة (۲: ۴۹)‘‘ میں بھی یہی تحقیق بیان کی ہے۔

۴۔ علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

وقال الذهبی: ذو الخويصرة القائل: فقال: يا رسول الله، إعدل. يقال هو حرقوص بن زهير، رأس الخوارج، قتل فی الخوارج يوم النهر.[2] **وفی تفسير الثعالبی: بينا رسول الله ﷺ يقسم غنائم هوازن، جاءه ذو الخويصرة التميمی، أصل الخوارج.**[3]

’’امام ذہبی فرماتے ہیں: ذوالخویصرہ نے ہی یہ کہا تھا: یا رسول اللہ! عدل کیجیے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ حرقوص بن زہیر تھا۔ یہ خوارج کا فکری قائد اور بانی تھا جو کہ (سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دور میں) مقامِ نہروان (پر ہونے والی جنگ) میں مارا گیا۔ تفسیر ثعالبی میں ہے کہ جب حضور نبی اکرم ﷺ معرکہ ہوازن کے غنائم تقسیم فرما رہے تھے تو آپ ﷺ کے پاس ذوالخویصرہ تمیمی آیا اور وہ خوارج کا بانی تھا۔‘‘

---

(۱) ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۱۲: ۲۹۲

(۲) بدر الدین العینی، عمدة القاری، ۱۵: ۶۲

(۳) بدر الدین العینی، عمدة القاری، ۱۶: ۱۴۲

۴۔ عہدِ عثمانی میں فتنۂ خوارج کی فکری تشکیل

حضور نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد اُمت میں کئی فتنوں نے جنم لیا، جن میں جھوٹی نبوت کے دعوے، دین سے ارتداد، زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار اور دیگر کئی بنیادی تعلیماتِ اسلام سے انحراف شامل ہے۔ انہی فتنوں کا فائدہ اٹھاتے ہوئے خارجی فکر کے حاملین اپنے باغیانہ نظریات کی ترویج کرتے رہے اور اپنے آپ کو ایک منظّم شکل دینے کی طرف سرگرم عمل رہے۔ یہاں تک کہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ اواخر میں بلوائیوں کی تحریک میں آپ کو قتل کرنے کی سازش تیار کرنے والے لوگ بھی اس انتہاء پسندانہ رجحان کے حامل تھے جن میں سے ایک نمایاں شخص عبد اللہ بن سباء تھا۔ اس انتہاء پسند دہشت گرد گروہ نے پہلی مرتبہ مدینہ منورہ میں سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہدِ حکومت میں خالص اسلامی حکومت کی اتھارٹی اور ریاستی نظم کو چیلنج کیا۔

اِمام حاکم المستدرک میں ایک تابعی حسین بن خارجہؒ کا واقعہ نقل کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں:

لمّا كانت الفتنة الأولى أشكلت عليّ فقلتُ: اللّهم أَرني أمراً من أمر الحق أتمسک به. قال: فأريت الدنيا والآخرة و بينهما حائط غير طويل، و إذا أنا بجائز فقلت: لو تشبثت بهذا الجائز لعلي أهبط إلى قتلى أشجع ليخبروني قال: فهبطت بأرض ذات شجر وإذا أنا بنفرجلوس فقلت: أنتم الشهداء؟ قالوا: لا نحن الملائكة. قلت: فأين الشهداء؟ قالوا: تقدم إلى الدرجات العلى إلى محمد ﷺ، فتقدمت فإذا أنا بدرجة الله أعلم ما هي السعة والحسن؟ فإذا أنا بمحمد ﷺ و إبراهيم عليه السلام وهو يقول لإبراهيم عليه السلام: استغفر لأمّتي. فقال له إبراهيم عليه السلام: إنک لا

تدري ما أحدثوا بعدک؟ أراقوا دماءهم وقتلوا إمامهم، ألا فعلوا كما فعل خليلي سعد. قلت: أراني قد أريت أذهب إلى سعد، فأنظر مع من هو، فأكون معه فأتيته، فقصصت عليه الرؤيا، فما أكثر بها فرحا. وقال: قد شقي من لم يكن له إبراهيم عليه السلام خليلا. قلت: في أي الطائفتين أنت؟ قال: لست مع واحد منهما. قلت: فكيف تأمرني؟ قال: ألک ماشية؟ قلت: لا. قال: فاشتر ماشية واعتزل فيها حتى تنجلي.(۱)

''(حضرت حسین بن خارجہ فرماتے ہیں:) جب پہلا فتنہ ظاہر ہوا تو مجھ پر فیصلہ مشکل ہوگیا (کہ اس میں حصہ لوں یا نہ لوں)۔ پس میں نے کہا: اے اللہ! مجھے امرِ حق دکھا جسے میں تھام لوں۔ فرماتے ہیں: پس مجھے (خواب میں) دنیا اور آخرت دکھائی گئی اور ان دونوں کے درمیان ایک دیوار تھی جو کہ زیادہ لمبی نہ تھی اور میں نے اپنے آپ کو دیوار پر دیکھا تو میں نے کہا کہ اگر میں اس دیوار پر معلق رہا تو ہوسکتا ہے کہ میں اشجع کے مقتولوں پر اتروں تا کہ وہ مجھے خبر دیں۔ فرماتے ہیں: پس میں ایسی زمین پر اُترا جو کہ شجردار یعنی سرسبز و شاداب تھی، تو میں نے ایک گروہ کو بیٹھے ہوئے دیکھا، میں نے کہا: تم شہداء ہو؟ انہوں نے کہا: نہیں ہم فرشتے ہیں۔ میں نے کہا: شہید کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا: بلند درجات کی طرف تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چلے جاؤ۔ جب میں آگے بڑھا تو ایسا مقام دیکھا جس کی وسعت اور حسن و جمال اللہ ہی بہتر جانتا ہے، تو میں نے وہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابراہیم

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۴۹۹، رقم: ۸۳۹۴

۲۔ ابن عبد البر، التمهيد، ۱۹: ۲۲۲

۳۔ ذہبی، سير أعلام النبلاء، ۱: ۱۲۰

علیہ السلام سے فرما رہے تھے: آپ میری اُمت کے لیے مغفرت کی دعا کیجیے۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے کہا: آپ نہیں جانتے کہ ان میں سے بعضوں نے آپ کے بعد کیا نئے فتنے شروع کیے؟ انہوں نے اپنوں کا خون بہایا اور اپنے حاکم کو قتل کیا ہے۔ وہ ایسا کیوں نہیں کرتے جیسا میرے دوست سعد نے کیا ہے؟ میں نے کہا: اللہ نے مجھے جو دکھا دیا ہے اس میں یہ راہ سمجھائی ہے کہ میں سعد کے پاس جاؤں۔ پس اس کا معاملہ دیکھوں تو اس کے ساتھ ہو جاؤں۔ لہٰذا میں ان کے پاس آیا اور ان کو خواب کا واقعہ سنایا تو وہ اس سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا: وہ شخص بدنصیب ہے جس کے خلیل ابراہیم علیہ السلام نہ ہوں۔ میں نے کہا: آپ ان دو گروہوں میں سے کس کے ساتھ ہیں؟ انہوں نے کہا: میں ان دونوں میں سے کسی کے ساتھ نہیں ہوں۔ میں نے کہا: آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ انہوں نے کہا: کیا آپ کے پاس مویشی ہیں؟ میں نے کہا: نہیں، انہوں نے فرمایا: مویشی خرید کر علیحدہ ہو جاؤ یہاں تک کہ صورتِ حال واضح ہو جائے۔''

امام ابنِ عبد البر نے التمهيد[1] میں اور حافظ ابنِ حجر عسقلانیؒ نے الإصابة في تمييز الصحابة[2] میں روایت میں مذکور الفتنة الأولى سے مراد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے موقع پر اُمتِ مسلمہ میں پیدا ہونے والا فتنہ لیا ہے۔ یہی فتنہ پرور دہشت گرد لوگ ہی ظاہراً دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے تھے، جن دو گروہوں کا اشارہ مذکورہ بالا روایت میں ہے۔

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والے لوگ فتنہ کی آگ بھڑکانے والے تھے۔ یہی دین میں بدعت کے مرتکب ہوئے اور یہی

(۱) ابن عبد البر، التمهيد، ۱۹: ۲۲۲

(۲) عسقلاني، الإصابة في تمييز الصحابة، ۲: ۱۷۲، رقم: ۱۹۷۹

لوگ بدعتی کہلائے، یہی وہ فتنہ پرور، متعصب اور اِنتہا پسند لوگ تھے جنھوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دور میں جنگِ صفین کے بعد خارجی گروہ کی باقاعدہ بنیاد رکھی تھی۔

۵۔ عہدِ علوی میں خوارج کا تحریکی آغاز

فتنہ خوارج کے علم برداروں کے پیشِ نظر دین کے نام پر مسلم ریاست کو destabilize کرنا اور اس کی نظریاتی بنیادوں کو کھوکھلا کرنا مقصود ہوتا ہے۔ یہ حکومتِ وقت کے خلاف مسلح جد و جہد اور بغاوت کے ذریعے دہشت گردانہ کارروائیاں کرتے ہیں اور مساجد و عبادت گاہوں، گھروں، تعلیمی اداروں، مارکیٹوں اور public places پر شہریوں کا خون بہاتے ہیں۔ تاریخ کا مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ خوارج کا احتجاج مذاکرات (dialogue) اور پُر اَمن مصالحت (peaceful settlement of dispute) کے خلاف تھا جسے سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے جنگِ صفین کے موقع پر ''تحکیم'' کی صورت میں اپنایا تھا۔ جب تک فضا جنگ جاری رہنے کے حق میں تھی خوارج حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں لڑنے کے لئے پیش پیش تھے۔ جونہی آپ رضی اللہ عنہ نے خون خرابے سے بچنے کے لئے تحکیم یعنی ثالثی (arbitration) کے راستے کو اپنایا تو وہ پُر اَمن مصالحت اور ثالثی کے عمل کو رَد کرتے ہوئے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لشکر سے نکل گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو معاذ اللہ کافر کہنے لگے اور واضح طور پر باغی اور دہشت گرد گروہ تیار کر کے نام نہاد جہاد کے نام پر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اُمّتِ مسلمہ کے خلاف برسرِ پیکار ہوگئے۔ اپنے منظّم ظہور کے وقت انہوں نے یہ نعرہ لگایا تھا:

لَا حُکْمَ إِلَّا لِلّٰهِ.

''اللہ کے سوا کوئی حکم نہیں کر سکتا۔''

۱۔ خوارج کے اس عمل سے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آگاہی ہوئی تو آپؓ نے فرمایا:

كَلِمَةُ حَقٍّ أُرِيْدَ بِهَا بَاطِلٌ.[1]

''بات تو حق ہے لیکن اس کا مقصود باطل ہے۔''

۲۔ بعض کتب میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

إن سكتوا غممناهم وإن تكلموا حججناهم وإن خرجوا علينا قاتلناهم.[2]

''اگر وہ خاموش رہے تو ہم ان پر چھائے رہیں گے اور اگر انہوں نے کلام کیا تو ہم ان سے دلیل کے ساتھ بات کریں گے، اور اگر انہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی تو ہم ان سے لڑیں گے۔''

۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف مسلح بغاوت کرتے ہوئے خوارج نے عراق کی سرحد پر واقع علاقے حروراء کو اپنا مرکز بنا لیا۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف ''شرک'' اور ''بدعت'' کے الزامات لگائے، آپ کو کافر قرار دیا اور آپ کے خلاف مسلح بغاوت کر دی۔ یہ قتل و غارت گری اور دہشت گردی کی ابتداء تھی۔ اُن کا ابتدائی نقطہ نظر ہی یہ تھا:

تحكمون في أمر الله الرجال؟ لاحكم إِلَّا لله![3]

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الزكاة، باب التحريض على قتل الخوارج، ۲: ۷۴۹، رقم: ۱۰۶۶

۲۔ نسائي، السنن الكبرى، ۵: ۱۶۰، رقم: ۸۵۶۲

۳۔ ابن ابی شيبة، المصنف، ۷:۵۵۷، رقم: ۳۷۹۰۷

۴۔ بيهقي، السنن الكبرى، ۸: ۱۷۱، رقم: ۱۶۴۷۸

(۲) ۱۔ ابن أثير، الكامل في التاريخ، ۳: ۲۱۲، ۲۱۳

۲۔ طبري، تاريخ الأمم والملوك، ۳: ۱۱۴

(۳) ابن اثير، الكامل في التاريخ، ۳: ۱۹۶

’’تم اللہ کے امر میں آدمیوں کو حکم بناتے ہو؟ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی حکم نہیں کر سکتا۔‘‘

۴۔ ایک خارجی لیڈر یزید بن عاصم محاربی نے خروج کرتے ہوئے خطبہ پڑھا:

’’تمام حمد اللہ تعالیٰ کو سزاوار ہے جس سے ہم مستغنی نہیں ہو سکتے۔ یا اللہ! ہم اس امر سے پناہ مانگتے ہیں کہ اپنے دین کے معاملے میں کسی قسم کی کمزوری اور خوشامد سے کام لیں کیونکہ اس میں ذلت ہے جو اللہ تعالیٰ کے غضب کی طرف لے جاتی ہے۔ اے علی! کیا تم ہمیں قتل سے ڈراتے ہو؟ آگاہ رہو! اللہ کی قسم! میں امید رکھتا ہوں کہ ہم تمہیں تلواروں کی دھار سے ماریں گے تب تم جان لوگے کہ ہم میں سے کون عذاب کا مستحق ہے۔‘‘(۱)

۵۔ اسی طرح ایک اور خارجی لیڈر کے خطبہ کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

أخرجوا بنا من هذه القرية الظالم أهلها إلى بعض كُوَر الجبال أو إلى بعض هذه المدائن منكرين لهذه البدع المضلة. (۲)

’’اِس شہر کے لوگ ظالم ہیں، اِس لیے تم (اِس شہر کو چھوڑ کر) ہمارے ساتھ پہاڑوں یا دوسرے شہروں کی طرف نکل جاؤ جہاں کے مکین ان گمراہ کُن بدعتوں سے انکاری ہوں۔‘‘

۶۔ جب سب سرکردہ خوارج شریح ابنِ اوفی عبسی کے گھر جمع ہوئے تو اس مجلس میں ابنِ وہب نے کہا:

اشخصوا بنا إلى بلدة نجتمع فيها لإنفاذ حكم الله، فإنكم أهل الحق. (۳)

---

(۱) ابن أثیر، الکامل فی التاریخ، ۳: ۳۱۳

(۲) ابن أثیر، الکامل فی التاریخ، ۳: ۳۱۳، ۳۱۴

(۳) ابن أثیر، الکامل فی التاریخ، ۳: ۳۱۴

''اب تم ہمارے ساتھ کسی ایسے شہر کی طرف کوچ کرو جس میں ہم سب جمع ہوکر اللہ تعالیٰ کا حکم جاری کریں کیونکہ اہلِ حق اب تمہی لوگ ہو۔''

۷۔ اب خوارج کا وہ بیان پڑھیے جو انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خط کے جواب میں دیا:

فانک لم تغضب لربک وإنما غضبت لنفسک، فان شهدت علی نفسک بالکفر واستقبلت التوبة، نظرنا فیما بیننا وبینک، وإلا فقط نبذناک علی سواء أن الله لا یحب الخائنین. (۱)

''اب تمہارا غضب خدا کے واسطے نہیں ہے، اس میں تمہاری نفسانیت شریک ہے۔ تم اب بھی اگر اپنے کفر کا اقرار کرتے ہو اور نئے سرے سے توبہ کرتے ہو تو دیکھا جائے گا ورنہ ہم نے تم کو دور کر دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔''

خوارج کے ان خطبات اور جوابی خط سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت کرتے ہوئے خود کو توحید اور حق کے علم بردار جب کہ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو (معاذ اللہ) شرک اور بدعت کا نمائندہ تصور کر رہے تھے۔ بدعت اور شرک سے ان کی بزعم خویش نفرت کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شہر کو بھی اس خیال سے کہ یہ بدعتیوں کا شہر ہے، چھوڑ دیا اور جنگلوں، صحراؤں اور پہاڑوں میں گھات لگا کر بیٹھ گئے جہاں وہ اپنے مخالفین کو پکڑ کر ظلم و ستم کا نشانہ بناتے اور انہیں قتل کر دیتے۔ بعد ازاں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا لشکر لے کر خوارج کی ریشہ دوانیوں، دین دشمن کارروائیوں اور سازشوں کے جواب میں ان کے خلاف عسکری کارروائی کی اور انہیں شکست فاش سے

(۱) ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، ۳:۲۱۷

دوچار کیا۔ کیوں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے ارشاداتِ گرامی میں ان کا قلع قمع کر دینے کی پیشین گوئی اور حکم فرمایا تھا۔ پس صحابہ کرام ﷺ نے ریاستی سطح پر ان کی سرکوبی کی۔

امام مسلم اور دیگر محدّثین نے یہ پورا واقعہ بالتفصیل حضرت زید بن وہب جہنی سے روایت کیا ہے جو کہ درج ذیل ہے:

أَنَّهُ كَانَ فِي الْجَيْشِ الَّذِيْنَ كَانُوْا مَعَ عَلِيٍّ رضی الله عنه الَّذِيْنَ سَارُوْا إِلَى الْخَوَارِجِ، فَقَالَ عَلِيٌّ رضی الله عنه: أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: يَخْرُجُ قَوْمٌ مِنْ أُمَّتِي يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَيْسَ قِرَاءَتُكُمْ إِلَى قِرَاءَتِهِمْ بِشَيْءٍ وَلَا صَلَاتُكُمْ إِلَى صَلَاتِهِمْ بِشَيْءٍ وَلَا صِيَامُكُمْ إِلَى صِيَامِهِمْ بِشَيْءٍ، يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ يَحْسِبُوْنَ أَنَّهُ لَهُمْ وَهُوَ عَلَيْهِمْ، لَا تُجَاوِزُ صَلَاتُهُمْ تَرَاقِيَهُمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ. لَوْ يَعْلَمُ الْجَيْشُ الَّذِينَ يُصِيْبُوْنَهُمْ مَا قُضِيَ لَهُمْ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِمْ ﷺ لَاتَّكَلُوا عَنِ الْعَمَلِ وَآيَةُ ذٰلِكَ أَنَّ فِيهِمْ رَجُلًا لَهُ عَضُدٌ وَلَيْسَ لَهُ ذِرَاعٌ عَلَى رَأْسِ عَضُدِهِ مِثْلُ حَلَمَةِ الثَّدْيِ عَلَيْهِ شَعَرَاتٌ بِيضٌ. فَتَذْهَبُونَ إِلَى مُعَاوِيَةَ وَأَهْلِ الشَّامِ وَتَتْرُكُوْنَ هٰؤُلَاءِ يَخْلُفُونَكُمْ فِي ذَرَارِيِّكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ وَاللهِ إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ يَكُوْنُوْا هٰؤُلَاءِ الْقَوْمَ فَإِنَّهُمْ قَدْ سَفَكُوا الدَّمَ الْحَرَامَ وَأَغَارُوا فِي سَرْحِ النَّاسِ فَسِيرُوا عَلَى اسْمِ اللهِ.

قَالَ سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ فَنَزَّلَنِي زَيْدُ بْنُ وَهْبٍ مَنْزِلًا حَتَّى قَالَ مَرَرْنَا عَلَى قَنْطَرَةٍ فَلَمَّا الْتَقَيْنَا وَعَلَى الْخَوَارِجِ يَوْمَئِذٍ عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ الرَّاسِبِيُّ فَقَالَ لَهُمْ: أَلْقُوا الرِّمَاحَ وَسُلُّوا سُيُوفَكُمْ مِنْ جُفُونِهَا فَإِنِّي

أَخَافُ أَنْ يُنَاشِدُوكُمْ كَمَا نَاشَدُوكُمْ يَوْمَ حَرُورَاءَ، فَرَجَعُوْا فَوَحَّشُوا بِرِمَاحِهِمْ وَسَلُّوا السُّيُوفَ وَشَجَرَهُمُ النَّاسُ بِرِمَاحِهِمْ. قَالَ: وَقُتِلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَمَا أُصِيبَ مِنَ النَّاسِ مِنْ أَصْحَابِ عَلِيٍّ يَوْمَئِذٍ إِلَّا رَجُلَانِ، فَقَالَ عَلِيٌّ ﷺ: الْتَمِسُوا فِيهِمُ الْمُخْدَجَ فَالْتَمَسُوْهُ فَلَمْ يَجِدُوْهُ، فَقَامَ عَلِيٌّ ﷺ بِنَفْسِهِ حَتَّى أَتَى نَاسًا قَدْ قُتِلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ قَالَ: أَخِّرُوْهُمْ فَوَجَدُوْهُ مِمَّا يَلِي الْأَرْضَ فَكَبَّرَ، ثُمَّ قَالَ: صَدَقَ اللّٰهُ، وَبَلَّغَ رَسُوْلُهُ. قَالَ: فَقَامَ إِلَيْهِ عَبِيدَةُ السَّلْمَانِيُّ: فَقَالَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! هُوَ اللهِ الَّذِى لَا إِلٰـهَ إِلَّا هُوَ لَسَمِعْتَ هٰذَا الْحَدِيثَ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَقَالَ: إِى وَاللهِ الَّذِى لَا إِلٰـهَ إِلَّا هُوَ! حَتَّى اسْتَحْلَفَهُ ثَـلَاثًا، وَهُوَ يَحْلِفُ لَهُ. (۱)

''وہ (حضرت زید بن وہب) اس لشکر میں تھے جو حضرت علی ﷺ کے ساتھ خوارج سے جنگ کے لئے گیا تھا۔ حضرت علی ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں ایک گروہ ظاہر ہوگا وہ ایسا (خوبصورت) قرآن پڑھے گا کہ ان کے پڑھنے کے

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب الزکاة، باب التحریض علی قتل الخوارج، ۲: ۷۴۸، رقم: ۱۰۶۶
۲۔ أبو داود، السنن، کتاب السنة، باب في قتال الخوارج، ۴: ۲۴۴، رقم: ۴۷۶۸
۳۔ نسائي، السنن الکبری، ۵: ۱۶۳، رقم: ۸۵۷۱
۴۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۹۱، رقم: ۷۰۶
۵۔ عبد الرزاق، المصنف، ۱۰: ۱۴۷
۶۔ بزار، المسند، ۲: ۱۹۷، رقم: ۵۸۱

سامنے تمہارے قرآن پڑھنے کی کوئی حیثیت نہ ہوگی، ان کی نمازوں کے سامنے تمہاری نمازوں کی کچھ حیثیت نہ ہوگی، ان کے روزوں کے سامنے تمہارے روزوں کی کوئی حیثیت نہ ہوگی۔ وہ یہ سمجھ کر قرآن پڑھیں گے کہ وہ ان کے حق میں ہے حالانکہ وہ ان کے خلاف حجت ہوگا۔ نماز ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گی اور وہ اسلام سے ایسے خارج ہوں گے جیسے تیر شکار سے خارج ہو جاتا ہے۔ جو لشکر ان کی سرکوبی کے لیے جا رہا ہوگا اگر وہ اس ثواب کو جان لے جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے ان کے نبی ﷺ کی زبان پر کیا ہے تو وہ باقی اعمال کو چھوڑ کر اسی پر بھروسہ کر کے بیٹھ جائیں۔ ان کی نشانی یہ ہے کہ ان میں ایک ایسا آدمی ہوگا جس کے شانہ میں ہڈی نہیں ہوگی اور اس کے شانہ کا سر عورت کے پستان کی طرح ہوگا جس پر سفید رنگ کے بال ہوں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے (اپنے لشکر سے) فرمایا: تم معاویہ اور اہلِ شام کی طرف جاتے ہو مگر ان خوارج کو چھوڑ جاتے ہو تاکہ یہ تمہارے پیچھے تمہاری اولاد اور تمہارے اَموال کو ایذا دیں، بخدا! مجھے امید ہے کہ یہ وہی قوم ہے جس نے ناحق خون بہایا اور لوگوں کی چراگاہوں یعنی اَموال کو لوٹ لیا، تم اللہ کا نام لے کر ان سے قتال کے لیے روانہ ہو جاؤ۔

’’سلمہ بن کہیل کہتے ہیں: پھر مجھ سے (اس کے راوی) زید بن وہب نے ایک ایک منزل کا تذکرہ کیا اور بیان کیا کہ جب ہم جا کر ان سے ملے تو ہمارا ایک پل سے گزر ہوا، اس وقت خوارج کا سپہ سالار عبد اللہ بن وہب راسبی تھا، اس نے حکم دیا کہ اپنے نیزے پھینک دو اور تلواریں میان سے نکال لو کیونکہ مجھے خدشہ ہے کہ یہ تم پر اس طرح حملہ کریں گے جس طرح یومِ حروراء میں کیا تھا۔ چنانچہ وہ پھرے، انہوں نے اپنے نیزے پھینک دیے اور تلواریں سونت لیں، لوگوں نے ان پر اپنے نیزوں سے حملہ کیا اور بعض نے بعض کو قتل کرنا

شروع کر دیا، اس روز حضرت علی ﷛ کے لشکر سے صرف دو آدمی شہید ہوئے۔ حضرت علی ﷛ نے فرمایا: ان میں اسی ناقص آدمی کو تلاش کرو، انہوں نے اسے ڈھونڈا لیکن وہ نہ ملا۔ حضرت علی ﷛ خود اٹھے اور وہاں گئے جہاں ان کی لاشیں ایک دوسرے پر پڑی تھیں، آپ نے فرمایا: ان لاشوں کو اٹھاؤ۔ تو اس (علامت والے مطلوب) شخص کو زمین پر لگا ہوا پایا۔ حضرت علی ﷛ نے فرمایا: اللہ اکبر، اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا اور اس کے رسول ﷺ نے ہم تک صحیح احکام پہنچائے۔ عبیدہ سلمانی کھڑے ہوئے اور کہا: امیر المؤمنین! اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ کیا آپ نے خود حضور نبی اکرم ﷺ سے یہ حدیث سنی تھی؟ حضرت علی ﷛ نے فرمایا: ہاں اللہ رب العزت کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اس نے حضرت علی ﷛ سے تین مرتبہ حلف لیا اور آپ نے تین مرتبہ قسم کھائی۔‘‘

بعض روایات میں اس ناقص بازو والے شخص کی علامات بھی بیان کی گئی ہیں کہ وہ شخص سیاہ رنگ کا ہوگا اور اُس کا ہاتھ بکری کے تھن یا عورت کے پستان کے سر کی طرح ہوگا۔ جب حضرت علی بن ابی طالب ﷛ گروہِ خوارج کا قلع قمع کر چکے تو فرمایا: اس نشانی والے آدمی کو تلاش کرو۔ انہوں نے اسے ڈھونڈا مگر وہ نہ ملا، فرمایا: اس کو پھر جا کر تلاش کرو، بخدا نہ میں نے جھوٹ بولا ہے نہ مجھے جھوٹ بتایا گیا ہے، یہ بات انہوں نے دو یا تین بار کہی، حتیٰ کہ لوگوں نے اسے ایک کھنڈر میں ڈھونڈ لیا اور اس کی لاش لا کر حضرت علی کے سامنے رکھ دی۔ اِس واقعے کے راوی عبید اللہ کہتے ہیں: میں اس سارے معاملہ میں ان کے پاس موجود تھا اور حضرت علی ﷛ کا قول ان خوارج کے بارے میں ہی تھا۔[(۱)]

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، کتاب الزكاة، باب التحريض على قتل الخوارج، ۲: ۷۴۹، رقم: ۱۰۶۶

۲۔ نسائي، السنن الكبرى، ۵: ۱۶۰، رقم: ۸۵۶۲

۳۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۵: ۳۸۷، رقم: ۶۹۳۹

۴۔ بيهقي، السنن الكبرى، ۸: ۱۷۱، رقم: ۱۶۴۷۸

خوارج کا یہ حال دیگر کتبِ حدیث میں مزید تفصیل کے ساتھ بیان ہوا ہے جسے حضرت جندب رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

لما فارقت الخوارج عليًّا خرج في طلبهم وخرجنا معه، فانتهينا إلى عسكر القوم فإذا لهم دوي كدوي النحل من قراءة القرآن، وفيهم أصحاب الثفنات وأصحاب البرانس، فلما رأيتهم دخلني من ذلک شدة فتنحيت فركزت رمحي ونزلت عن فرسي ووضعت برنسي، فنشرت عليه درعي، وأخذت بمقود فرسي فقمت أصلي إلى رمحي وأنا أقول في صلاتي: اللّٰهم إن كان قتال هؤلاء القوم، لک طاعة فإذن لي فيه، وإن كان معصية فأرني براءتک فأنا كذلک إذا أقبل عليٌّ بن أبي طالب رضي الله عنه على بغلة رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم. فلما حاذاني قال: تعوذ بالله يا جندب، من شر الشک. فجئت أسعى إليه، ونزل، فقام يصلي إذا أقبل رجل على برذون يقرب به. فقال: يا أمير المؤمنين. قال: ما شأنک حاجة في القوم؟ قال: وما ذاک؟ قال: قد قطعو النهر، فذهبوا، قلت: الله أكبر. فقال عليٌّ: ما قطعوه، ثم جاء آخر يستحضر بفرسه. فقال: يا أمير المومنين. قال: ما تشاء؟ قال: ألک حاجة في القوم؟ قال وما ذاک؟ قال: قد قطعوا النهر. فقال عليٌّ: ما قطعوه ولا يقطعوه، وليقتلن دونه عهد من الله ورسوله صلى الله عليه وآله وسلم. ثم ركب، فقال لي: يا جندب! أما أنا فأبعث إليهم رجلا يقرأ المصحف، يدعو إلى كتاب ربهم وسنة نبيهم، فلا يقبل علينا بوجه حتى يرشقوه بالنبل، يا جندب، أما أنه لا يقتل منا عشرة ولا ينجو منهم عشرة. ثم قال: من يأخذ هذا المصحف فيمشي به إلى هؤلاء

القوم فيدعوهم إلى كتاب ربهم وسنة نبيهم وهو مقتول وله الجنة فلم يجبه إلا شاب من بني عامر بن صعصعة. فقال له عليٌّ: خذ. فأخذ المصحف، فقال: أما إنک مقتول، ولست تقبل علينا بوجهک حتى يرشقوک بالنبل. فخرج الشاب يمشي بالمصحف إلى القوم، فلما دنا منهم حيث سمعوا القتال قبل أن يرجع فرماه إنسان، فأقبل علينا بوجه، فقعد فقال عليٌّ: دونکم القوم. قال جندب: فقتلت بکفي هذه ثمانية قبل أن أصلي الظهر وما قتل منا عشرة ولا نجا منهم عشرة.(۱)

''جب خوارج علیحدہ ہوگئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کی تلاش میں نکلے اور ہم بھی ساتھ تھے۔ جب ہم ان کے لشکر کے قریب پہنچے تو قرآن شریف پڑھنے کا ایک شور سنائی دیا۔ ان خوارج کی یہ حالت تھی کہ ان کی پیشانیوں پر سجدوں کے نشانات نمایاں تھے۔ وہ ٹوپیاں اوڑھے ہوئے کمال درجہ کے زاہد و عابد نظر آ رہے تھے۔ ان کا یہ حال دیکھ کر تو ان سے قتال مجھ پر نہایت شاق ہوا۔ میں اپنے گھوڑے سے اُترا اور الگ ہو کر اپنا نیزہ زمین میں گاڑ دیا اور اپنی ٹوپی اس پر رکھ دی اور زِرہ لٹکا دی۔ پھر میں نے گھوڑے کی لگام پکڑی اور نیزہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا شروع کر دی اور میں نماز کے دوران میں دل میں کہہ رہا تھا: ''الٰہی! اگر اس قوم کا قتل کرنا تیری طاعت ہے تو مجھے اجازت مل جائے اور اگر معصیت ہے تو مجھے اس رائے پر اطلاع ہو۔'' ہنوز اس دعا سے فارغ نہ ہوا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اور کہا: اے جندب! شک کے شر سے

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۴: ۲۲۷، رقم: ۴۰۵۱
۲۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۴: ۲۲۷
۳۔ عسقلانی، فتح الباری، ۱۲: ۲۹۶
۴۔ شوکانی، نیل الأوطار، ۷: ۳۴۹

پناہ مانگو۔ میں یہ سنتے ہی ان کی طرف دوڑا تو وہ اتر کر نماز پڑھنے لگے۔ اتنے میں ایک شخص گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا اور کہا: یا امیر المومنین! کیا آپ کو ان لوگوں سے جنگ کی ضرورت ہے؟ آپ نے فرمایا: کیا بات ہے؟ اُس نے کہا: وہ سب نہر عبور کر کے پار چلے گئے ہیں، (اب ان کا تعاقب مشکل ہے)۔ میں نے کہا: اللہ اکبر۔ پھر ایک اور شخص گھوڑا دوڑاتا ہوا حاضر ہوا، اس نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ نے فرمایا: کیا چاہتے ہو؟ کہنے لگا: کیا آپ کو اس قوم سے جنگ کی ضرورت ہے؟ آپ نے فرمایا: کیا ہوا ہے؟ کہنے لگا: انہوں نے نہر عبور کر لی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں، وہ پار گئے ہیں نہ جاسکیں گے۔ جو ان کے مقابلے میں مارا جائے گا، اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس کے لیے جنت کا وعدہ ہے۔ پھر آپ سوار ہوئے اور مجھے فرمایا: اے جندب! میں ان کی طرف آدمی بھیجوں گا جو انہیں قرآنی احکام پڑھ کر سنائے گا اور انہیں کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت دے گا۔ وہ رُخ نہیں پھیرے گا حتی کہ وہ لوگ اس کو تیروں کی باڑ پر رکھ لیں گے۔ اے جندب! ہمارے دس شہید نہیں ہوں گے اور ان کے دس آدمی نہیں بچیں گے۔ پھر فرمایا: کوئی ہے جو یہ مصحف (قرآن) اس قوم کی طرف لے جائے اور ان کو اللہ کی کتاب اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی طرف بلائے، وہ مارا جائے گا اور اس کے لیے جنت ہوگی۔ بنی عامر کے ایک جوان کے سوا کسی نے جواب نہ دیا۔ آپ نے اسے فرمایا: یہ مصحف لے جاؤ! اُس نے مصحف لے لیا۔ آپ نے فرمایا: اب تم لوٹ کر نہیں آؤ گے، وہ تمہیں تیروں کی باڑ پر رکھ لیں گے۔ وہ جوان قرآن لے کر ان کی طرف روانہ ہوا اور جب ایسی جگہ پہنچا جہاں سے وہ ان کی آواز سن سکتا تھا تو وہ اسے دیکھ کر کھڑے ہو گئے اور تیر چلانے شروع کر دیے، پس اُس نے ہماری طرف رُخ کیا اور (تیر لگنے کی وجہ سے) گر گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے آدمیوں سے فرمایا: اب تم بھی حملہ کر دو۔ حضرت جندب رضی اللہ عنہ فرماتے

ہیں: میں نے نمازِ ظہر تک ان کے آٹھ ساتھی قتل کر ڈالے۔ (جیسا کہ حضرت علی ﷛ نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا) ہمارے دس آدمی شہید نہ ہوئے اور ان کے دس آدمی نہ بچے۔''

حضرت جندب ﷛ پر خوارج کی ظاہری پارسائی، ان کی دین داری اور عبادت و ریاضت کا بہت اثر تھا باوجودیکہ وہ تمام علامات ان میں موجود تھیں جو حضرت علی ﷛ نے بیان فرمائی تھیں اور ساری پیشین گوئیاں بھی صحیح ثابت ہوئی تھیں مگر ان کی وضع قطع اور پرہیزگاری دیکھ کر پھر بھی ان کا دل ڈرتا تھا کہ کہیں ان کے ہاتھ سے حق پرست لوگ قتل نہ ہو جائیں۔

مسند أحمد بن حنبل، السنن الکبری للنسائی اور دیگر کتب میں طارق بن زیاد کا بیان ہے:

خَرَجْنَا مَعَ عَلِيٍّ ﷛ إِلَی الْخَوَارِجِ فَقَتَلَهُمْ، ثُمَّ قَالَ: انْظُرُوْا فَإِنَّ نَبِيَّ اللهِ ﷺ قَالَ: إِنَّهُ سَيَخْرُجُ قَوْمٌ يَتَكَلَّمُونَ بِالْحَقِّ لَا يُجَاوِزُ حَلْقَهُمْ، يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْحَقِّ كَمَا يَخْرُجُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، سِيْمَاهُمْ أَنَّ فِيْهِمْ رَجُلًا أَسْوَدَ مُخْدَجَ الْيَدِ، فِي يَدِهِ شَعَرَاتٌ سُوْدٌ، إِنْ كَانَ هُوَ فَقَدْ قَتَلْتُمْ شَرَّ النَّاسِ وَإِن لَّمْ يَكُنْ هُوَ فَقَدْ قَتَلْتُمْ خَيْرَ النَّاسِ. فَبَكَيْنَا ثُمَّ قَالَ: اطْلُبُوا. فَطَلَبْنَا، فَوَجَدْنَا الْمُخْدَجَ، فَخَرَرْنَا سُجُودًا وَخَرَّ عَلِيٌّ ﷛ مَعَنَا. (۱)

''ہم حضرت علی ﷛ کے ساتھ خوارج کی طرف (ان سے جنگ کے لیے) نکلے۔ حضرت علی ﷛ نے ان کا خاتمہ کیا، پھر فرمایا: دیکھو بے شک حضور نبی

(۱) ۱۔ نسائي، السنن الکبری، ۵: ۱۶۱، رقم: ۸۵۶۶

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۱۰۷، رقم: ۸۴۸

۳۔ أحمد بن حنبل، فضائل الصحابة، ۲: ۷۱۴، رقم: ۱۲۲۴

۴۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۴: ۳۶۲، رقم: ۷۶۸۹

۵۔ مروزي، تعظیم قدر الصلاة، ۱: ۲۵۶، رقم: ۲۴۷

اکرم ﷺ نے فرمایا: عنقریب ایسے لوگ نکلیں گے کہ حق کی بات کریں گے لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گی، وہ حق سے یوں نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ ان کی علامت یہ ہے کہ ان میں ایک شخص سیاہ فام ہوگا جس کا ہاتھ ناقص اور اس پر سیاہ بال ہوں گے۔ اس کو ڈھونڈو۔ اگر وہ شخص ان میں ہے تو سمجھ جاؤ کہ تم نے بدترین لوگوں کو مارا اور اگر وہ نہ ملا تو سمجھ لو کہ تم نے بہترین لوگوں کو قتل کر ڈالا۔ یہ سن کر ہمیں سخت پریشانی ہوئی اور ہم رونے لگے۔ آپ نے فرمایا: ڈھونڈو تو سہی۔ جب خوب تلاش کی گئی تو اس شخص کی لاش مل گئی۔ تمام اہلِ لشکر سجدۂ شکر میں گر گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی ہمارے ساتھ سجدۂ شکر ادا کیا۔‘‘

۶۔ خوارج کے عقائد و نظریات

اب تک کی گئی بحث سے واضح ہوگیا کہ بعض اوقات معاشرے میں ایسا کج فہم اور تنگ نظر طبقہ بھی پیدا ہوجاتا ہے، جو بالکل نادان، دینی حکمت و بصیرت اور اس کے تقاضوں سے مکمل طور پر ناآشنا ہوتا ہے۔ وہ ظاہری طور پر صالح اَعمال کی سختی سے پابندی کرتا ہے جس کے باعث وہ اس گھمنڈ میں مبتلا ہوجاتا ہے کہ وہ پکا مسلمان اور دین کا پاسبان ہے اور اسے اللہ کے مقرب ہونے کا درجہ حاصل ہے، اس کے سوا باقی سب کفر و شرک میں مبتلا اور خدا کے نافرمان ہیں۔ اس لئے اس کا حق بنتا ہے کہ وہ بزورِ بازو دوسروں کو بھی راہِ راست پر لائے، وہ گروہ اُدْعُ اِلٰی سَبِيْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ[1] (اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت کے ساتھ بلائیے) اور لَآ اِکْرَاهَ فِی الدِّيْنِ[2] (دین میں کوئی زبردستی نہیں) کو بالکل بھول جاتا ہے۔ شیطان اس کے ذہن میں ڈال دیتا ہے کہ وہ سب سے افضل و اعلیٰ اور سچا مسلمان ہے بلکہ اس کے مقابلے میں دوسرے لوگ مسلمان ہی

(۱) النحل، ۱۶: ۱۲۵

(۲) البقرة، ۲: ۲۵۶

نہیں۔ اس لئے اس کا حق بنتا ہے کہ دوسرے لوگوں کو بھی اپنا ہم خیال بنائے۔ یہی وہ موڑ ہے جہاں پر شیطان ان کو اپنے ڈھب پر لے آتا ہے اور ان کے ذہن میں یہ فاسد خیال ڈال دیتا ہے کہ تم جیسا کوئی نہیں۔ تم ان بے عمل مسلمانوں کو اپنے طریق پر لانے یا انہیں ختم کرنے کے لیے ان کے ساتھ جو چاہے سلوک کرو، خوں ریزی اور دہشت گردی کرو، مال و متاع لوٹو، تمہیں کوئی گناہ نہیں ہوگا، تم جو کچھ کروگے سب جہاد ہوگا۔ ان ہی کے بارے میں قرآن مجید نے فرمایا ہے کہ اللہ کے ہاں یہ خسارہ پانے والا گروہ ہوگا، مگر وہ خود کو بڑا نیکوکار سمجھے گا اور اس گھمنڈ میں مبتلا ہوگا کہ وہ بڑی خیر پھیلا رہا ہے۔(۱)

۱۔ خوارج کے باطل عقائد و مزعومات کے بارے میں امام شہرستانی (م ۵۴۸ھ) الملل والنحل میں لکھتے ہیں:

كبار فرق الخوارج ستة: الأزارقة والنجدات والعجارة والثعالبة والإباضية والصفرية والباقون فروعهم، ويرون الخروج على الإمام إذا خالف السنة حقا واجبا. ...... هم الذين خرجوا على أمير المؤمنين علي ﷺ حين جرى أمر الحكمين واجتمعوا بحروراء من ناحية الكوفة ورئيسهم عبد الله بن الكواء وعتاب بن الأعور وعبد الله بن وهب الراسبي وعروة بن جرير ويزيد بن

(۱) قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًاo اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًاo(۱)

''فرما دیجیے: کیا ہم تمہیں ایسے لوگوں سے خبردار کر دیں جو اعمال کے حساب سے سخت خسارہ پانے والے ہیںo یہ وہ لوگ ہیں جن کی ساری جد و جہد دنیا کی زندگی میں ہی برباد ہوگئی اور وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم بڑے اچھے کام انجام دے رہے ہیںo''

(۱) الکہف، ۱۸: ۱۰۳، ۱۰۴

عاصم المحاربی وحرقوص بن زهير البجلی المعروف بذی الثدية و كانوا يومئذ فی اثنی عشر ألف رجل أهل صلاة وصيام أعنی يوم النهروان. ...... وهم الذين أولهم ذو الخويصرة وآخرهم ذو الثدية.(١)

''خوارج کے بڑے بڑے گروہ چھ ہیں: ازارقہ، نجدات، عجارہ، ثعالبہ، اباضیہ، صفریہ اور بقیہ خوارج ان کی فروع ہیں (اس طرح ان کے کل فرقے بیس بن جاتے ہیں) اور جب کوئی حکومت، سنت کی مخالفت کرے تو یہ اس کے مقابلہ میں بغاوت کو واجب سمجھتے ہیں۔ ...... یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اَمیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں اس وقت بغاوت کی جب تحکیم (arbitration؛ ثالثی) کا حکم جاری ہوا تھا، اور جو لوگ حروراء کے مقام پر کوفہ کی ایک جانب جمع ہو گئے تھے۔ ان کے بانیان عبد اللہ بن الکواء، عتاب بن الاعور، عبد اللہ بن وہب راسبی، عروہ بن جریر، یزید بن عاصم محاربی، حرقوص بن زہیر بجلی المعروف بہ ذو الثدیہ تھے۔ اُس وقت یعنی نہروان کی جنگ کے وقت ان کی تعداد بارہ ہزار تھی اور یہ صوم و صلاۃ کے بہت پابند تھے۔ ...... اور یہ وہی لوگ ہیں جن کا پہلا شخص ذوالخویصرہ اور (پہلے منظّم ظہور میں) آخری ذو الثدیہ ہے۔''

٢۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فتح الباری میں فرماتے ہیں:

وقال القاضی أبو بكر بن العربی: الخوارج صنفان أحدهما يزعم أن عثمان وعليا وأصحاب الجمل وصفين وكل من رضی بالتحكيم كفار والآخر يزعم أن كل من أتی كبيرة فهو كافر مخلد فی النار أبدا، وزاد نجدة علی معتقد الخوارج أن من لم

(١) شہرستانی، الملل والنحل: ١١٥

يخرج ويحارب المسلمين فهو كافر، ولو اعتقد معتقدهم.(۱)

''قاضی ابو بکر بن عربی نے فرمایا: خوارج کی دو قسمیں ہیں۔ جن میں سے ایک گروہ یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ حضرت عثمان غنی، حضرت علی المرتضٰی، جنگ جمل و صفین میں حصہ لینے والے تمام لوگ اور ہر وہ شخص جو تحکیم (arbitration) سے راضی ہوا، سب کافر ہیں۔ اور دوسرا گروہ یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ جس شخص نے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا وہ کافر ہے جو ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ اور (یمامہ کے خارجی لیڈر) نجدہ بن عامر نے خوارج کے ان مذکورہ بالا عقائد پر اضافہ کرتے ہوئے کہا کہ جو شخص امتِ مسلمہ کے خلاف بغاوت اور ان (خوارج) کے ساتھ مل کر مسلح جنگ نہ کرے تو وہ بھی کافر ہے چاہے وہ ان (خوارج) جیسے عقائد ہی رکھتا ہو۔''

۳۔ خوارج کے کفریہ عقائد اور مسلمانوں کے خلاف ان کے انتہاء پسندانہ، ظالمانہ اور متعصّبانہ رویے کو بیان کرتے ہوئے علامہ ابنِ تیمیہ نے لکھا ہے:

فكانوا كما نعتهم النبي ﷺ: ''يقتلون أهل الإسلام ويدعون أهل الأوثان''(۲) **وكفروا علي بن أبي طالب وعثمان بن عفان ومن**

(۱) ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۱۲: ۲۸۳، ۲۸۵

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الأنبیاء، باب قصة يأجوج ومأجوج، ۳: ۱۲۱۹، رقم: ۳۱۶۶

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الزكوٰة، باب إعطاء المؤلفة، ۲: ۷۴۱، رقم: ۱۰۶۴

۳۔ ابو داود، السنن، ۴: ۲۴۳، رقم: ۴۷۶۴

۴۔ نسائی، السنن، ۵: ۸۷، رقم: ۲۵۷۸

۵۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۶۸، رقم: ۱۱۶۶۶

والاهما. وقتلوا علي بن أبي طالب مستحلين لقتله. قتله عبد الرحمن بن ملجم المرادي منهم، وكان هو وغيره من الخوارج مجتهدين في العبادة، لكن كانوا جهالاً فارقوا السنة والجماعة: فقال هؤلاء: ما الناس إلا مؤمن أو كافر؛ والمؤمن من فعل جميع الواجبات وترك جميع المحرمات: فمن لم يكن كذلك فهو كافر: مخلد في النار. ثم جعلوا كل من خالف قولهم كذلك. فقالوا: ان عثمان وعلياً ونحوهما حكموا بغير ما أنزل الله، وظلموا فصاروا كفاراً.(۱)

''خوارج ایسے لوگ تھے جن کی صفت حضور نبی اکرم ﷺ نے یہ بیان کی تھی کہ ''وہ اہلِ اسلام سے لڑیں گے اور بت پرستوں سے صلح رکھیں گے۔'' انہوں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور اُن کا ساتھ دینے والوں کی تکفیر کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خون کو مباح قرار دیتے ہوئے اُنہیں شہید کیا۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عبد الرحمٰن بن ملجم المرادی نے شہید کیا جو کہ خارجیوں میں سے تھا۔ یہ اور اِس کے علاوہ دیگر خوارج بہت عبادت گذار تھے لیکن حقیقت میں وہ حکمتِ دین سے نابلد تھے کیوں کہ انہوں نے سنت اور جماعت کو چھوڑ دیا تھا۔ ان کے عقیدے کے مطابق اِنسان مؤمن ہوگا یا کافر۔ لہٰذا ان کے نزدیک مؤمن وہ ہے جو تمام واجبات پر عمل کرے اور تمام محرّمات کو ترک کرے۔ جو ایسا نہیں کرتا وہ کافر اور دائمی جہنمی ہے۔ پھر انہوں نے ہر اُس شخص کی بھی اسی طرح تکفیر کرنا شروع کر دی جس نے ان کی باتوں کی مخالفت کی۔ انہوں نے کہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی طرح دیگر لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے خلاف حکومت کی ہے اور وہ

(۱) ابن تیمیہ، مجموع فتاویٰ، ۷: ۴۸۱

ظلم کا اِرتکاب کرتے رہے۔ پس یہ سارے کافر ہو گئے ہیں۔ (نعوذ باللہ۔)‘‘

اگر خوارج کے عقائد اور ان کی خصوصیات کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ ثابت ہوگا کہ خوارج نے نہ صرف سنتِ نبوی ﷺ سے بغاوت کی بلکہ مسلمانوں کا خون بہانا بھی جائز قرار دے دیا۔ علامہ ابنِ تیمیہ خوارج کی معروف و مشہور خصوصیات بیان کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں:

ولهم خاصتان مشهورتان فارقوا بهما جماعة المسلمين وأئمتهم: أحدهما: خروجهم عن السنة، وجعلهم ما ليس بسيئة سيئة، أو ما ليس بحسنة حسنة.

الفرق الثاني في الخوارج وأهل البدع: إنهم يكفرون بالذنوب والسيئات. ويترتب على تكفيرهم بالذنوب استحلال دماء المسلمين وأموالهم وإن دار الإسلام دار حرب ودارهم هي دار الإيمان. (۱)

’’خوارج میں دو بدعات ایسی ہیں جو ان ہی کا خاصہ ہیں اور جن کی آڑ لے کر انہوں نے اہلِ اسلام اور اسلامی ریاست کا ساتھ چھوڑا: ایک یہ کہ انہوں نے سنت سے انحراف کیا؛ دوسری یہ کہ ’’امورِ حسنہ‘‘ کو ’’امورِ سیئہ‘‘ اور ’’امورِ سیئہ‘‘ کو ’’امورِ حسنہ‘‘ بنا دیا۔

’’خوارج اور اہلِ بدعت میں دوسرا گروہ وہ ہے جو گناہوں اور معصیتوں پر بھی لوگوں کو کافر قرار دیتا ہے اور اس بنا پر یہ مسلمانوں کا خون بہانا اور ان کے اموال لوٹنا مباح جانتا ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ دار الاسلام، دار الحرب ہے اور صرف ان کے اپنے گھر ہی دار الایمان ہیں۔‘‘

(۱) ابنِ تیمیہ، مجموع فتاویٰ، ۱۹: ۷۲، ۷۳

۴۔ خوارج کا ایک نام حروریہ بھی ہے کیوں کہ دہشت گردوں کا پہلا گروہ عہدِ علویؓ میں حروراء کے مقام پر خوارج کے نام سے منظر عام پر آیا تھا۔ چنانچہ علامہ شبیر احمد عثمانی فتح الملھم میں لکھتے ہیں:

قوله ﷺ: "عَن الحرُورِيَّةِ" إلخ: هم الخوارج، جمع خارجة، أي طائفة، وهم قوم مبتدعون سُمّوا بذلک، لخروجهم عن الدين، وخروجهم على خيار المسلمين، وأصل ذلک أنّ بعض أهل العراق أنكروا سيرة بعض أقارب عثمان، فطعنوا على عثمان بذلک، وكان يقال لهم: القُرَّاء، لشدّة اجتهادهم في التلاوة والعبادة، إلّا أنهم كانوا يتأوّلون القرآن على غير المراد منه، ويستبدُّون برأيهم، ويتنطعون في الزهد والخشوع و غير ذلک، فلمَّا قتل عثمان قاتلوا مع عليّ رضي الله عنه، واعتقدوا كفر عثمان ومن تابعه، واعتقدوا إمامة علي رضي الله عنه وكفر من قاتله من أهل الجمل. (فانكروا التحكيم، فتركوه بصفين وصاروا خوارج).(۱)

"آپ ﷺ کا قول عن الحرورية میں حروریہ سے مراد خوارج ہیں اور خوارج خارجۃ کی جمع ہے جس کا مطلب ہے "گروہ۔" یہ بدعتی لوگ ہیں جنہیں یہ نام ان کے دین سے خارج ہونے اور نیکوکار مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کی وجہ سے دیا گیا۔ اس واقعہ کی اصل یہ ہے کہ بعض اہلِ عراق نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعض قرابت داروں کے کردار پر اعتراض کیا اور اس وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھی برا بھلا کہا، ان خارجیوں کو ان کی تلاوت اور عبادت میں سخت ریاضت کی وجہ سے "قراء" کہا جاتا تھا، مگر اس کے ساتھ ساتھ وہ قرآن کی من

(۱) شبیر احمد عثمانی، فتح الملھم، ۵: ۱۵۸

مانی تاویلیں کرتے تھے، اپنی رائے کو حتمی سمجھتے تھے اور زہد و خشوع وغیرہ میں غلو سے کام لیتے تھے۔ پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر قتال کیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے پیروکاروں کے کفر کا عقیدہ بنا لیا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حکومت کو مانا اور اہلِ جمل میں سے جن لوگوں نے آپ کے ساتھ لڑائی کی ان کو کافر قرار دیا۔ (پھر انہوں نے تحکیم (arbitration اور peaceful settlement of dispute) کا انکار کیا اور صفین کے مقام پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ چھوڑ دیا اور خوارج قرار پائے)۔''

وہ مزید لکھتے ہیں:

وهم ثمانية آلاف. وقيل: كانوا أكثر من عشرة آلاف. ...... فتنادوا من جوانب المسجد: لا حكم إلّا لله، فقال: كلمة حق يراد بها باطل، فقال لهم: لكم علينا ثلاثة: أن لا نمنعكم من المساجد، ولا من رزقكم من الفيء، ولا نبدؤكم بقتال ما لم تحدثوا فساداً، وخرجوا شيئاً بعد شيء إلى أن اجتمعوا بالمدائن، ...... فأصرُّوا على الامتناع حتى يشهد على نفسه بالكفر لرضاه بالتحكيم ......، ثم اجتمعوا على أن من لا يعتقد معتقدهم يكفر ويباح دمه وماله وأهله، ...... فقتلوا من اجتاز بهم من المسلمين.(۱)

''ان کی تعداد آٹھ ہزار تھی - اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ دس ہزار سے زیادہ تھی۔ (حضرت علی رضی اللہ عنہ جب خطاب فرما رہے تھے) تو انہوں نے مسجد کے ایک کونے

---

(۱) شبیر احمد عثمانی، فتح الملہم، ۵: ۱۵۸

سے نعرہ لگایا: لا حکم إلا لله۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: بات تو حق ہے مگر اس کا مقصود باطل ہے۔ پھر آپ نے انہیں فرمایا: تمہاری تین باتیں ہم اپنے ذمے واجب کرتے ہیں: ایک یہ کہ ہم تمہیں مساجد سے نہیں روکیں گے۔ اور (دوسرا) نہ ہی مالِ غنیمت میں سے تمہارے رزق کو روکیں گے۔ اور (تیسرا) ہم تمہارے ساتھ جنگ میں پہل نہیں کریں گے جب تک کہ تم فساد انگیزی کے مرتکب نہ ہوئے۔ پھر وہ تھوڑے تھوڑے نکلتے رہے یہاں تک کہ مدائن میں جمع ہو گئے۔ پھر وہ اپنی ہٹ دھرمی پر ڈٹے رہے (اور یہ شرط رکھی) کہ حضرت علی ﷺ تحکیم (arbitration اور peaceful settlement of disputes) پر راضی ہونے کی وجہ سے اپنے کافر ہونے کا اقرار کریں (نعوذ باللہ)۔ پھر وہ تمام خوارج اس بات پر متفق ہوئے کہ جو کوئی بھی ان کا عقیدہ نہ رکھے وہ کافر ہے اور اس کا خون، مال اور اہل و عیال مباح اور حلال ہیں۔ پھر جو مسلمان بھی ان کے قریب سے گزرتا اسے قتل کر دیتے۔''

اس کے بعد علامہ شبیر احمد عثمانی مزید بیان کرتے ہیں:

فهذا ملخّص أوّل أمرهم، فكانوا مختفين في خلافة علي ﷺ حتى كان منهم عبد الرحمن بن ملجم الذي قتل عليًّا ﷺ بعد أن دخل عليّ ﷺ في صلاة الصبح. ...... فظهر الخوارج حينئذٍ بالعراق مع نافع بن الأزرق، وباليمامة مع نجدة بن عامر، وزاد نجدة على معتقد الخوارج أن من لم يخرج ويحارب المسلمين فهو كافر، ولو اعتقد معتقدهم. ...... وكفروا من ترك الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر إن كان قادراً، وإن لم يكن قادراً فقد ارتكب كبيرة، وحكم مرتكب الكبيرة عندهم حكم الكافر. قال أبو

منصور البغدادي في ’’المقالات‘‘: عدة فرق الخوارج عشرون فرقة.[1]

’’یہ ان کے آغاز کا خلاصہ ہے۔ پس یہ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں رُوپوش ہوگئے تھے یہاں تک کہ ان میں سے عبدالرحمٰن بن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اُس وقت شہید کردیا جب آپ رضی اللہ عنہ صبح کی نماز شروع کر چکے تھے۔ ...... پس اس وقت خوارج نافع بن ازرق کے ساتھ عراق میں اور یمامہ میں نجدہ بن عامر کے ساتھ ظاہر ہوگئے۔ اور نجدہ نے خوارج کے عقیدہ میں یہ اضافہ بھی کیا کہ جو شخص (مسلمانوں کی جماعت سے) بغاوت نہ کرے اور مسلمان کے ساتھ جنگ نہ کرے وہ بھی کافر ہے اگرچہ وہ خوارج کا عقیدہ بھی مانتا ہو۔ ...... انہوں نے قدرت کے باوجود امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تارک کو کافر قرار دیا اور اگر وہ اس پر قادر نہ ہو تو وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے؛ اور گناہِ کبیرہ کے مرتکب کا حکم بھی ان کے نزدیک کافر کا ہے۔ ابو منصور بغدادی نے ’’المقالات‘‘ میں خوارج کے فرقوں کی تعداد بیس بتائی ہے۔‘‘

۷۔ خوارج کی ذہنی کیفیت اور نفسیات

امام ابن اثیر ’’الکامل فی التاریخ‘‘ میں خوارج کے منظّم ہونے، دین کے نام پر لوگوں کو جمع کرنے، صحابہ کرام و تابعین عظام رضی اللہ عنہم کو بدعتی اور کافر و مشرک قرار دینے اور اپنے آپ کو ہی حق پر سمجھتے ہوئے مسلم علاقوں پر بزورِ شمشیر قبضہ کرنے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ثم إن الخوارج لقي بعضهم بعضاً واجتمعوا في منزل عبد الله بن وهب الراسبي، فخطبهم فزهّدهم في الدنيا وأمرهم بالأمر

(۱) شبیر احمد عثمانی، فتح الملهم، ۵: ۱۵۹

بالمعروف والنهى عن المنكر، ثم قال: اخرجوا بنا من هذه القرية الظالم أهلها إلى بعض كور الجبال أو إلى بعض هذه المدائن منكرين لهذه البدع المضلة. ثم اجتمعوا فى منزل شريح بن أوفى العبسى، فقال ابن وهب: اشخصوا بنا إلى بلدة نجتمع فيها لإنفاذ حكم الله فإنكم أهل الحق. قال شريح: نخرج إلى المدائن فننزلها ونأخذها بأبوابها ونخرج منها سكانها. (۱)

''پھر خوارج ایک دوسرے کے ساتھ ملتے گئے اور وہ عبد اللہ بن وہب راسبی کے گھر میں جمع ہوئے تو اس نے انہیں خطبہ دیا اور انہیں دنیا سے بے رغبتی کی تلقین کی۔ انہیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم دیا۔ پھر اس نے کہا: تم ہمارے ساتھ اِس بستی - جس کے رہنے والے لوگ ظالم ہیں - سے الگ تھلگ کسی پہاڑی علاقے یا ان شہروں میں سے کسی ایسے شہر کی طرف نکل چلو جس کے رہنے والے ان گمراہ کن بدعتوں کو مسترد کرتے ہوں۔ پھر وہ شریح بن اوفی عبسی کے گھر جمع ہوئے تو وہاں ابن وہب نے کہا: ہمارے ساتھ ایسے شہر کی طرف نکل چلو جہاں ہم حکمِ الٰہی کو نافذ کرنے کے لئے جمع ہو جائیں کیونکہ تم ہی اہلِ حق ہو۔ شریح نے کہا: ہم مدائن کی طرف نکلتے ہیں ہم وہاں جا کر پڑاؤ ڈالیں گے اور اس شہر پر قبضہ کر کے اس کے رہنے والوں کو وہاں سے نکال دیں گے۔''

آ گے چل کر امام ابن اثیر اس خط کا ذکر کرتے ہیں کہ جو منظّم ہو کر مسلح گروہ تشکیل دینے کے بعد خوارج نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف تحریر کیا، جس کا ذِکر گذشتہ صفحات میں ''عہد علوی میں خوارج کا تحریکی آغاز'' کے تحت ہو چکا ہے۔

امام ابن الاثیر نے خوارج کی اسی ذہنی کیفیت اور دہشت گردی و بربریت کو

(۱) ابن الأثير، الكامل فى التاريخ، ۳: ۲۱۳، ۲۱۴

واضح کرنے کے لیے چند واقعات بیان کیے ہیں:

۱۔ خوارج نے حضرت عبد اللہ بن خباب رضی اللہ عنہ اور ان کی زوجہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کافر نہ کہنے پر ذبح کر دیا۔ امام طبری، امام ابن الاثیر اور حافظ ابن کثیر روایت کرتے ہیں:

فأضجعوه، فذبحوه، فسال دمه في الماء، وأقبلوا إلى المرأة. فقالت: أنا امرأة، ألا تتقون الله؟ فبقروا بطنها، وقتلوا ثلاث نسوة من طيء. (۱)

''پس خوارج نے حضرت عبد اللہ بن خباب رضی اللہ عنہ کو چت لٹا کر ذبح کر دیا۔ آپ کا خون پانی میں بہ گیا تو وہ آپ کی زوجہ کی طرف بڑھے۔ انہوں نے خوارج سے کہا: میں عورت ہوں، کیا تم (میرے معاملے میں) اللہ سے نہیں ڈرتے؟ (لیکن ان پر کوئی اثر نہ ہوا اور) اُنہوں نے ان کا پیٹ چاک کر ڈالا اور (ان سے ہمدردی جتانے پر) قبیلہ طے کی تین خواتین کو بھی قتل کر ڈالا۔''

۲۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عبد اللہ بن خباب رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر پہنچی تو آپ نے حارث بن مُرہ العبدی کو خوارج کے پاس دریافتِ اَحوال کے لیے بھیجا کہ معلوم کریں کیا ماجرا ہے؟ جب وہ خوارج کے پاس پہنچے اور حضرت عبد اللہ کو شہید کرنے کا سبب پوچھا تو خوارج نے انہیں بھی شہید کر دیا۔ (۲)

۳۔ حافظ ابن کثیر البدایة والنهایة میں لکھتے ہیں کہ خوارج نے اِس واقعے کے بعد

---

(۱) ۱۔ ابن الأثیر، الکامل فی التاریخ، ۳: ۲۱۹
۲۔ طبری، تاریخ الأمم والملوك، ۳: ۱۱۹
۳۔ ابن کثیر، البدایة والنهایة، ۷: ۲۸۸

(۲) ابن الأثیر، الکامل فی التاریخ، ۳: ۲۱۹

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جواب بھجوایا کہ:

كلنا قتل إخوانكم، ونحن مستحلون دماءهم ودماءكم. (۱)

''ہم سب نے تمہارے بھائیوں کو قتل کیا ہے اور ہم تمہارے خون کو بھی جائز سمجھتے ہیں اور ان کے خون کو بھی۔''

۴۔ خوارج اسلامی ریاست کے نظم اور اتھارٹی کو چیلنج کرتے اور صحابہ کرام و تابعین عظام رضی اللہ عنہم کو مشرک قرار دیتے ہوئے ان کا خون جائز سمجھتے تھے۔ اس کا اندازہ اُس واقعے سے بھی ہوتا ہے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت قیس بن سعد بن عبادہ انصاری رضی اللہ عنہ کو خوارج کی طرف مذاکرات کے لیے روانہ کیا تو انہوں نے خوارج سے کہا:

عباد الله، أخرجوا إلينا طلبتنا منكم، وادخلوا في هذا الأمر الذى خرجتم منه، ...... فإنكم ركبتم عظيما من الأمر تشهدون علينا بالشرك وتسفكون دماء المسلمين. (۲)

''اے اللہ کے بندو! تم ہمارے مطلوبہ افراد ہمارے حوالے کردو اور اس ریاست کی اتھارٹی میں داخل ہوجاؤ جس کے نظم اور عمل داری کو تم نے چیلنج کیا ہے۔ ...... بے شک تم نے ایک بڑے جرم کا ارتکاب کیا ہے، تم ہمیں مشرک گردانتے ہو اور مسلمانوں کا خون بہاتے ہو۔''

۵۔ اِسی طرح حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نمائندہ کے طور پر خوارج کو سمجھانے کی کوشش کی اور ان سے یہ کہا:

عباد الله، إنا وإياكم على الحال الأولى التى كنا عليها، ليست بيننا وبينكم عداوة، فعلام تقاتلوننا؟ (۳)

---

(۱) ابن كثير، البداية والنهاية، ۷: ۲۸۸، ۲۸۹

(۲) ابن الأثير، الكامل فى التاريخ، ۳: ۲۱۹

(۳) ابن الأثير، الكامل فى التاريخ، ۳: ۲۱۹

''اے اللہ کے بندو! بے شک ہم اور تم بنیادی طور پر اُسی حالت پر ہیں جس پر ہم پہلے تھے! ہمارے اور تمہارے درمیان اصلاً کوئی دشمنی نہیں ہے۔ پھر تم کس بنیاد پر ہمارے ساتھ قتال کرتے ہو؟''

۶۔ خوارج کی دہشت گردانہ اور باغیانہ ذہنی کیفیت کی وضاحت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خوارج سے درج ذیل خطاب سے بھی ہوتی ہے:

فبينوا لنا بم تستحلون قتالنا والخروج عن جماعتنا، وتضعون أسيافكم على عواتقكم، ثم تستعرضون الناس تضربون رقابهم، إن هذا لهو الخسران المبين، والله لو قتلتم على هذا دجاجة لعظم عند الله قتلها، فكيف بالنفس التي قتلها عند الله حرام. (1)

''ہمیں بتاؤ کہ تم کس وجہ سے ہمارے ساتھ جنگ کو حلال سمجھتے ہو اور ریاست کی اتھارٹی سے خارج ہوئے ہو اور ہمارے خلاف ہتھیار اٹھاتے ہو؟ پھر تم لوگوں کی گردنیں مارنے کے لئے سامنے آ جاتے ہو۔ یقیناً یہ بہت بڑا خسارہ ہے۔ اللہ رب العزت کی قسم! اگر تم اس ارادے سے کسی مرغی کو بھی قتل کرو گے تو اللہ تبارک و تعالیٰ کے ہاں یہ برا کام ہوگا۔ اس لیے غور کرو کہ پھر اُس انسان کو قتل کرنا کتنا بڑا جرم ہوگا جس کا خون بہانا اللہ نے حرام قرار دیا ہے؟''

۷۔ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو امن کا جھنڈا عطا فرمایا تو حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے جا کر منادی کی:

من جاء تحت هذه الراية فهو آمن، ومن لم يقتل ولم يستعرض

---

(1) ۱۔ ابن الأثير، الكامل في التاريخ، ۳: ۲۲۰

۲۔ ابن كثير، البداية والنهاية، ۷: ۲۲۶

فهو آمنٌ، ومن انصرف منكم إلى الكوفة أو إلى المدائن وخرج من هذه الجماعة فهو آمن.[۱]

''جو کوئی اس جھنڈے کے نیچے آ جائے گا وہ امن والا یعنی محفوظ و مامون ہو جائے گا؛ اور جس نے کوئی قتل کیا نہ مقابلہ کے لیے سامنے آیا اُسے بھی امان ہوگی اور تم میں سے جو کوئی کوفے یا مدائن کی طرف چلا گیا اور (خوارج کی) اس جماعت سے نکل گیا اُسے بھی امان مل جائے گی۔''

مذکورہ بالا تمام بیانات اور استفسارات سے اس امر کی تصریح ہوجاتی ہے کہ خوارج حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ دینے والے جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور عامۃ المسلمین کو کافر و مشرک قرار دیتے اور واجب القتل اور مباح الدم سمجھتے تھے، اور موقع ملنے پر انہیں قتل کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے۔

۸۔ خوارج مذہبی جذبات بھڑکا کر کس طرح ذہن سازی کرتے تھے؟

خوارج اپنی دعوت کی بنیاد قرآنی آیات پر استوار کرتے۔ وہ دینی غیرت و حمیت کو بھڑکا کر سادہ لوح مسلمانوں کا اپنا ہم نوا بناتے۔ اُنہیں جہاد کے نام پر مسلمانوں کے قتل عام کے لیے تیار کرتے اور ان کو جنت کا لالچ دے کر مرنے مارنے کے لیے تیار کرتے۔ حافظ ابن کثیر ''البداية والنهاية'' میں خوارج کے ایک گروہ سے زید بن حصن طائی سنبسی کے خطبہ کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں:

واجتمعوا أيضا فی بيت زيد بن حصن الطائی السنبسی فخطبهم وحثهم علی الأمر بالمعروف والنهی عن المنكر، وتلا عليهم

(۱) ابن الأثير، الكامل فی التاريخ، ۳: ۲۲۱

آيات من القرآن منها قوله تعالى: ﴿يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلاَ تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللهِ﴾[1] وقوله تعالى: ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾[2] وكذا التى بعدها وبعدها الظالمون الفاسقون. ثم قال: فأشهد على أهل دعوتنا من أهل قبلتنا أنهم قد اتبعوا الهوى، ونبذوا حكم الكتاب، وجاروا فى القول والأعمال، وأن جهادهم حق على المؤمنين. فبكى رجل منهم يقال له عبد الله بن سخبرة السلمى، ثم حرض أولئك على الخروج على الناس، وقال فى كلامه: واضربوا وجوههم وجباههم بالسيوف حتى يطاع الرحمن الرحيم، فإن أنتم ظفرتم وأطيع الله كما أردتم أثابكم ثواب المطيعين له العاملين بأمره، وإن قتلتم فأي شيء أفضل من المصير إلى رضوان الله وجنته.[3]

’’خوارج کا گروہ زید بن حصن طائی سنبسی کے گھر میں جمع ہوا تو اس نے انہیں خطبہ دیا اور اُنہیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر ترغیب کے ذریعے تیار کیا اور ان کے سامنے قرآن مجید کی آیات تلاوت کیں جن میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ ارشادِ گرامی ہے: ﴿اے داؤد! بے شک ہم نے آپ کو زمین میں (اپنا) نائب بنایا سوتم لوگوں کے درمیان حق و انصاف کے ساتھ فیصلے (یا حکومت) کیا کرو اور خواہش کی پیروی نہ کرنا ورنہ (یہ پیروی) تمہیں راہِ خدا سے بھٹکا دے

(۱) ص، ۳۸: ۲۶
(۲) المائدة، ۵: ۴۴
(۳) ابن كثير، البداية والنهاية، ۷: ۲۸۶

گی۔﴾ اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿اور جو شخص اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ (وحکومت) نہ کرے، سو وہی لوگ کافر ہیں○﴾ اس کے بعد اگلی آیت ﴿اور جو شخص اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ (وحکومت) نہ کرے سو وہی لوگ ظالم ہیں○﴾ اور پھر اس سے اگلی آیت ﴿اور جو شخص اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ (وحکومت) نہ کرے سو وہی لوگ فاسق ہیں○﴾۔ یہ آیاتِ مبارکہ ان پر تلاوت کرنے کے بعد اس نے کہا: پس میں مسلمانوں میں سے اپنے مخاطبینِ دعوت پر گواہی دیتا ہوں کہ بے شک انہوں نے خواہشِ نفس کی پیروی کی اور کتاب اللہ کا حکم ترک کر دیا۔ انہوں نے قول اور عمل میں ظلم کا ارتکاب کیا، سو مومنوں پر ایسے لوگوں کے خلاف جہاد کرنا واجب ہے۔ (اس خطاب میں وہ خود کو یعنی گروہِ خوارج کو مومن کہہ رہا تھا اور خواہشِ نفس کی پیروی کرنے والے ظالم، جن کے خلاف جہاد واجب ہے، سے اس کی مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔) اس پر سامعین میں سے ایک شخص جس کا نام عبد اللہ بن سخبرہ السلمی تھا رو پڑا۔ پھر اس (زید بن حصن طائی) نے سامعین یعنی خوارج کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف خروج و بغاوت پر اکسایا اور دورانِ کلام کہا: ان کے چہروں اور پیشانیوں پر تلواروں سے وار کرتے رہو یہاں تک کہ خدائے رحمٰن و رحیم کی اطاعت کی جائے۔ پس اگر تم کامیاب و کامران ہو گئے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی اطاعت تمہارے حسبِ منشا کی گئی تو اللہ رب العزت تمہیں اپنی اطاعت کرنے والوں اور اس کے حکم پر عمل پیرا ہونے والوں کا ثواب عطا فرمائے گا۔ اور اگر تم قتل کر دیے گئے تو اللہ کی رضا اور اس کی جنت حاصل کر لینے سے افضل کون سی چیز ہو سکتی ہے؟''

آج ہم اپنے گرد و پیش ہونے والی دہشت گردوں کی سرگرمیوں اور ان کے طریقہ کار کا جائزہ لیں تو یہ بھی ناپختہ ذہنوں، کم عمروں اور جوانوں کی brain washing

کے لئے بالکل وہی حربہ اور طریقہ استعمال کر رہے ہیں جو اُس دور کے خوارج کرتے تھے۔ اِن دہشت گردوں کے تصورِ اِسلام کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ ایک طرف تو مسلمانوں کو قتل کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے لیکن دوسری طرف اِسلام کی تعلیمات پر نہایت سختی سے عمل پیرا ہوتے۔ حافظ ابن کثیر بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر کے دوران کسی درخت سے ایک کھجور گری، ایک خارجی نے وہ اٹھا کر منہ میں ڈال لی۔ دوسرا خارجی معترض ہوا کہ تو نے مالک سے اجازت لیے اور قیمت دیے بغیر یہ کھجور منہ میں کیوں ڈال لی ہے؟ اس نے فوراً پھینک دی۔(۱)

اسی طرح امام ابن الاثیر بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ خارجیوں کے پاس سے غیر مسلم شہریوں کا ایک خنزیر گزرا تو ان میں سے ایک خارجی نے اسے تلوار سے مار ڈالا۔ دیگر خارجیوں نے اسے سخت ملامت کی کہ ایک غیر مسلم شہری کے خنزیر کو کیوں مار ڈالا۔ جب خنزیر کا مالک آیا تو اُس خارجی نے خنزیر کے مالک سے معافی مانگی اور اُسے (قیمت دے کر) راضی کیا۔(۲)

ایک طرف خوارج کی ظاہری دین داری دیکھیے اور دوسری طرف ان کی دہشت گردی، سفاکی اور بربریت ملاحظہ کیجیے۔ حافظ ابن کثیر البدایة والنهایة میں مزید لکھتے ہیں:

ومع هذا قدموا عبد الله بن خبّاب فذبحوه، وجاؤوا إلى امرأته فقالت: إني امرأة حبلى، ألا تتقون الله، فذبحوها وبقروا بطنها عن ولدها، فلما بلغ الناس هذا من صنيعهم خافوا إن هم ذهبوا إلى الشام واشتغلوا بقتال أهله أن يخلفهم هؤلاء في ذراريهم وديارهم بهذا الصنع، فخافوا غائلتهم، وأشاروا على علي بأن

---

(۱) ابن کثیر، البداية والنهاية، ۷: ۲۸۸

(۲) ابن الأثير، الكامل في التاريخ، ۳: ۲۱۸

يبدأ بهؤلاء، ثم إذا فرغ منهم ذهب إلى أهل الشام بعد ذلک والناس آمنون من شر هؤلاء فاجتمع الرأى على هذا وفيه خيرة عظيمة لهم ولأهل الشام أيضا. فأرسل علي رضي الله عنه إلى الخوارج رسولا من جهته وهو الحرب بن مرة العبدى، فقال: أخبر لى خبرهم، وأعلم لى أمرهم واكتب إلى به على الجلية، فلما قدم عليهم قتلوه ولم ينظروه، فلما بلغ ذلک عليا عزم على الذهاب إليهم أولا قبل أهل الشام. فبعثوا إلى على يقولون: كلنا قتل إخوانكم ونحن مستحلون دماءهم ودماءكم. فتقدم إليهم قيس بن سعد بن عبادة فوعظهم فيما ارتكبوه من الأمر العظيم، والخطب الجسيم، فلم ينفع وكذلک أبو أيوب الأنصارى وتقدم أمير المؤمنين على بن أبى طالب إليهم، فإنكم قد سولت لكم أنفسكم أمرا تقتلون عليه المسلمين، والله لو قتلتم عليه دجاجة لكان عظيما عند الله، فكيف بدماء المسلمين.[(۱)]

''وہ حضرت عبداللہ بن خباب رضی اللہ عنہ کو نہر کے کنارے پر لائے اور ذبح کر دیا اور پھر ان کی اہلیہ کے پاس آئے تو اُس نے کہا: میں حاملہ ہوں، کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے ہو؟ انہوں نے اس کو بھی ذبح کر ڈالا اور اس کا پیٹ چاک کر کے بچہ باہر نکال پھینکا۔ جب لوگوں تک ان کے یہ کرتوت پہنچے تو وہ ڈر گئے کہ اگر وہ شام کی طرف چلے گئے اور اہل شام کے ساتھ جنگ میں مصروف ہوگئے تو یہ لوگ ان کے پیچھے ایسی ہی دہشت گردی ان کے اہل خانہ کے ساتھ انجام دیں گے۔ وہ اپنے اہل و عیال کے انجام سے ڈر گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا

(۱) ابن کثیر، البداية والنهاية، ۷: ۲۸۸

کہ آپ جنگ کا آغاز ان ہی دہشت گردوں سے کریں، پھر جب ان کے خاتمہ سے فارغ ہو جائیں تب اہل شام کی طرف متوجہ ہوں۔ اس طرح ان کے خاتمہ کے بعد لوگ ان کے شر سے محفوظ ہو جائیں گے۔ چنانچہ اس رائے پر اتفاق ہوگیا کیونکہ سب کی بہتری اسی میں تھی۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حرب بن مرہ عبدی کو سفارت کار بنا کر خوارج کی طرف بھیجا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں فرمایا: مجھے اُن کی خبر دینا اور اُن کے معاملہ سے آگاہ کرتے رہنا اور میری طرف واضح طور پر لکھ بھیجنا۔ پس جب وہ ان (خارجیوں) کے پاس پہنچے تو انہوں نے ان کو قتل کر دیا اور انہیں کچھ بھی مہلت نہ دی۔ جب ان کے قتل کی خبر حضرت علی رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو آپ رضی اللہ عنہ نے اُن (خارجیوں) کی طرف ملک شام سے پہلے جانے کا عزم کر لیا۔ اُنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف یہ پیغام بھیجا۔ ہم نے مل کر تمہارے بھائیوں کو قتل کیا ہے اور ہم تمہارے اور ان کے خون کو جائز سمجھتے ہیں۔ پھر حضرت قیس بن سعد بن عبادہ ان (خارجیوں) کے پاس تشریف لے گئے اور اُنہیں سمجھایا کہ تم نے بہت بڑے گناہ کا ارتکاب کیا ہے لیکن آپ کے سمجھانے کا اُن پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اسی طرح حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے بھی اُنہیں سمجھایا مگر بے سود! پھر امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اُن کی طرف پیغام بھیجا کہ تمہارے نفسوں نے تمہارے لئے حرام کو آراستہ کر دیا ہے اور اس بنا پر تم مسلمانوں کے قتل کو حلال سمجھنے لگ گئے ہو۔ بخدا! اگر اس اندازِ فکر سے مرغی بھی مارتے تو گناہِ عظیم ہوتا، مسلمانوں کے قتل کے جرم کی سنگینی کا تو اندازہ بھی نہیں لگایا جا سکتا۔‘‘

کتبِ تاریخ کے مذکورہ اِقتباسات سے ثابت ہوجاتا ہے کہ خوارج اِنسانی خون کو نہایت ارزاں گردانتے تھے اور انسانی جان کو قتل کرنا ان کے نزدیک کوئی معنی نہیں رکھتا تھا حتی کہ انہوں نے اُن نفوسِ قدسیہ کی خوں ریزی سے بھی گریز نہیں کیا جنہوں نے براہِ

راست حضور نبی اکرم ﷺ کے زیرِ سایہ تربیت و پرورش پائی تھی۔

چونکہ حضور نبی اکرم ﷺ نے واضح طور پر یہ بات سمجھا دی تھی کہ ''لَا يَزَالُوْنَ يَخْرُجُوْنَ'' (یہ خوارج ہمیشہ نکلتے رہیں گے) اس لئے موجودہ دور کے خوارج (دہشت گرد) بھی انہی صفات سے متصف ہونے کی بنا پر پہچانے جاتے ہیں۔ یہ بھی اپنے پیش روؤں کی طرح لوگوں کا خون بہاتے ہیں، خواتین اور بچوں پر حملے کرکے انہیں اذیت ناک موت دیتے ہیں، ریاستی بالادستی اور نظام کو تسلیم نہیں کرتے، مساجد پر حملے کرکے انہیں مسمار کرتے ہیں، آبادیوں اور عوام الناس کو اپنے حملوں کا نشانہ بناتے ہیں اور لوگوں کو ذبح کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ یہ لوگ اپنے نظریات کے مخالف لوگوں کو قتل کرنے اور تباہی پھیلانے کو جہاد سمجھتے ہیں۔ یہ تمام اِنسانیت کُش کارروائیاں بلاشک و شبہ ان خوارج کے فکر و عمل کا ہی تسلسل ہیں۔

۹۔ خوارج کی نمایاں بدعات

گزشتہ صفحات میں دی گئی بنیادی مباحث سے یہ اَمر مترشح ہو جاتا ہے کہ خوارج دین میں نئی نئی بدعات ایجاد کرتے تھے۔ وہ قرآنی آیات اور احادیثِ نبویہ کا خود ساختہ اطلاق کرتے اور غلط تاویل کے ذریعے اپنے مخالف مسلمانوں کو واجب القتل ٹھہراتے تھے۔ ذیل میں ان کی چند نمایاں بدعات درج کی جاتی ہیں جن میں سے اکثر کے بارے میں حضور نبی اکرم ﷺ نے پہلے ہی آگاہ فرما دیا تھا:

۱۔ وہ کفار کے حق میں نازل ہونے والی آیات کا اطلاق مومنین پر کریں گے۔(۱)

۲۔ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔(۲)

---

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب، استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب قتل الخوارج والملحدين بعد إقامة الحجة عليهم، ۶: ۲۵۳۹

(۲) بخاری، الصحیح، کتاب التوحید، باب قول الله تعالى: تعرج الملائكة والروح إليه، ۶: ۲۷۰۲، رقم: ۶۹۹۵

۳۔ غیر مسلم اقلیتوں کے قتل کو حلال سمجھیں گے۔[۱]

۴۔ عبادت میں بہت متشدد اور غلو کرنے والے (extremist) ہوں گے۔[۲]

۵۔ گناہِ کبیرہ کے مرتکب کو دائمی جہنمی اور اس کا خون اور مال حلال قرار دیں گے۔

۶۔ جس نے اپنے عمل اور غیر صائب رائے سے قرآن کی نافرمانی کی وہ کافر ہے۔

۷۔ ظالم اور فاسق حکومت کے خلاف مسلح بغاوت اور خروج کو فرض قرار دیں گے۔[۳]

ابتدائی تاریخ سے ہی یہ امر مترشح ہوتا ہے کہ خوارج اپنے عقائد و نظریات اور بدعات میں اِس قدر انتہاء پسند تھے کہ اکابر صحابہ کرام ﷺ کو بھی (نعوذ باللہ) کافر خیال کرتے اور ان پر کفر کے فتوے لگانے سے نہ ہچکچاتے۔ امام شہرستانی نے **المِلَل والنحل** میں لکھا ہے کہ زیاد بن اُمیہ نے عروہ بن ادیہ/ اذینہ نامی خارجی سے پوچھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کیا حال تھا؟ اُس نے کہا: اچھے تھے۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا حال دریافت کیا؟ اُس نے کہا: ابتدا کے چھ سال تک اُن کو میں بہت دوست رکھتا تھا، پھر جب انہوں نے نئی نئی باتیں اور بدعتیں شروع کیں تو ان سے علیحدہ ہوگیا اس لئے کہ وہ آخر میں کافر ہوگئے تھے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حال پوچھا تو اُس نے کہا: وہ بھی اوائل میں اچھے تھے، جب اُنہوں نے حَکَم (arbitrator) بنایا تو (نعوذ باللہ) کافر ہو گئے۔ اس لئے ان سے بھی علیحدہ ہو گیا۔ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا حال دریافت کیا تو اُس نے اُن کو سخت گالی دی۔[۴] (العیاذ باللہ۔)

(۱) حاکم، المستدرک، ۲: ۱۶۶، رقم: ۲۶۵۷

(۲) أبویعلی، المسند، ۱: ۹۰، رقم: ۹۰

(۳) ۱۔ عبد القاهر بغدادی، الفرق بین الفرق: ۷۳

۲۔ ابن تیمیه، مجموع فتاوی، ۱۳: ۳۱

(۴) شهرستانی، الملل والنحل، ۱: ۱۱۸

امام شہرستانی نے مزید لکھا ہے کہ خوارج حضرت عثمان، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عائشہ، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سمیت تمام اہلِ اسلام کی جو اُن کے ساتھ تھے سب کی تکفیر کیا کرتے تھے اور سب کو دائمی دوزخی کہتے تھے۔[1] (نعوذ باللہ من ذالک۔)

امام ابو بکر الآجُرّی کی تحقیق

امام ابو بکر الآجری (م ۳۶۰ھ) نے کتاب الشریعة میں خوارج کی نمایاں بدعاتِ سیئہ کا ذکر کرتے ہوئے ان کی مذمت میں نہایت مفصل تحقیق درج کی ہے اور اس کا عنوان یوں قائم کیا ہے:

باب ذم الخوارج وسوء مذهبهم وإباحة قتالهم، وثواب من قتلهم أو قتلوه:

’’خوارج کی مذمت، ان کی بدعقیدگی، ان کے ساتھ جنگ کرنے کے جواز اور ان کو قتل کرنے والے یا ان کے ہاتھوں شہید ہونے والے کے اجر و ثواب کا بیان۔‘‘

امام ابوبکر الآجری لکھتے ہیں:

لم يختلف العلماء قديماً وحديثاً أن الخوارج قوم سوء، عصاة لله ﷻ ولرسوله ﷺ، وإن صلوا وصاموا، واجتهدوا فى العبادة، فليس ذلک بنافع لهم، وإن أظهروا الأمر بالمعروف والنهى عن المنكر، وليس ذلک بنافع لهم، لأنهم قوم يتأولون القرآن على ما يهوون، ويموهون على المسلمين. وقد حذرنا الله ﷻ منهم،

---

(۱) شہرستانی، الملل والنحل، ۱: ۱۲۱

وحذرنا النبی ﷺ، وحذرناهم الخلفاء الراشدون بعده، وحذرناهم الصحابة رضی اللہ عنہم ومن تبعهم بإحسان رحمة الله تعالى عليهم.

الخوارج هم الشراة الأنجاس الأرجاس، ومن كان على مذهبهم من سائر الخوارج، يتوارثون هذا المذهب قديماً وحديثاً، ويخرجون على الأئمة والأمراء ويستحلون قتل المسلمين.

وأوّل قرن طلع منهم على عهد رسول الله ﷺ: هو رجل طعن على النبی ﷺ، وهو يقسم الغنائم بالجعرانة، فقال: اعدل يا محمد، فما أراک تعدل، فقال ﷺ: ويلک، فمن يعدل إذا لم أكن أعدل؟ فأراد عمر رضی اللہ عنہ قَتْلَهُ، فمنعه النبی ﷺ من قتله، وأخبر عليه الصلاة والسلام: أن هذا وأصحاباً له يحقر أحدكم صلاته مع صلاتهم، وصيامه مع صيامهم، يمرقون من الدين كما يمرق السهم من الرمية.

وأمر عليه الصلاة والسلام فی غير حديث بقتالهم، وبين فضل من قتلهم أو قتلوه. ثم إنهم بعد ذلک خرجوا من بلدان شتى، واجتمعوا وأظهروا الأمر بالمعروف والنهی عن المنكر، حتى قدموا المدينة، فقتلوا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ. وقد اجتهد أصحاب رسول الله رضی اللہ عنہ ممن كان فی المدينة فی أن لا يقتل عثمان، فما أطاقوا ذلک. ثم خرجوا بعد ذلک على أمير المؤمنين على بن أبی طالب رضی اللہ عنہ، ولم يرضوا بحكمه، وأظهروا قولهم. وقالوا: لا حكم إلا لله، فقال على رضی اللہ عنہ: كلمة حق أرادوا بها الباطل، فقاتلهم

علی ﷺ فأكرمه الله ﷻ بقتلهم، وأخبر النبي ﷺ بفضل من قتلهم أو قتلوه، وقاتل معه الصحابة ﷺ. فصار سيف علي بن أبي طالب في الخوارج سيف حق إلى أن تقوم الساعة.

''ائمہ متقدمین و متأخرین کا اس امر پر اجماع ہے کہ خوارج ایک فساد انگیز گروہ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ مکرم ﷺ کے نافرمانوں کا گروہ ہے۔ یہ صوم وصلوٰۃ کی خواہ کتنی پابندی کریں اور عبادت میں کتنی ہی محنت و ریاضت کریں، یہ سب انہیں کچھ نفع نہ دے گا اور یہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا خواہ کتنا پرچار کریں، انہیں یہ بھی کچھ فائدہ نہ پہنچائے گا کیونکہ یہ ایسا گروہ ہے جو اپنی نفسانی خواہشات کے مطابق قرآن کی تفسیر و تأویل کرتا ہے اور مسلمانوں پر اُمورِ دین خلط ملط کر دیتا ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اور حضور نبی اکرم ﷺ نے ہمیں ان سے خبردار فرمایا ہے، خلفاے راشدین ﷺ نے ہمیں ان سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے اور صحابہ کرام ﷺ نے اور تابعین و تبع تابعین رحمهم الله تعالى نے ہمیں ان سے خبردار رہنے کی نصیحت فرمائی ہے۔''

''خوارج فتنہ پرور، شر انگیز اور پلید و ناپاک افراد کا گروہ ہے، اور باقی تمام خوارج میں سے جس کسی نے بھی ان کا مذہب اور طریق اختیار کیا، وہ بھی ان کے حکم میں ہے کیونکہ قدیم خوارج ہوں یا آج کے دور کے جدید؛ یہ مذہب انہیں ایک دوسرے سے وراثت میں ملتا ہے۔ یہ حکومتِ وقت کے خلاف بغاوت کرتے ہیں اور عامۃ المسلمین کی خوں ریزی کو جائز قرار دیتے ہیں۔''

''خوارج کا اوّلین فرد عہد رسالت مآب ﷺ میں نمودار ہوا۔ یہ وہ شخص تھا جس نے حضور نبی اکرم ﷺ پر اس وقت طعنہ زنی کی جب آپ ﷺ جعرانہ کے مقام پر مالِ غنیمت تقسیم فرما رہے تھے۔ اس بد بخت نے کہا: اے محمد! عدل کیجیے! میرے خیال میں آپ عدل نہیں کر رہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: تو

ہلاک ہو! اگر میں عدل نہیں کروں گا تو اور کون کرے گا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کرنے کا ارادہ کیا مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اس کے قتل سے (حکمتِ نبوت کے تحت) روک دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص سے متعلق خبر دیتے ہوئے فرمایا: اس کے ایسے ساتھی ہوں گے کہ تم میں سے ہر کوئی ان کے مقابلے میں اپنی نمازوں اور روزوں کو حقیر جانے گا، یہ دین سے اس طرح صاف نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔

''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک حدیث میں ان کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم فرمایا اور ان کو قتل کرنے والے اور ان کے ہاتھوں شہید ہونے والے کی فضیلت بیان فرمائی۔ پھر یہ لوگ مختلف علاقوں سے نکل کر جمع ہوئے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا پرچار کرنے لگے تا آنکہ یہ مدینہ منورہ پہنچے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ اس وقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جو صحابہ رضی اللہ عنہم مدینہ منورہ میں موجود تھے انہوں نے بہت کوشش کی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو قتل ہونے سے بچا لیں مگر وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ پھر انہی لوگوں نے بعد ازاں (جنگِ صفین میں اَمرِ تحکیم کے بعد) حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کی اور آپ کی خلافت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور ایک نعرے کا پرچار شروع کر دیا کہ ''حکومت صرف اللہ کی ہے'' یا ''قانون صرف اللہ کا ہے۔'' پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''بات تو حق ہے مگر ان کی مراد باطل ہے۔'' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے خلاف جنگ کی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو انہیں قتل کرنے کی سعادت بخشی کیوں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں قتل کرنے والوں اور ان کے ہاتھوں شہید ہونے والوں کی اَفضلیت کی بشارت دی تھی۔ چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی ان کے خلاف جنگ کی۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خوارج کے خلاف مسلح جد و جہد قیامت تک کے لیے حق

کی مثال بن گئی۔‘‘

امام ابوبکر الآجری مزید فرماتے ہیں:

فلا ينبغي لمن رأى اجتهاد خارجي قد خرج على إمام ، عادلاً كان الإمام أم جائراً ، فخرج وجمع جماعة وسل سيفه، واستحل قتال المسلمين ، فلا ينبغي له أن يغتر بقراءته للقرآن، ولا بطول قيامه في الصلاة، ولا بدوام صيامه، ولا بحسن ألفاظه في العلم إذا كان مذهبه مذهب الخوارج.

’’حکومتِ وقت عدل و انصاف کی علم بردار ہو یا فسق و فجور کی راہ پر گامزن ہو، دونوں صورتوں میں جب کوئی شخص کسی خارجی کو دیکھے کہ اس نے حکومت کے خلاف مسلح بغاوت کر دی ہے اور اس کے خلاف کوئی لشکر تشکیل دے کر ہتھیار اٹھا لئے ہیں اور پُر اَمن مسلمان شہریوں کے ساتھ جنگ کرنا جائز قرار دے دیا ہے، تو جو شخص یہ سب کچھ دیکھے اس پر لازم ہے کہ وہ کسی خارجی کے قرآن پڑھنے، نماز میں طویل قیام کرنے، دائمی روزے رکھنے اور خوبصورت الفاظ میں علمی نکات بیان کرنے سے مرعوب نہ ہو اور نہ ہی اس کے دھوکے میں آئے۔ جب کہ ایسے اعمال کرنے والا شخص خوارج کے مذہب پر چلنے والا ہو۔‘‘

زیرِ بحث موضوع سے متعلق حضور نبی اکرم ﷺ سے بہت سی احادیث مروی ہیں جنہیں اُمتِ مسلمہ کے کثیر علماء نے قبول کیا ہے۔

اس کے بعد امام آجری نے خوارج کے ساتھ جنگ کرنے، ان کو واصلِ جہنم کرنے اور ان کے ہاتھوں شہید ہونے کے اجر وثواب کے حوالے سے باب قائم کیا ہے اور اس میں احادیث بیان کی ہیں، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱۔ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی الله عنه قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: يَخْرُجُ فِي آخِرِ

الزَّمَانِ قَومٌ أَحْدَاثُ الْأَسْنَانِ سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ يَقُوْلُوْنَ مِنْ خَيرِ قَوْلِ النَّاسِ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، مَنْ لَقِيَهُمْ فَلْيَقْتُلْهُمْ، فَإِنَّ قَتْلَهُمْ أَجْرٌ عِنْدَ اللهِ.(۱)

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آخری زمانے میں ایسے لوگ (ظاہر ہوں گے یا) نکلیں گے جو کم عمر (نوجوان)، ناپختہ ذہن اور عقل سے کورے ہوں گے۔ وہ بظاہر لوگوں سے اچھی بات کریں گے مگر دین سے یوں خارج ہوں گے جیسے تیر شکار سے خارج ہو جاتا ہے۔ پس دورانِ جنگ جہاں بھی ان سے سامنا ہو انہیں قتل کیا جائے کیونکہ ان کو قتل کرنا اللہ کے ہاں اَجر وثواب کا باعث ہوگا۔''

۲۔ عَنْ أبي أمامة: طُوْبَى لِمَنْ قَتَلَهُمْ وَقَتَلُوْهُمْ.(۲)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، كتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب قتل الخوارج والملحدين بعد إقامة الحجة عليهم، ۶: ۲۵۳۹، رقم: ۶۵۳۱

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الزكاة، باب التحريض على قتل الخوارج، ۲: ۷۴۶، الرقم: ۱۰۶۶

۳۔ ترمذی، السنن، كتاب الفتن، باب في صفة المارقة، ۴: ۴۸۱، رقم: ۲۱۸۸

امام ترمذی نے السنن میں اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد فرمایا: یہ روایت حضرت علی، حضرت ابو سعید اور حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے اور یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(۲) ۱۔ أبوداود، السنن، كتاب السنة، ۴: ۲۴۳، رقم: ۴۷۶۵

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۲۲۴، رقم: ۱۳۳۶۲

۳۔ حاكم، المستدرك على الصحيحين، ۲: ۱۶۱، رقم: ۲۶۴۹

’’حضرت ابو امامہ سے مروی ہے (کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:) خوشخبری ہو اُسے جو اُنہیں قتل کرے اور جسے وہ قتل کریں۔‘‘

۳۔ وَعَنْهُ قَالَ ﷺ: كِلَابُ أَهْلِ النَّارِ، كِلَابُ النَّارِ، كِلَابُ النَّارِ، ثَلَاثًا.‘‘ ثُمَّ قَالَ: شَرُّ قَتْلٰى قُتِلُوْا تَحْتَ ظِلِّ السَّمَاءِ، وَخَيْرُ قَتْلٰى الَّذِيْنَ قَتَلُوْهُمْ. (۱)

’’حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: (خوارج) اَہلِ دوزخ کے کتے ہیں، دوزخ کے کتے ہیں، دوزخ کے کتے ہیں۔ تین بار فرمایا۔ پھر فرمایا: یہ آسمان کے سائے تلے (یعنی زمین پر) قتل ہونے والے بدترین مقتول ہیں، اور بہترین مقتول وہ ہیں جنہیں یہ لوگ قتل کریں گے۔‘‘

۴۔ عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ فَأَيْنَمَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ، فَإِنَّ قَتْلَهُمْ أَجْرٌ لِمَنْ قَتَلَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (۲)

’’حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: پس تم انہیں جہاں کہیں پاؤ تو قتل کر دو کیونکہ ان کے قاتلوں کو بروزِ قیامت بے حد و حساب اجر ملے گا۔‘‘

۵۔ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: ذَكَرَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ الْخَوَارِجَ فَقَالَ:

---

(۱) ۱۔ ابن ماجه، السنن، المقدمة، باب في ذكر الخوارج، ۱: ۶۲، رقم: ۱۷۶

۲۔ حاكم، المستدرك، ۲: ۱۶۳، رقم: ۲۶۵۴

(۲) ۱۔ بخاری، الصحيح، كتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب قتل الخوارج والملحدين بعد إقامة الحجة عليهم، ۶: ۲۵۳۹، رقم: ۶۵۳۱

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الزكاة، باب التحريض على قتل الخوارج، ۲: ۷۴۶، رقم: ۱۰۶۶

هُمْ شِرَارُ أُمَّتِي يَقْتُلُهُمْ خِيَارُ أُمَّتِي. (۱)

’’حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے خوارج کا ذکر کیا اور فرمایا: ’’وہ میری امت کے بدترین لوگ ہیں اور انہیں قتل کرنے والے میری اُمت کے بہترین لوگ ہوں گے۔‘‘

(۱) ہیثمی، مجمع الزوائد، ۶: ۲۳۹

فصل دوم

دہشت گرد خوارِج کے بارے میں فرامینِ رسول ﷺ

اِنتہاء پسندی اور دہشت گردی کی وجہ سے جہاں اِسلامی تعلیمات کے بارے میں طرح طرح کے سوالات اور شکوک وشبہات پیدا ہوتے ہیں وہیں بے شمار قیمتی جانیں تلف، اَملاک تباہ اور کاروبار برباد ہو جاتے ہیں۔ امن وسلامتی کا ماحول خوش حالی، تعمیر و ترقی اور سکون و راحت کا ضامن ہوتا ہے جب کہ فتنہ انگیزی ہمہ جہتی تباہی لاتی ہے۔ اِسی لئے رحمتِ دو عالم ﷺ نے ہر اُس راستے کو مسدود اور ہر اُس دروازے کو بند کر دیا جس سے اَمن وسلامتی کا ماحول غارت ہونے کا امکان تھا۔ آپ ﷺ نے ترحم و ملاطفت اور باہمی لطف وکرم کی ترغیب دیتے ہوئے اِرشاد فرمایا:

إِنَّ اللهَ رَفِيْقٌ وَيُحِبُّ الرِّفْقَ وَيُعْطِي عَلَى الرِّفْقِ مَا لَا يُعْطِي عَلَى الْعُنُفِ. (۱)

’’اللہ تعالیٰ نرمی کرنے والا ہے اور نرمی کو پسند کرتا ہے اور نرمی پر اتنا عطا فرماتا ہے کہ اتنا سختی پر عطا نہیں کرتا۔‘‘

رِفق (نرمی) میں تعمیری پہلو ہے اور عُنف (شدت) میں تخریبی۔ رفق محبت و خیر خواہی کی علامت ہے جبکہ عنف شدت پسندی اور نفرت کی دلیل۔ شدت کے ذریعے نہ

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب البر والصلة والآداب، باب فضل الرفق، ۴: ۲۰۰۳، رقم: ۲۵۹۳

۲۔ أبوداود، السنن، كتاب الأدب، باب فى الرفق، ۴: ۲۵۴، رقم: ۴۸۰۷

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۱۱۲، رقم: ۹۰۲

دنیا سنورتی ہے نہ آخرت، اور دین میں شدت دنیاوی امور میں شدت سے زیادہ خطرناک ہے۔ کیوں کہ تشدد اور جارحیت پسندی، انتہاء پسندی سے جنم لیتی ہے۔ اس لئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ فِي الدِّينِ، فَإِنَّهُ أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ الْغُلُوُّ فِي الدِّينِ.(۱)

''دین میں انتہا پسندی سے بچو کہ پہلی قومیں اسی انتہا پسندی کی بنا پر تباہ و برباد ہوگئیں۔''

پیغمبرِ اسلام ﷺ جس طرح اپنی چشمِ نبوت سے قیامت تک کے اَحوال کا مشاہدہ فرما رہے تھے اُسی طرح آنے والے وقتوں میں دین کے نام پر بپا ہونے والی دہشت گردی کو بھی ملاحظہ فرما رہے تھے۔ اس لئے آپ ﷺ نے نہ صرف جہاد اور قتال کا فرق واضح فرما دیا بلکہ دین کے نام پر غلو کرنے اور تشدد و غارت گری کا بازار گرم کرنے والوں سے بھی اُمتِ مسلمہ کو خبردار کر دیا۔ ان نام نہاد مجاہدین کے رویوں اور نشانیوں کو بھی واضح طور پر بیان فرما دیا تاکہ کسی قسم کا اشتباہ نہ رہے اور امت ان کی ظاہری مومنانہ وضع قطع اور کثرتِ عبادت و تلاوت سے دھوکا نہ کھا جائے۔ آپ ﷺ نے جہاں اپنی امت کو اس فتنے سے الگ رہنے کی تلقین فرمائی وہاں اس ناقابل علاج کینسر زدہ حصے کو جسد ملت سے کاٹ دینے کا حکم بھی دیا۔

آئندہ صفحات میں اِسی حوالے سے تفصیلات پیش کی جائیں گی۔

---

(۱) ۱۔ ابن ماجه، السنن، كتاب المناسك، باب قدر حصى الرمى، ۲: ۱۰۰۸، رقم: ۳۰۲۹

۲۔ شيباني، السنة: ۴۶، رقم: ۹۸

۳۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۳: ۲۴۸، رقم: ۱۳۹۰۹

ا۔ ’’دہشت گرد بظاہر بڑے دین دار نظر آئیں گے‘‘

فرامینِ رسول ﷺ کے مطابق دہشت گرد خارجی بظاہر بڑے پختہ دین دار نظر آئیں گے اور وہ دوسرے لوگوں سے زیادہ نماز روزے کے پابند ہوں گے۔ دوسروں کی نسبت شرعی احکامات پر بظاہر زیادہ عمل کرنے والے ہوں گے۔

ا۔ امام بخاری اور امام مسلم حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے ذوالخویصرہ تمیمی والی روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّهُ يَخْرُجُ مِنْ ضِئْضِيءِ هَذَا قَوْمٌ يَتْلُوْنَ كِتَابَ اللهِ رَطْبًا لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَما يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ.(۱)

’’اس کی نسل سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو کتابِ الٰہی کی تلاوت سے زبانیں تر رکھیں گے، لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے پار نکل جاتا ہے۔‘‘

۲۔ امام بخاری اور مسلم حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے ہی روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ لَهُ أَصْحَابًا يَحْقِرُ أَحَدُكُمْ صَلَاتَهُ مَعَ صَلَاتِهِمْ، وَصِيَامَهُ مَعَ

(۱) ا۔ بخاری، الصحيح، كتاب المغازي، باب بعث علی بن أبي طالب وخالد بن الوليد إلى اليمن قبل حجة الوداع، ۴: ۱۵۸۱، رقم: ۴۰۹۴

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الزكاة، باب ذكر الخوارج وصفاتهم، ۲: ۷۴۲، رقم: ۱۰۶۴

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۴، رقم: ۱۱۰۲۱

صِيَامِهِمْ. (۱)

’’اس کے (ایسے) ساتھی بھی ہیں کہ تم ان کی نمازوں کے مقابلے میں اپنی نمازوں کو حقیر جانو گے اور ان کے روزوں کے مقابلہ میں اپنے روزوں کو حقیر جانو گے۔‘‘

۳۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی متفق علیہ روایت ہے کہ حضرت ابو سلمہ اور حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہما دونوں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حروریہ (خوارج) کے بارے میں کچھ سنا ہے؟ انہوں نے فرمایا: مجھے یہ تو معلوم نہیں کہ حروریہ کیا ہے، البتہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ:

يَخْرُجُ فِي هٰذِهِ الْأُمَّةِ – وَلَمْ يَقُلْ مِنْهَا – قَوْمٌ تَحْقِرُوْنَ صَلَاتَكُمْ مَعَ صَلَاتِهِمْ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حُلُوْقَهُمْ أَوْ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ مُرُوْقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ. (۲)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الأدب، باب ماجاء في قول الرجل ويلك، ۵: ۲۲۸۱، رقم: ۵۸۱۱

۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب من ترك قتال الخوارج للتألف وأن لا ينفر الناس عنه، ۶: ۲۵۴۰، رقم: ۶۵۳۴

۳۔ مسلم، الصحیح، کتاب الزكاة، باب ذكر الخوارج وصفاتهم، ۲: ۷۴۴، رقم: ۱۰۶۴

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب قتل الخوارج والملحدين بعد إقامة الحجة عليهم، ۶: ۲۵۴۰، رقم: ۶۵۳۲

←

''اس امت میں کچھ ایسے لوگ نکلیں گے- (جب کہ یہ نہیں فرمایا کہ اِس امت سے ایسے لوگ نکلیں گے) - جن کی نمازوں کے مقابلے میں تم اپنی نمازوں کو حقیر جانو گے، وہ قرآن مجید کی تلاوت کریں گے لیکن یہ (قرآن) ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا یا یہ فرمایا کہ ان کے نرخرے سے نیچے نہیں اترے گا اور وہ دین سے یوں خارج ہو جائیں گے جیسے تیر شکار سے خارج ہو جاتا ہے۔''

مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں حافظ ابنِ حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

قوله: ''يخرج في هذه الأمة وَلَمْ يَقُلْ مِنْهَا قوم'' لم تختلف الطرق الصحيحة على أبي سعيد في ذلک،...... وأما ما أخرجه الطبري من وجه آخر عن أبي سعيد بلفظ: ''من أمتي'' فسنده ضعيف، لكن وقع عند مسلم من حديث أبي ذرّ بلفظ: ''سيكون بعدي من أُمتي قوم'' وله من طريق زيد بن وهب عن عليّ: ''يخرج قوم من أمتي'' ويجمع بينه وبين حديث أبي سعيد بأن المراد بالأمة في حديث أبي سعيد: أمة الإجابة، وفي رواية غيره: أمة الدعوة. قال النووي رحمه الله: ''وفيه دلالة على فقه الصحابة وتحريرهم الألفاظ، وفيه إشارة من أبي سعيد إلى تكفير الخوارج، وأنهم من غير هذه الأمة.''(۱)

''آپ ﷺ کے الفاظ ہیں: **يخرج في هذه الأمة قوم** (اس امت میں ایک قوم نکلے گی)، آپ ﷺ نے **منها** (یعنی اس امت سے) نہیں فرمایا۔ حضرت

.... ۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الزكاة، باب ذكر الخوارج وصفاتهم، ۲: ۷۴۳، رقم: ۱۰۶۴

(۱) ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۱۲: ۲۸۹

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کے جملہ صحیح طرق میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اور رہی وہ حدیث جس کو امام طبری نے حضرت ابو سعید سے ایک اور طریق سے مِنْ أُمَّتِي کے الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے، تو اس کی سند ضعیف ہے، لیکن امام مسلم کے ہاں حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں: **سيكون بعدى من أمتي قوم**۔ اور اسی حدیث کا ایک طریق زید بن وہب عن علی ہے، اس کے الفاظ ہیں: **يخرج قوم من أمتي**۔ اس میں اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث میں تطبیق یوں ہوگی کہ حضرت ابو سعید کی روایت کردہ حدیث میں ''امت'' سے مراد امتِ اجابت یعنی امتِ مسلمہ ہے۔ اور آپ کے علاوہ دوسری روایت کردہ حدیث میں امت سے مراد امتِ دعوت ہے (جو تمام بنی نوع انسان کو شامل ہے)۔ اور امام نووی نے (**شرح صحيح مسلم** میں) فرمایا: یہ حدیث صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تفقہ اور ان کے عمدہ اسلوبِ بیان پر دلالت کرتی ہے اور اس میں حضرت ابو سعید کی طرف سے خوارج کی تکفیر کا اشارہ بھی ملتا ہے اور یہ کہ وہ (خوارج) اس امت میں سے نہیں ہیں۔''

اس نکتہ کی تصریح قاضی عیاض نے بھی **إكمال المعلم شرح صحيح مسلم** میں کی ہے۔

حافظ ابنِ حجر عسقلانی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان ''صَلَاتُكُمْ مَعَ صَلَاتِهِمْ'' کی شرح میں مزید لکھتے ہیں:

وصف عاصم أصحاب نجدة الحروري: بأنهم يصومون النهار، ويقومون الليل، ويأخذون الصدقات على السنة. أخرجه الطبري. وعنده من طريق سليمان التيمي عن أنس ذكر عن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قال: "إن فيكم قوماً يدأبون ويعملون حتى

يعجبوا الناس وتعجبهم أنفسهم''، ومن طريق حفص بن أخي أنس عن عمه بلفظ: ''يتعمقون في الدين''، وفي حديث ابن عباس عند الطبراني في قصّة مناظرته للخوارج قال: فأتيتهم فدخلت على قوم لم أرَ أشدّ اجتهاداً منهم، أيديهم كأنها ثفن الإبل، ووجوههم معلمة من آثار السجود''، وأخرج ابن أبي شيبة، عن ابن عباس أنه ذكر عنده الخوارج واجتهادهم في العبادة، فقال: ليسُوا أشدّ اجتهاداً من الرهبان.''[1]

''عاصم نے نجدہ حروری کے اصحاب کا وصف یوں بیان کیا ہے: وہ دن کو روزہ رکھتے، رات کو قیام کرتے اور سنت کے طریقے پر صدقات حاصل کرتے ہیں۔ اس کو امام طبری نے روایت کیا۔ اور ان کی سند میں سلیمان تیمی، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اور وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک تم میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو اپنے اعمال اور دین سے ظاہری تمسّک کے باعث لوگوں کو ورطۂ حیرت میں مبتلا کر دیں گے اور وہ خود بھی خود پسندی میں مبتلا ہوں گے۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کے بھتیجے حضرت حفص اپنے چچا سے یہ الفاظ روایت کرتے ہیں: ''يَتَعَمَّقُونَ فِي الدين'' کہ وہ دین میں بڑی پختگی اور شدت پسندی ظاہر کریں گے۔ اور امام طبرانی کے نزدیک حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کردہ حدیث - جس میں خوارج کے ساتھ ان کے مناظرے کا قصہ ہے، اس میں آپ نے فرمایا: ''میں ان کے پاس آیا اور ان لوگوں کے پاس پہنچا جن سے بڑھ کر اعمال میں ریاضت کرنے والے لوگ میں نے نہیں دیکھے تھے، ان کے ہاتھ ایسے تھے گویا اونٹ کے پاؤں (جو موٹے اور کھردرے ہوتے ہیں) اور ان کے چہروں پر سجدوں کے نشانات نمایاں تھے۔''

---

(۱) ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۱۲: ۲۸۹

ابنِ ابی شیبہ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آپ کے سامنے خوارج اور عبادت میں ان کی جانفشانی کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا: وہ راہبوں سے بڑھ کر عبادت و ریاضت کرنے والے نہیں تھے۔‘‘

مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں علامہ شبیر احمد عثمانی نے بھی یہی تحقیق ’’فتح الملهم (۵: ۱۵۹)‘‘ میں درج کی ہے۔

۴۔ بارگاہِ رِسالت مآب ﷺ میں سب سے پہلی گستاخی کا ارتکاب کرنے والے خارجی اور انتہا پسندوں کے سردار ذو الخویصرہ تمیمی کے بارے میں احادیث میں بیان ہوا ہے کہ کثرت ریاضت وعبادت کے آثار اُس کے چہرے سے نمایاں تھے اور اس کی بہت گھنی ڈاڑھی تھی۔ (۱)

۵۔ امام مسلم زید بن وہب جہنی سے روایت کرتے ہیں:

أَنَّهُ كَانَ فِي الْجَيْشِ الَّذِيْنَ كَانُوْا مَعَ عَلِيٍّ رضی الله عنه الَّذِيْنَ سَارُوْا إِلَى الْخَوَارِجِ، فَقَالَ عَلِيٌّ رضی الله عنه: أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: يَخْرُجُ قَوْمٌ مِنْ أُمَّتِي يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَيْسَ قِرَاءَتُكُمْ إِلَى قِرَاءَتِهِمْ بِشَيْءٍ وَلَا صَلَاتُكُمْ إِلَى صَلَاتِهِمْ بِشَيْءٍ وَلَا صِيَامُكُمْ إِلَى صِيَامِهِمْ بِشَيْءٍ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ يَحْسَبُوْنَ أَنَّهُ لَهُمْ، وَهُوَ عَلَيْهِمْ لَا تُجَاوِزُ صَلَاتُهُمْ تَرَاقِيَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، كتاب المغازي، باب بعث علي بن أبي طالب وخالد بن الوليد إلى اليمن قبل حجة الوداع، ۴: ۱۵۸۱، رقم: ۴۰۹۴

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الزكاة، باب ذكر الخوارج وصفاتهم، ۲: ۷۴۲، رقم: ۱۰۶۴

مِنَ الرَّمِيَّةِ.(۱)

''وہ اس لشکر میں تھے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ خوارج سے جنگ کے لئے گیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے لوگو! میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں سے ایک قوم ظاہر ہوگی، وہ قرآن اس قدر پڑھیں گے کہ ان کے پڑھنے کے سامنے تمہارے قرآن پڑھنے کی کوئی حیثیت نہ ہوگی، نہ ان کی نمازوں کے سامنے تمہاری نمازوں کی کچھ حیثیت ہوگی اور نہ ہی ان کے روزوں کے سامنے تمہارے روزوں کی کوئی حیثیت ہوگی۔ وہ یہ سمجھ کر قرآن پڑھیں گے کہ وہ ان کے حق میں ہے لیکن درحقیقت وہ ان کے خلاف ہوگا، نماز ان کے گلے سے نیچے نہیں اترے گی اور وہ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔''

علامہ شبیر احمد عثمانی مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قوله ﷺ: ''يَحۡسَبُوۡنَ أَنَّهُ لَهُمۡ'' إلخ: أي: هم يحسبون أن القرآن حجة لهم في إثبات دعاويهم الباطلة، وليس كذلک، بل هو حجة عليهم عند الله تعالى. وفيه إشارة إلى أن من المسلمين من يخرج من الدين من غير أن يقصد الخروج منه، ومن غير أن

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الزكاة، باب التحريض على قتل الخوارج، ۲: ۷۴۸، رقم: ۱۰۶۶

۲۔ أبوداود، السنن، كتاب السنة، باب في قتال الخوارج، ۴: ۲۴۴، رقم: ۴۷۶۸

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۹۱، رقم: ۷۰۶

۴۔ نسائي، السنن الكبرى، ۵: ۱۶۳، رقم: ۸۵۷۱

۵۔ عبد الرزاق، المصنف، ۱۰: ۱۴۷

يختار ديناً على دين الإسلام. (۱)

’’آپ ﷺ کا فرمان ہے: ’’وہ یہ گمان کریں گے کہ یہ قرآن ان کے حق میں دلیل ہے۔‘‘ یعنی وہ یہ گمان کریں گے کہ قرآن ان کے باطل دعووں کے اثبات میں ان کے حق میں حجت ہے حالانکہ اس طرح نہیں ہے، بلکہ قرآن اللہ تعالیٰ کے ہاں اُن کے خلاف دلیل اور حجت ہو گا۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مسلمانوں میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جو دین سے خارج ہو جائیں گے اگرچہ ان کا دین سے خروج کا کوئی ارادہ نہ ہوگا۔‘‘

۲۔ ’’خوارج کا نعرہ عامۃ الناس کو حق محسوس ہوگا‘‘

خوارج عامۃ الناس کو گمراہ کرنے اور ورغلانے کے لئے بظاہر اسلام کا نعرہ بلند کریں گے لیکن ان کی نیت بری ہوگی۔ احادیث مبارکہ کی روشنی میں ان کی بظاہر اسلام پر مبنی باتوں اور ظاہری وضع قطع اور دین داری کو دیکھ کر دھوکا نہ کھایا جائے کیونکہ ان کا یہ مذہبی نعرہ اور عبادت گذاری درحقیقت اُمتِ مسلمہ میں مغالطہ، اِبہام اور اِفتراق و اِنتشار پیدا کرنے کے لئے ہوگا۔

۱۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

يَقُوْلُوْنَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ. (۲)

---

(۱) شبیر احمد عثمانی، فتح الملهم، ۵: ۱۶۷

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب قتل الخوارج والملحدين بعد إقامة الحجة عليهم، ۶: ۲۵۳۹، رقم: ۶۵۳۱

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الزکاة، باب التحریض علی قتل الخوارج، ۲: ۷۴۶، رقم: ۱۰۶۶

’’وہ لوگوں کے سامنے (دھوکہ دہی کے لئے) ’’اسلامی منشور‘‘ پیش کریں گے۔‘‘

حافظ ابنِ حجر عسقلانی، حضور نبی اکرم ﷺ کے فرمان ’’یقولون من قول خیر البریة‘‘ کی شرح میں لکھتے ہیں:

أی: من القرآن، وکان أوّل کلمة خرجوا بها قولهم: لا حکم إلا لله، وانتزعوها من القرآن، وحملوها علی غیر محملها.(۱)

’’(اِن کلمات کا مطلب ہے کہ) خوارج اپنے موقف کی تائید میں قرآن پیش کریں گے۔ اِسی لیے سب سے پہلا نعرہ جو اُن کی زبانوں سے بلند ہوا اس کے الفاظ یہ تھے: اللہ کے علاوہ کسی کا حکم (قبول) نہیں (یعنی انہوں نے اپنا منشور اسلامی لبادے میں پیش کیا تھا)۔ انہوں نے یہ جملہ قرآن حکیم سے اخذ کیا لیکن اس کا اطلاق اس سے ہٹ کر کیا۔‘‘

علامہ عبد الرحمٰن مبارک پوری نے جامع الترمذی کی شرح تحفة الأحوذی میں بھی یہی معنی بیان کیا ہے۔(۲)

۲۔ امام مسلم حضور نبی اکرم ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت عبید اللہ بن ابی رافع رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

أَنَّ الْحَرُوْرِيَّةَ لَمَّا خَرَجَتْ وَهُوَ مَعَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالُوا: لَا حُكْمَ إِلَّا لِلّٰهِ. قَالَ عَلِيٌّ: كَلِمَةُ حَقٍّ أُرِيْدَ بِهَا بَاطِلٌ، إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ وَصَفَ نَاسًا إِنِّي لَأَعْرِفُ صِفَتَهُمْ فِي هَؤُلَاءِ يَقُوْلُوْنَ الْحَقَّ بِأَلْسِنَتِهِمْ لَا يَجُوْزُ هَذَا مِنْهُمْ وَأَشَارَ إِلَى حَلْقِهِ، مِنْ أَبْغَضِ خَلْقِ اللهِ إِلَيْهِ مِنْهُمْ أَسْوَدُ إِحْدَى يَدَيْهِ طُبْيُ شَاةٍ أَوْ حَلَمَةُ ثَدْيٍ، فَلَمَّا

(۱) عسقلانی، فتح الباری، ۶: ۶۱۹

(۲) مبارک پوری، تحفة الأحوذی، ۶: ۳۵۴

قَتَلَهُمْ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: انْظُرُوا، فَنَظَرُوا فَلَمْ يَجِدُوا شَيْئًا. فَقَالَ: ارْجِعُوا فَوَاللهِ، مَا كَذَبْتُ وَلَا كُذِبْتُ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا ثُمَّ وَجَدُوهُ فِي خَرِبَةٍ فَأَتَوْا بِهِ حَتَّى وَضَعُوهُ بَيْنَ يَدَيْهِ. قَالَ عُبَيْدُ اللهِ: وَأَنَا حَاضِرُ ذَلِكَ مِنْ أَمْرِهِمْ وَقَوْلِ عَلِيٍّ فِيهِمْ.(۱)

’’جس وقت حروریہ نے مسلح جد و جہد کا آغاز کیا اُس سے قبل وہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، انہوں نے کہا: اللہ کے سوا کوئی حُکم نہیں کر سکتا، حضرت علی رضی اللہ عنہ: نے فرمایا: بات تو حق ہے مگر اس سے مقصود باطل ہے۔ بے شک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ لوگوں کے متعلق فرمایا تھا جن کی نشانیاں میں اِن لوگوں میں بخوبی دیکھ رہا ہوں، وہ اپنی زبانوں سے دین حق کی بات کہتے ہیں اور حق اس سے (یعنی ان کے حلق سے) متجاوز نہیں ہوتا۔ آپ نے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا اور کہا: یہ لوگ اللہ کی مخلوق میں مبغوض ترین ہیں۔ ان میں سے ایک شخص سیاہ رنگ کا ہے جس کا ہاتھ بکری کے تھن یا عورت کے پستان کے سر کی طرح ہے۔ جب حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ انہیں قتل کر چکے تو فرمایا: اس آدمی کی تلاش کرو، انہوں نے اسے ڈھونڈا مگر وہ نہ ملا، فرمایا: اس کو پھر جا کر تلاش کرو، بخدا نہ میں نے جھوٹ بولا ہے نہ مجھے (حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے) جھوٹ بتایا گیا ہے، یہ بات انہوں نے دو یا تین بار کہی، حتیٰ کہ لوگوں نے اسے بالآخر ایک کھنڈر میں ڈھونڈ لیا اور اس کی لاش لا کر حضرت علی کے سامنے رکھ دی۔ عبید اللہ کہتے ہیں: میں اس سارے معاملہ کا

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الزكاة، باب التحريض على قتل الخوارج، ۲:۷۴۹، رقم: ۱۰۶۶

۲۔ نسائي، السنن الكبرى، ۵:۱۶۰، رقم: ۸۵۶۲

۳۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۵:۳۸۷، رقم: ۶۹۳۹

عینی گواہ ہوں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ان خوارج کے بارے میں ہی تھا۔‘‘

امام یحییٰ بن شرف نووی شرح صحیح مسلم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول ’’كَلِمَةُ حَقٍّ أُرِيْدَ بِهَا بَاطِلٌ‘‘ کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

معناه أن الكلمة أصلها صدق، قال الله تعالى: ﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ﴾(۱) لكنهم أرادوا بها الإنكار على علي رضی اللہ عنہ في تحكيمه.(۲)

’’اس کا معنی یہ ہے کہ اصلاً یہ کلمہ سچا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿حکم صرف اللہ ہی کا ہے﴾۔ لیکن انہوں نے اس نعرہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حکم کو رد کرنے کے لئے استعمال کیا (یہ باطل ہے)۔‘‘

علامہ شبیر احمد عثمانی نے بھی ’’فتح الملهم (۵: ۱۶۹)‘‘ میں مذکورہ کلمات کی یہی شرح بیان کی ہے۔

ایک دوسری روایت میں طارق بن زیاد بیان کرتے ہیں:

خَرَجْنَا مَعَ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ إِلَى الْخَوَارِجِ فَقَتَلَهُمْ، ثُمَّ قَالَ: انْظُرُوْا فَإِنَّ نَبِيَّ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ: إِنَّهُ سَيَخْرُجُ قَوْمٌ يَتَكَلَّمُوْنَ بِالْحَقِّ لَا يُجَاوِزُ حَلْقَهُمْ.(۳)

’’ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ خوارج کی طرف (ان سے جنگ کے لیے) نکلے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کا خاتمہ کیا پھر فرمایا: دیکھو بے شک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

---

(۱) الأنعام، ۶: ۵۷

(۲) نووی، شرح صحیح مسلم، ۷: ۱۷۳، ۱۷۴

(۳) ۱۔ نسائي، السنن الكبرى، ۵: ۱۶۱، رقم: ۸۵۶۶

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۱۰۷، رقم: ۸۴۸

نے فرمایا: عنقریب ایسے لوگ نکلیں گے کہ حق کی بات کریں گے لیکن وہ کلمۂ حق ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔‘‘

ان احادیثِ مبارکہ سے پتہ چلا کہ خوارج اپنے انتہا پسندانہ منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے نعرۂ حق لگاتے ہیں لیکن درحقیقت اس کے پیچھے ان کے مذموم مقاصد ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے انہیں بے نقاب کرنا نہایت ضروری ہے تاکہ لوگ ان کے اچھے نعروں کی وجہ سے گمراہ نہ ہوں۔

۳۔ خوارج دہشت گردی کے لیے brain washed کم سِن لڑکوں کو استعمال کریں گے

حضور نبی اکرم ﷺ نے ان دہشت گرد خوارج کے ایک گروہ کی علامت یہ بھی بیان فرمائی ہے کہ یہ لوگ کم عمر ہوں گے اور دہشت گردی کے لیے ان دماغی طور پر ناپختہ (brain washed) کم عمر لڑکوں کو استعمال کیا جائے گا۔

۱۔ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور مسند احمد بن حنبل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

سَيَخْرُجُ قَومٌ فِي آخِرِ الزَّمَانِ أَحْدَاثُ الْأَسْنَانِ سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ يَقُوْلُوْنَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ، لَا يُجَاوِزُ إِيْمَانُهُمْ حَنَاجِرَهُمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، فَأَيْنَمَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ، فَإِنَّ فِي قَتْلِهِمْ أَجْرًا لِمَنْ قَتَلَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.[۱]

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب قتل الخوارج والملحدين بعد إقامة الحجة عليهم، ۶: ۲۵۳۹، رقم: ۶۵۳۱

''عنقریب آخری زمانے میں ایسے لوگ ظاہر ہوں گے یا نکلیں گے جو کم سِن لڑکے ہوں گے اور وہ عقل سے کورے (brain washed) ہوں گے۔ وہ ظاہراً (دھوکہ دہی کے لیے) اسلامی منشور پیش کریں گے، ایمان ان کے اپنے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ دین سے یوں خارج ہوں گے جیسے تیر شکار سے خارج ہو جاتا ہے۔ پس تم انہیں جہاں کہیں پاؤ تو قتل کر دینا کیونکہ ان کو قتل کرنے والوں کو قیامت کے دن ثواب ملے گا۔''

۲۔ امام ترمذیؒ (۲۷۹ھ) ''السنن (كتاب الفتن، باب ماجاء صفة المارقة، ۴: ۴۸۱، رقم: ۲۱۸۸)'' میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

يَخْرُجُ فِي اٰخِرِالزَّمَانِ قَوْمٌ أَحْدَاثُ الْأَسْنَانِ، سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ، يَقرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ، لاَ يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، يَقُوْلُوْنَ مِنْ قَوْلِ خَيْرِ الْبَرِيَّةِ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ. (۱)

.... ۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الزكاة، باب التحريض على قتل الخوارج، ۲: ۷۴۶، رقم: ۱۰۶۶

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۸۱، ۱۱۳، ۱۳۱، رقم: ۶۱۶، ۹۱۲، ۱۰۸۶

۴۔ نسائي، السنن، كتاب تحريم الدم، باب من شهر سيفه ثم وضعه في الناس، ۷: ۱۱۹، رقم: ۴۱۰۲

۵۔ ابن ماجه، السنن، المقدمة، باب في ذكر الخوارج، ۱: ۵۹، رقم: ۱۶۸

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۳۶، ۴۴

۲۔ حاكم، المستدرك، ۲: ۱۵۹، رقم: ۲۶۴۵

۳۔ ابن أبى عاصم، السنة، ۲: ۴۵۶، رقم: ۹۳۷

۴۔ بيهقى، السنن الكبرى، ۸: ۱۸۷

۵۔ ديلمي، الفردوس بمأثور الخطاب، ۲: ۳۲۲، رقم: ۳۴۶۰

’’آخری زمانے میں کچھ لوگ پیدا ہوں گے جو کم سِن ہوں گے، وہ بے عقل ہوں گے (یعنی ان کی brain washing نہایت آسان ہوگی)۔ وہ قرآن مجید پڑھیں گے لیکن یہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، دین اسلام کی باتیں کریں گے، مگر یہ لوگ دین سے ایسے نکلے ہوئے ہوں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔‘‘

درج بالا اَحادیث میں اَحْدَاثُ الْاَسْنَانِ اور سُفَهَاءُ الْاَحلَامِ سے مراد کم عمر، دماغی طور پر ناپختہ (brain washed) لڑکے ہیں، جنہیں خوارج اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لیے دہشت گردانہ کارروائیوں میں استعمال کرتے ہیں۔ اس معنی کی صراحت قرآن حکیم میں بھی ملتی ہے۔ قرآن حکیم میں بھی کم عقلوں اور بے سمجھوں کو سُفَهَاء کہا گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللهُ لَكُمْ قِیٰمًا.(۱)

’’اور تم بے سمجھوں کو اپنے (یا ان کے) مال سپرد نہ کرو جنہیں اللہ نے تمہاری معیشت کی استواری کا سبب بنایا ہے۔‘‘

اس معنی کی تائید درج ذیل اقوال ائمہ سے بھی ہوتی ہے:

۱۔ حافظ ابنِ حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

قوله ﷺ: ’’أَحْدَاث‘‘، والحدث هو الصغير السِّن، هكذا في أكثر الروايات، ووقع هنا للمستملي والسرخسي ’’حُدَّاث.‘‘ قال في المطالع: معناه شباب.(۲)

’’آپ ﷺ کے الفاظ میں أَحْدَاث حدث سے ہے جس کا معنی ہے: چھوٹی

(۱) النساء، ۴: ۵

(۲) ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۱۲: ۲۸۷

عمر کا لڑکا۔ اسی طرح اکثر روایات میں آیا ہے، یہاں مستملی اور سرخسی کی روایات میں حُدّاث کا لفظ بھی آیا ہے۔ مطالع میں کہا گیا ہے کہ اس کا معنی کم سن نوجوان ہے۔''

حافظ ابنِ حجر عسقلانی مزید فرماتے ہیں:

قوله ﷺ: ''سُفَهَاءُ الْأَحْلَام'' والمعنى أن عقولهم ردیئة.[۱]

''آپ ﷺ کے فرمان سُفَهَاءُ الْأَحْلَام سے مراد یہ ہے کہ وہ (دہشت گردی کی سفّاکانہ کارروائیاں کرنے والے) عقل و سمجھ میں ناپختہ ہوں گے۔''

۲۔ علامہ بدر الدین العینی لکھتے ہیں:

قوله ﷺ: ''حُدّاث الأسنان'' هكذا في رواية المستملي والسرخسي. وفي أكثر الروايات: أحداث الأسنان، وهو صغير السِّن. وقال ابن الأثير: حداثة السن كناية عن الشباب، وأوّل العمر. والمراد بالأسنان العمر يعنى أنهم شباب.

قوله ﷺ: ''سُفَهَاءُ الْأَحْلَام'' يعني عقولهم ردیئة.[۲]

''آپ ﷺ کا فرمان ہے: حُدَّاثُ الأسْنان۔ مستملی اور سرخسی کی روایات میں اسی طرح ہے جبکہ اکثر روایات میں أحداث الأسنان کے الفاظ آئے ہیں۔ اِس سے مراد کم عمر لڑکے ہیں۔ امام ابن الاثیر نے کہا ہے: حداثة السن سے کنایتاً نوجوانی اور عمر کا اوّل حصہ مراد لیا جاتا ہے اور اسنان سے بھی عمر مراد ہے، یعنی وہ نوجوان ہیں۔

(۱) ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۱۲: ۲۸۷

(۲) بدر الدین عینی، عمدة القاری، ۱۶: ۲۰۸، ۲۰۹

''اور آپ ﷺ کے فرمان سُفَهَاءُ الْأَحْلَام سے مراد یہ ہے کہ خوارج ناپختہ عقل والے (یعنی brain washed) ہوں گے۔''

۳۔ علامہ مبارک پوری نے بھی جامع الترمذی کی شرح تحفة الأحوذی میں اَحداث الاسنان سے کم عمر نوجوان مراد لئے ہیں۔(۱)

۴۔ علامہ شبیر احمد عثمانی فتح الملهم میں لکھتے ہیں:

قوله: ''أَحْدَاثُ الْأَسْنَانِ'' إلخ: والحدث هو: الصغير السِّن، هكذا في أكثر الروايات، ووقع في بعضها ''حُدَّاث. قال في المطالع: معناه شباب. ...... والأسنان جمع سن، والمراد به العمر، والمراد: أنهم شباب.(۲)

''آپ ﷺ کا فرمان ہے: أَحْدَاثُ الْأَسْنَانِ إلخ۔ حدث سے مراد ہے: کم سن لڑکے۔ یہی اکثر روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ جب کہ بعض روایات میں حُدّاث کا لفظ بھی وارد ہوا ہے۔ مطالع میں کہا گیا ہے کہ اس کا معنی نوجوان ہے۔ ...... أسْنان، سِن کی جمع ہے جس سے مراد ''عمر'' ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ دہشت گردی کرنے والے نوجوان ہوں گے۔''

مندرجہ بالا تصریحاتِ محدثین سے واضح ہوا کہ اَحْدَاثُ الْاَسْنَانِ اور سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ سے مراد پاگل نہیں ہیں بلکہ اس سے مراد وہ brain washed نوجوان ہیں جو کم سن ہیں اور ابھی ان میں شعور کی پختگی نہیں آئی۔ ایسے کم عمر ناپختہ ذہنوں کی برین واشنگ کرکے شاطر دہشت گرد اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کرتے ہیں۔ اگر موجودہ دہشت گردانہ کارروائیوں کا جائزہ لیا جائے تو صادق و مصدوق ﷺ کی یہ پیشین گوئی حرف بہ

---

(۱) مبارك پوري، تحفة الأحوذي، ۶: ۳۵۳

(۲) شبير احمد عثماني، فتح الملهم، ۵: ۱۶۶

حرف سچی دکھائی دے رہی ہے۔ یہ دہشت گرد اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لیے پندرہ تا اٹھارہ سال کے نوجوانوں کو جذباتی نعروں کے ذریعے کبھی دین دشمن سے لڑنے کا نام دے کر، کبھی خودکشی کو شہادت کا نام دے کر اور کبھی اسلام کے نام پر جنت کا لالچ دے کر بہکاتے ہیں۔

۴۔ ''خوارج کا ظہور مشرق سے ہوگا''

حضور نبی اکرم ﷺ نے خوارج کے بارے میں یہ پیشین گوئی بھی فرما دی تھی کہ ان کا ظہور مشرق کی طرف سے ہوگا۔

۱۔ امام بخاری حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

يَخْرُجُ نَاسٌ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ وَيَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، ثُمَّ لَا يَعُوْدُوْنَ فِيْهِ حَتَّى يَعُوْدَ السَّهْمُ إِلَى فُوْقِهِ.(۱)

''مشرق کی جانب سے کچھ لوگ نکلیں گے، وہ قرآن مجید پڑھیں گے مگر وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے پار نکل جاتا ہے اور پھر وہ دین میں واپس نہیں آئیں گے جب

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، كتاب التوحيد، باب قراءة الفاجر والمنافق وأصواتهم وتلاوتهم لا تجاوز حناجرهم، ۶: ۲۷۴۸، رقم: ۷۱۲۳
۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۶۴، رقم: ۱۱۶۳۲
۳۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۷: ۵۶۳، رقم: ۳۷۳۹۷
۴۔ أبويعلى، المسند، ۲: ۴۰۸، رقم: ۱۱۹۳
۵۔ طبراني، المعجم الكبير، ۶: ۹۱، رقم: ۵۶۰۹

تک تیر اپنی جگہ پر واپس نہ لوٹ آئے۔‘‘

۲۔ امام مسلم کی بیان کردہ روایت میں یُسیر بن عمرو کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خوارج کا ذکر سنا ہے؟ انہوں نے فرمایا:

سَمِعْتُهُ وَأَشَارَ بِيَدِهِ نَحْوَ الْمَشْرِقِ قَوْمٌ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ بِأَلْسِنَتِهِمْ لَا يَعْدُوْا تَرَاقِيَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ. (۱)

’’ہاں! میں نے سنا ہے اور اپنے ہاتھ سے مشرق کی طرف اشارہ کرکے کہا: وہ (وہاں سے نکلیں گے اور) اپنی زبانوں سے قرآن مجید پڑھیں گے مگر وہ ان کے حلق سے نہیں اترے گا اور وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے پار نکل جاتا ہے۔‘‘

۳۔ امام بخاری و مسلم حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا:

أَلَا إِنَّ الْفِتْنَةَ هَاهُنَا – يُشِيْرُ إِلَى الْمَشْرِقِ – مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ. (۲)

(۱) مسلم، الصحيح، كتاب الزكاة، باب الخوارج شر الخلق والخليفة، ۲: ۷۵۰، رقم: ۱۰۶۸

(۲) ۱۔ بخاری، الصحيح، كتاب المناقب، باب نسبة اليمن إلى إسماعيل، ۳: ۱۲۹۳، رقم: ۳۳۲۰

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الفتن وأشراط الساعة، باب الفتنة من المشرق من حيث يطلع قرنا الشيطان، ۴: ۲۲۲۹، رقم: ۲۹۰۵

۳۔ مالك، الموطأ، كتاب الاستئذان، باب ما جاء في المشرق، ۲: ۹۷۵، رقم: ۱۷۵۷

۴۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۷۳، رقم: ۵۴۲۸

’’خبر دار ہو جاؤ! فتنہ اُدھر ہے۔ - آپ ﷺ نے مشرق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: - یہیں سے شیطان کا سینگ (یعنی شیطان کا گروہ) ظاہر ہوگا۔‘‘

۴۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو مشرق کی جانب چہرہ مبارک کرکے یہ فرماتے ہوئے سنا:

أَلَا إِنَّ الْفِتْنَةَ هَاهُنَا مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ.(۱)

’’خبردار ہو جاؤ کہ فتنہ اُدھر (یعنی مشرق کی طرف) ہے جہاں سے شیطان کا سینگ نکلے گا۔‘‘

درج بالا فرامینِ نبوی ﷺ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خوارج کے ظہور کی پیشین گوئی کے ساتھ ساتھ ان کے ظہور کی سمت اور علاقہ بھی بتلا دیا گیا تھا۔ ان فرامین کے مطابق خوارج کا ظہور حرمین شریفین کی مشرقی سمت سے ہوگا۔ جب کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی درج ذیل حدیثِ مبارکہ میں آپ ﷺ نے اُس مشرقی علاقے کا نام بھی بتا دیا:

۵۔ ذَكَرَ النَّبِيُّ ﷺ: اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي شَامِنَا اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي يَمَنِنَا قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللهِ، وَفِي نَجْدِنَا؟ قَالَ: اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي شَامِنَا اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي يَمَنِنَا، قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللهِ، وَفِي نَجْدِنَا؟

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، كتاب الفتن، باب قول النبي ﷺ: الفتنة من قبل المشرق، ۶: ۲۵۹۸، رقم: ۶۶۸۰

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الفتن وأشراط الساعة، باب الفتنة من المشرق من حيث يطلع قرنا الشيطان، ۴: ۲۲۲۸، رقم: ۲۹۰۵

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۹۱، رقم: ۵۶۵۹

فَأَظُنُّهُ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ: هُنَاكَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ، وَبِهَا يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ.(۱)

''حضور نبی اکرم ﷺ نے دعا فرمائی: اے اللہ! ہمارے لیے ہمارے شام میں برکت عطا فرما، اے اللہ! ہمارے لئے ہمارے یمن میں برکت عطا فرما، (بعض) لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمارے نجد کے لئے بھی دعا فرمایئے؟ آپ ﷺ نے (پھر) دعا فرمائی: اے اللہ! ہمارے لئے ہمارے شام میں برکت عطا فرما۔ اے اللہ! ہمارے لئے ہمارے یمن میں برکت عطا فرما۔ (بعض) لوگوں نے (پھر) عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمارے نجد کے لئے بھی۔ میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے تیسری مرتبہ ارشاد فرمایا: وہاں زلزلے اور فتنے ہوں گے اور شیطان کا سینگ (یعنی گروہ) وہیں سے نکلے گا۔''

یہ فرمانِ نبوی ﷺ سوفیصد درست ثابت ہوا جب سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں حرمین شریفین سے مشرق میں عراق کے بارڈر پر واقع علاقے نجد اور حروراء سے خوارج کا پہلا گروہ ظاہر ہوا تھا۔ اور وہیں سے ان کی مسلح دہشت گردی کی ابتداء ہوئی۔ انہی ارشادات میں آقا ﷺ نے واضح طور پر یہ بھی فرما دیا تھا کہ خوارج ہر دور میں نکلتے رہیں گے۔

اگر تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ وطنِ عزیز پاکستان بھی حرمین شریفین سے

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الفتن، باب قول النبي ﷺ: الفتنة من قبل المشرق، ۶: ۲۵۹۸، رقم: ۶۶۸۱

۲۔ ترمذی، السنن، کتاب المناقب، باب في فضل الشام واليمن، ۵: ۷۳۳، رقم: ۳۹۵۳

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۱۱۸، رقم: ۵۹۸۷

۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۶: ۲۹۰، رقم: ۷۳۰۱

مشرقی جانب واقع ہے۔ اس لئے اہل پاکستان کے لئے نماز میں قبلہ کی سمت بھی مغرب ہی ہے۔ احادیث نبوی ﷺ میں سمتِ مشرق کے واضح بیان میں لفظ کے عموم کے تحت اس توسیعی اطلاق کو بھی خارج از امکان قرار نہیں دیا جا سکتا۔ یہاں بھی خوارج کی صفات و علامات کے حاملین نے دہشت گردی اور تباہی و بربادی پھیلا کر قیامتِ صغریٰ بپا کر رکھی ہے۔ آئے روز درجنوں لوگ اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں اور سیکڑوں زخمی ہو جاتے ہیں۔ مسجدوں اور مزارات کو مسمار کر دیا جاتا ہے۔ سول آبادیوں اور عام شہریوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے۔ بازاروں، مارکیٹوں اور زیادہ بھیڑ والی جگہوں کو بطور خاص نشانہ بنایا جاتا ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ دہشت پھیلائی جا سکے۔

اس اِطلاق کی تائید آگے بیان ہونے والی خوارج کی علامت سے بخوبی ہو جاتی ہے۔

۵۔ ''خوارج دجال کے زمانے تک ہمیشہ نکلتے رہیں گے''

احادیثِ مبارکہ میں یہ تصریح بھی فرما دی گئی ہے کہ خوارج قیامت تک ہر دور میں نکلتے رہیں گے حتیٰ کہ ان کا آخری گروہ دجال کے زمانے میں ظاہر ہو گا جو اس کے ساتھ مل کر مسلمانوں کو قتل کرے گا۔

۱۔ امام اَحمد اور امام نسائی حضرت شریک بن شہاب رضی اللہ عنہ سے صحیح حدیثِ مبارکہ میں روایت کرتے ہیں:

كُنْتُ أَتَمَنَّى أَنْ أَلْقَى رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ أَسْأَلُهُ عَنِ الْخَوَارِجِ، فَلَقِيتُ أَبَا بَرْزَةَ فِي يَومِ عِيدٍ فِي نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِهِ فَقُلْتُ لَهُ: هَلْ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَذْكُرُ الْخَوَارِجَ؟ فَقَالَ: نَعَمْ، سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ بِأُذُنِي وَرَأَيْتُهُ بِعَيْنِي أُتِيَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بِمَالٍ فَقَسَمَهُ، فَأَعْطَى مَنْ عَنْ يَمِينِهِ وَمَنْ عَنْ شِمَالِهِ، وَلَمْ يُعْطِ مَنْ

وَرَاءَهُ شَيْئًا، فَقَامَ رَجُلٌ مِنْ وَرَائِهِ. فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، مَا عَدَلْتَ فِي الْقِسْمَةِ، رَجُلٌ أَسْوَدُ مَطْمُوْمُ الشَّعْرِ، عَلَيْهِ ثَوْبَانِ أَبْيَضَانِ فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ غَضَبًا شَدِيْدًا، وَقَالَ: وَاللهِ، لَا تَجِدُوْنَ بَعْدِي رَجُلًا هُوَ أَعْدَلُ مِنِّي، ثُمَّ قَالَ: يَخْرُجُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ كَأَنَّ هَذَا مِنْهُمْ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، سِيْمَاهُمُ التَّحْلِيْقُ، لَا يَزَالُوْنَ يَخْرُجُوْنَ حَتَّى يَخْرُجَ آخِرُهُمْ مَعَ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ، فَإِذَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ، هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ وَالْخَلِيْقَةِ.(۱)

’’مجھے اس بات کی شدید خواہش تھی کہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کے کسی صحابی سے ملوں اور ان سے خوارج کے متعلق دریافت کروں۔ اتفاقاً میں نے عید کے روز حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ کو ان کے کئی دوستوں کے ساتھ دیکھا تو میں نے ان سے دریافت کیا: کیا آپ نے خارجیوں کے بارے میں حضور نبی اکرم ﷺ سے کچھ سنا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، میں نے اپنے کانوں سے سنا اور آنکھوں سے دیکھا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں کچھ مال پیش کیا گیا اور آپ ﷺ نے اس مال کو ان لوگوں میں تقسیم فرما دیا جو دائیں اور بائیں طرف بیٹھے ہوئے تھے، اور جو لوگ پیچھے بیٹھے تھے آپ ﷺ نے انہیں

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۴۲۱

۲۔ نسائي، السنن، كتاب تحريم الدم، باب من شهر سيفه ثم وضعه في الناس، ۷: ۱۱۹، رقم: ۴۱۰۳

۳۔ نسائي، السنن الكبرى، ۲: ۳۱۲، رقم: ۳۵۶۶

۴۔ بزار، المسند، ۹: ۲۹۴، رقم: ۳۸۴۶

۵۔ طيالسي، المسند، ۱: ۱۲۴، رقم: ۹۲۳

کچھ عنایت نہ فرمایا۔ چنانچہ ان میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا، اے محمد! آپ نے تقسیم میں عدل نہیں کیا۔ وہ شخص سیاہ رنگ، سر منڈا اور سفید کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ حضور نبی اکرم ﷺ شدید ناراض ہوئے اور فرمایا: خدا کی قسم! تم میرے بعد مجھ سے بڑھ کر کسی شخص کو انصاف کرنے والا نہ پاؤ گے، پھر فرمایا: آخری زمانے میں کچھ لوگ پیدا ہوں گے یہ شخص بھی انہیں لوگوں میں سے ہے۔ وہ قرآن مجید کی تلاوت کریں گے مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہ اترے گا وہ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ ان کی نشانی یہ ہے کہ وہ سر منڈے ہوں گے، یہ ہمیشہ نکلتے ہی رہیں گے یہاں تک کہ ان کا آخری گروہ دجال کے ساتھ نکلے گا۔ جب تمہارا (میدانِ جنگ میں) ان سے سامنا ہو تو انہیں قتل کردو۔ وہ تمام مخلوق سے بدترین ہیں۔‘‘

۲۔ امام احمد بن حنبل اور امام حاکم حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

سَيَخْرُجُ أُنَاسٌ مِنْ أُمَّتِي مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، كُلَّمَا خَرَجَ مِنْهُمْ قَرْنٌ قُطِعَ كُلَّمَا خَرَجَ مِنْهُمْ قَرْنٌ قُطِعَ حَتَّى عَدَّهَا زِيَادَةً عَلَى عَشْرَةِ مَرَّاتٍ، كُلَّمَا خَرَجَ مِنْهُمْ قَرْنٌ قُطِعَ حَتَّى يَخْرُجَ الدَّجَّالُ فِي بَقِيَّتِهِمْ. (۱)

’’میری امت میں مشرق کی جانب سے کچھ ایسے لوگ نکلیں گے جو قرآن

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۱۹۸، رقم: ٦٨٧١
۲۔ حاکم، المستدرك، ۴: ۵۳۳، رقم: ۸۴۹۷
۳۔ ابن حماد، الفتن، ۲: ۵۳۲
۴۔ ابن راشد، الجامع، ۱۱: ۳۷۷
۵۔ آجري، الشريعة: ۱۱۳، رقم: ۲٦٠

پڑھتے ہوں گے لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا اور ان میں سے جو بھی شیطانی گروہ جوں ہی نکلے گا وہ (فوجی آپریشن کی صورت میں) ختم کر دیا جائے گا۔ ان میں سے جو بھی شیطانی گروہ جوں ہی نکلے گا (ریاستی اِدارے) ان کا خاتمہ کر دیں گے۔ (یہ قُطِعَ کا معنی مرادی ہے۔ قطع کر دیے جانے کی معنوی مناسبت فوجی آپریشن کے ساتھ زیادہ بنتی ہے۔) یہاں تک کہ آپ ﷺ نے یوں ہی دس دفعہ سے بھی زیادہ بار دہرایا اور فرمایا: ان میں سے جو بھی شیطانی گروہ جب بھی نکلے گا اسے کاٹ دیا جائے گا یہاں تک کہ ان ہی کی باقی ماندہ نسل میں دجال نکلے گا۔‘‘

لَا يَزَالُوْنَ يَخْرُجُوْنَ کے ذریعے آقا ﷺ نے اِس وہم کا ازالہ بھی فرما دیا کہ کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ خوارج صرف ایک ہی بار ظاہر ہوئے تھے جن کا خاتمہ سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں کیا۔ بلکہ یہ خوارج کا پہلا گروہ تھا جس سے اس تحریک کا آغاز ہوا، حدیثِ نبوی ﷺ کے مطابق یہ خوارج ہر دور میں وقتاً فوقتاً نکلتے رہیں گے حتیٰ کہ اس کا آخری گروہ ظہورِ دجال کے وقت مسلح ہو کر نکلے گا۔ اور تاریخ کے ہر دور میں یہ خوارج جب بھی نکلیں گے مسلم ریاستوں کے خلاف جنگ کرتے رہیں گے، بندوق اور ہتھیار اٹھا کر مسلمانوں کا قتل عام کرتے رہیں گے۔ یہی دہشت گردی ان کی پہچان ہوگی۔ مزید یہ کہ احادیث میں ’’قرن‘‘ کا لفظ آیا ہے، جس کا معنی ہے: **القرن: القوم المُقْتِرُوْن فِي زَمَنٍ وَاحِدٍ** (ایک دور میں لوگوں کا ایک گروہ جو باہم مربوط و منظّم ہو)۔

مگر لغوی لحاظ سے اس کا دوسرا معنی بھی ہے اور وہ یہ کہ **قَرْنٌ** سینگ کو بھی کہتے ہیں، جسے جانور اپنے دشمن کے لیے ہتھیار کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ قرن کا استعارہ استعمال کرکے گویا یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ وہ لوگ ہتھیار اٹھا کر بغاوت کریں گے۔ **قَرْنُ الشَّيْطَان** کا مطلب ہے کہ وہ ہتھیار شیطانی مقاصد پورے کرنے کے لیے استعمال ہوں گے۔ لوگوں کا قتل عام اور انسانیت کی بربادی شیطان کا اولین مقصد ہے۔

۳۔ اسی مضمون کو امام ابن ماجہ نے بھی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

كُلَّمَا خَرَجَ قَرْنٌ قُطِعَ، أَكْثَرَ مِنْ عِشْرِينَ مَرَّةً، حَتَّى يَخْرُجَ فِي عِرَاضِهِم الدَّجَّالُ.(۱)

''گروہِ خوارج جب بھی ظاہر ہوگا اسے ختم کر دیا جائے گا۔ ایسا بیس سے زائد بار ہوگا، حتیٰ کہ (سب سے) آخری (گروہ) میں دجال ظاہر ہوگا۔''

٦۔ ''خوارج دین سے خارج ہوں گے''

۱۔ امام بخاری سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ.(۲)

---

(۱) ابن ماجه، السنن، المقدمة، باب فی ذکر الخوارج، ۱: ٦۱، رقم: ۱۷۴

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب استتابة المرتدین والمعاندین وقتالهم، باب قتل الخوارج والملحدین بعد إقامة الحجة علیهم، ٦: ۲۵۳۹، رقم: ٦۵۳۱

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الزکاة، باب التحریض علی قتل الخوارج، ۲: ۷۴٦، رقم: ۱۰٦٦

۳۔ نسائي، السنن، کتاب تحریم الدم، باب من شهر سیفه ثم وضعه في الناس، ۷: ۱۱۹، رقم: ۴۱۰۲

۴۔ ابن ماجه، السنن، المقدمة، باب في ذکر الخوارج، ۱: ۵۹، رقم: ۱٦۸

۵۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۸۱، ۱۱۳، ۱۳۱، رقم: ٦۱٦، ۹۱۲، ۱۰۸٦

’’خوارج دین سے یوں خارج ہوں گے جیسے تیر شکار سے خارج ہو جاتا ہے۔‘‘

۲۔ سنن ترمذی میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

يَمْرُقُوْنَ مِنَ الإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ. (۱)

’’خوارج دین سے یوں خارج ہوں گے جیسے تیر شکار سے خارج ہو جاتا ہے۔‘‘

علامہ بدر الدین العینی مذکورہ بالا احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قوله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ”يمرقون من الدين“ من المروق وهو الخروج. يقال: مرق من الدين مروقاً خرج منه ببدعته وضلالته. وفي رواية سويد بن غفلة عند النسائي والطبري: يمرقون من الإسلام، وفي رواية للنسائي: يمرقون من الحق. (۲)

’’آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: ’’وہ دین سے خارج ہو جائیں گے۔‘‘ **يمرقون** کا لفظ مروق سے نکلا ہے جس کا مطلب ہے: باغی ہونا؛ خارج ہوجانا۔ جس طرح کہا جاتا ہے: وہ اپنی بدعت و ضلالت کے سبب دین سے خارج ہو گیا۔ حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں امام نسائی اور امام طبری سے یہ الفاظ مروی ہیں: وہ اسلام سے خارج ہو جائیں گے۔ امام نسائی کی ایک روایت کے

---

(۱) ترمذی، السنن، کتاب الفتن، باب في صفة المارقة، ۴: ۴۸۱، رقم: ۲۱۸۸

امام ترمذی نے السنن میں اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد فرمایا: یہ روایت حضرت علی، حضرت ابو سعید اور حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے اور یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(۲) بدر الدین عینی، عمدة القاری، ۱۶: ۲۰۹

الفاظ ہیں: وہ حق سے خارج ہو جائیں گے۔‘‘

علامہ انور شاہ کشمیری مروق کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

المروق هو الخروج من حيث لا يدري. (۱)

’’مروق سے مراد ایسا خروج ہے جس میں کوئی پختہ سوچ سمجھ شامل نہ ہو (یعنی جدھر منہ اٹھایا چل پڑے)۔‘‘

اِس مضمون پر مشتمل درجنوں احادیث صحاحِ ستہ میں وارد ہوئی ہیں، جن کا ہم پہلے ہی ذکر کر چکے ہیں۔

۷۔ ’’خوارج جہنم کے کتّے ہوں گے‘‘

انسانوں کے قتل عام اور سفاکانہ دہشت گردی کی پاداش میں رسول اللہ ﷺ نے خوارج کو جہنم کے کتے قرار دیا ہے۔

۱۔ سنن ترمذی میں امام ابو غالب نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

فَقَالَ أَبُوْ أُمَامَةَ رضی اللہ عنہ: كِلَابُ النَّارِ شَرُّ قَتْلَى تَحْتَ أَدِيْمِ السَّمَاءِ خَيْرُ قَتْلَى مَنْ قَتَلُوْهُ ثُمَّ قَرَأَ: ﴿يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ﴾ إِلَى آخِرِ الْآيَةِ قُلْتُ لِأَبِي أُمَامَةَ: أَنْتَ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ؟ قَالَ: لَوْ لَمْ أَسْمَعْهُ إِلَّا مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا أَوْ أَرْبَعًا حَتَّى عَدَّ سَبْعًا مَا حَدَّثْتُكُمُوْهُ. (۲)

---

(۱) شبیر احمد عثمانی، فتح الملهم، ۵: ۱۶۸

(۲) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة آل عمران، ۵: ۲۲۶، رقم: ۳۰۰۰

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۲۵۶، رقم: ۲۲۲۶۲

’’حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (یہ خوارج) جہنم کے کتے ہیں، آسمان کے نیچے بدترین مقتول ہیں اور وہ شخص بہترین مقتول ہے جسے انہوں نے قتل کیا۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: ﴿جس دن کئی چہرے سفید ہوں گے اور کئی چہرے سیاہ ہوں گے۔﴾ حضرت ابو غالب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: کیا آپ نے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے؟ انہوں نے فرمایا: اگر میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے (یہ فرمان) ایک، دو، تین، چار یہاں تک کہ سات بار بھی سنا ہوتا تو تم سے بیان نہ کرتا (یعنی میں نے یہ بات خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعدد بار سنی ہے)۔‘‘

۲۔ امام ابن ابی شیبہ، بیہقی اور طبرانی نے حضرت ابو غالب سے روایت کیا کہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے خوارج اور حروریہ کے متعلق بیان فرمایا:

كِلَابُ جهَنَّمَ، شَرُّ قَتْلَى قُتِلُوْا تَحتَ ظِلِّ السَّمَاءِ، وَ مَنْ قَتَلُوْا خَيْرُ قَتْلَى تَحتَ السَّمَاءِ …… إلى الآخر.(۱)

’’یہ جہنم کے کتے ہیں اور زیرِ آسمان تمام مقتولوں سے بدترین مقتول ہیں اور ان کے ہاتھوں شہید ہونے والے زیرِ آسمان تمام شہیدوں سے بہترین شہید ہیں۔‘‘

۳۔ سعید بن جہمان بیان کرتے ہیں:

كَانَتِ الْخَوَارِجُ قَدْ تَدْعُوْنِي حَتَّى كِدْتُ أَنْ أَدْخُلَ فِيْهِمْ، فَرَأَتْ

۳۔ حاكم، المستدرك، ۲: ۱۶۳، رقم: ۲۶۵۵
۴۔ بيهقي، السنن الكبرى، ۸: ۱۸۸
۵۔ طبراني، مسند الشاميين، ۲: ۲۴۸، رقم: ۱۲۷۹

(۱) ۱۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۷: ۵۵۴، رقم: ۳۷۸۹۲
۲۔ طبراني، المعجم الكبير، ۸: ۲۶۷، ۲۶۸، رقم: ۸۰۳۴، ۸۰۳۵
۳۔ بيهقي، السنن الكبرى، ۸: ۱۸۸

أُخْتُ أَبِي بِلَالٍ فِي النَّوْمِ أَنَّ أَبَا بِلَالٍ كَلْبٌ أَهْلَبُ أَسْوَدُ عَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ. فَقَالَتْ: بِأَبِي أَنْتَ يَا أَبَا بِلَالٍ مَا شَأْنُكَ أَرَاكَ هٰكَذَا؟ فَقَالَ: جُعِلْنَا بَعْدَكُمْ كِلَابَ أَهْلِ النَّارِ، وَكَانَ أَبُوْ بِلَالٍ مِنْ رُؤُوْسِ الْخَوَارِجِ.(۱)

''خوارج مجھے (اپنی طرف) دعوت دیا کرتے تھے (سو اس دعوت سے متاثر ہو کر) قریب تھا کہ میں ان کے ساتھ شامل ہو جاتا کہ ابو بلال (خارجی) کی بہن نے خواب دیکھا کہ ابو بلال کالے لمبے بالوں والے کتے کی شکل میں ہے، اس کی آنکھیں بہہ رہی تھیں۔ بیان کیا کہ اس نے کہا: اے ابو بلال! میرا باپ تجھ پر قربان! کیا وجہ ہے کہ میں تمہیں اس حال میں دیکھ رہی ہوں؟ اس نے کہا: ہم لوگ تمہارے بعد دوزخ کے کتے بنا دیے گئے ہیں۔ ابو بلال خارجیوں کے سرداروں میں سے تھا۔''

۸۔ ''دہشت گرد خارجی گروہوں کی ظاہری دین داری سے دھوکہ نہ کھایا جائے''

خوارج تلاوتِ قرآن اور نماز روزہ کے سخت پابند تھے، ان کی گفتگو میں دنیا کی بے ثباتی، زہد و تقویٰ کی ترغیب و تحریص، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا بہت زیادہ اہتمام اور امارت اور عہدہ قبول کرنے سے ہر ایک کا عذر و گریز ایسے اُمور ہیں کہ ان امور کا پایا جانا کسی بھی شخص کو ظاہراً دین دار بلکہ متقی اور مجاہد سمجھنے کے لئے کافی ہوتا ہے۔ جیسا کہ امام ابن ماجہ اور احمد بن حنبل حضرت ابو سلمہ سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت ابو سلمہ نے بیان کیا ہے:

(۱) ۱۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۷: ۵۵۵، رقم: ۳۷۸۹۵
۲۔ عبد الله بن أحمد، السنة، ۲: ۶۳۴، رقم: ۱۵۰۹

۱۔ قُلْتُ لِأَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ: هَلْ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَذْكُرُ فِي الْحَرُوْرِيَّةِ شَيْئًا؟ فَقَالَ: سَمِعْتُهُ يَذْكُرُ قَوْمًا يَتَعَبَّدُوْنَ (وفي رواية أحمد: يَتَعَمَّقُوْنَ فِي الدِّيْنِ) يَحْقِرُ أَحَدُكُمْ صَلَاتَهُ مَعَ صَلَاتِهِمْ وَصَوْمَهُ مَعَ صَوْمِهِمْ.(۱)

’’میں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حروریہ (یعنی خوارج) کے متعلق کوئی حدیث سنی ہے؟ انہوں نے فرمایا: (ہاں) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک گروہ کا ذکر فرمایا جو خوب عبادت کرے گا، (امام احمد کی ایک روایت میں ہے کہ وہ دین میں انتہائی پختہ نظر آئیں گے) (یہاں تک کہ) تم اپنی نمازوں اور روزوں کو ان کی نمازوں اور روزوں کے مقابلہ میں کمتر سمجھو گے۔‘‘

یہی سبب ہے کہ خود کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان کے معاملے میں شبہ وارد ہوتا تھا۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جیسے شخص کہتے ہیں کہ ایسے زاہد و عابد لوگ میں نے کبھی نہیں دیکھے۔ جیسا کہ امام حاکم اور نسائی کی بیان کردہ درج ذیل روایت میں بیان ہوا ہے:

۲۔ قال عبد الله بن عباس: فأتيتهم وهم مجتمعون في دارهم قائلون، فسلمت عليهم. فقالوا: مرحبا بک يا ابن عباس. قال ابن عباس: وأتيت قومًا لم أر قومًا قط أشد اجتهادًا منهم مسهمة وجوهم من السهر كأن أيديهم وركبهم تثنى عليهم.(۲)

(۱) ۱۔ ابن ماجه، السنن، المقدمة، باب في ذكر الخوارج، ۱: ۶۰، رقم: ۱۶۹

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۳۳، رقم: ۱۱۳۰۹

۳۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۷: ۵۵۷، رقم: ۳۷۹۰۹

(۲) ۱۔ حاكم، المستدرك، ۲: ۱۶۴، رقم: ۲۶۵۶

’’حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں (حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے) ان کے پاس ایک گھر میں گیا جہاں وہ سب جمع تھے۔ میں نے ان پر سلام کیا۔ انہوں نے اس کے جواب میں کہا: مرحبا! اے ابنِ عباس (یعنی صحابی رسول کو جواباً وعلیکم السلام بھی نہ کہا)۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے ان لوگوں سے زیادہ عبادت میں مجاہدہ کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا تھا۔ ان کے چہرے زیادہ جاگنے کی وجہ سے سوکھ گئے تھے اور ہاتھ پاؤں ٹیڑھے معلوم ہوتے تھے۔‘‘

۳۔ خوارج کی کثرتِ عبادت و ریاضت کا حال حضرت جندب رضی اللہ عنہ اس طرح بیان فرماتے ہیں:

لما فارقت الخوارج عليًّا خرج فی طلبهم وخرجنا معه، فانتهينا إلى عسكر القوم فإذا لهم دوي كدوي النحل من قراءة القرآن، وفيهم أصحاب الثفنات وأصحاب البرانس، فلما رأيتهم دخلني من ذلک شدة فتنحيت فركزت رمحي ونزلت عن فرسي ووضعت برنسي، فنشرت عليه درعي، وأخذت بمقود فرسي فقمت أصلي إلى رمحي وأنا أقول فی صلاتي: اللهم إن كان قتال هؤلاء القوم، لک طاعة فإذن لي فيه، وإن كان معصية فأرني براءتک. (۱)

۲۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۵: ۱۶۵، رقم: ۸۵۷۵

۳۔ عبد الرزاق، المصنف، ۱۰: ۱۵۸

۴۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۰: ۲۵۷، رقم: ۱۰۵۹۸

۵۔ بیہقی، السنن الکبری، ۸: ۱۷۹

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۴: ۲۲۷، رقم: ۴۰۵۱

۲۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۴: ۲۲۷

”جب خوارج علیحدہ ہو گئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے تعاقب میں نکلے تو ہم بھی ساتھ تھے۔ جب ہم خوارج کے لشکر کے قریب پہنچے تو قرآن مجید پڑھنے کا ایک شور سنائی دیا۔ ان خوارج کی یہ حالت تھی کہ تہبند بندھے ہوئے، ٹوپیاں اوڑھے ہوئے کمال درجہ کے زاہد و عابد نظر آتے تھے۔ ان کا یہ حال دیکھ کر ان سے قتال مجھ پر نہایت شاق ہوا۔ میں نے ایک طرف نیزہ گاڑ کر ٹوپی اور زرہ اس پر لگا دی اور گھوڑے سے اتر کر نیزہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا شروع کی اور اس میں یہ دعا کی: ”الٰہی! اگر اس گروہ کا قتل کرنا تیری طاعت ہے تو مجھے اجازت مل جائے اور اگر معصیت ہے تو مجھے اس رائے پر آگاہی نصیب ہو جائے۔“

حضرت جندب رضی اللہ عنہ پر خوارج کے ظاہری زہد و عبادت اور تدین کا اتنا اثر تھا کہ ان کے ساتھ جنگ کرنے میں بھی متردد تھے۔ انہوں نے بالآخر اسی لمحہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث مبارکہ اور پیشین گوئیاں سنیں جو درست ثابت ہوئیں۔ اس سے ان کو شرحِ صدر نصیب ہو گیا کہ یہ ہلاک کیے جانے کے ہی مستحق ہیں۔

دورِ حاضر کے خوارج ظاہری لحاظ سے بڑے متقی و پرہیزگار نظر آتے ہیں، مگر اپنی باطنی کیفیت، دین دشمن کارروائیوں اور ناحق قتل و غارت گری و دہشت گردی کے پیشِ نظر احادیث میں انہیں سب سے بڑا فتنہ اور بدترین مخلوق قرار دیا گیا ہے۔ وہ بے شک قرآن مجید کی آیات پڑھتے ہیں مگر کافروں کے بارے میں وارِد ہونے والی آیات کا اطلاق مسلمانوں پر کرتے ہیں۔ اپنی نام نہاد فکر کی بناء پر مسلمانوں کو کافر بنا کر ان کے قتل کا جواز بناتے ہیں۔

۳۔ عسقلانی، فتح الباری، ۱۲: ۲۹۶

۴۔ شوکانی، نیل الأوطار، ۷: ۳۴۹

۹۔ ’’خوارج شرارِ خلق ہیں‘‘

خوارج کو حضور نبی اکرم ﷺ نے اور آپ ﷺ کی اتباع میں صحابہ و تابعین نے تمام مخلوق میں بدترین طبقہ قرار دیا ہے۔ اس سلسلے میں بعض روایات درج ذیل ہیں:

أخرج البخاري في صحيحه في ترجمة الباب: قَوْلُ اللهِ تَعَالَى: ﴿وَمَا كَانَ اللهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ إِذْ هَدَاهُمْ حَتَّى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَا يَتَّقُوْنَ﴾(١) وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رضي الله عنهما يَرَاهُمْ شِرَارَ خَلْقِ اللهِ، وَقَالَ: إِنَّهُمُ انْطَلَقُوْا إِلَى آيَاتٍ نَزَلَتْ فِي الْكُفَّارِ فَجَعَلُوْهَا عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ.

وقال العسقلاني في الفتح: وصله الطبري في مسند علي من تهذيب الآثار من طريق بكير بن عبد الله بن الأشج: أَنَّهُ سَأَلَ نَافِعًا كَيْفَ كَانَ رَأْى ابْنُ عُمَرَ فِي الْحَرُوْرِيَّةِ؟ قَالَ: كَانَ يَرَاهُمْ شِرَارَ خَلْقِ اللهِ، انْطَلَقُوْا إِلَى آيَاتِ الْكُفَّارِ فَجَعَلُوْهَا فِي الْمُؤْمِنِيْنَ.

قلت: وسنده صحيح، وقد ثبت في الحديث الصحيح المرفوع عند مسلم من حديث أبي ذر رضي الله عنه في وصف الخوارج: هُمْ شِرَارُ الْخَلْقِ وَالْخَلِيْقَةِ. وعند أحمد بسند جيد عن أنس مرفوعًا مثله.

وعند البزار من طريق الشعبي عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها قَالَتْ: ذَكَرَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ الْخَوَارِجَ فَقَالَ: هُمْ شِرَارُ أُمَّتِي يَقْتُلُهُمْ خِيَارُ أُمَّتِي. وسنده حسن.

---

(١) التوبة، ٩: ١١٥

وعند الطبراني من هذا الوجه مرفوعا: هُمْ شِرَارُ الْخَلْقِ وَالْخَلِيْقَةِ يَقْتُلُهُمْ خَيْرُ الْخَلْقِ وَالْخَلِيْقَةِ. وفي حديث أبي سعيد ﷺ عند أحمد: هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ.

وفي رواية عبيد الله بن أبي رافع عن علي ﷺ عند مسلم: مِنْ أَبْغَضِ خَلْقِ اللهِ إِلَيْهِ.

وفي حديث عبد الله بن خباب ﷺ يعني عن أبيه عند الطبراني: شَرُّ قَتْلَى أَظَلَّتْهُمُ السَّمَاءُ وَأَقَلَّتْهُمُ الْأَرْضُ. وفي حديث أبي أمامة ﷺ نحوه.

وعند أحمد وابن أبي شيبة من حديث أبي برزة مرفوعًا في ذكر الخوارج: شَرُّ الْخَلْقِ وَالْخَلِيْقَةِ يَقُولُهَا ثَلَاثًا.

وعند ابن أبي شيبة من طريق عمير بن إسحاق عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ﷺ: هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ. وهذا مما يؤيد قول من قال بكفرهم.(۱)

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب، استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب قتل الخوارج والملحدين بعد إقامة الحجة عليهم، ۶: ۲۵۳۹

۲۔مسلم، الصحيح، كتاب الزكاة، باب الخوارج شر الخلق والخليقة، ۲: ۷۵۰، الرقم: ۱۰۶۷

۳۔ أبوداود، السنن، كتاب السنة، باب في قتال الخوارج، ۴: ۲۴۳، رقم: ۴۷۶۵

۴۔ نسائي، السنن، كتاب تحريم الدم، باب من شهر سيفه ثم وضعه في الناس، ۷: ۱۱۹، ۱۲۰، رقم: ۴۱۰۳

۵۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۵، ۲۲۴، رقم: ۱۱۱۳۳

''امام بخاری نے اپنی صحیح میں باب کے عنوان کے طور پر یہ حدیث روایت کی ہے: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿اور اللہ کی شان نہیں کہ وہ کسی قوم کو گمراہ کر دے۔ اس کے بعد کہ اس نے انہیں ہدایت سے نواز دیا ہو، یہاں تک کہ وہ ان کے لئے وہ چیزیں واضح فرمادے جن سے انہیں پرہیز کرنا چاہئے۔﴾ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان (خوارج) کو اللہ تعالیٰ کی بدترین مخلوق سمجھتے تھے (کیونکہ) انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ان آیات کو لیا جو کفار کے حق میں نازل ہوئی تھیں اور ان کا اطلاق مومنین پر کرنا شروع کر دیا تاکہ اہلِ ایمان کو کافر و مشرک قرار دے سکیں۔

''امام عسقلانی فتح الباری میں بیان کرتے ہیں کہ امام طبری نے اس حدیث کو تھذیب الآثار میں بکیر بن عبد اللہ بن اَشج کے طریق سے مسند علی رضی اللہ عنہ میں شامل کیا ہے کہ ''انہوں نے نافع سے پوچھا کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حروریہ (خوارج) کے بارے میں کیا رائے تھی؟ انہوں نے فرمایا: وہ اِنہیں اللہ تعالیٰ کی بدترین مخلوق خیال کیا کرتے تھے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی ان آیات کو لیا جو کفار کے حق میں نازل ہوئی تھیں اور ان کا اطلاق مومنین پر کیا۔

''مزید برآں امام عسقلانی فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں: اس حدیث کی سند صحیح ہے اور یہ سند حدیثِ صحیح مرفوع میں امام مسلم کے ہاں ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کی

۶۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۷: ۵۵۷، ۵۵۹، رقم: ۳۷۹۰۵

۷۔ بزار، المسند، ۹: ۲۹۴، ۳۰۵، رقم: ۳۸۴۶

۸۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۲: ۱۸۶، رقم: ۲۱۴۲

۹۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۷: ۳۳۵، الرقم: ۷۶۶۰

۱۰۔ طبراني، المعجم الصغير، ۱: ۴۲، رقم: ۳۳

۱۱۔ عسقلاني، فتح الباری، ۱۲: ۲۸۶، رقم: ۶۵۳۲

خوارج کے وصف والی حدیث سے بھی ثابت ہے اور وہ حدیث یہ ہے کہ ''وہ تمام مخلوق میں سے بدترین لوگ ہیں۔'' اور امام احمد بن حنبل کے ہاں بھی اسی کی مثل حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی مرفوع حدیث ثابت ہے۔

''امام بزار، شعبی سے اور وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوارج کا ذکر کیا اور فرمایا: ''وہ میری امت کے بدترین لوگ ہیں اور انہیں میری امت کے بہترین لوگ قتل کریں گے۔'' اور اس حدیث کی سند حسن ہے۔

''امام طبرانی کے ہاں اسی طریق سے مرفوع حدیث میں مروی ہے کہ ''خوارج تمام مخلوق میں سے بدترین ہیں اور ان کو (اُس دور کے) بہترین لوگ قتل کریں گے۔''

''امام احمد بن حنبل کے ہاں حضرت ابو سعید والی حدیث میں ہے کہ خوارج مخلوق میں سب سے بدترین لوگ ہیں۔

''امام مسلم نے عبیداللہ بن ابی رافع کی روایت میں بیان کیا ہے جو انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ یہ (خوارج) اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے اس کے نزدیک سب سے بدترین لوگ ہیں۔

''امام طبرانی کے ہاں عبد اللہ بن خباب والی حدیث میں ہے جو کہ وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ''یہ (خوارج) بدترین مقتول ہیں جن پر آسمان نے سایہ کیا اور زمین نے ان کو اٹھایا۔'' اور ابو امامہ والی حدیث میں بھی یہی الفاظ ہیں۔

''امام احمد بن حنبل اور ابن ابی شیبہ، ابو برزہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو مرفوعاً خوارج کے ذکر میں بیان کرتے ہیں کہ ''خوارج، مخلوق میں سے بدترین لوگ ہیں۔'' ایسا تین بار فرمایا۔

''اور ابن ابی شیبہ، عمر بن اسحاق کے طریق سے اور وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ''خوارج بد ترین مخلوق ہیں۔'' اور یہ وہ چیز ہے جو اس شخص کے قول کی تائید کرتی ہے جو ان کو کافر قرار دیتا ہے۔''

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ مَا أَتَخَوَّفُ عَلَيْكُمْ رَجُلٌ قَرَأَ الْقُرْآنَ حَتَّى إِذَا رُئِيَتْ بَهْجَتُهُ عَلَيْهِ وَكَانَ رِدْئًا لِلْإِسْلَامِ غَيْرَهُ إِلَى مَا شَاءَ اللهُ فَانْسَلَخَ مِنْهُ وَنَبَذَهُ وَرَاءَ ظَهْرِهِ وَسَعٰى عَلَى جَارِهِ بِالسَّيْفِ وَرَمَاهُ بِالشِّرْكِ قَالَ: قُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللهِ، أَيُّهُمَا أَوْلَى بِالشِّرْكِ الْمَرْمِيُّ أَمِ الرَّامِي قَالَ: بَلِ الرَّامِي. (۱)

''بے شک مجھے جس چیز کا تم پر خدشہ ہے وہ یہ کہ ایک ایسا آدمی ہوگا (یعنی کچھ لوگ ایسے ہوں گے) جس نے قرآن پڑھا یہاں تک کہ اُس پر قرآن کا جمال آ گیا۔ سو جب تک اللہ نے چاہا وہ اسلام کی خاطر دوسروں کی پشت پناہی بھی کرتا رہا۔ بالآخر وہ قرآن سے دور ہوگیا اور اس کو اپنی پشت پیچھے پھینک دیا، اپنے پڑوسی پر تلوار لے کر چڑھ دوڑا، اس پر شرک کا الزام لگایا (اور اس بنا پر اس کے قتل کے درپے ہوگیا)۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! ان دونوں میں سے کون زیادہ شرک کے قریب ہوگا، شرک کا الزام لگانے والا یا جس پر شرک کا الزام لگایا گیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شرک کا الزام لگانے والا (خود شرک کے قریب ہوگا)۔''

---

(۱) ۱۔ ابن حبان، الصحيح، ۱: ۲۸۲، رقم: ۸۱
۲۔ بزار، المسند، ۷: ۲۲۰، رقم: ۲۷۹۳
۳۔ بخاری، التاريخ الكبير، ۴: ۳۰۱، رقم: ۲۹۰۷
۴۔ طبراني، المعجم الكبير، ۲۰: ۸۸، رقم: ۱۶۹ (عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ)

نہایت اَہم نکتہ

۱۔ صفوان بن محرز نے حضرت جندب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ آپ ایک گروہ کے پاس سے گزرے جو (بڑی خوش الحانی سے) قرآن حکیم پڑھ رہا تھا، حضرت جندب رضی اللہ عنہ نے ان کے بارے میں فرمایا:

لَا يَغُرَّنَّکَ هَـٰؤُلَاءِ إِنَّهُمْ يَقْرَأُوْنَ الْقُرْآنَ الْيَوْمَ وَيَتَجَالَدُوْنَ بِالسُّيُوْفِ غَدًا.(۱)

''تمہیں ان کا (اتنے خوب صورت انداز میں) قرآن پڑھنا دھوکے میں نہ ڈالے۔ یہ لوگ آج قرآن پڑھ رہے ہیں اور کل یہی لوگ اسلحہ لے کر (مسلمانوں کے خلاف) بر سرِ پیکار ہوں گے۔''

۲۔ حضرت حرب بن اسماعیل الکرمانی سے مروی ہے کہ امام احمد بن حنبل نے فرمایا:

اَلْخَوَارِجُ قَوْمُ سُوءٍ، لَا أَعْلَمُ فِي الْأَرْضِ قَوْمًا شَرًّا مِنْهُمْ، وَقَالَ: صَحَّ الْحَدِيثُ فِيهِمْ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، وَمِنْ عَشَرَةِ وُجُوهٍ.(۲)

''خوارج بہت ہی برا گروہ ہے، روئے زمین پر اس سے بری قوم میرے علم میں نہیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ ان کے بارے میں حضور نبی اکرم ﷺ کی

---

(۱) ۱۔ طبراني، المعجم الكبير، ۲: ۱۶۷، رقم: ۱۶۸۵
۲۔ منذری، الترغيب والترهيب، ۳: ۱۲۶، رقم: ۳۵۱۳
۳۔ ديلمي، مسند الفردوس، ۴: ۱۳۴، رقم: ۶۴۱۹
۴۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۶: ۲۳۱

(۲) أبو بكر الخلال نے اسے ”السنة (باب الإنكار على من خرج على السلطان، ص: ۱۴۵، رقم: ۱۱۰)“ میں اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

حدیث صحیح ہے اور دس طرق سے اس کی سند صحیح طور پر ثابت ہے۔‘‘

۳۔ حضرت یوسف بن موسیٰ سے مروی ہے کہ امام احمد بن حنبل سے عرض کیا گیا کہ کیا خوارج کافر ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: یہ دین سے خارج ہو جانے والے لوگ ہیں۔ آپ سے پھر عرض کیا گیا کہ کیا یہ کافر ہیں؟ تو انہوں نے پھر وہی جواب دیا کہ وہ دین سے نکل جانے والے لوگ ہیں۔‘‘(۱)

۱۰۔ فرمانِ نبوت: فتنۂ خوارج کی مکمل سرکوبی کی جائے

گزشتہ صفحات میں جس طرح ہم نے قرآنی آیات اور احادیث نبوی سے ماخوذ خوارج کے عقائد و نظریات، علامات اور بدعات کا تذکرہ کیا ہے، اسی طرح ذیل میں اُن احادیث نبوی کا تذکرہ کیا جا رہا ہے جن میں حضور نبی اکرم ﷺ نے اس فتنے کی سرکوبی کا واضح حکم فرمایا ہے۔

(ا) ’’خوارج کا کلیتاً خاتمہ واجب ہے‘‘

احادیثِ مبارکہ میں وارِد الفاظ - **فَإِذَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ** اور **فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ** - کے حکم کے تحت اُن کا خاتمہ واجب ہے۔ علاوہ ازیں دیگر بے شمار احادیث ایسی بھی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں انہیں پا لوں تو انہیں ضرور قتل کر دوں گا۔ اس باب میں چند احادیث مبارکہ درج ذیل ہیں:

۱۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

سَيَخْرُجُ قَوْمٌ فِي آخِرِ الزَّمَانِ أَحْدَاثُ الْأَسْنَانِ سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ

---

(۱) أبو بکر الخلال نے اسے ’’السنة (باب الإنكار علی من خرج علی السلطان، ص: ۱۴۵، رقم: ۱۱۱)‘‘ میں اسناد حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔

يَقُوْلُوْنَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ، لاَ يُجَاوِزُ إِيْمَانُهُمْ حَنَاجِرَهُمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، فَأَيْنَمَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ، فَإِنَّ فِي قَتْلِهِمْ أَجْرًا لِمَنْ قَتَلَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.[1]

''عنقریب آخری زمانے میں ایسے لوگ ظاہر ہوں گے، وہ نوعمر اور ناپختہ سمجھ لڑکے ہوں گے، وہ اسلامی تعلیمات پیش کریں گے لیکن ایمان ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ دین سے یوں خارج ہوں گے جیسے تیر شکار سے خارج ہو جاتا ہے۔ پس تم (دورانِ جنگ) جہاں بھی انہیں پاؤ قتل کر دو کیونکہ ان کو قتل کرنے والوں کو قیامت کے دن بڑا اجر ملے گا۔''

امام ترمذی ''السنن (کتاب الفتن، باب فی صفة المارقة، ۴: ۴۸۱، رقم: ۲۱۸۸)'' میں اس حدیث کو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے کے بعد فرماتے ہیں: یہ روایت حضرت علی، حضرت ابو سعید اور حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے اور یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، كتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب قتل الخوارج والملحدين بعد إقامة الحجة عليهم، ۶: ۲۵۳۹، رقم: ۶۵۳۱

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الزكاة، باب التحريض على قتل الخوارج، ۲: ۷۴۶، رقم: ۱۰۶۶

۳۔ نسائي، السنن، كتاب تحريم الدم، باب من شهر سيفه ثم وضعه في الناس، ۷: ۱۱۹، رقم: ۴۱۰۲

۴۔ ابن ماجه، السنن، المقدمة، باب في ذكر الخوارج، ۱: ۵۹، رقم: ۱۶۸

۵۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۸۱، ۱۱۳، ۱۳۱، رقم: ۶۱۶، ۹۱۲، ۱۰۸۶

امام ترمذی کے قائم کردہ ترجمۃ الباب سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ خوارج جیسے عقائد و نظریات رکھنے والے لوگوں اور گروہوں کا شمار بھی خوارج میں ہوگا اور ان پر بھی خوارج کا ہی حکم صادر ہوگا۔

۲۔ صحیح بخاری میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّهُ يَخْرُجُ مِنْ ضِئْضِيءِ هَذَا قَوْمٌ ...... قَالَ: لَئِنْ أَدْرَكْتُهُمْ لَأَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ ثَمُوْدَ. (۱)

''اس کی نسل سے ایسے لوگ یعنی خوارج پیدا ہوں گے۔...... آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ اگر میں ان لوگوں کو پاؤں تو ضرور بالضرور اُنہیں قومِ ثمود کی طرح قتل کر دوں گا۔''

۳۔ صحیح بخاری میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ مِنْ ضِئْضِيءِ هَذَا قَوْمًا يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، كتاب المغازي، باب بعث على بن أبي طالب وخالد بن الوليد إلى اليمن قبل حجة الوداع، ۴: ۱۵۸۱، رقم: ۴۰۹۴

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الزكاة، باب ذكر الخوارج وصفاتهم، ۲: ۷۴۲، ۷۴۳، رقم: ۱۰۶۴

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۴، رقم: ۱۱۰۲۱

۴۔ ابن خزيمة، الصحيح، ۴: ۷۱، رقم: ۲۳۷۳

۵۔ ابن حبان، الصحيح، ۱: ۲۰۵، رقم: ۲۵

۶۔ أبويعلى، المسند، ۲: ۳۹۰، رقم: ۱۱۶۳

يَمْرُقُوْنَ مِنَ الإِسْلَامِ مُرُوْقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ، يَقْتُلُوْنَ أَهْلَ الْإِسْلَامِ وَيَدَعُونَ أَهْلَ الْأَوْثَانِ، لَئِنْ أَدْرَكْتُهُمْ لَأَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ عَادٍ.[۱]

''اس شخص کی نسل سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے کہ وہ قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، وہ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے، وہ بت پرستوں کو چھوڑ کر مسلمانوں کو قتل کریں گے۔ اگر میں انہیں پاؤں تو قوم عاد کی طرح ضرور بالضرور قتل کر دوں گا۔''

حافظ ابنِ حجر عسقلانی اِس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قوله ﷺ: ''يَقْتُلُوْنَ أَهْلَ الْإِسْلَامِ'' إلخ. وهو مما أخبر به ﷺ من المغيبات، فوقع كما قال.[۲]

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب التوحيد، باب قول الله تعالى: تعرج الملائكة والروح إليه، ۶: ۲۷۰۲، رقم: ۶۹۹۵

۲۔ بخاری، الصحيح، کتاب الأنبياء، باب قول الله: وأما عاد فأهلكوا بريح صرصر شديدة عاتية، ۳: ۱۲۱۹، رقم: ۳۱۶۶

۳۔ مسلم، الصحيح، کتاب الزکاة، باب ذکر الخوارج وصفاتهم، ۲: ۷۴۱، رقم: ۱۰۶۴

۴۔ أبوداود، السنن، کتاب السنة، باب في قتال الخوارج، ۴: ۲۴۳، رقم: ۴۷۶۴

۵۔ نسائي، السنن، کتاب تحريم الدم، باب من شهر سيفه ثم وضعه في الناس، ۷: ۱۱۸، رقم: ۴۱۰۱

۶۔ نسائی، السنن، کتاب الزکاة، باب المؤلفة قلوبهم، ۵: ۸۷، رقم: ۲۵۷۸

(۲) عسقلانی، فتح الباری، ۸: ۶۹

’’آپ ﷺ کا فرمان ہے: ’’وہ اہلِ اسلام کو قتل کریں گے۔‘‘ (خوارج کے متعلق) یہ پیشین گوئی رسول اللہ ﷺ کے اخبارِ غیب میں سے ہے، پس اسی طرح ہوا جس طرح آپ ﷺ نے فرمایا تھا۔‘‘

علامہ شبیر احمد عثمانی نے فتح الملھم میں یہی شرح لکھنے کے بعد یہ جملے بھی درج کیے ہیں:

وقال الأبيّ: ومن عجيب أمرهم ما يأتي أنهم حين خرجوا من الكوفة منابذين لعلي رضی اللہ عنہ: لقوا في طريقهم مسلماً وكافراً، فقتلوا المسلم.(۱)

’’اُبی (بن کعب) نے کہا ہے: خوارج کا عجیب معاملہ سامنے آتا ہے جس وقت وہ کوفہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت میں نکلے تو راستے میں ان کی ملاقات ایک مسلمان اور ایک کافر سے ہوئی۔ انہوں نے کافر کو چھوڑ دیا مگر مسلمان کو مار ڈالا۔‘‘

۴۔ امام احمد بن حنبل، ابوداود اور ابن ماجہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

سَيَكُوْنُ فِي أُمَّتِي اخْتِلَافٌ وَفُرْقَةٌ قَوْمٌ يُحْسِنُوْنَ الْقِيلَ وَيُسِيئُوْنَ الْفِعْلَ ...... هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ وَالْخَلِيْقَةِ، طُوْبَى لِمَنْ قَتَلَهُمْ وَقَتَلُوْهُ، يَدْعُوْنَ إِلَى كِتَابِ اللهِ وَلَيْسُوْا مِنْهُ فِي شَيءٍ، مَنْ قَاتَلَهُمْ كَانَ أَوْلَى بِاللهِ مِنْهُمْ، قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ مَا سِيْمَاهُمْ؟ قَالَ: التَّحْلِيْقُ.(۲)

(۱) شبير احمد عثمانی، فتح الملهم، ۵: ۱۵۱

(۲) ۱۔ أبوداود، السنن، كتاب السنة، باب في قتال الخوارج، ۴: ۲۴۳، رقم: ۴۷۶۵

''عنقریب میری امت میں اختلاف اور تفرقہ رونما ہوگا عین اس وقت ایسے لوگ ظاہر ہوں گے جو اپنے قول اور نعرے میں اچھے ہوں گے مگر اپنے طرزِ عمل اور روش میں نہایت برے ہوں گے۔ ...... وہ ساری مخلوق میں بدترین لوگ ہوں گے، خوش خبری ہو اُسے جو انہیں قتل کرے گا اور اُسے بھی جسے وہ خوارج شہید کریں گے۔ وہ اللہ ﷻ کی کتاب کی طرف بلائیں گے لیکن اس کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں ہوگا؛ ان کا قاتل ان کی نسبت اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہوگا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ان کی نشانی کیا ہے؟ فرمایا: سر منڈانا۔''

۵۔ امام احمد بن حنبل نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ایک اور حدیث بیان کی ہے جس کے رجال بھی ثقہ ہیں۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں:

أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رضی اللہ عنہ جَاءَ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللهِ، إِنِّي مَرَرْتُ بِوَادٍ كَذَا وَكَذَا فَإِذَا رَجُلٌ مُتَخَشِّعٌ، حَسَنُ الْهَيْئَةِ، يُصَلِّي فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: اِذْهَبْ إِلَيْهِ، فَاقْتُلْهُ، قَالَ: فَذَهَبَ إِلَيْهِ أَبُوْبَكْرٍ، فَلَمَّا رَآهُ عَلَى تِلْكَ الْحَالِ كَرِهَ أَنْ يَقْتُلَهُ، فَرَجَعَ إِلَى رَسُوْلِ

.... ۲۔ ابن ماجه، السنن، المقدمة، باب في ذكر الخوارج، ۱: ۶۰، رقم: ۱۶۹

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۲۲۴، رقم: ۱۳۳۶۲

۴۔ حاكم، المستدرك، ۲: ۱۶۱، رقم: ۲۶۴۹

۵۔ بيهقي، السنن الكبرى، ۸: ۱۷۱

۶۔ مقدسي نے ''الأحاديث المختارة (۷:۱۵، رقم: ۲۳۹۱، ۲۳۹۲)'' میں اس کی اسناد کو صحیح قرار دیا ہے۔

۷۔ أبويعلى، المسند، ۵: ۴۲۶، رقم: ۳۱۱۷

اللهِ ﷺ، قَالَ: فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِعُمَرَ: اِذْهَبْ فَاقْتُلْهُ فَذَهَبَ عُمَرُ فَرَآهُ عَلَى تِلْكَ الْحَالِ الَّتِي رَآهُ أَبُوْبَكْرٍ قَالَ: فَكَرِهَ أَنْ يَقْتُلَهُ، قَالَ: فَرَجَعَ فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللهِ، إِنِّي رَأَيْتُهُ يُصَلِّي مُتَخَشِّعًا فَكَرِهْتُ أَنْ أَقْتُلَهُ، قَالَ: يَا عَلِيُّ! اِذْهَبْ فَاقْتُلْهُ، قَالَ: فَذَهَبَ عَلِيٌّ، فَلَمْ يَرَهُ فَرَجَعَ عَلِيٌّ، فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللهِ، إِنَّهُ لَمْ يَرَهُ، قَالَ: فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: إِنَّ هَذَا وَأَصْحَابَهُ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ ثُمَّ لَا يَعُوْدُوْنَ فِيْهِ حَتَّى يَعُوْدَ السَّهْمُ فِي فُوْقِهِ فَاقْتُلُوْهُمْ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ.(۱)

’’حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ! میں فلاں فلاں وادی سے گزرا تو میں نے ایک نہایت متواضع ظاہراً خوبصورت دکھائی دینے والے شخص کو نماز پڑھتے دیکھا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: اس کے پاس جا کر اسے قتل کردو۔ راوی نے کہا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اس کی طرف گئے تو انہوں نے جب اسے نہایت خشوع سے نماز پڑھتے دیکھا تو اسے قتل کرنا مناسب نہ سمجھا اور حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں (اسے بغیر قتل کئے) واپس لوٹ آئے۔ راوی نے کہا: پھر حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: جاؤ اسے قتل کر دو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ گئے اور انہوں نے بھی اسے اسی حالت میں دیکھا جیسے کہ حضرت ابوبکر نے دیکھا تھا۔ انہوں نے بھی اس کے قتل کو ناپسند کیا۔ راوی نے بیان کیا کہ وہ بھی لوٹ آئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے اسے نہایت خشوع و خضوع سے نماز

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۵، رقم: ۱۱۱۳۳

۲۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۶: ۲۲۵

۳۔ عسقلاني، فتح الباري، ۱۲: ۲۲۹

پڑھتے دیکھا تو (اس حالت میں) اسے قتل کرنا پسند نہ کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے علی! جاؤ اسے قتل کر دو۔ راوی نے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے، تو انہیں وہ نظر نہ آیا۔ (اتنے میں وہ شخص فارغ ہو کر جا چکا تھا) تو حضرت علی رضی اللہ عنہ واپس لوٹ آئے، عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ کہیں دکھائی نہیں دیا۔ بیان کیا کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یقیناً یہ اور اس کے ساتھی قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے پھر وہ اس میں پلٹ کر نہیں آئیں گے یہاں تک کہ تیر پلٹ کر کمان میں نہ آ جائے (یعنی ان کا پلٹ کر دین کی طرف لوٹنا ناممکن ہے) سو تم انہیں (جب بھی پاؤ تو ریاستی سطح پر ان کے خلاف کارروائی کر کے انہیں) قتل کر دو۔ وہ بدترین مخلوق ہیں۔‘‘

۶۔ امام ابن عبد البر روایت کرتے ہیں کہ عدی نے حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کی طرف خط لکھا کہ خوارج ہمارے سامنے آپ کو گالیاں دیتے ہیں۔ حضرت عمر نے انہیں جواب دیا:

إن سبوني فسبوهم أو اعفوا عنهم، وإن شهروا السلاح فأشهروا عليهم، وإن ضربوا فاضربوا.(۱)

’’اگر وہ مجھے گالیاں دیں تو تم بھی انہیں اسی طرح جواب دو یا ان سے درگزر کرو، اگر وہ مسلح جد و جہد کریں تو تم بھی ان کے خلاف مسلح جد و جہد کرو اور اگر وہ قتل و غارت گری کریں تو تم بھی (ان کے خلاف قانونی کارروائی کر کے) انہیں قتل کر دو۔‘‘

(۲) اَئمہ حدیث کی اہم تصریحات

مذکورہ بالا احادیثِ مبارکہ سے بالکل صراحت کے ساتھ یہ حقیقت عیاں ہو جاتی

(۱) ابن عبد البر، التمہید، ۲۳: ۳۳۸، ۳۳۹

ہے کہ خوارج سے جہاں بھی مقابلہ ہو انہیں کلیتاً قتل کر دیا جائے۔ اس کی وضاحت ائمہ و محدثین کے اقوال سے بھی ہوتی ہے جس میں انہوں نے یہی اُصول وضوابط تصریحاً بیان کئے ہیں۔

۱۔ قاضی عیاض صحیح مسلم کی شرح ''إکمال المعلم بفوائد مسلم (۳: ۶۱۳، ۶۱۴)'' میں لکھتے ہیں:

أجمع العلماء على أن الخوارج وأشباههم من أهل البدع والبغي متى خرجوا وخالفوا رأي الجماعة، وشقوا عصا المسلمين، ونصبوا راية الخلاف، أن قتالهم واجب بعد إنذارهم والإعذار إليهم، قال الله تعالى: ﴿فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ﴾.(۱)

وهذا إذا كان بغيهم لأجل بدعة يكفرون بها، وإن كان بغيهم لغير ذلک لعصبية، أو طلب رئاسة دون بدعة، فلا يحكم في هؤلاء حكم الكفار بوجه، وحكمهم أهل البغي مجردًا على القول المتقدم.

''علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جب خوارج اور دیگر بدعتی و باغی گروہ (حکومتِ وقت کے خلاف) خروج کریں، جماعت کی مخالفت کریں، مسلمانوں کی جمعیت کو پارہ پارہ کریں اور اختلاف کا علم بلند کریں تو انہیں ڈرانے اور نصیحت کے طریقے استعمال کرنے کے بعد (مسلمانوں پر) ان کے ساتھ جنگ واجب ہو جاتی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اس (گروہ) سے لڑو جو بغاوت کا مرتکب ہو رہا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے﴾۔

(۱) الحجرات، ۴۹: ۹

’’اگر ان کی یہ دہشت گردی بدعت یعنی انتہاء پسندانہ خودساختہ عقائد ونظریات کے سبب ہوئی تو اس کے سبب انہیں کافر قرار دیا جائے گا اور اگر ان کی بغاوت بدعت کے علاوہ محض عصبیت یا طلبِ حکومت کی وجہ سے ہوئی تو پھر ان پر حکمِ کفار صادر نہیں ہوگا۔ صرف پہلی صورت میں ان پر باغی اور دہشت گرد ہونے کا حکم لگایا جائے گا۔‘‘

صاف ظاہر ہے کہ دورِ حاضر کے دہشت گردوں کے انتہاء پسندانہ نظریات اور اپنے سوا سب کو کافر و ملحد اور واجب القتل سمجھنے اور ان کی جانیں تلف کرنے کی روِش صریحاً بدعتِ مکفّرہ ہے اس لئے ان کا حکم باغیوں کا ہے۔

۲۔ امام نووی ’’شرح صحیح مسلم (۷: ۱۷۰)‘‘ میں لکھتے ہیں:

قوله ﷺ: ’’فَإِذَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ فَإِنَّ فِي قَتْلِهِمْ أَجْرًا.‘‘ هذا تصريح بوجوب قتال الخوارج والبغاة وهو إجماع العلماء، قال القاضي: أجمع العلماء على أن الخوارج وأشباههم من أهل البدع والبغي متى خرجوا على الإمام، وخالفوا رأي الجماعة وشقوا العصا، وجب قتالهم بعد إنذارهم والاعتذار إليهم.

وهذا كله ما لم يكفروا ببدعتهم، فإن كانت بدعة مما يكفرون به جرت عليهم أحكام المرتدين، وأما البغاة الذين لا يكفرون فيرثون ويورثون ودمهم فى حال القتال هدر، وكذا أموالهم التي تتلف فى القتال، والأصحّ أنهم لا يضمنون أيضا ما أتلفوه على أهل العدل فى حال القتال من نفس ومال.

’’آپ ﷺ کا فرمان ہے: ’’پس جب تم انہیں پاؤ تو (ریاستی سطح پر ان کے خلاف کارروائی کرکے انہیں) قتل کر دو کیونکہ انہیں قتل کرنے پر اجر ہے۔‘‘

خوارج اور باغیوں کے قتال کے وجوب میں یہ فرمانِ رسول ﷺ تصریح ہے، اسی پر علماء کا اِجماع ہے۔ قاضی عیاض نے کہا ہے: علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جب خوارج اور دیگر بدعتی و باغی گروہ حکومتِ وقت کے خلاف خروج کریں، جماعتِ مسلمین کی مخالفت کریں اور جمعیتِ مسلمہ کو پارہ پارہ کریں تو انہیں ڈرانے اور نصیحت کے طریقے استعمال کرنے کے بعد (مسلم حکومت پر) ان کے ساتھ جنگ واجب ہو جاتی ہے۔

''یہ سب کچھ اس وقت تک ہوگا جب تک کہ وہ اپنی بدعت کی بناء پر کفر کا ارتکاب نہیں کریں گے، پس اگر ان کی بدعت کفر میں بدل گئی تو اُن پر مرتدین کے احکام لاگو ہوں گے۔ البتہ وہ دہشت گرد جو کافر نہیں ہوتے ان کی وراثت تقسیم ہوگی اور وہ بھی مالِ وراثت پائیں گے اور حالتِ جنگ میں ان کے جان و مال کو کوئی تحفظ حاصل نہیں ہوگا اور مسلم حکومت کے ہاتھوں جو اُن کے مال و جان کا نقصان ہوگا وہ اس کا تاوان بھی طلب نہیں کر سکتے۔''

۳۔ علامہ شبیر احمد عثمانی صحیح مسلم کی شرح ''فتح الملهم (۵: ۱۶۶، ۱۶۷)'' میں رقم طراز ہیں:

قوله ﷺ: ''فَإِنَّ فِي قَتْلِهِمْ أَجْرًا'' إلخ: أي أجراً عظيماً. قال النووي: هذا تصريح بوجوب قتال الخوارج والبغاة، وهو إجماع العلماء. قال القاضي: أجمع العلماء على أن الخوارج وأشباههم من أهل البدع والبغي متى خرجوا على الإمام، وخالفوا رأي الجماعة، وشقوا العصا: وجب قتالهم بعد إنذارهم والاعتذار إليهم.

''آپ ﷺ کا فرمان ہے: ''یقیناً (ان کے ساتھ جنگ کرکے) انہیں قتل

کرنے میں اجر ہے'' یعنی بڑا اجر ہے۔ امام نوویؒ نے کہا ہے: ''خوارج اور باغیوں کے قتال کے وجوب میں یہ فرمانِ رسول ﷺ تصریح ہے اور اسی پر علماء کا اِجماع ہے۔'' قاضی عیاضؒ نے کہا ہے: علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جب خوارج اور دیگر بدعتی و باغی گروہ حکومتِ وقت کے خلاف خروج کریں، جماعتِ مسلمین کی مخالفت کریں اور جمعیت کو پارہ پارہ کریں تو انہیں ڈرانے اور نصیحت کے طریقے استعمال کرنے کے بعد (مسلمانوں پر) ان کے ساتھ جنگ کرنا واجب ہے۔''

مذکورہ بالا احادیث و شروحات کی روشنی میں ثابت ہوجاتا ہے کہ خوارج کے خلاف ریاستی سطح پر کارروائی کرکے ان کا کُلّی خاتمہ واجب ہے۔ جب بھی ان کا کوئی گروہ ظہور پذیر ہو اُسے مکمل طور پر نابود کرنا اور اُس کی جڑیں کاٹ دینا اَمن و سلامتی کا ضامن ہے۔ اُمتِ مسلمہ کی پوری تاریخ میں اہلِ حق کا یہی وطیرہ رہا ہے کہ جب بھی اس گروہ نے سر اٹھایا اسے terminate کر دیا گیا۔

(۳) دہشت گردوں کے خاتمے کی تمثیل قومِ عاد اور قومِ ثمود سے دینے کی حکمت

آپ نے دیکھ لیا کہ احادیثِ مبارکہ میں جابجا خوارج کا قلع قمع کرنے کے لیے قومِ عاد اور قومِ ثمود کی مثال دی گئی ہے۔ اور حکم دیا گیا ہے کہ ان کا ایسے خاتمہ کیا جائے جس طرح قومِ عاد اور قومِ ثمود کا خاتمہ کیا گیا تھا یعنی ان کا وجود تک مٹا دیا جائے اور ان کی جڑیں بھی ختم کر دی جائیں۔ اس طرح کہ ان کے دوبارہ ابھرنے اور منظّم ہونے کے امکانات ممکنہ حد تک معدوم ہو جائیں لیکن اس کے لیے پہلے ان تک حق بات پہنچا کر اتمامِ حجت ضروری ہے تاکہ وہ بغیر قتال کے ہی تائب ہوکر راہِ راست پر آ جائیں۔

اب قرآن حکیم میں دیکھتے ہیں کہ اِن گمراہ قوموں کو کس طرح صفحۂ ہستی سے مٹا

دیا گیا تھا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ○ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ○ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْ بَاقِيَةٍ○(۱)

''اور رہے قومِ عاد کے لوگ! تو وہ (بھی) ایسی تیز آندھی سے ہلاک کر دیے گئے جو انتہائی سرد نہایت گرج دار تھی○ اللہ نے اس (آندھی) کو ان پر مسلسل سات راتیں اور آٹھ دن مسلّط رکھا، سو تُو ان لوگوں کو اس (عرصہ) میں (اس طرح) مرے پڑے دیکھتا (تو یوں لگتا) گویا وہ کھجور کے گرے ہوئے درختوں کی کھوکھلی جڑیں ہیں○ سو تُو کیا ان میں سے کسی کو باقی دیکھتا ہے○''

ایک دوسرے مقام پر قومِ عاد کی کُلّی ہلاکت کے بارے میں فرمایا ہے:

فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ○ تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍ بِاَمْرِ رَبِّهَا فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ كَذٰلِكَ نَجْزِى الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ○(۲)

''پھر جب انہوں نے اس (عذاب) کو بادل کی طرح اپنی وادیوں کے سامنے آتا ہوا دیکھا تو کہنے لگے: یہ (تو) بادل ہے جو ہم پر برسنے والا ہے (ایسا نہیں) وہ (بادل) تو وہ (عذاب) ہے جس کی تم نے جلدی مچا رکھی تھی۔ (یہ) آندھی ہے جس میں دردناک عذاب (آ رہا) ہے○ (جو) اپنے پروردگار کے حکم سے ہر شے کو تباہ و برباد کر دے گی پس وہ ایسے (تباہ) ہو گئے کہ ان کے

(۱) الحاقة، ۶۹: ۶-۸

(۲) الأحقاف، ۴۶: ۲۴، ۲۵

(مِسمار) گھروں کے سوا کچھ نظر ہی نہیں آ تا تھا۔ ہم مجرم لوگوں کو اِس طرح سزا دیا کرتے ہیں○''

حافظ ابنِ حجر عسقلانی، حضور نبی اکرم ﷺ کے متفق علیہ فرمان - **لَأَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ عَادٍ** - کی شرح میں خوارج کی ہلاکت کو قومِ عاد کی ہلاکت و بربادی کے ساتھ ملاتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں:

أي قتلاً لا يبقى منهم أحدا، إشارةً إلى قوله تعالى: ﴿فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ﴾.(۱)

''یعنی ان (خوارج کے خلاف ریاستی سطح پر کارروائی کر کے ان) کا ایسا قتلِ عام کیا جائے کہ ان میں سے کوئی باقی نہ بچے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے فرمان کی طرف اشارہ ہے: ﴿سوتُو کیا ان میں سے کسی کو باقی دیکھتا ہے﴾۔''

یہی شرحِ حدیث حافظ ابن حجرؒ سے بہت پہلے امام ابو العباس القرطبیؒ ''**المفهم شرح صحيح مسلم**'' میں بیان کر چکے ہیں، آپ فرماتے ہیں:

وقوله ﷺ: "لئن أدركتهم لأقتلنهم قتل عاد"، وفي الأخرى: "قتل ثمود"، ومعنى هذا: لئن أدركهم ليقتلنهم قتلاً عامًا؛ بحيث لا يبقى منهم أحدًا في وقت واحد، لا يؤخر قتل بعضهم عن بعض، ولا يقيل أحدًا منهم، كما فعل الله بعاد؛ حيث أهلكهم بالريح العقيم، وبثمود حيث أهلكهم بالصيحة.(۲)

''اور حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: ''اگر میں انہیں پالوں تو ضرور بالضرور قومِ عاد کی طرح قتل کر کے کلیتًا ختم کر دوں'' اور دوسری روایت میں

(۱) عسقلانی، فتح الباری، ۶: ۳۷۷

(۲) قرطبی، المفهم، ۳: ۱۱۰

’’قومِ ثمود کی طرح قتل‘‘ کرنے کے الفاظ ہیں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اگر آپ ﷺ انہیں پا لیتے تو (اُن کے خلاف کارروائی کرکے) ہرصورت ان کا قتلِ عام فرماتے کہ ایک وقت میں ان میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑتے۔ ان میں سے کسی کے قتل کو مؤخر فرماتے نہ ان میں سے کسی کو مہلت دیتے جیسا کہ اللہ رب العزت نے قومِ عاد کے ساتھ کیا کہ انہیں شدید ہوا کے ذریعے ہلاک کردیا اور قومِ ثمود کے ساتھ یہ کیا کہ انہیں سخت آواز کے ذریعے تباہ و برباد کردیا۔‘‘

امام ابو العباس القرطبی سے پہلے یہی معنی اور حکمت امام نوویؒ المنہاج (شرح صحیح مسلم) میں بیان فرما چکے ہیں۔ آپ نے لکھا ہے:

قوله ﷺ: ”لئن أدركتهم لأقتلنهم قتل عاد.“ أی قتلاً عاماً مستأصلاً كما قال تعالى: ﴿فَهَلْ تَرٰی لَهُمْ مِّنْ بَاقِيَةٍ﴾.[1]

’’آپ ﷺ کے ارشادِ گرامی ’’اگر میں انہیں پا لوں تو قومِ عاد کی طرح ضرور بالضرور اُنہیں قتل کر کے کلیتاً ختم کر دوں گا‘‘ کا مطلب یہ ہے کہ ان کا قتلِ عام کر کے جڑ سے اکھاڑ دیا جائے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿سو تُو کیا ان میں سے کسی کو باقی دیکھتا ہے﴾۔‘‘

اسی حکمت کو امام قسطلانی إرشاد الساری میں ان الفاظ سے بیان کرتے ہیں:

”لئن أدركتهم لأقتلنهم قتل عاد“ لأستأصلنهم بحيث لا أبقي منهم أحداً كإستئصال عادٍ، والمراد لازمه وهو الهلاک.

’’(آپ ﷺ کے فرمانِ اقدس) ’’اگر میں انہیں پالوں تو قومِ عاد کی طرح ضرور بالضرور اُنہیں قتل کرکے کلیتاً ختم کردوں گا‘‘ (کا مطلب ہے:) میں ضرور بالضرور اُنہیں اِس طرح جڑ سے اکھاڑ پھینکوں گا کہ ان میں سے ایک بھی باقی

(۱) نووی، شرح صحیح مسلم، ۷: ۱۶۲

نہیں رہنے دوں گا جس طرح کہ قومِ عاد کا جڑ سے خاتمہ کیا گیا تھا۔ اور اِس سے مراد اِس فعل کا لازم ہے اور وہ قتل ہے۔‘‘

علامہ شبیر احمد عثمانی نے بھی یہی معنی وحکمت بیان کی ہے:

أي: قتلاً عاماً مستأصلاً، بحيث لا يبقى منهم أحد، كما قال تعالى: ﴿فَهَلۡ تَرٰى لَهُمۡ مِّنۡۢ بَاقِيَةٍ٥﴾. (۱)

’’آپ ﷺ کے فرمان کا مطلب یہ ہے: یعنی ان کا قتلِ عام کیا جائے گا کہ جڑ سے اکھاڑ پھینک دیا جائے گا تاکہ ان میں سے کوئی باقی نہ رہے، جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿سوتُو کیا ان میں سے کسی کو باقی دیکھتا ہے٥﴾۔‘‘

یہی معنی وحکمت امام بدر الدین عینی عمدۃ القاری میں بیان فرماتے ہیں:

قوله ﷺ: قتل عاد، وقوله ﷺ: قتل ثمود. ولا تعارض لأن الغرض منه الإستئصال بالكليّة، وعاد وثمود سواء فيه. (۲)

’’آپ ﷺ کے فرمان ’’قتل عاد‘‘ اور ’’قتل ثمود‘‘ آپس میں ایک دوسرے سے معارض نہیں ہیں، کیوں کہ اس قتل سے مقصود ان کا کلی خاتمہ ہے، اور قومِ عاد اور قومِ ثمود اس خاتمہ میں برابر ہیں۔‘‘

قرآن مجید میں آیا ہے کہ قومِ عاد کی طرح قومِ ثمود پر بھی عذابِ اِلٰہی نازل کیا گیا جس کا ذکر ہمیں یوں ملتا ہے:

وَاَخَذَ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوا الصَّيۡحَةُ فَاَصۡبَحُوۡا فِيۡ دِيَارِهِمۡ جٰثِمِيۡنَ٥ كَاَنۡ

---

(۱) شبير أحمد عثماني، فتح الملهم، ۵: ۱۵۱

(۲) بدر الدين العينى، عمدة القارى، ۲۵: ۱۲۲

لَّمْ يَغْنَوْا فِيهَا ط اَلَآ اِنَّ ثَمُوْدَا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ط اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ○[۱]

”اور ظالم لوگوں کو ہولناک آواز نے آ پکڑا سو انہوں نے صبح اس طرح کی کہ اپنے گھروں میں (مُردہ حالت میں) اوندھے پڑے رہ گئے○ گویا وہ کبھی ان میں بسے ہی نہ تھے، یاد رکھو! (قومِ) ثمود نے اپنے رب سے کفر کیا تھا۔ خبردار! (قومِ) ثمود کے لیے (رحمت سے) دوری ہے○“

حضور نبی اکرم ﷺ نے مسلم ریاست کے لئے خوارج کو قومِ عاد و ثمود کی طرح قتل کرنے کا تاکیدی حکم فرمایا ہے کیوں کہ یہ بھی اپنی سرکشی و بغاوت میں اُنہی قوموں کی طرح حد سے گزرے ہوئے ہیں۔

آپ ﷺ نے یہ اس لیے فرمایا کہ اگر کچھ دہشت گردوں کو مار دیا جائے اور کچھ کو چھوڑ دیا جائے یا ان سے مذاکرات کرلیے جائیں تو یوں ان کے بچے ہوئے سرغنوں کو مہلت مل جائے گی اور وہ کچھ عرصہ بعد فتنہ پروری کے لیے دوبارہ منظّم ہو جائیں گے۔ کیونکہ آپ ﷺ کا فرمانِ اقدس ہے جسے امام احمد بن حنبل، امام نسائی، امام حاکم اور دیگر اجل ائمہ نے بیان کیا ہے:

لَا يَزَالُوْنَ يَخْرُجُوْنَ حَتَّى يَخْرُجَ آخِرُهُمْ مَعَ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ.[۲]

”خوارج کے یہ گروہ بغیر انقطاع کے ہمیشہ پیدا ہوتے رہیں گے یہاں تک کہ ان کا آخری گروہ دجال کے ساتھ نکلے گا۔“

---

(۱) هود، ۱۱: ۶۷، ۶۸

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۴۲۱، رقم: ۱۹۷۹۸

۲۔ نسائي، السنن، كتاب تحريم الدم، باب من شهر سيفه ثم وضعه في الناس، ۷: ۱۱۹، رقم: ۴۱۰۳

۳۔ حاكم، المستدرك على الصحيحين، ۲: ۱۶۰، رقم: ۲۶۴۷

اِس حدیث مبارکہ میں حضور نبی اکرم ﷺ نے خوارج کی نفسیات اور حکمتِ عملی کے پیشِ نظر یہ حکم صادر فرمایا ہے کہ شروع میں اِتمامِ حجت ہو جانے کے بعد جب اُن کے خاتمہ کے لیے بہ ذریعہ آپریشن ریاستی اقدامات کئے جائیں تو ممکن ہے کہ وہ اپنی شکست اور کلی خاتمہ کا خدشہ محسوس کرتے ہوئے مذاکرات پر آمادہ ہوں۔ یہ ان کی چال اور مکر وفریب ہوگا، اپنی بچی کھچی طاقت محفوظ کرنے کا طریقہ ہوگا۔ مہلت چاہنے کے لیے ایک دھوکہ ہوگا۔ اگر انہیں کلیتًا ختم کر کے دم نہ لیا گیا اور خاتمہ کا اقدام ادھورا چھوڑ دیا گیا تو پھر وہ زیرزمین چلے جائیں گے۔ مہلت اور دیے گئے وقت کو تنظیم نو اور نئے منصوبہ کے لئے استعمال کریں گے۔ اس طرح ایک عرصہ خاموشی سے گزارنے کے بعد دوبارہ دہشت گردی کی کارروائیاں تازہ دم ہو کر شروع کر دیں گے۔ بنابریں حضور نبی اکرم ﷺ نے سنتِ الٰہیہ کے پیشِ نظر قومِ عاد اور قومِ ثمود کی طرح ان کے مکمل خاتمے کا حکم دیا ہے تا کہ وہ دوبارہ منظّم (reorganize) ہوکر اور اپنی طاقت سمیٹ کر پھر فتنہ وفساد شروع نہ کر سکیں۔ اس کی نشان دہی فرمانِ رسول ﷺ نے کر دی ہے جو کبھی غلط نہیں ہوسکتا۔

حضرت نوح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کی تباہی کے خلاف دعا کی تو اُس کا سبب بھی یہ تھا کہ آئندہ کے لیے شر و فساد کا کلیتًا خاتمہ ہوجائے۔ قرآن حکیم میں اس کا ذکر یوں آیا ہے:

اِنَّکَ اِنْ تَذَرْهُمْ یُضِلُّوْا عِبَادَکَ وَلَا یَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا کَفَّارًا ○[1]

”بے شک اگر تو اُنہیں (زندہ) چھوڑے گا تو وہ تیرے بندوں کو گمراہ کرتے رہیں گے، اور وہ بدکار (اور) سخت کافر اولاد کے سوا کسی کو جنم نہیں دیں گے○“

لہٰذا ضروری ہے کہ اِن خوارج کو نیست و نابود کر دیا جائے تا کہ مزید شرانگیزی نہ کر سکیں۔ قرآن حکیم کے مطابق جب سرکش و باغی قوموں کو اِتمامِ حجت کے بعد اچانک

(۱) نوح، ۷۱:۲۷

عذاب دیا گیا تو یک بارگی ان کی ساری کی ساری قوت تباہ کر دی گئی۔ ان میں سے کسی ایک کو بھی نہیں چھوڑا گیا۔ قومِ ثمود کے متعلق مزید اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّـآ اَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِمۡ صَيۡحَةً وَّاحِدَةً فَـكَانُوۡا كَهَشِيۡمِ الۡمُحۡتَظِرِ ○ (۱)

''بے شک ہم نے اُن پر ایک نہایت خوفناک آواز بھیجی سو وہ باڑ لگانے والے کے بچے ہوئے اور روندے گئے بھوسے کی طرح ہو گئے ○''

مذکورہ بالا اِرشاداتِ قرآنی اور احادیثِ نبوی ﷺ سے ثابت ہوگیا کہ مسلح خارجی گروہوں کے ساتھ مذاکرات کر کے انہیں مہلت دینا انہیں دوبارہ منظّم ہونے کا موقع فراہم کرنا ہے جو کہ سراسر حکمِ اِلٰہی اور حکمِ رسول ﷺ کی خلاف ورزی ہے۔

۱۱۔ ''خوارج کو قتل کرنے پر اَجرِ عظیم ہے''

اِس اَجرِ عظیم کا ذکر پہلے بیان کی گئی احادیثِ صحیحہ میں کثرت سے آچکا ہے اور بخاری و مسلم کی روایات بھی اس پر شاہد عادل ہیں۔ اب ہم یہاں پر مزید چند احادیث مبارکہ کا بیان کریں گے۔

۱۔ امام احمد بن حنبل حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

سَيَخْرُجُ قَوْمٌ أَحْدَاثٌ أَحِدَّاءُ أَشِدَّاءُ، ذَلِقَةٌ أَلْسِنَتُهُمْ بِالْقُرْآنِ، يَقْرَءُوْنَهُ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ. فَإِذَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَأَنِيْمُوْهُمْ، ثُمَّ إِذَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ، فَإِنَّهُ يُؤْجَرُ قَاتِلُهُمْ. (۲)

---

(۱) القمر، ۵۴: ۳۱

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۳۶، ۴۴

۲۔ حاکم، المستدرک، ۲: ۱۵۹، رقم: ۲۶۴۵

←

''عنقریب ایسے کم سِن لوگ نکلیں گے جو نہایت تیز طرار اور شدت پسند ہوں گے اور قرآن کو بڑی روانی سے پڑھنے والے ہوں گے وہ قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ سو جب تم ان سے ملو تو انہیں قتل کر دو، پھر جب (ان کا کوئی دوسرا گروہ نکلے اور) تم (میدانِ جنگ میں) انہیں ملو تو انہیں بھی قتل کر دو۔ یقیناً ان کے قاتل کو اَجر (عظیم) عطا کیا جائے گا۔''

۲۔ حضرت عبد اللہ بن رباح انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا:

لِلشَّهِيْدِ نُوْرٌ وَلِمَنْ قَاتَلَ الْحَرُوْرِيَّةَ عَشْرَةُ أَنْوَارٍ (وفي رواية لابن أبي شيبة: فَضْلُ ثَمَانِيَةِ أَنْوَارٍ عَلَى نُوْرِ الشُّهَدَاءِ) وَكَانَ يَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ سَبْعَةُ أَبْوَابٍ ثَلَاثَةٌ مِنْهَا لِلْحَرُوْرِيَّةِ.(۱)

''شہید کے لئے ایک نور ہوگا اور اس شخص کے لئے دس نور ہوں گے جو حروریہ (خوارج) کے ساتھ جنگ کرے گا یعنی خوارج کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے شہید ہوگا (اور ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے: (دیگر) شہداء کے نور کے مقابلہ میں اس کا نور آٹھ گنا زیادہ ہوگا)۔ اور آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ

.... ۳۔ ابن أبي عاصم، السنة، ۲: ۴۵۶، رقم: ۹۳۷

۴۔ عبد اللہ بن أحمد، السنة، ۲: ۶۳۷، رقم: ۱۵۱۹

۵۔ بيهقي، السنن الکبری، ۸: ۱۸۷

امام احمد کی بیان کردہ روایت کے رجال صحیح حدیث کے رجال ہیں، امام ابن ابی عاصم نے اس کی اسناد کو صحیح قرار دیا ہے اور امام حاکم نے اسے صحیح حدیث کہا ہے۔

(۱) ۱۔ عبد الرزاق، المصنف، ۱۰: ۱۵۵

۲۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۷: ۵۵۷، رقم: ۳۷۹۱۱

جہنم کے کل سات دروازے ہیں جن میں سے تین صرف حروریہ (یعنی خوارج) کے لئے (مختص) ہیں۔‘‘

۱۲۔ دہشت گرد خارجیوں کی علامات - مجموعی تصویر

روایات میں اِن فتنہ پرور خارجیوں کی متعدد معروف علامات اور واضح نشانیاں بیان فرمائی گئی ہیں جن کا تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے:

۱۔ **أَحْدَاثُ الْأَسْنَانِ.** (۱)

’’وہ کم سِن لڑکے ہوں گے۔‘‘

۲۔ **سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ.** (۲)

’’دماغی طور پر ناپختہ (brain washed) ہوں گے۔‘‘

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب قتل الخوارج والملحدين بعد إقامة الحجة عليهم، ۶: ۲۵۳۹، رقم: ۶۵۳۱

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الزکاة، باب التحريض علی قتل الخوارج، ۲: ۷۴۶، رقم: ۱۰۶۶

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب قتل الخوارج والملحدين بعد إقامة الحجة عليهم، ۶: ۲۵۳۹، رقم: ۶۵۳۱

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الزکاة، باب التحريض علی قتل الخوارج، ۲: ۷۴۶، رقم: ۱۰۶۶

۳۔ كَثُّ اللِّحْيَةِ.[1]

’’(دین کے ظاہر پر عمل میں غلو سے کام لیں گے اور) گھنی ڈاڑھی رکھیں گے۔‘‘

۴۔ مُشَمَّرُ الْإِزَارِ.[2]

’’بہت اونچا تہ بند باندھنے والے ہوں گے۔‘‘

۵۔ يَخْرُجُ نَاسٌ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ.[3]

’’یہ خارجی لوگ (حرمین شریفین سے) مشرق کی جانب سے نکلیں گے۔‘‘

۶۔ لَا يَزَالُوْنَ يَخْرُجُوْنَ حَتّٰى يَخْرُجَ آخِرُهُمْ مَعَ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ.[4]

’’یہ ہمیشہ نکلتے رہیں گے یہاں تک کہ ان کا آخری گروہ دجال کے ساتھ

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب المغازي، باب بعث على بن أبي طالب وخالد بن الوليد إلى اليمن قبل حجة الوداع، ۴: ۱۵۸۱، رقم: ۴۰۹۴

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الزكاة، باب ذكر الخوارج وصفاتهم، ۲: ۷۴۲، رقم: ۱۰۶۴

(۲) ۱۔ بخاری، الصحيح، كتاب المغازی، باب بعث على ابن أبی طالب و خالد بن الوليد، إلى اليمن قبل حجة الوداع، ۴: ۱۵۸۱، رقم: ۴۰۹۴

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الزكاة، باب ذكر الخوارج وصفاتهم، ۲: ۷۴۲، رقم: ۱۰۶۴

(۳) بخاری، الصحيح، كتاب التوحيد، باب قراءة الفاجر والمنافق وأصواتهم وتلاوتهم لا تجاوز حناجرهم، ۶: ۲۷۴۸، رقم: ۷۱۲۳

(۴) نسائي، السنن، كتاب تحريم الدم، باب من شهر سيفه ثم وضعه في الناس، ۷: ۱۱۹، رقم: ۴۱۰۳

نکلے گا۔‘‘

یعنی یہ خوارج دجّال کی آمد تک تاریخ کے ہر دور میں وقتاً فوقتاً ظہور پذیر ہوتے رہیں گے۔

۷۔ لَا يُجَاوِزُ إِيْمَانُهُمْ حَنَاجِرَهُمْ.[۱]

’’ایمان ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔‘‘

یعنی ان کا ایمان دکھلاوا اور نعرہ ہوگا، مگر اس کے اوصاف ان کے فکر و نظریہ اور کردار میں دکھائی نہیں دیں گے۔

۸۔ يَتَعَمَّقُوْنَ وَيَتَشَدَّدُوْنَ فِي الْعِبَادَةِ.[۲]

’’وہ عبادت اور دین میں بہت متشدد اور انتہاء پسند ہوں گے۔‘‘

۹۔ يَحْقِرُ أَحَدُكُمْ صَلَاتَهُ مَعَ صَلَاتِهِمْ، وَصِيَامَهُ مَعَ صِيَامِهِمْ.[۳]

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب قتل الخوارج والملحدين بعد إقامة الحجة عليهم، ۶: ۲۵۳۹، رقم: ۶۵۳۱

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الزکاة، باب التحريض على قتل الخوارج، ۲: ۷۴۶، رقم: ۱۰۶۶

(۲) ۱۔ أبويعلى، المسند، ۱: ۹۰، رقم: ۹۰

۲۔ عبد الرزاق، المصنف، ۱۰: ۱۵۵، رقم: ۱۸۶۷۳

(۳) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب من ترك قتال الخوارج للتألف وأن لا ينفر الناس عنه، ۶: ۲۵۴۰، رقم: ۶۵۳۴

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الزکاة، باب ذكر الخوارج وصفاتهم، ۲: ۷۴۴، رقم: ۱۰۶۴

’’تم میں سے ہر ایک ان کی نمازوں کے مقابلے میں اپنی نمازوں کو حقیر جانے گا اور ان کے روزوں کے مقابلہ میں اپنے روزوں کو حقیر جانے گا۔‘‘

۱۰۔ **لَا تُجَاوِزُ صَلَاتُهُمْ تَرَاقِيَهُمْ.** (۱)

’’نماز ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گی۔‘‘

یعنی نماز کا کوئی اثر ان کے اخلاق و کردار پر نہیں ہوگا۔

۱۱۔ **يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَيْسَ قِرَاءَتُكُمْ إِلَى قِرَاءَتِهِمْ بِشَيْءٍ.** (۲)

’’وہ قرآن مجید کی ایسے تلاوت کریں گے کہ ان کی تلاوتِ قرآن کے سامنے تمہیں اپنی تلاوت کی کوئی حیثیت دکھائی نہ دے گی۔‘‘

۱۲۔ **يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حُلُوْقَهُمْ.** (۳)

’’ان کی تلاوت ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گی۔‘‘

یعنی اس کا کوئی اثر ان کے دل پر نہیں ہوگا۔

۱۳۔ **يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ يَحْسِبُوْنَ أَنَّهُ لَهُمْ، وَهُوَ عَلَيْهِمْ.** (۴)

---

(۱) مسلم، الصحيح، كتاب الزكاة، باب التحريض على قتل الخوارج، ۲: ۷۴۸، رقم: ۱۰۶۶

(۲) مسلم، الصحيح، كتاب الزكاة، باب التحريض على قتل الخوارج، ۲: ۷۴۸، رقم: ۱۰۶۶

(۳) ۱۔ بخاری الصحيح، كتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب قتل الخوارج والملحدين بعد إقامة الحجة عليهم، ۶: ۲۵۴۰، رقم: ۶۵۳۲

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الزكاة، باب ذكر الخوارج وقتالهم، ۲: ۷۴۳، رقم: ۱۰۶۴

(۴) مسلم، الصحيح، كتاب الزكاة، باب التحريض على قتل الخوارج، ۲: ۷۴۸، رقم: ۱۰۶۶

’’وہ یہ سمجھ کر قرآن پڑھیں گے کہ اس کے احکام ان کے حق میں ہیں لیکن درحقیقت وہ قرآن ان کے خلاف حجت ہوگا۔‘‘

۱۴۔ يَدْعُونَ إِلَى كِتَابِ اللهِ وَلَيْسُوا مِنْهُ فِي شَيْءٍ.(۱)

’’وہ (بذریعہ طاقت) لوگوں کو کتاب اللہ کی طرف بلائیں گے لیکن قرآن کے ساتھ ان کا تعلق کوئی نہیں ہوگا۔‘‘

۱۵۔ يَقُوْلُوْنَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ.(۲)

’’وہ (بظاہر) بڑی اچھی باتیں کریں گے۔‘‘

یعنی دینی نعرے (slogans) بلند کریں گے اور اسلامی مطالبے کریں گے۔(۳)

۱۶۔ يَقُوْلُوْنَ مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ قَوْلًا.(۴)

’’ان کے نعرے (slogans) اور ظاہری باتیں دوسرے لوگوں سے اچھی ہوں گی اور متاثر کرنے والی ہوں گی۔‘‘

---

(۱) أبو داود، السنن، كتاب السنة، باب في قتل الخوارج، ۴: ۲۴۳، رقم: ۴۷۶۵

(۲) ۱۔ بخاری، الصحيح، كتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب قتل الخوارج والملحدين بعد إقامة الحجة عليهم، ۶: ۲۵۳۹، رقم: ۶۵۳۱

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الزكاة، باب التحريض على قتل الخوارج، ۲: ۷۴۶، رقم: ۱۰۶۶

(۳) جیسے خلیفہ راشد حضرت علی ﷺ کے دور میں خوارج نے لَا حُكْمَ إِلَّا لِلّٰهِ کا پُر کشش نعرہ لگایا تھا۔

(۴) طبراني، المعجم الأوسط، ۶: ۱۸۶، الرقم: ۶۱۴۲

۱۷۔ يُسِيئُوْنَ الْفِعْلَ.[1]

’’مگر وہ کردار کے لحاظ سے بڑے ظالم، خونخوار اور گھناؤنے لوگ ہوں گے۔‘‘

۱۸۔ هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ وَالْخَلِيْقَةِ.[2]

’’وہ تمام مخلوق سے بدترین لوگ ہوں گے۔‘‘

۱۹۔ يَطْعَنُوْنَ عَلٰى أُمَرَائِهِمْ وَيَشْهَدُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالضَّلَالَةِ.[3]

’’وہ حکومتِ وقت یا حکمرانوں کے خلاف خوب طعنہ زنی کریں گے اور ان پر گمراہی و ضلالت کا فتویٰ لگائیں گے۔‘‘

۲۰۔ يَخْرُجُوْنَ عَلٰى حِيْنِ فُرْقَةٍ مِنَ النَّاسِ.[4]

’’وہ اس وقت منظرِ عام پر آئیں گے جب لوگوں میں تفرقہ اور اختلاف پیدا ہو جائے گا۔‘‘

---

(۱) أبوداود، السنن، کتاب السنة، باب في قتال الخوارج، ۴: ۲۴۳، رقم: ۴۷۶۵

(۲) مسلم، الصحیح، کتاب الزکاة، باب الخوارج شر الخلق والخلیقة، ۲: ۷۵۰، الرقم: ۱۰۶۷

(۳) ۱۔ ابن أبي عاصم، السنة، ۲: ۴۵۵، رقم: ۹۳۴
۲۔ هیثمي، مجمع الزوائد، ۶: ۲۲۸، وقال: رجاله رجال الصحیح۔

(۴) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب المناقب، باب علامات النبوة في الإسلام، ۳: ۱۳۲۱، رقم: ۳۴۱۴
۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الزکاة، باب ذکر الخوارج وصفاتهم، ۲: ۷۴۴، رقم: ۱۰۶۴

۲۱۔ يَقْتُلُوْنَ أَهْلَ الإِسْلَامِ وَيَدْعُوْنَ أَهْلَ الْأَوْثَانِ. (۱)

''وہ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔''

۲۲۔ يَسْفِكُوْنَ الدَّمَ الْحَرَامَ. (۲)

''وہ ناحق خون بہائیں گے۔''

یعنی مسلم اور غیر مسلم افراد کا قتل جائز سمجھیں گے۔

۲۳۔ يَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ وَيَسْفِكُوْنَ الدِّمَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ مِنَ اللهِ وَيَسْتَحِلُّوْنَ أَهْلَ الذِّمَّةِ. (من كلام عائشة رضي الله عنها) (۳)

''وہ راہزن ہوں گے، ناحق خون بہائیں گے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں دیا اور غیر مسلم اقلیتوں کے قتل کو حلال سمجھیں گے۔'' (یہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا فرمان ہے۔)

۲۴۔ يُؤْمِنُونَ بِمُحْكَمِهِ وَيَهْلِكُونَ عِنْدَ مُتَشَابِهِه. (قول ابن عباس رضی اللہ عنہ). (۴)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالى: تعرج الملائكة والروح إليه، ۶: ۲۷۰۲، رقم: ۶۹۹۵

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الزكاة، باب ذكر الخوارج وصفاتهم، ۲: ۷۴۱، رقم: ۱۰۶۴

(۲) مسلم، الصحيح، كتاب الزكاة، باب التحريض على قتل الخوارج، ۲: ۷۴۸، رقم: ۱۰۶۶

(۳) حاكم، المستدرك، ۲: ۱۶۶، رقم: ۲۶۵۷

(۴) ۱۔ طبری، جامع البيان فی تفسير القرآن، ۳: ۱۸۱

۲۔ عسقلاني، فتح الباری، ۱۲: ۳۰۰

’’وہ قرآن کی محکم آیات پر ایمان لائیں گے جبکہ اس کی متشابہات کے سبب سے ہلاک ہوں گے۔‘‘ (قولِ ابن عباس رضی اللہ عنہ)

۲۵۔ يَقُوْلُوْنَ الْحَقَّ بِأَلْسِنَتِهِمْ لَا يُجَاوِزُ حُلُوْقَهُمْ. (قول علي رضی اللہ عنہ)[1]

’’وہ زبانی کلامی حق بات کہیں گے، مگر وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گی۔‘‘ (قولِ علی رضی اللہ عنہ)

۲۶۔ يَنْطَلِقُوْنَ إِلَى آيَاتٍ نَزَلَتْ فِي الْكُفَّارِ فَيَجْعَلُوْهَا عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ. (من قول ابن عمر رضی اللہ عنہ)[2]

’’وہ کفار کے حق میں نازل ہونے والی آیات کا اطلاق مسلمانوں پر کریں گے۔ اس طرح وہ دوسرے مسلمانوں کو گمراہ، کافر اور مشرک قرار دیں گے تاکہ ان کا ناجائز قتل کر سکیں۔‘‘ (قولِ ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے مستفاد)

۲۷۔ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ.[3]

’’وہ دین سے یوں خارج ہو چکے ہوں گے جیسے تیر شکار سے خارج ہو جاتا ہے۔‘‘

---

(۱) مسلم، الصحيح، كتاب الزكاة، باب التحريض على قتل الخوارج، ۲: ۷۴۹، الرقم: ۱۰۶۶

(۲) بخاری، الصحيح، كتاب، استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب قتل الخوارج والملحدين بعد إقامة الحجة عليهم، ۶: ۲۵۳۹

(۳) ۱۔ بخاری، الصحيح، كتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب قتل الخوارج والملحدين بعد إقامة الحجة عليهم، ۶: ۲۵۳۹، رقم: ۶۵۳۱

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الزكاة، باب التحريض على قتل الخوارج، ۲: ۷۴۶، رقم: ۱۰۶۶

۲۸۔ اَلْأَجْرُ الْعَظِيْمُ لِمَنْ قَتَلَهُمْ.(۱)

''ان کے قتل کرنے والے کو اجرِ عظیم ملے گا۔''

۲۹۔ خَيْرُ قَتْلَى مَنْ قَتَلُوْهُ.(۲)

''وہ شخص بہترین مقتول (شہید) ہوگا جسے وہ قتل کر دیں گے۔''

۳۰۔ شَرُّ قَتْلَى تَحْتَ أَدِيْمِ السَّمَاءِ.(۳)

''وہ آسمان کے نیچے بدترین مقتول ہوں گے۔''

یعنی جو دہشت گرد خوارج فوجی سپاہیوں کے ہاتھوں مارے جائیں گے تو وہ بدترین مقتول ہوں گے اور انہیں مارنے والے جوان بہترین غازی ہوں گے۔

۳۱۔ إِنَّهُمْ كِلَابُ النَّارِ.(۴)

''یہ (دہشت گرد خوارج) جہنم کے کتے ہوں گے۔''

۳۲۔ گناہِ کبیرہ کے مرتکب کو دائمی جہنمی اور اس کا خون اور مال حلال قرار دیں گے۔

۳۳۔ ظالم اور فاسق حکومت کے خلاف مسلح بغاوت اور خروج کو فرض قرار دیں

(۱) مسلم، الصحيح، كتاب الزكاة، باب التحريض على قتل الخوارج، ۲: ۷۴۸، رقم: ۱۰٦٦

(۲) ترمذی، السنن، كتاب تفسير القرآن، باب ومن سورة آل عمران، ۵: ۲۲٦، رقم: ۳۰۰۰

(۳) ترمذی، السنن، كتاب تفسير القرآن، باب ومن سورة آل عمران، ۵: ۲۲٦، رقم: ۳۰۰۰

(۴) ترمذی، السنن، كتاب تفسير القرآن، باب ومن سورة آل عمران، ۵: ۲۲٦، رقم: ۳۰۰۰

گے۔[1]

۳۴۔ خوارج کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ کسی مخصوص علاقے کو گھیر کر اپنی دہشت گردانہ کارروائیوں کے لیے مرکز بنالیں گے، جیسے کہ انہوں نے خلافت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ میں حروراء کو اپنا مرکز بنالیا تھا یعنی وہ اپنے لئے محفوظ پناہ گاہیں بنائیں گے۔

۳۵۔ خوارج کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ وہ اہلِ حق کے ساتھ مذاکرات کو ناپسند کریں گے، جس طرح انہوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی تحکیم کو مسترد کر دیا تھا۔

احادیث و آثار سے ماخوذ اِن علامات سے ثابت ہوتا ہے کہ جو مسلح گروہ یا فرقہ جمہور اُمتِ مسلمہ کو گمراہ، بدعتی اور کافر و مشرک کہے، عامۃ الناس - مسلم ہوں یا غیر مسلم - کے خون و مال کو حلال سمجھے، حق بات کا انکار کرے، مصالحانہ اور پُر امن ماحول کو تباہ و برباد کرے، وہ خارجی ہے۔ خواہ اس کا ظہور کسی بھی زمانے اور کسی بھی ملک میں ہو۔

(۱) ۱۔ عبد القاہر بغدادی، الفرق بین الفرق: ۷۳
۲۔ ابن تیمیہ، مجموع فتاوی، ۱۳: ۳۱

فصل سوم

خوارِج کی تکفیر اور وجوبِ قتل پر
ائمۂ دین کی تصریحات

مسلح بغاوت اور دہشت گردی کرنے والے خوارج کی تکفیر سے متعلق علماء کی دو آراء ہیں، لیکن ان کے قتل پر کوئی اِختلاف نہیں ہے کیونکہ اس کا حکمِ صریح خود حضور نبی اکرم ﷺ نے دیا ہے، جس کے بعد کسی مسلمان کے لئے اختلاف کی کوئی گنجائش ہی نہیں رہتی۔ درج ذیل اِرشادِ نبوی ﷺ اور اسی طرح کے کئی دیگر فرامینِ نبوت پہلے بیان ہو چکے ہیں جو ان کے خاتمہ پر نص ہیں:

لَئِنْ أَدْرَكْتُهُمْ لَأَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ ثَمُوْدَ. (۱)

''اگر میں انہیں پالوں تو ضرور بالضرور قومِ ثمود کی طرح قتل کر ڈالوں گا۔''

اور آپ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی بھی قتلِ خوارج کے باب میں قطعی اور صریح ہے:

فَأَيْنَمَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ. (۲)

''پس تم جہاں کہیں بھی انہیں پاؤ تو (ریاستی سطح پر ان کے ساتھ جنگ کرکے) انہیں قتل کر ڈالو۔''

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب المغازي، باب بعث علی بن أبي طالب وخالد بن الولید إلی الیمن قبل حجة الوداع، ۴: ۱۵۸۱، رقم: ۴۰۹۴

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الزکاة، باب ذکر الخوارج وصفاتهم، ۲: ۷۴۳، رقم: ۱۰۶۴

(۲) نسائي، السنن، کتاب تحریم الدم، باب من شهر سیفه ثم وضعه في الناس، ۷: ۱۱۹، رقم: ۴۱۰۳

امام بخاری نے الصحیح میں باب ہی اس عنوان سے قائم کیا ہے:

''باب قتل الخوارج والملحدين بعد إقامة الحجة عليهم (خوارج اور ملحدین پر حجت قائم کرنے کے بعد ان کو قتل کرنے کا باب)۔''[۱]

اِمام مسلم نے بھی الصحیح میں درج ذیل عنوان سے یہ باب قائم کیا ہے:

''باب التحريض على قتل الخوارج (خوارج کو قتل کرنے پر تاکیدی ترغیب کا باب)۔''[۲]

امام نووی ''شرح صحیح مسلم'' میں لکھتے ہیں:

قوله ﷺ: ''فإذا لقيتموهم فاقتلوهم، فإن في قتلهم أجرا'' هذا تصريح بوجوب قتال الخوارج والبغاة وهو إجماع العلماء. قال القاضي: أجمع العلماء على أن الخوارج وأشباههم من أهل البدع والبغي متى خرجوا على الإمام وخالفوا رأى الجماعة، وشقوا العصا وجب قتالهم بعد إنذارهم والإعتذار إليهم.

وهذا كله ما لم يكفروا ببدعتهم فان كانت البدعة مما يكفرون به جرت عليهم أحكام المرتدين، وأما البغاة الذين لا يكفرون فيرثون ويورثون ودمهم في حال القتال هدر، وكذا أموالهم التي تتلف في القتال.[۳]

---

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب إستتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب (۵)، ۶: ۲۵۳۹

(۲) مسلم، الصحیح، کتاب الزکاة، باب (۴۸)، ۲: ۷۴۶

(۳) نووی، شرح صحیح مسلم، ۷: ۱۶۹، ۱۷۰

''حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی - ''اگر تم انہیں ملو تو ان کے خلاف کارروائی کر کے انہیں قتل کر دو کہ یقیناً ان کو قتل کرنے میں اجر ہے'' - خوارج اور باغی دہشت گردوں کے ساتھ جنگ کے واجب ہونے پر صراحت ہے اور اسی پر علماء کا اجماع ہے۔ قاضی ابو بکر بن عربی نے فرمایا: تمام علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ خوارج اور ان جیسے دیگر اہلِ بدعت دہشت گرد، اگر حکومتِ وقت کے خلاف خروج کریں، اجتماعی رائے کی مخالفت کریں اور ہتھیار اٹھا لیں تو ان کو ڈرانے اور راہِ راست پر لانے کے لئے سمجھانے کے بعد ان سے قتال واجب ہے۔

''یہ سب کچھ اس وقت تک ہے جب تک وہ اپنی بدعات کے سبب کافر قرار نہ دیے جائیں۔ لیکن اگر ان کے کرتوت ایسے ہوں جن کی بناء پر انہیں کافر قرار دیا گیا ہے تو ان پر مرتدین کے احکام لاگو ہوں گے۔ البتہ وہ باغی جن کو کافر قرار نہیں دیا گیا تو وہ خود بھی وارث بنیں گے اور دوسرے بھی ان کے وارث بنیں گے البتہ حالتِ جنگ میں ان کا خون رائیگاں جائے گا اور ان کے اموال پر بھی کوئی ضمان نہیں ہوگی۔''

قاضی عیاض ''الشفا (۴۷۶-۵۴۴)'' میں فرماتے ہیں:

وَاخْتَلَفَ قَوْلُ مَالِکٍ وَأَصْحَابِهِ فِي ذَلِکَ، وَلَمْ يَخْتَلِفُوا فِي قِتَالِهِمْ إِذَا تَحَيَّزُوا فِئَةً، وَأَنَّهُمْ يُسْتَتَابُونَ، فَإِنْ تَابُوا وَإِلَّا قُتِلُوا. وَإِنَّمَا اخْتَلَفُوا فِي الْمُنْفَرِدِ مِنْهُمْ. وَهَذَا قَوْلُ مُحَمَّدِ بْنِ الْمَوَّازِ فِي الْخَوَارِجِ، وَعَبْدِ الْمَلِکِ بْنِ الْمَاجِشُونِ، وَقَوْلُ سُحْنُونٍ. وَبِهِ فُسِّرَ قَوْلُ مَالِکٍ فِي الْمُوَطَّأِ، وَمَا رَوَاهُ عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ: يُسْتَتَابُونَ، فَإِنْ تَابُوا وَإِلَّا قُتِلُوا. وَقَالَ عِيسَى عَنِ ابْنِ الْقَاسِمِ: فَإِنْ

تَابُوا وَإِلَّا قُتِلُوا، وَمِثْلُهُ لَهُ فِي الْمَبْسُوطِ قَالَ: وَهُمْ مُسْلِمُونَ، وَإِنَّمَا قُتِلُوا لِرَأْيِهِمُ السُّوءِ، وَبِهَذَا عَمِلَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ. وَابْنُ حَبِيبٍ، وَغَيْرُهُ مِنْ أَصْحَابِنَا يَرَى تَكْفِيرَهُمْ.

''خوارج کے بارے میں امام مالک اور ان کے تلامذہ کا قول اگرچہ مختلف ہے مگر ان کا اس بات پر اجماع ہے کہ اگر وہ جماعت سے علیحدگی اختیار کریں تو ان کے ساتھ جنگ کی جائے گی، اور وہ اس طرح کہ پہلے انہیں توبہ کرنے کی دعوت دی جائے گی، اگر وہ توبہ کر لیں تو بہت خوب ورنہ انہیں قتل کیا جائے گا۔ البتہ اختلاف ان میں سے صرف ایک فرد کے حکم کے بارے میں ہے، اگر وہ اکیلا ہو (تو کیا کیا جائے)؟ خوارج کے بارے میں یہ قول محمد بن المواز، عبدالمالک بن الماجشون اور امام سحنون کا ہے۔ اور یہ قول موطأ میں امام مالک کے قول اور آپ سے مروی حضرت عمر بن عبد العزیز کی روایت (ان سے توبہ کے لئے کہا جائے، اگر وہ توبہ کر لیں تو انہیں چھوڑ دیا جائے ورنہ قتل کیا جائے) کی وضاحت کرتا ہے۔ امام عیسیٰ، امام ابن القاسم سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں: اگر وہ توبہ کر لیں تو انہیں چھوڑ دیا جائے ورنہ قتل کر دیا جائے۔ اور ان سے مروی اسی طرح کی روایت **المبسوط** میں بھی ہے۔ فرمایا: یہ اصلاً مسلمان تھے، مگر انہیں فتنہ و شرارت پر مبنی موقف رکھنے کی وجہ سے قتل کیا جائے گا اور عمر بن عبدالعزیز اور ابن حبیب نے بھی ان کے ساتھ یہی سلوک کیا ہے۔ ان کے علاوہ ہمارے بہت سے مقتدر اکابر ان کے بارے میں تکفیر کا موقف رکھتے ہیں۔''

قاضی عیاض مزید فرماتے ہیں:

وَقَوْلُهُ ﷺ فِي الْخَوَارِجِ: هُمْ مِنْ شَرِّ الْبَرِيَّةِ، وَهَذِهِ صِفَةُ الْكُفَّارِ.

وَقَالَ: شَرُّ قَبِيلٍ تَحتَ أَدِيمِ السَّمَاءِ، طُوبَى لِمَنْ قَتَلَهُمْ أَوْ قَتَلُوهُ. وَقَالَ: فَإِذَا وَجَدْتُمُوهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ قَتْلَ عَادٍ. وَظَاهِرُ هَذَا الْكُفْرِ لَا سِيَّمَا مَعَ تَشْبِيهِهِمْ بِعَادٍ، فَيَحْتَجُّ بِهِ مَنْ يَرَى تَكْفِيرَهُمْ، فَيَقُولُ لَهُ الْآخَرُ: إِنَّمَا ذَلِكَ مِنْ قَتْلِهِمْ لِخُرُوجِهِمْ عَلَى الْمُسْلِمِينَ، وَبَغْيِهِمْ عَلَيْهِمْ بِدَلِيلِهِ مِنَ الْحَدِيثِ نَفْسِهِ: يَقْتُلُونَ أَهْلَ الْإِسْلَامِ، فَقَتْلُهُمْ هَاهُنَا حَدٌّ لَا كُفْرٌ. وَذِكْرُ عَادٍ تَشْبِيهٌ لِلْقَتْلِ وَحِلِّهِ لَا لِلْمَقْتُولِ، وَلَيْسَ كُلُّ مَنْ حُكِمَ بِقَتْلِهِ يُحْكَمُ بِكُفْرِهِ. وَكَذَلِكَ قَوْلُهُ: يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ مُرُوقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ، ثُمَّ لَا يَعُودُونَ إِلَيْهِ حَتَّى يَعُودَ السَّهْمُ عَلَى فُوقِهِ. وَبِقَوْلِهِ: سَبَقَ الْفَرْثَ وَالدَّمَ يَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ لَمْ يَتَعَلَّقْ مِنَ الْإِسْلَامِ بِشَيْءٍ.(۱)

’’اور حضور ﷺ کا خوارج کے بارے میں ارشادِ گرامی کہ ’’وہ بدترین مخلوق ہیں‘‘ یہ صرف کفار کی صفت ہے۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا: ’’وہ آسمان کے نیچے بدترین گروہ ہیں۔ اُس شخص کے لئے خوش خبری ہے جس نے انہیں قتل کیا یا جسے انہوں نے قتل کر دیا۔‘‘ نیز آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’پس اگر تم اُنہیں پاؤ تو (اُن کے خلاف کارروائی کرکے) اُنہیں قومِ عاد کی طرح قتل کر دو۔‘‘ ان تمام ارشادات گرامی سے بظاہر خوارج کا کفر ثابت ہوتا ہے، بالخصوص جب ان کو قومِ عاد سے تشبیہ دی گئی۔ پس جو شخص ان کو کافر قرار دیتا ہے وہ اِسی ارشادِ نبوی ﷺ کے ظاہر سے دلیل اور حجت پکڑتا ہے۔ جبکہ دوسری رائے یہ ہے کہ خوارج کے قتل کا حکم اُن کے مسلمانوں کے خلاف خروج اور بغاوت کی وجہ سے ہے جس کی دلیل اس حدیث مبارکہ میں فی نفسہٖ موجود ہے کہ ’’وہ اہلِ اسلام کو

(۱) قاضی عیاض، الشفا: ۸۴۲، ۸۴۳

قتل کریں گے۔'' پس یہاں ان کے قتل کا حکم بطورِ حد ہے نہ کہ بوجہِ کفر؛ اور قومِ عاد کا ذکر، قتل اور ان کے مباح الدم ہونے کے لئے تشبیہ کے طور پر ہے مقتول کے لئے نہیں۔ اور یہ کہ جس کے بھی قتل کا حکم دیا جاتا ہے وہ صرف اس کے کفر کی وجہ سے ہی نہیں دیا جاتا۔ اسی طرح حضور نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشادِ گرامی (بھی تکفیر کے قول کی دلیل) ہے کہ ''وہ دینِ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے اور پھر وہ دینِ اسلام کی طرف اس وقت تک واپس نہیں لوٹیں گے جب تک کہ تیر اپنی کمان میں واپس نہیں آ جاتا۔'' اور حضور ﷺ کا یہ ارشادِ گرامی ''وہ گوبر اور خون سے آگے نکل گیا'' اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس شخص کا دینِ اسلام کے ساتھ کچھ بھی تعلق قائم نہ رہا۔''

تکفیرِ خوارج سے متعلق دو معروف اَقوال پر ائمہ کے فتاویٰ

ائمہ حدیث و تفسیر اور فقہاے کرام نے خوارج کی تکفیر پر بحث و تحقیق کرتے ہوئے بالعموم دو نقطہ ہاے نظر پیش کیے ہیں اور بیشتر ائمہ نے دونوں میں سے اپنے اپنے دلائل کے مطابق کسی ایک یا دونوں کو بھی اختیار کیا ہے۔ ذیل میں ہم ان دو اقوال کی تقسیم سے متعلق علامہ ابن تیمیہ کا موقف بیان کر رہے ہیں۔ بعد ازاں بالترتیب دونوں اقوال کے مؤیدین کا الگ الگ ذکر کریں گے۔ وہ دو اقوال کیا ہیں؟ آیئے! علامہ ابن تیمیہ کے الفاظ میں پہلے یہ سمجھ لیتے ہیں۔

علامہ ابنِ تیمیہ اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں:

فَإِنَّ الْأُمَّةَ مُتَّفِقُونَ عَلٰی ذَمِّ الْخَوَارِجِ وَتَضْلِيلِهِمْ وَإِنَّمَا تَنَازَعُوا فِي تَكْفِيرِهِمْ عَلَى قَوْلَيْنِ مَشْهُورَيْنِ فِي مَذْهَبِ مَالِكٍ وَأَحْمَد. وَفِي مَذْهَبِ الشَّافِعِيِّ أَيْضًا نِزَاعٌ فِي كُفْرِهِمْ وَلِهَذَا كَانَ فِيهِمْ قَوْلَانِ:

أَحَدُهُمَا: أَنَّهُمْ كُفَّارٌ كَالْمُرْتَدِّينَ، وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ مِنْهُمْ، اُسْتُتِيبَ فَإِنْ تَابَ وَإِلَّا قُتِلَ. وَالثَّانِي: أَنَّهُمْ بُغَاةٌ (وَلَا خِلَافَ فِي جَوَازِ قَتْلِهِمْ كَمَا ذُكِرَ مِنْ قَبْلِ). [1]

''بے شک تمام اُمتِ محمدیہ خوارج کی مذمت کرنے اور ان کو گمراہ قرار دینے پر متفق ہے۔ البتہ ان کی تکفیر کے حوالے سے مالکیہ، حنابلہ اور شافعیہ کے نزدیک اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس پر دو قول مشہور ہیں: پہلا قول یہ ہے کہ وہ مرتدین (باغیانِ دین) کی طرح کافر ہیں۔ (لہٰذا انہیں آغازِ فتنہ کے وقت ہی قتل کرنا اور ان کے بھگوڑوں کا تعاقب کرنا جائز ہے۔) ان میں سے جس پر قابو پا لیا جائے اسے توبہ کرنے کے لئے کہا جائے، اگر وہ توبہ کرلے تو چھوڑ دیا جائے ورنہ قتل کر دیا جائے۔ قولِ ثانی یہ ہے کہ وہ باغی ہیں (مگر انہیں قتل کرنے کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے)۔''

پہلا قول: خوارج پر حکمِ تکفیر کا اِطلاق

ائمہ اُمت کی ایک بڑی تعداد خوارج کو کافر قرار دیتی ہے۔ اس قول کے قائلین صحاحِ ستہ میں خوارج کے بارے میں وارد ہونے والی کثیر احادیث سے استدلال کرتے ہیں، جنہیں ہم گزشتہ صفحات میں تفصیلاً ذکر کر چکے ہیں۔ یہاں ہم اختصار کے پیشِ نظر صرف دو احادیث درج کرنے پر اکتفا کریں گے:

۱۔ حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

يَأْتِي فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ حُدَثَاءُ الْأَسْنَانِ سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ، يَقُولُونَ

---

(۱) ابن تیمیه، مجموع فتاوی، ۲۸: ۵۱۸

مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ، يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، لَا يُجَاوِزُ إِيمَانُهُمْ حَنَاجِرَهُمْ، فَأَيْنَمَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ، فَإِنَّ قَتْلَهُمْ أَجْرٌ لِمَنْ قَتَلَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.(۱)

''آخری زمانہ میں کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو کم عقل اور ناپختہ ذہن کے ہوں گے۔ ان کی زبانوں پر قرآن و حدیث کا کلام ہوگا لیکن وہ دین اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ ان کا ایمان ان کے حلق سے نیچے نہیں جائے گا۔ تم انہیں جہاں بھی پاؤ (تو اُن کے خلاف قانونی چارہ جوئی کرکے انہیں) قتل کر دو کیونکہ ان کو قتل کرنے والا قیامت کے روز اجر و ثواب پائے گا۔''

یہاں حضور نبی اکرم ﷺ کا انہیں قتل کر دینے کا شدید تاکیدی حکم اور اس پر اجر کا اعلان صراحتاً ان کے کفر پر دلالت کرتا ہے۔

۲۔ سفیان بن عیینہ کے طریق سے ابو غالب سے مروی ہے کہ حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

شَرُّ قَتْلَى قُتِلُوا تَحْتَ أَدِيمِ السَّمَاءِ، وَخَيْرُ قَتِيلٍ مَنْ قَتَلُوا كِلَابُ أَهْلِ النَّارِ، قَدْ كَانَ هَؤُلَاءِ مُسْلِمِينَ فَصَارُوا كُفَّارًا.(۲)

''یہ خوارج آسمان کے نیچے قتل کیے جانے والوں میں بدترین مقتول ہیں اور

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الإسلام، ۳: ۱۳۲۱، رقم: ۳۴۱۵

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الزکاة، باب التحریض علی قتل الخوارج، ۲: ۷۴۶، رقم: ۱۰۶۶

(۲) ابن ماجه، السنن، المقدمة، ۱: ۶۲، رقم: ۱۷۶

بہترین مقتول وہ ہیں جنہیں اَہلِ دوزخ کے (اِن) کتوں نے قتل کیا۔ یہ لوگ (بغاوت اور دہشت گردی سے) پہلے مسلمان تھے مگر (اپنے اس خروج کی وجہ سے) کافر ہوگئے۔''

اِس حدیث مبارکہ کے یہ الفاظ انتہائی قابل غور ہیں کہ وہ خوارج پہلے مسلمان تھے لیکن بعد ازاں اپنے خود ساختہ باطل عقائد و نظریات کے باعث کافر ہوگئے۔

اسی طرح یہ ارشاد گرامی کہ ''بے شک یہ شخص اور اس کے ساتھی قرآن پڑھیں گے مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ یہ لوگ دین اسلام سے اس طرح خارج ہو جائیں گے جس طرح تیر شکار سے خارج ہو جاتا ہے'' بھی صراحتاً ان کے کفر پر دلالت کرتا ہے۔

ذیل میں خوارج کے کفر کے قائل چند ائمہ کرام کے فتاویٰ ملاحظہ کریں:

(۱) امام بخاری

تمام مسالک و مذاہب کے متفقہ امام فی الحدیث امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ (م ۲۵۶ھ) نے الصحیح میں باقاعدہ ترجمۃ الباب قائم کرکے خوارج کا کفر ثابت کیا ہے۔ حافظ ابنِ حجر عسقلانی اس مقام پر فرماتے ہیں:

جملة من العلماء الذين قالوا بتكفير الخوارج كالبخاری حيث قرنهم بالمرتدين والملحدين وأفرد عنهم المتأولين بترجمة قال فيها: باب من ترک قِتال الخوارج للتألف ولئلا ينفرَ الناسُ عنه. [1]

''وہ تمام علماء جنہوں نے خوارج کو کافر قرار دیا ہے جس طرح امام بخاری کہ

(۱) ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۱۲: ۳۱۳

انہوں نے انہیں مرتدین اور ملحدین کے زُمرے میں شمار کیا ہے اور تاویل کرنے والوں کو ایک ترجمۃ الباب کے ذریعے الگ بیان کیا ہے، جس کا عنوان رکھا ہے: ''جس نے خوارج کے ساتھ جنگ کو ساتھ ملانے کی اُمید پر یا اِس لیے ترک کر دیا تاکہ لوگ اس سے دور نہ ہو جائیں۔''

اس واضح تفریق سے امام بخاریؒ نے یہ ثابت کیا ہے کہ خوارج بلاشبہ مرتدین کی طرح کافر ہیں اور متأوّلین (یعنی تاویل کرنے والوں) کا حکم ان سے مختلف ہے۔

(۲) امام ابن جریر الطبری

جلیل القدر مفسر قرآن اور مؤرّخ امام ابن جریر طبری (م۳۱۰ھ) خوارج کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

إنه لا يجوز قتال الخوارج وقتلهم إلا بعد إقامة الحجة عليهم، بدعائهم إلى الرجوع إلى الحق، والإعذار إليهم، وإلى ذلك أشار البخاري في الترجمة بالآية المذكورة فيها، واستدل به لمن قال بتكفير الخوارج، وهو مقتضى صنيع البخاري، حيث قرنهم بالملحدين، وأفرد عنهم المتأوّلين بترجمة. (۱)

''خوارج کے ساتھ جنگ اور اُن کا قتل اس وقت تک جائز نہیں جب تک انہیں حق کی طرف رجوع کرنے کی دعوت دے کر اور عذر پیش کرنے کا موقع فراہم کر کے ان پر حجت قائم نہ کر دی جائے۔ امام بخاری نے ترجمۃ الباب میں اسی طرف اشارہ کیا ہے، اور اس کے ذریعے اس شخص کے لئے استدلال مہیا کیا ہے جس نے خوارج کی تکفیر کا قول اپنایا ہے۔ اور یہ امام بخاری کے اِس قول کو اختیار کرنے کا تقاضا بھی ہے کیونکہ آپ نے اُن (خوارج) کو مرتدین وملحدین

(۱) ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۱۲: ۲۹۹

کے ساتھ ملایا ہے اور تاویل کرنے والوں کو ان سے الگ رکھا ہے۔''

حافظ ابن حجر عسقلانی امام طبری کا موقف مزید واضح کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

ومِمن جنح إلى بعض هذا البحث: الطبري في تهذيبه، فقال بعد أن سرد أحاديث الباب: فيه الردّ على قول من قال: لا يخرج أحد من الإسلام من أهل القبلة بعد استحقاقه حكمه، إلّا بقصد الخروج منه عالماً، فإنه مبطل لقوله في الحديث: ''يقولون الحق، ويقرؤون القرآن، ويمرقون من الإسلام، ولا يتعلقون منه بشيء.''(1)

''اور امام طبری نے ''تهذيب الآثار'' میں اس باب کی احادیث بیان کرنے کے بعد اس قول کا ردّ کیا ہے کہ اہلِ قبلہ میں سے کوئی بھی شخص اسلام قبول کرنے کے بعد اسلام سے خارج نہیں ہوتا سوائے اس کے کہ وہ دانستہ طور پر اسلام سے خروج کا ارادہ کرے۔ کیوں کہ یہ تو حضور ﷺ کے اس ارشادِ گرامی کو باطل قرار دینا ہے۔ حدیثِ نبوی ﷺ میں ہے: ''وہ حق کہیں گے اور قرآن مجید کی تلاوت کریں گے مگر اسلام سے نکل جائیں گے اور وہ اسلام کے ساتھ کچھ بھی تعلق نہ رکھتے ہوں گے۔''

(۳) امام محمد بن محمد الغزالی

حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد بن محمد الغزالی (م۵۰۵ھ) اور امام رافعی بھی خوارج کے ایک گروہ کے کفر کے قائل ہیں، جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے بیان کیا ہے:

وقال الغزالی فی الوسيط: تبعا لغيره فی حکم الخوارج وجهان

---

(۱) ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۱۲: ۳۰۰

أحدهما: أنه كحكم أهل الردة، والثاني: أنه كحكم أهل البغی، ورجح الرافعي الأول.(۱)

''اور امام غزالی نے ''الوسیط'' میں حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کی اتباع میں خوارج کے حکم کے بارے میں دو صورتیں بیان کی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ ان کا حکم مرتدین کے حکم کی طرح ہے؛ اور دوسری یہ کہ ان کا حکم باغیوں کے حکم کی طرح ہے اور رافعی نے پہلی صورت کو ترجیح دی ہے۔''

(۴) قاضی ابوبکر بن العربی المالکی

قاضی ابوبکر محمد بن عبد اللہ بن العربی الاندلسی المالکی (م۵۴۳ھ) کا شمار اندلس کے نام ور ائمہ میں ہوتا ہے۔ انہوں نے امام غزالی جیسے اَجل علماء سے علم حاصل کیا۔ قاضی ابو بکر بن العربی نے عارضة الأحوذی کے نام سے جامع الترمذی کی شرح لکھی۔ حافظ ابن حجر عسقلانی بیان کرتے ہیں کہ آپ بھی خوارج کی تکفیر کے قائل تھے:

وَبِذَلِکَ صَرَّحَ الْقَاضِی أَبُو بَکْرِ بْنُ الْعَرَبِیّ فِی شَرْحِ التِّرْمِذِیّ فَقَالَ: الصَّحِیحُ أَنَّهُمْ کُفَّارٌ لِقَوْلِهِ ﷺ: ''یَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ'' وَلِقَوْلِهِ: ''لَأَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ عَادٍ''، وَفِی لَفْظٍ ''قَتْلَ ثَمُودَ''، وَکُلٌّ مِنْهُمَا إِنَّمَا هَلَکَ بِالْکُفْرِ، وَبِقَوْلِهِ: ''هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ'' وَلَا یُوصَفُ بِذَلِکَ إِلَّا الْکُفَّارُ، وَلِقَوْلِهِ: ''إِنَّهُمْ أَبْغَضُ الْخَلْقِ إِلَی اللهِ تَعَالَی''، وَلِحُکْمِهِمْ عَلَی کُلِّ مَنْ خَالَفَ مُعْتَقَدَهُمْ بِالْکُفْرِ وَالتَّخْلِیدِ فِی النَّارِ فَکَانُوا هُمْ أَحَقَّ بِالِاسْمِ مِنْهُمْ.(۲)

---

(۱) ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۱۲: ۲۸۵
(۲) ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۱۲: ۲۹۹

’’اس کے بارے میں قاضی ابوبکر بن عربی نے ترمذی کی شرح میں تصریح کی ہے۔ آپ نے فرمایا: صحیح یہ ہے کہ بے شک وہ (خوارج) ارشاداتِ نبوی کی بناء پر کافر ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: ’’وہ دینِ اسلام سے نکل جائیں گے۔‘‘ نیز ان کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا: ’’میں انہیں ضرور بالضرور قتلِ عاد کی طرح قتل کر دیتا۔‘‘ اور ایک روایت میں ’’قتلِ عاد‘‘ کی جگہ ’’قتلِ ثمود‘‘ کے الفاظ ہیں۔ اور قومِ عاد و ثمود دونوں میں سے ہر ایک قوم کفر کی وجہ سے ہی ہلاک ہوئی۔ اور حضور نبی اکرم ﷺ کے اِس ارشادِ گرامی ’’وہ تمام مخلوق میں بد ترین لوگ ہیں‘‘ کی وجہ سے بھی خوارج کافر ہیں کہ اِس صفت سے صرف کافروں کو موصوف کیا جاتا ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: ’’یقیناً وہ (خوارج) اللہ تبارک و تعالیٰ کے ہاں مبغوض ترین لوگ ہیں۔‘‘ مذکورہ بالا ارشاداتِ نبوی ﷺ کے ساتھ ساتھ وہ اِس بناء پر بھی کافر ہیں کہ اُنہوں نے ہر اُس شخص پر کفر اور دائمی جہنمی ہونے کا حکم لگایا جس نے بھی ان کے اعتقادات کی مخالفت کی۔ لہٰذا دوسروں کی نسبت وہ خوارج خود کافر کا نام (title) دیے جانے کے زیادہ مستحق ہیں۔‘‘

(۵) قاضی عیاض المالکی

حضور نبی اکرم ﷺ کے فضائل و مناقب کے بیان پر مشتمل اپنی نوعیت کی منفرد اور مقبول و ثقہ ترین کتاب **الشفا بتعریف حقوق المصطفی** ﷺ کے مصنف قاضی عیاض الیحصبی المالکی (م۵۴۴ھ) کا شمار بھی ان ائمہ کرام میں ہوتا ہے جو خوارج کی تکفیر کے قائل تھے۔ آپ **صحیح مسلم** کی شرح **إکمال المعلم بفوائد مسلم** میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کے ضمن میں مِنْ اور فِي کے الفاظ پر بحث کرتے ہوئے خوارج کو کافر قرار دیتے ہیں:

قال بعض شیوخنا: قال أبو سعید الخدری رضی اللہ عنہ: سمعت رسول

الله ﷺ يقول: "يخرج في هذه الأمة – ولم يقل منها – قوم تحقِرون صلاتكم مع صلاتهم." قال الإمام (المازري ونقله النووي أيضا) هذا من أدل الشواهد على سعة فقه الصحابة ﷺ وتحريرهم الألفاظ وفرقهم بين مدلولاتها الخفية، لأن لفظة من تقتضي كونهم من الأمة لا كفارا بخلاف في، وفي تنبيه الخدري على التفريق بين "في" و "من" إشارة حسنة إلى القول بتكفير الخوارج لأنه أفهم بأنه لما لم يقل منها، دل على أنهم ليسوا من أمة محمد (ﷺ) وإن كان قد روى أبو ذر بعد هذا فقال: قال (ﷺ): "إن من بعدي من أمتي، أو سيكون من بعدي من أمتي" . وفي رواية علي رضی اللہ عنہ: "يخرج من أمتي."(۱)

''ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا ہے: ''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ''اس امت میں – اور یہ نہیں فرمایا کہ اِس اُمت سے – ایک قوم ظاہر ہوگی کہ تم اپنی نمازوں کو ان کی نمازوں کے مقابلے میں حقیر سمجھو گے۔'' امام (مازری) نے کہا (جسے امام نووی نے بھی نقل کیا ہے): یہ حدیث صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فقہی وسعتوں، الفاظ کے چناؤ اور الفاظ کے مدلولاتِ خفیہ کے درمیان فرق و امتیاز کرنے کی صلاحیتوں پر دلالت کرنے والے شواہد میں سے اعلیٰ ترین دلیل ہے۔ کیونکہ مِنْ کا لفظ ان خوارج کے اس امت میں سے ہونے کا تقاضا کرتا ہے، اُن کے کافر ہونے کا نہیں؛ بخلاف فِیْ کے (کہ کلمہ فِیْ میں خوارج کے اس امت کا حصہ ہونے کا تقاضا موجود نہیں)۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے فِیْ اور مِنْ کے درمیان فرق

(۱) قاضی عیاض، إكمال المعلم بفوائد مسلم، ۳: ۲۱۲

پر تنبیہ کرنے میں خوارج کو کافر قرار دینے کے قول کی طرف اچھا اشارہ ہے کہ آپ نے یہ بات سمجھا دی کہ حضور ﷺ نے ’’مِنھَا‘‘ نہیں فرمایا۔ یہ نکتہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ خوارج امت محمدیہ میں شامل نہیں رہے تھے (بلکہ امتِ محمدیہ سے بالکل خارج ہو گئے تھے)۔ اگرچہ اس کے بعد حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے روایت کرتے ہوئے کہا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’بے شک میرے بعد میری امت سے یا عنقریب میرے بعد میری امت سے (ایک قوم نکلے گی)‘‘ اور روایت علی رضی اللہ عنہ کے الفاظ ہیں کہ میری اُمت سے (ایک قوم) نکلے گی۔‘‘

سو دونوں روایتوں میں حافظ ابن حجر عسقلانی نے تطبیق کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

ويجمع بينه وبين حديث أبي سعيد بأن المراد بالأمة في حديث أبي سعيد أمة الإجابة، وفي رواية غيره أمة الدعوة.(١)

’’اس روایت اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت کو اس طرح جمع کیا جائے گا کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں امت سے مراد امتِ اجابت ہے اور حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں امت سے مراد امتِ دعوت ہے۔‘‘

یاد رہے کہ امتِ اجابت سے مراد امتِ مسلمہ ہے جبکہ امتِ دعوت کا اطلاق جمیع عالمِ انسانیت پر ہوتا ہے جس کی طرف حضور نبی اکرم ﷺ دعوت لے کر مبعوث ہوئے خواہ انہوں نے آپ ﷺ کا کلمہ پڑھا یا نہ پڑھا۔ اسی نکتہ کی تصریح حافظ عسقلانی سے پہلے امام نووی بھی کر چکے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

فيه إشارة من أبي سعيد إلى تكفير الخوارج وأنهم من غير هذه

---

(١) ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ١٢: ٢٨٩

الأمة، وفی حدیث الخوارج من أخباره عليه السلام عن الغیوب ما یعظم موقعه، منها: إشارته (صلی الله علیه وآله وسلم) إلی ما یکون بعده من إختلاف الأمة فی تکفیرهم.[1]

”اس حدیث میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی طرف سے خوارج کی تکفیر کی طرف اشارہ ہے اور یہ کہ خوارج اس امتِ مسلمہ میں شامل نہیں ہیں۔ نیز خوارج کے بارے میں وارد حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غیب کی خبریں دینا بھی موجود ہے۔ اور اُن غیب کی خبروں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بعد میں خوارج کو کافر قرار دینے میں بھی اُمت میں اختلاف ہوگا۔“

(۶) امام ابو العباس القرطبی

امام ضیاء الدین ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم الانصاری القرطبی المالکی (م۶۵۶ھ) کا شمار قرطبہ کے معروف ائمہ میں ہوتا ہے۔ آپ نے کثیر کتب تصنیف کیں، جن میں صحیح مسلم کی شرح **المفهم لما أشکل من تلخیص کتاب مسلم** کے نام سے تالیف کی ہے۔ اِسی شرح میں آپ خوارج کے کفر کے بارے میں فرماتے ہیں:

قول القائل فی قسمة النبی صلی الله علیه وآله وسلم: ”هذه قسمة ما أرید بها وجه الله، أو: ما عدل فیها“؛ قول جاهل بحال النبی صلی الله علیه وآله وسلم، غلیظ الطبع، حریص، منافق. وکان حقه أن یُقتل؛ لأنه آذی رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم، وقد قال الله تعالی: ﴿وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌo﴾[2]**، فالعذاب فی الدنیا هو: القتل، لکن لم یقتله النبی صلی الله علیه وآله وسلم للمعنی الذی قاله، وهو من حدیث جابر: ”لا یتحدّث**

(۱) ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۱۲: ۲۸۹

(۲) التوبة، ۹: ۶۱

الناس: أن محمدًا يقتل أصحابه''، ولهذه العلة امتنع النبی ﷺ من قتل المنافقين، مع علمه بأعيان كثير منهم، وبنفاقهم. وقد أُمِنت تلك العلة بعد رسول الله ﷺ، فلا نفاق بعده، وإنما هو الزندقة، وهذا هو الحق والصواب.(۱)

''حضور نبی اکرم ﷺ کے مالِ غنیمت تقسیم فرمانے کے بارے میں اعتراض کرنے والے کا یہ قول کہ ''یہ تقسیم ایسی ہے جس سے اللہ کی رضا کا ارادہ نہیں کیا گیا،'' یا یہ کہ ''آپ ﷺ نے اس میں عدل نہیں کیا'' آپ ﷺ کی شانِ اقدس سے ناواقف اور بے خبر گستاخ شخص کا قول ہے جو غلیظ الطبع، لالچی اور منافق تھا۔ وہ مستحق تھا کہ اُسے قتل کر دیا جاتا کیونکہ اس نے رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچائی تھی۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: ﴿اور جو لوگ رسول اللہ (ﷺ) کو (اپنی بد عقیدگی، بد گمانی اور بدزبانی کے ذریعے) اذیت پہنچاتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے﴾۔ پس اُن کے لئے دنیا میں عذاب تو اُن کا قتل ہے لیکن حضور نبی اکرم ﷺ نے ایک خاص وجہ سے اسے قتل کرنے کا حکم نہیں فرمایا جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں موجود ہے: ''تاکہ لوگ باتیں نہ کرتے پھریں کہ محمد ﷺ اپنے ساتھیوں کو قتل کر دیتے ہیں۔'' اور اسی سبب سے آپ ﷺ منافقین کو قتل کرنے سے بھی رُکے رہے (کیونکہ یہ اسلام کا اوائل دور تھا)، حالانکہ آپ ﷺ ان کی شخصیات اور ان کے نفاق کو خوب جانتے تھے اور یہ علت رسول اللہ ﷺ کے بعد اس لئے ختم ہوگئی کہ آپ ﷺ کے بعد نفاق نہیں رہا (جو منافق رہے وہ کافر کہلائے)؛ البتہ یہ بے دینی ہے اور گمراہی ہے۔ یہی موقف درست ہے۔''

قرآن حکیم کی صریح نص کے بموجب حضور نبی اکرم ﷺ کو اذیت دینا

(۱) قرطبی، المفہم، ۳: ۱۰۷

کافرانہ فعل ہے۔ ائمہ کرام کا ایک طبقہ اِسی بناء پر خوارج کے کافر ہونے کا قائل ہے۔ مندرجہ بالا اقتباس میں امام ابو العباس القرطبی نے بھی اپنا استدلال اِسی اساس پر قائم کیا ہے۔

امام ابو العباس القرطبی خوارج کے کفر کو مزید واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قوله ﷺ: ''لئن أدركتهم لأقتلنهم قتل عاد''، وفي الأخرى: ''قتل ثمود''، ومعنى هذا: لئن أدركهم ليقتلنهم قتلاً عامًا؛ بحيث لا يبقى منهم أحدًا في وقت واحد، لا يؤخر قتل بعضهم عن بعض، ولا يقيل أحدًا منهم، كما فعل الله بعاد؛ حيث أهلكهم بالريح العقيم، وبثمود حيث أهلكهم بالصيحة. قلت: ومقصود هذا التمثيل: أن هذه الطائفة خرجت من دين الإسلام، ولم يتعلّق بها منه شيء، كما خرج هذا السهم من هذه المرمية، الذي لشدَّة النزع، وسرعة السهم، سبق خروجُه خروج الدم، بحيث لا يتعلق به شيء ظاهر، كما قال: سبق الفرث والدم. وبظاهر هذا التشبيه تمسّك من حكم بتكفيرهم من أئمتنا، وقد توقف في تكفيرهم كثير من العلماء لقوله ﷺ: ''فيتماري في الفوق''، وهذا يقضي بأنه يشك في أمرهم فيتوقف فيهم، وكأن القول الأول أي بالتكفير، أظهر من الحديث.(۱)

''حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: ''اگر میں انہیں پالوں تو ضرور بالضرور قومِ عاد کی طرح قتل کر کے اُن کا کلی خاتمہ کر دوں۔'' اور دوسری روایت میں ''قومِ ثمود کی طرح قتل'' کرنے کے الفاظ ہیں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اگر آپ ﷺ انہیں پالیتے تو ہر صورت ان کا قتلِ عام فرماتے کہ ایک وقت میں

(۱) قرطبی، المفهم، ۳: ۱۱۰

ان میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑتے۔ ان میں سے کسی کے قتل کو مؤخر فرماتے نہ ان میں سے کسی کو مہلت دیتے جیسا کہ اللہ رب العزت نے قوم عاد کے ساتھ کیا کہ انہیں شدید ہوا کے ذریعے ہلاک کر دیا اور قومِ ثمود کو سخت آواز کے ذریعے تباہ و برباد کر دیا۔ میں کہتا ہوں: اس تمثیل کے بیان سے مقصود یہ ہے کہ گروہِ خوارج دینِ اسلام سے خارج ہو گیا اور اس کے ساتھ دینِ اسلام میں سے کسی چیز کا بھی کوئی تعلق باقی نہ رہا جس طرح تیر اپنے شکار سے نکل گیا۔ اس کے نکلنے کی شدت اور سرعت ایسی تھی کہ اس کا خروج (باہر نکلنا) خون کے نکلنے پر اس طرح سبقت لے گیا کہ اس تیر پر کوئی چیز ظاہراً لگی نہ رہی، جیسا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''وہ تیر گوبر اور خون پر سبقت لے گیا۔'' اور ہمارے ائمہ کرام میں سے جس نے خوارج پر کفر کا حکم لگایا ہے اس نے اس تشبیہ کے ظاہر سے دلیل پکڑی ہے۔ اور بہت سے علماء نے حضور ﷺ کے اس ارشادِ گرامی - فیتماری في الفوق - کی وجہ سے انہیں کافر قرار دینے میں توقف اختیار کیا ہے کہ یہ ان کے بارے میں شک کا تقاضا کرتا ہے، اس لئے ان کی تکفیر کے بارے میں توقف اختیار کیا جائے گا۔ مگر حدیث کی رُو سے پہلا قول - یعنی ان کے کافر ہونے کا قول - سب سے ظاہر اور واضح ہے۔''

حافظ ابن حجر عسقلانی امام ابو العباس القرطبی کے حوالے سے فرماتے ہیں:

يؤيّد القول بتكفيرهم التمثيل المذكور في حديث أبي سعيد، فإن ظاهر مقصوده أنهم خرجوا من الإسلام، ولم يتعلقوا منه بشيء، كما خرج السهم من الرمية لسرعته وقوة راميه، بحيث لم يتعلق من الرمية بشيء.[1]

---

(۱) ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۱۲: ۳۰۰

’’حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں مذکورہ تمثیل خوارج کی تکفیر کے قول کی تائید کرتی ہے کیونکہ اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظاہری مقصود یہی ہے کہ وہ اسلام سے خارج ہوگئے اور ان کا اسلام کے ساتھ کچھ بھی تعلق باقی نہ رہا جیسا کہ تیر اپنی سرعت اور پھینکنے والے کی قوت کی وجہ سے شکار سے اس تیزی سے پار نکل گیا کہ شکار (کے خون وغیرہ) سے اس پر کچھ نہ لگ سکا۔‘‘

(۷) علامہ ابنِ تیمیہ

علامہ ابن تیمیہ (م۷۲۸ھ) خوارج کے کفر کے قائل ہیں۔ آپ خوارج کے ظہور، عقائد و نظریات، ان کے ظاہری تدیّن و تشرع، ان کے خروج عن الدین اور ان سے قتال کے حکم پر لکھتے ہیں:

والمقصود هنا أن الخوارج ظهروا في الفتنة، وكفروا عثمان وعليا رضي الله عنهما ومن والاهما. ...... وكانوا كما وصفهم النبي صلى الله عليه وآله وسلم. يقتلون أهل الإسلام ويدعون أهل الأوثان. وكانوا أعظم الناس صلاةً وصيامًا وقراءةً كما قال النبي صلى الله عليه وآله وسلم: يحقُرُ أحدُكُم صلاته مع صلاتِهِم، وصيامَهُ مع صِيَامِهِم، وقراءتَهُ مع قراءتِهِم، يقرءون القرآن لا يجاوز حناجرهم؛ يمرقون من الإسلام كما يمرق السهم من الرمية. ومروقهم منه خروجهم باستحلالهم دماء المسلمين وأموالهم. فإنه قد ثبت عنه في الصحيح أنه قال: المُسْلِمُ مَن سَلِمَ المُسْلِمُون مِن لِسَانِه وَيَدِهِ. ...... وهم بسطوا في المسلمين أيديهم وألسنتهم فخرجوا منه (أي من الإسلام). (۱)

---

(۱) ابن تيمية، النبوات: ۲۲۵

''یہاں یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ خوارج کا ظہور (مسلمانوں کو کافر سمجھنے اور ان کے خون کو حلال جاننے کے) فتنہ سے ہوا۔ ان خارجیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے اَحباب پر کفر کا فتویٰ لگایا۔ ...... ان میں وہ اَوصاف من وعن پائے جاتے تھے جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے بارے میں بیان فرمائے تھے۔ وہ مسلمانوں سے جنگ کرتے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیتے۔ (بظاہر) وہ تمام لوگوں سے بڑھ کر نمازی، روزے دار اور (خوش اِلحانی سے) تلاوتِ قرآن کرنے والے تھے۔ جیسا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (ان کے بارے میں مزید) فرمایا: تم (صحابہ) میں سے ہر کوئی اپنی نماز کو ان کی نماز کے مقابلے میں، اپنے روزے کو ان کے روزے کے مقابلے میں اور اپنی تلاوت کو ان کی تلاوت کے مقابلے میں حقیر جانے گا۔ وہ (روانی سے) قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اُترے گا۔ وہ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ وہ مسلمانوں کے خون/جان و مال کو حلال قرار دینے سے ہی دین سے باہر نکل گئے۔ احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔'' ...... اور انہوں نے چونکہ مسلمانوں پر (مسلح بغاوت کی صورت میں) دست درازی کی اور (ان کی تکفیر کی صورت میں) زبان درازی کی؛ اس وجہ سے وہ دینِ اسلام سے خارج ہو گئے۔''

(۸) امام تقی الدین السبکی

امام تقی الدین ابو الحسن علی بن عبد الکافی السبکی (م۷۵۶ھ) کا شمار اَجل ائمہ و محققین میں ہوتا ہے۔ انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے بیان پر مشتمل احادیث و آثار کا معروف مجموعہ **شفاء السقام فی زیارۃ خیر الأنام** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام سے ترتیب دیا۔ آپ نے اپنے فتاوی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کافر قرار دینے کی بنیاد پر اپنا

استدلال قائم کرتے ہوئے خوارج کو کافر قرار دیا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

وَمِمَّنْ جَنَحَ إِلَى ذَلِکَ مِنْ أَئِمَّة الْمُتَأَخِّرِينَ الشَّيْخ تَقِيّ الدِّين السُّبْكِيّ فَقَالَ فِي فَتَاوِيه: اِحْتَجَّ مَنْ كَفَّرَ الْخَوَارِج وَغُلَاة الرَّوَافِض بِتَكْفِيرِهِمْ أَعْلَام الصَّحَابَة لِتَضَمُّنِهِ تَكْذِيب النَّبِيّ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شَهَادَته لَهُمْ بِالْجَنَّةِ، قَالَ: وَهُوَ عِنْدِي اِحْتِجَاج صَحِيح.[(۱)]

''اور وہ ائمہ متاخرین جنہوں نے خوارج کے کافر ہونے کا قول اختیار کیا ان میں امام سبکیؒ بھی ہیں۔ پس آپ نے فتاویٰ میں فرمایا: ''جن لوگوں نے خوارج اور غالی روافض کو کافر قرار دیا انہوں نے ان کے کفر کے لئے اس بات کو دلیل اور حجت بنایا کہ ان لوگوں نے بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کرام ﷺ کو کافر قرار دیا۔ ان صحابہ کرام ﷺ کو کافر قرار دینا حضور نبی اکرم ﷺ کی تکذیب کے مترادف ہے کیوں کہ آپ ﷺ نے ان صحابہ کرام ﷺ کے لئے جنت کی بشارت دی تھی۔ امام تقی الدین السبکی نے فرمایا: میرے نزدیک (خوارج کے کافر ہونے پر) یہ دلیل پکڑنا بالکل صحیح اور درست ہے۔''

یہاں یہ نکتہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ ''خارجی (ثابت) ہونے کے لیے اَصلاً صحابہ کرام ﷺ کی تکفیر ضروری نہیں۔'' تکفیرِ صحابہ کو خوارج کے صرف اُس پہلے گروہ نے اختیار کیا تھا جنہوں نے حضرت علی ﷺ کے زمانے میں خروج کیا۔ اس کی تصریح ابن عابدین شامی نے یوں کی ہے:

ویکفرون أصحاب نبینا ﷺ، علمت أن هذا غیر شرط فی مسمی الخوارج، بل هو بیان لمن خرجوا علی سیدنا علی ﷺ،

(۱) ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۱۲: ۲۹۹، ۳۰۰

وإلا فيكفي فيهم اعتقادهم كفر من خرجوا عليه.[۱]

''اور یہ (خوارج) ہمارے نبی مکرم ﷺ کے صحابہ کرام ﷺ کی تکفیر کرتے ہیں۔ اور میرے علم کے مطابق صحابہ کرام ﷺ کی تکفیر خارجی ہونے کے لیے شرط نہیں بلکہ یہ ان لوگوں کا بیان ہے جنہوں نے حضرت علی ﷺ کے خلاف بغاوت کی تھی، وگرنہ ان کے بارے میں ان کا یہ عقیدہ ہی کافی ہے کہ جس کے خلاف بغاوت کریں اسے کافر جانیں۔''

اس کا مطلب یہ ہے کہ بعد کے زمانوں کے خوارج تکفیرِ صحابہ نہ بھی کریں تو عامۃ المسلمین کو کافر قرار دینے اور دیگر علامات کی وجہ سے خوارج کہلاتے ہیں۔

(۹) امام شاطبی المالکی

امام شاطبی (م۷۹۰ھ) خوارج کے بارے میں اپنا موقف یوں واضح کرتے ہیں:

ألا ترى أن الخوارج كيف خرجوا عن الدين كما يخرج السهم من الصيد المرمي؟ لأن رسول الله ﷺ وصفهم بأنهم يقرأون القرآن لا يجاوز تراقيهم، أنهم لا يتفقهون به حتى يصل إلى قلوبهم. ...... فإنه إذا عرف الرجل فيما نزلت الآية، أو السورة عرف مخرجها وتأويلها وما قصد بها، ...... وإذا جهل فيما أنزلت احتمل النظر فيها أوجها. ...... وليس عندهم من الرسوخ في العلم، ما يهديهم إلى الصواب أو يقف بهم دون اقتحام حمى المشكلات. فلم يكن بد من الأخذ ببادى الرأي أو التأويل بالتخرص الذي لا يغني من الحق شيئا إذ لا دليل عليه من

(۱) ابن عابدین شامی، رد المحتار، باب البغاۃ، ۴: ۲۶۲

الشريعة فضلوا وأضلوا.

ومما يوضح ذلک ما خرجه ابن وهب عن بكير أنه سأل نافعا: كيف رأى ابن عمر في الحرورية؟ قال: يراهم شرار خلق الله، إنهم انطلقوا إلى آيات أنزلت في الكفار فجعلوها على المؤمنين. فسر سعيد بن جبير من ذالک، فقال: مما يتبع الحرورية من المتشابه قول الله تعالى: ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللهُ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾.(۱) ويقرنون معها: ﴿ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ﴾.(۲) رأو الإمام يحكم بغير الحق. قالوا: قد كفر ومن كفر عدل بربه فقد أشرک فهذه الأمة مشركون، فيخرجون، فيقتلون، ما رأيت لأنهم يتأولون هذه الآية. فهذا معنى الرأي الذي نبه عليه ابن عباس وهو الناشئ عن الجهل بالمعنى الذي نزل فيه القرآن. وقال نافع: إن ابن عمر كان إذا سئل عن الحرورية، قال: يكفرون المسلمين ويستحلون دماءهم وأموالهم.(۳)

’’کیا آپ نہیں دیکھتے کہ خوارج دین سے کیسے خارج ہو گئے جیسے تیر اپنے شکار سے باہر نکل جاتا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے خود ان کا وصف بیان فرمایا کہ وہ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں مگر وہ قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترتا۔ وہ اس قرآن کی تلاوت کے ذریعے دین میں تفقہ اور سمجھ بوجھ حاصل نہیں

(۱) المائدة، ۵: ۴۴

(۲) الأنعام، ۶: ۱

(۳) شاطبي، الاعتصام، ۴: ۱۸۲-۱۸۴

کرتے تاکہ قرآن ان کے دل و دماغ تک پہنچ جائے۔ ...... جب انسان (قرآنی علم اور تفقہ کے ذریعے) آیت اور سورت کا شانِ نزول جان لیتا ہے تو اسے اس کا مخرج، تاویل اور مقصود بھی معلوم ہو جاتا ہے۔ ......مگر جب وہ شخص آیات کے شانِ نزول سے ہی ناواقف ہو تو اس آیت یا سورۃ میں غور و فکر کرنا اس کے لئے کئی توجیہات کا امکان پیدا کر دیتا ہے۔ ...... وہ لوگ (خوارج) علم میں اتنے راسخ نہیں ہوتے کہ علمی رسوخ انہیں درست سمت میں لے جائے یا انہیں مشکلات میں پھنسنے سے بچا لے۔ پس پھر ان کے پاس بادی الرائے یا من گھڑت تاویل کے سوا چارہ نہیں ہوتا جو حق سے کسی بات کا اسے فائدہ نہیں دیتی کیونکہ اس پر شریعت میں سے کوئی دلیل نہیں ہوتی۔ پس وہ خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔

''اور اس مسئلہ کی وضاحت وہ حدیث کرتی ہے جس کو ابن وہب نے بکیر سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت نافع سے پوچھا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حروریہ (خوارج) کے بارے میں کیا رائے تھی؟ انہوں نے فرمایا: آپ رضی اللہ عنہ انہیں بدترین مخلوق گردانتے تھے کیوں کہ انہوں نے ان آیات کو جو کفار کے بارے میں نازل ہوئی تھیں، مومنین پر چسپاں کر دیا۔ حضرت سعید بن جبیر نے اس کی وضاحت کی اور فرمایا: اور ان متشابہ آیات میں سے جن کی پیروی (کا دعویٰ) حروریہ (خوارج) کرتے ہیں، ایک آیت یہ بھی ہے: ﴿اور جو شخص اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ (و حکومت) نہ کرے سو وہی لوگ کافر ہیں۝﴾۔ اور اس کے ساتھ یہ آیت بھی ملاتے ہیں: ﴿پھر وہ کافر لوگ (معبودانِ باطلہ کو) اپنے رب کے برابر ٹھہراتے ہیں﴾۔ انہوں نے حاکمِ وقت کو دیکھا کہ وہ حق کے مطابق حکومت نہیں کر رہا ہے تو انہوں نے کہا: اس نے کفر کیا ہے اور جس نے کفر کا ارتکاب کیا اس نے اپنے رب سے منہ موڑ لیا

اور شرک کیا۔ پس (ان کے نزدیک ان کے سوا) پوری امت مشرک قرار پائی۔ پھر وہ مسلح بغاوت اور خروج کا راستہ اختیار کرتے ہیں اور ساری اُمت کو قتل کرتے پھرتے ہیں کیونکہ وہ اس آیت کی من مانی تاویل کرتے ہیں۔ پس یہ اس رائے کا معنی ہے جس پر حضرت ابن عباس نے متنبہ کیا تھا اور یہ قرآن کے ان معانی سے ناواقفیت کی بنا پر ہے جن کے لئے قرآن نازل ہوا۔ حضرت نافع کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے جب حروریہ (خوارج) کے بارے میں پوچھا جاتا تو فرماتے: یہ مسلمانوں کو کافر گردانتے ہیں اور ان کے خون اور اموال کو حلال قرار دیتے ہیں۔‘‘

(۱۰) امام ابن البزاز الکردری الحنفی

نویں صدی ہجری کے معروف حنفی امام حافظ الدین ابن البزاز الکردری (م۸۲۷ھ) خوارج کے کفر پر درج ذیل فتویٰ دیتے ہیں:

يجب إكفار الخوارج في إكفارهم جميع الأمة سواهم.(۱)

’’خارجیوں کو کافر کہنا واجب ہے اس لیے کہ وہ اپنے سوا تمام اُمتِ مسلمہ کو کافر کہتے ہیں۔‘‘

(۱۱) امام بدر الدین العینی الحنفی

خوارج کے بارے میں امام بخاری کی روایت کردہ حدیث کی شرح میں خوارج کے کفر کا استدلال کرتے ہوئے امام بدر الدین عینی (م۸۵۵ھ) عمدة القاری میں لکھتے ہیں:

قوله ﷺ: ’’يمرقون من الدين‘‘، من المروق وهو الخروج.

---

(۱) ابن البزاز، الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمگيرية، ٦: ٣١٨

يقال: مرق من الدين مروقا خرج منه ببدعته وضلالته. وفي رواية سويد بن غفلة عند النسائي والطبري: "يمرقون من الإسلام."[1]

''حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ، اَلْمَرُوْق سے ہے اور اِس سے مراد اَلْخرُوْج (یعنی مسلح جد و جہد اور بغاوت) ہی ہے۔ لغت میں کہا جاتا ہے: مَرَقَ مِنَ الدِّيْنِ مُرُوْقًا أَیْ خَرَجَ مِنْهِ بِبِدْعَتِهِ وَضَلَالَتِهِ (مروق من الدین کا معنی ہے: وہ اپنی بدعت و گمراہی کی وجہ سے دین سے خارج ہو گیا)۔''

(۱۲) امام احمد بن محمد القسطلانی

امام ابو العباس احمد بن محمد القسطلانیؒ (م۹۲۳ھ) خوارج کے بارے میں امام بخاریؒ کی روایت کردہ حدیث کی شرح میں خوارج کا کفریوں واضح کرتے ہیں:

"يخرج في هذه الأمة" المحمدية، ولم يقل "منها" فيه ضبط للرواية وتحرير لمواقع الألفاظ وإشعار بأنهم ليسوا من هذه الأمة. فظاهره أنه يرى إكفارهم لكن في مسلم من حديث أبي ذر: "سيكون بعدي من أمتي قوم" فيجمع بينه وبين حديث أبي سعيد بأن المراد في حديث أبي سعيد بالأمة أمة الاجابة، وفي غيره أمة الدعوة.[2]

''(آپ ﷺ نے فرمایا:) ''اِس اُمت (محمدیہ) میں نکلیں گے،'' یہ نہیں فرمایا: ''اِس اُمت سے نکلیں گے۔'' اِس کے اِستعمال میں ضبطِ روایت بھی ہے اور

(۱) عینی، عمدة القاری، ۲۴: ۸۴، ۸۶

(۲) قسطلانی، إرشاد الساری، ۱۰: ۸۵، ۸۶

الفاظ کو مناسب اور موزوں مواقع پر تحریر کرنے کی دلیل بھی۔ نیز اس بات کا شعور دلانا بھی مقصود ہے کہ مسلح بغاوت کرنے والے لوگ اس امت محمدیہ علی صاحبھا الصلوۃ والسلام میں سے نہیں ہیں۔ پس اس حدیث کا ظاہر تو یہ ہے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ ان باغی دہشت گردوں کو کافر قرار دینے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ لیکن صحیح مسلم میں حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں سَیَکُوْنُ بَعْدِیْ مِنْ أُمَّتِیْ قَوْمٌ میں فِیْ کی بجائے مِنْ استعمال کیا گیا ہے تو اس حدیث اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کے درمیان اِس طرح تطبیق کی جائے گی کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ''امت'' سے مراد امتِ اجابت ہے جبکہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں امت سے مراد امتِ دعوت ہے۔''

سو کلمۂ ''مِنْ'' کے ساتھ وارد ہونے والی روایات کا خوارج کے خارج اَز اسلام ہونے سے کوئی تعارض نہیں رہتا۔

(۱۳) ملا علی القاری

ملا علی قاری (م۱۰۱۴ھ) مشکاۃ المصابیح کی شرح مرقاۃ المفاتیح میں خوارج کے بارے میں لکھتے ہیں:

ویحتمل أن یقال لهم شبه بأهل الحق لغلوهم فی تکفیر أهل المعصیة، ولکنهم أهل الباطل لمخالفتهم الإجماع.[1]

''اور اِس اَمر کا اِحتمال ہے کہ گنہگاروں کی تکفیر میں غلو اور شدت کے باعث (ان کی ظاہری دین داری سے دھوکہ کھا کر) کوئی شخص انہیں اہلِ حق میں شمار کرنے لگے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اِجماعِ اُمت کی مخالفت کے سبب خوارج کا

(۱) ملا علی قاری، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، ۷:۱۰۷

شمار اہلِ باطل میں ہی ہوتا ہے۔‘‘

(۱۴) شیخ عبد الحق محدث دہلوی

امام الہند حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی (م۱۰۵۲ھ) **مشکاة المصابیح** کی شرح **أشعة اللمعات** میں خوارج کے بارے میں لکھتے ہیں:

> پس بدرستی که در کشتن ایشان مزد و ثواب ست، هر کسے را که بکشد ایشان را تا روز قیامت۔ مراد خوارج اند و قصهٔ خروج ایشان از طاعت امام و کشتن امیر المؤمنین علی رضی الله عنه ایشان را مشهور ست و مذهب ایشان آنست که بنده بارتکاب کبیره بلکه صغیره هم کافر گردد۔[1]

’’درست موقف یہی ہے کہ قیامت تک ہر دور میں (ریاستی سطح پر) خوارج (کے خلاف کارروائی کر کے ان) کو قتل کرنے میں اجر و ثواب ہے۔ احادیث میں اس جماعت سے مراد خوارج ہیں۔ ان کے مسلم ریاست کی اتھارٹی کو چیلنج کر کے اور اُس کی نظم سے نکل جانے اور امیر المؤمنین سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا ریاستی سطح پر ان سے قتال کر کے انہیں ختم کرنے کا واقعہ مشہور ہے۔ ان خوارج کا مذہب یہ ہے کہ انسان نہ صرف گناہ کبیرہ بلکہ گناہ صغیرہ کے ارتکاب سے بھی کافر ہو جاتا ہے۔‘‘

(۱۵) شاہ عبد العزیز محدث دہلوی

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی (م۱۲۲۹ھ) تکفیرِ خوارج کو متفق علیہ قرار دیتے ہیں:

(۱) شیخ عبد الحق محدث دہلوی، اشعة اللمعات، ۳: ۲۵۴

محارب حضرت مرتضیٰ اگر از راہ عداوت وبغض ست نزد علماء اھل سنت کافر است بالاجماع، وھمیں ست مذھب ایشاں در حق خوارج۔(۱)

''حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے والا اگر ان سے عداوت و بغض کی وجہ سے کرتا ہے تو اہلِ سنت کے نزدیک بالاجماع وہ کافر ہے؛ اور خوارج سے متعلق ان کا مذہب بھی یہی ہے۔''

(۱۶) امام ابن عابدین شامی

فقہ حنفی کے معروف امام ابن عابدین شامی (م۱۳۰۶ھ) ردّ المحتار میں لکھتے ہیں:

ویکفرون أصحاب نبینا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، علمت أن ھذا غیر شرط فی مسمی الخوارج، بل ھو بیان لمن خرجوا علی سیدنا علی رضی اللہ عنہ، وإلا فیکفی فیھم اعتقادھم کفر من خرجوا علیہ. ...... حکم الخوارج عند جمھور الفقھاء والمحدثین حکم البغاۃ، وذھب بعض المحدثین إلی کفرھم.(۲)

''اور یہ (خوارج) ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تکفیر کرتے ہیں۔ اور میرے علم کے مطابق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تکفیر خارجی ہونے کے لیے شرط نہیں بلکہ یہ ان لوگوں کا بیان ہے جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کی تھی، وگرنہ ان کے بارے میں ان کا یہ عقیدہ ہی کافی ہے کہ جس کے خلاف بغاوت کریں اسے کافر جانیں۔...... جمہور فقہاء اور محدثین کے نزدیک خوارج پر

(۱) عبد العزیز محدث دہلوی، تحفہ اثنا عشریۃ: ۷۹۵

(۲) ابن عابدین شامی، رد المحتار، باب البغاۃ، ۴: ۲۶۲

باغیوں کا حکم صادر ہوگا، جب کہ بعض محدثین نے ان پر کفر کا فتویٰ بھی لگایا ہے۔‘‘

(۱۷) علامہ عبد الرحمان مبارک پوری

برصغیر کے معروف عالم دین علامہ عبد الرحمان مبارک پوری (م۱۳۵۳ھ) بھی خوارج کو اہلِ بدعت اور باغی قرار دیتے ہیں۔ **تحفة الأحوذی** میں محدثین کے ایک گروہ کا خوارج کے کافر ہونے کا قول بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’إنما هم الخوارج‘‘ جمع خارجة وهم قوم مبتدعون، سموا بذلك لخروجهم عن الدين وخروجهم علی خيار المسلمين. وممن ذهب إلی تكفيرهم أيضا الحسن بن محمد بن علي. ورواية عن الإمام الشافعي ورواية عن الإمام مالك وطائفة من أهل الحديث.(۱)

’’بے شک وہ خوارج ہیں جو خَارِجَة کی جمع ہے۔ اور یہ اہل بدعت لوگ تھے، ان کے دینِ اسلام سے خروج اور بہترین مسلمانوں (یعنی صحابہ کرام و تابعین عظام ﷺ) کے خلاف مسلح بغاوت اور دہشت گردی کی راہ اختیار کرنے کی وجہ سے ان کا یہ نام (خوارج) رکھا گیا۔ اور ان لوگوں میں - جو ان خوارج کو کافر قرار دیتے ہیں - حسن بن محمد بن علی بھی ہیں اور امام شافعی اور امام مالک سے بھی ایک روایت یہی ہے۔ اور محدثین کے ایک گروہ کا قول بھی یہی ہے۔‘‘

دوسرا قول: خوارج پر حکم بغاوت کا اِطلاق

مندرجہ بالا سطور میں خوارج پر ارتداد کے حکم کے سبب حکمِ تکفیر کا اطلاق کرنے والے ائمہ کرام کے فتاویٰ جات آپ نے ملاحظہ فرمائے ہیں۔ بعض لوگ احتیاطاً ان کو

(۱) مبارک پوری، تحفة الأحوذی، ۶: ۳۵۴

مرتد اور کافر قرار دینے کی بجائے باغی کے زمرے میں شمار کر لیتے ہیں۔

خوارج کے بارے میں دوسرا قول یہ ہے کہ وہ باغی ہیں اور ان پر باغیوں کا حکم لگا کر حد جاری کرتے ہوئے قتل کیا جائے گا۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے ائمہ کرام کی ایک تعداد خوارج کی تکفیر کی بجائے ان کو باغی قرار دے کر واجب القتل گردانتی ہے۔ یاد رہے کہ خوارج کی تکفیر کے قائلین ان کی بغاوت کے بھی قائل ہیں۔ لہٰذا جس طرح خوارج کے واجب القتل ہونے پر امت کا اجماع ہے اُسی طرح کا اِجماع خوارج کے باغی ہونے پر بھی ہے۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ خواہ انہیں کافر سمجھا جائے یا باغی، ان کے واجب القتل ہونے پر کسی کے ہاں بھی اختلاف نہیں ہے۔

خوارج کے باغی ہونے کے حکم کی تصریح امام ابن قدامہ المقدسی المغنی میں فرماتے ہیں:

الْخَوَارِجُ الَّذِينَ يُكَفِّرُونَ بِالذَّنْبِ، وَيُكَفِّرُونَ عُثْمَانَ وَعَلِيًّا وَطَلْحَةَ وَالزُّبَيْرَ، وَكَثِيرًا مِنَ الصَّحَابَةِ، وَيَسْتَحِلُّونَ دِمَاءَ الْمُسْلِمِينَ، وَأَمْوَالَهُمْ، إِلَّا مَنْ خَرَجَ مَعَهُمْ، فَظَاهِرُ قَوْلِ الْفُقَهَاءِ مِنْ أَصْحَابِنَا الْمُتَأَخِّرِينَ أَنَّهُمْ بُغَاةٌ، حُكْمُهُمْ حُكْمُ الْبُغَاةِ وَلَا خِلَافَ فِي قَتْلِهِمْ فَإِنَّهُ حُكْمٌ مَنْصُوصٌ عَلَيْهِ بِأَمْرِ النَّبِيِّ ﷺ، وَهَذَا قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ، وَالشَّافِعِيِّ، وَجُمْهُورِ الْفُقَهَاءِ، وَكَثِيرٍ مِّنْ أَهْلِ الْحَدِيثِ.(۱)

''خوارج وہ ہیں جو گناہ کی بناء پر لوگوں کو کافر قرار دیتے ہیں۔ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کافر گردانتے ہیں۔ مسلمانوں کے خون اور ان کے اموال کو حلال قرار دیتے ہیں سوائے اس شخص کے جو ان کے ساتھ مل کر خروج کرتے ہوئے مسلح بغاوت

(۱) ابن قدامة، المغنی، ۹: ۴

کرے۔ پس ہمارے متأخرین اصحاب میں سے فقہاء کے قول کا ظاہر یہ ہے کہ خوارج باغی ہیں اور ان پر بغاوت کا حکم لگایا جائے گا۔ یہی قول امام ابو حنیفہ، امام شافعی، جمہور فقہاء اور محدثین میں کثیر لوگوں کا ہے۔‘‘

اب ذیل میں چند جلیل القدر ائمہ کرام کے فتاویٰ پیش کئے جا رہے ہیں جن کے نزدیک خوارج باغی گروہ ہیں اور واجب القتل ہیں اور ان کی بغاوت کی سرکوبی ریاست کی ذمہ داری ہے، کوئی شخص انفرادی سطح پر ان خوارج کے خلاف مسلح جد و جہد کرنے کا مجاز نہیں چاہے نیک مقصد کے لیے ہی کیوں نہ ہو۔

(۱) امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ (م ۱۵۰ھ) خوارج کو باغی اور واجب القتل سمجھتے تھے۔ اس سلسلے میں امام ابو مطیع اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مابین ہونے والا مکالمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

عن أبي مطيع، قال: قلت لأبي حنيفة: ما تقول في الخوارج المحكمة؟ قال: هم أخبث الخوارج. قلت له: أنكفرهم؟ قال: لا. ولكن نقاتلهم على ما قاتلهم الأئمة من أهل الخير: علي وعمر بن عبد العزيز. قلت: فإن الخوارج يكبرون ويصلُّون ويتلون القرآن. قال: أما تذكر حديث أبي أمامة رضی اللہ عنہ حين دخل مسجد دمشق، فقال لأبي غالب الحمصي: هؤلاء كلاب أهل النار، هؤلاء كلاب أهل النار، وهم شر قتلى تحت أديم السماء. (ثم ذكر حديثا طويلا.) قال له: أشيء تقوله برأيك أم سمعته من رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؟ قال: إني لو لم أسمعه منه إلا مرة أو مرتين أو

ثلاث مرات إلى سبع مرات لما حدثتكموه.[1]

’’ابو مطیع روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے امام اعظم سے عرض کیا: آپ محکم (یعنی صریح اور مسلّمہ) خارجیوں کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ امام اعظم نے فرمایا: وہ بدترین لوگ ہیں۔ میں نے کہا: کیا ہم ان کی تکفیر کریں؟ فرمایا: نہیں۔ لیکن ہم ان کے ساتھ اُسی طریقے پر جنگ کریں گے جیسے ائمہ اہلِ خیر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن العزیز رضی اللہ عنہ وغیرہما نے ان کے ساتھ قتال کیا۔ میں نے کہا: خوارج تو اللہ تعالیٰ کی کبریائی بیان کرتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں اور تلاوتِ قرآن بھی کرتے ہیں۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا آپ کو حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث یاد نہیں؟ جب وہ جامع دمشق میں داخل ہوئے تو حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے ابو غالب حمصی سے کہا: اے ابو غالب! یہ خوارج اہلِ دوزخ کے کتے ہیں، یہ اہلِ دوزخ کے کتے ہیں، اور یہ آسمان کی نیچے بدترین مقتول ہیں۔ (پھر آپ نے طویل حدیث بیان کی۔) ابو غالب نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: آپ یہ سب باتیں اپنی رائے سے کہہ رہے ہیں یا آپ نے یہ ارشادات حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: اگر میں نے ان کے بارے میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک، دو، تین، یا سات بار بھی سنا ہوتا تو میں تم سے بیان نہ کرتا (بلکہ میں نے بے شمار مرتبہ یہ کلمات سنے ہیں) تو تمہیں بیان کر رہا ہوں۔‘‘

(۲) امام شمس الدین السرخسی

فقہ حنفی کے معروف امام شمس الدین السرخسی (م۴۸۳ھ) خوارج کو نہ صرف باغی قرار دیتے ہیں بلکہ مسلم ریاست کے لیے ان کے خلاف غیر مسلموں سے مدد لینے کو

(۱) أبو حنيفه، الفقه الأبسط (فى العقيدة وعلم الكلام من أعمال الإمام محمد زاہد الكوثرى)، باب فى القدر: ۲۰۳، ۲۰۴

بھی جائز قرار دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں ان کا فتویٰ ہے کہ:

ولا بأس بأن يستعين أهل العدل بقوم من أهل البغی وأهل الذمة على الخوارج ...... لأنهم يقاتلون لإعزاز الدين. (۱)

''مسلم حکومت کا خوارج کے خلاف باغیوں اور غیر مسلم شہریوں سے مدد لینے میں کوئی حرج نہیں ہے ...... کیوں کہ وہ کلمہ حق کی سربلندی کے لیے جنگ کر رہے ہیں۔''

(۳) حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ ابن حجر عسقلانی (م۸۵۲ھ) حدیثِ مبارکہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

في الحديث الكف عن قتل من يعتقد الخروج على الإمام ما لم ينصب لذلک حرباً، أو يستعد لذلک، لقوله ﷺ: ''فإذا خرجوا فاقتلوهم.'' وحکی الطبري الإجماع على ذلک في حق من لا يكفر باعتقاده، وأسند عن عمر بن عبد العزيز أنه كتب في الخوارج بالكف عنهم ما لم يسفكوا دما حراماً، أو يأخذوا مالاً، فإن فعلوا فقاتلوهم، ولو كانوا ولدي. ومن طريق ابن جريج: قلت لعطاء: ما يحلّ لي قتال الخوارج؟ قال: إذا قطعوا السبيل، وأخافوا الأمن. وأسند الطبري عن الحسن: أنه سئل عن رجل كان يرى رأي الخوارج ولم يخرج، فقال: العمل أملک بالناس من الرأي. (۲)

---

(۱) سرخسی، المبسوط، باب الخوارج، ۱۰: ۱۳۴

(۲) ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۱۲: ۲۹۹

''حدیث میں ایسے شخص کو، جو حکومت کے خلاف بغاوت کا نظریہ رکھتا ہے، قتل نہ کرنے کا حکم صرف اُس وقت تک ہے جب تک کہ وہ اپنے نظریے کی خاطر مسلح جد و جہد کا آغاز نہ کرے یا اس کے لئے تیار نہ ہو جائے۔ یہ حکم حضور نبی اکرم ﷺ کے اِس ارشاد کی بناء پر ہے کہ اگر وہ (مسلح) خروج و بغاوت کریں تو انہیں قتل کر دو۔ امام طبری نے ایسے شخص کے حق میں، جس کی اس کے عقیدہ ونظریہ کی بنا پر تکفیر نہیں کی جاتی، اِجماعِ اُمت نقل کیا ہے اور حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کی نسبت کہا ہے کہ انہوں نے خوارج کے بارے میں یہ حکم نامہ ارسال کیا تھا کہ ان کے ساتھ اس وقت تک جنگ نہ کی جائے جب تک کہ وہ ناحق خون نہ بہائیں یا مال نہ چھین لیں۔ پھر اگر وہ ایسا کرنے لگیں تو ان کے ساتھ ریاستی سطح پر جنگ کرو اگرچہ وہ میری اولاد ہی کیوں نہ ہو۔ اور ابنِ جریج کے طریق سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عطا سے کہا: کون سی چیز میرے لئے خوارج کے ساتھ جنگ کرنا حلال کرتی ہے؟ تو انہوں نے کہا: جب وہ راہزنی کریں اور امن عامہ کے خاتمہ کا خوف پیدا کر دیں۔ اور امام طبری نے امام حسن سے سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ ان سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو خوارج کی رائے تو رکھتا ہے مگر مسلح بغاوت میں شریک نہیں ہوتا تو آپ نے فرمایا: عوام کے لیے عمل کی اہمیت رائے سے زیادہ ہے۔''

حافظ ابن حجر عسقلانی خوارج کے باغی اور اہلِ فسق ہونے کا موقف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَذَهَبَ أَكْثَرُ أَهْلِ الْأُصُولِ مِنْ أَهْلِ السُّنَّةِ إِلَى أَنَّ الْخَوَارِجَ فُسَّاقٌ. إِنَّمَا فُسِّقُوا بِتَكْفِيرِهِمِ الْمُسْلِمِينَ مُسْتَنِدِينَ إِلَى تَأْوِيلٍ فَاسِدٍ وَجَرَّهُمْ ذَلِکَ إِلَى اسْتِبَاحَةِ دِمَاءِ مُخَالِفِيهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ وَالشَّهَادَةِ عَلَيْهِمْ بِالْكُفْرِ وَالشِّرْکِ. روى الخلال في السنة بإسناده، فقال:

أَخْبَرَنِي يُوسُفُ بْنُ مُوسَى، أَنَّ أَبَا عَبْدِ اللهِ (أي أحمد بن محمد بن حنبل) قِيلَ لَهُ: أَكَفَرَ الْخَوَارِجُ؟ قَالَ: هُمْ مَارِقَةٌ، قِيلَ: أَكُفَّارٌ هُمْ؟ قَالَ: هُمْ مَارِقَةٌ مَرَقُوا مِنَ الدِّينِ.(۱) (۲)

''اہلِ سنت میں سے اکثر اہلِ اُصول نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ خوارج فاسق لوگ ہیں اور ان کو فاسق اس لئے قرار دیا گیا کہ انہوں نے فاسد تاویل سے استناد کرتے ہوئے مسلمانوں کو کافر قرار دیا اور اس فاسد تاویل نے انہیں اپنے مخالفین کے خون اور مال کو مباح قرار دینے اور ان پر کفر و شرک کا فتویٰ لگانے تک پہنچا دیا۔ امام خلال نے اپنی سند کے ساتھ السنۃ میں یوسف بن موسیٰ سے روایت کیا ہے: حضرت ابو عبد اللہ (یعنی امام احمد بن حنبلؒ) سے عرض کیا گیا: کیا خوارج کافر ہیں؟ انہوں نے فرمایا: یہ دین سے خارج ہو جانے والے لوگ ہیں۔ پھر کہا گیا کہ کیا یہ کافر ہیں؟ تو انہوں نے پھر وہی جواب دیا کہ وہ باغی ہیں جو دین سے خارج ہوگئے۔''

(۴) امام احمد رضا خانؒ

امام احمد رضا خانؒ (م ۱۳۴۰ھ) خوارج سے متعلق اپنا موقف یوں بیان کرتے ہیں:

''اہل نہروان جو مولا علی کرم اللہ تعالی وجهه الکریم کی تکفیر کرکے بغاوت پر آمادہ ہوئے وہ یقیناً فسّاق، فجّار، طاغی و باغی تھے اور ایک نئے فرقہ کے ساعی و ساتھی تھے جو خوارج کے نام سے موسوم ہوا اور اُمّت میں نئے فتنے اب تک

(۱) خلال، السنة، باب الإنكار على من خرج على السلطان: ۱۴۵، رقم: ۱۱۱

(۲) عسقلانی، فتح الباری، ۱۲: ۳۰۰

اسی کے دم سے پھیل رہے ہیں۔‘‘(۱)

خوارج کے وجوبِ قتل پر ائمہ حدیث کے دلائل

گزشتہ صفحات میں ساری بحث کا مرکزی نقطہ یہ رہا ہے کہ خوارج پر کفر کا اطلاق ہوتا ہے یا بغاوت کا۔ تاہم ہر دو صورتوں میں ان سے قتال اور ان کا خاتمہ ضروری ہے۔ ذیل میں چند مزید حوالہ جات اس مسئلہ کی وضاحت کے لئے پیش کئے جا رہے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ خوارج کے ساتھ جنگ کر کے ریاستی سطح پر ان کا خاتمہ واجب ہے۔

خوارج کے قتل کے وجوب کی تائید حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث سے ہوتی ہے جسے ابو غالب نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے مسجد دمشق کی سیڑھیوں کے پاس کھڑے ہو کر خوارج کے بارے میں فرمایا:

كِلَابُ النَّارِ، شَرُّ قَتْلَى تَحْتَ أَدِيْمِ السَّمَاءِ، خَيْرُ قَتْلَى مَنْ قَتَلُوْهُ. ثُمَّ قَرَأَ: ﴿يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ﴾(۲) إِلَى آخِرِ الْآيَةِ. قُلْتُ لِأَبِي أُمَامَةَ: أَنْتَ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ؟ قَالَ: لَوْ لَمْ أَسْمَعْهُ إِلَّا مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا أَوْ أَرْبَعًا حَتَّى عَدَّ سَبْعًا مَا حَدَّثْتُكُمُوْهُ.

قال الترمذی: هذا حديث حسن.(۳)

’’یہ خوارج جہنم کے کتے ہیں، آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہیں اور وہ شخص بہترین شہید ہے جسے اِنہوں نے قتل کیا۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

---

(۱) احمد رضا خان، العطايا النبوية فی الفتاوی الرضوية، ۲۹: ۳۶۳

(۲) آل عمران، ۳: ۱۰۶

(۳) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب تفسير القرآن، باب ومن سورة آل عمران، ۵: ۲۲۶، رقم: ۳۰۰۰

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۲۵۶، رقم: ۲۲۲۶۲

﴿جس دن کئی چہرے سفید ہوں گے اور کئی چہرے سیاہ ہوں گے﴾۔ ابو غالب کہتے ہیں: میں نے حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: کیا آپ نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہے؟ انہوں نے فرمایا: اگر میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک، دو، تین، چار یہاں تک کہ سات بار بھی سنا ہوتا تو ہرگز تم سے بیان نہ کرتا (یعنی سات بار نہیں بلکہ اس سے زیادہ مرتبہ سنا ہے)۔'' امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے۔''

امام احمد اور ابن ماجہ نے اَعمش کے طریق سے حضرت ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

الخوارج كلاب النار.(۱)

''خوارج جہنم کے کتے ہیں۔''

سفیان بن عیینہ کے طریق سے ابو غالب سے مروی ہے کہ حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

شَرُّ قَتْلَى قُتِلُوا تَحْتَ أَدِيمِ السَّمَاءِ، وَخَيْرُ قَتِيلٍ مَنْ قَتَلُوا كِلَابُ أَهْلِ النَّارِ، قَدْ كَانَ هَؤُلَاءِ مُسْلِمِينَ، فَصَارُوا كُفَّارًا.(۲)

''یہ خوارج بدترین مقتول ہیں جنہیں آسمان کے نیچے قتل کیا گیا اور بہترین شہید وہ ہیں جنہیں اَہلِ دوزخ کے (اِن) کتوں نے قتل کیا۔ یہ لوگ (بغاوت اور دہشت گردی سے پہلے) مسلمان تھے مگر (اس خروج کی وجہ سے) کافر ہو گئے۔''

ابو غالب کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابو امامہ سے پوچھا کہ اے ابو اُمامہ!

---

(۱) ۱۔ ابن ماجه، السنن، المقدمة، ۱: ۶۱، رقم: ۱۷۳
۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۳۵۵

(۲) ابن ماجه، السنن، المقدمة، ۱: ۶۲، رقم: ۱۷۶

یہ جو کچھ آپ نے فرمایا، کیا یہ آپ کی اپنی رائے ہے؟ تو حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (نہیں) بلکہ (یہ سب کچھ) ارشادِ نبوی ہے جسے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے براہِ راست سنا ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دہشت گرد خارجیوں کے متعلق یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ یہ گروہ ہر صدی اور ہر زمانے میں قیامِ قیامت اور خروجِ دجال تک نکلتے رہیں گے جیسا کہ اس حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آیا ہے، جسے امام احمد، نسائی، بزار اور حاکم نے روایت کیا ہے:

عَنْ شَرِيْكِ بْنِ شِهَابٍ قَالَ: ''قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: يَخْرُجُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ كَأَنَّ هَذَا مِنْهُمْ – وفي رواية: قَالَ: يَخْرُجُ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ رِجَالٌ كَانَ هَذَا مِنْهُمْ هَدْيُهُمْ هَكَذَا – يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، سِيْمَاهُمُ التَّحْلِيْقُ، لَا يَزَالُوْنَ يَخْرُجُوْنَ حَتَّى يَخْرُجَ آخِرُهُمْ مَعَ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ، فَإِذَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ، هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ وَالْخَلِيْقَةِ.(۱)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آخری زمانہ میں ایک قوم خروج کرے گی، گویا یہ (خارجی) شخص بھی انہی میں سے ہے۔'' - اور ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''مشرق

(۱) ۱۔ نسائي، السنن، كتاب تحريم الدم، باب من شهر سيفه ثم وضعه في الناس، ۷: ۱۱۹، رقم: ۴۱۰۳
۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۴۲۱
۳۔ حاكم، المستدرك، ۲: ۱۶۰، رقم: ۲۶۴۷
۴۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۷: ۵۵۹، رقم: ۳۷۹۱۷

کی سمت سے کچھ لوگ خروج (یعنی مسلح دہشت گردی) کریں گے گویا یہ (خارجی) شخص بھی انہی میں سے ہے جن کے طور طریقے اِسی طرح کے ہوں گے۔'' - وہ قرآن مجید کی تلاوت کریں گے مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، وہ دینِ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے (تیزی کے ساتھ) نکل جاتا ہے۔ ان کی نشانی یہ ہے کہ وہ سر منڈے ہوں گے۔ یہ لوگ ہر دور میں نکلتے رہیں گے یہاں تک کہ ان کا آخری گروہ دجال کے ساتھ مل کر مسلح قتال میں حصہ لے گا۔ سوتم (جس دور میں بھی) اِن سے مقابلہ کرو تو انہیں قتل کر دینا (کہ) یہ تمام لوگ بدترین مخلوق ہیں اور بدترین کرتُوتوں کے حامل ہیں۔''

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا:

يَنْشَأُ نَشْءٌ يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، كُلَّمَا خَرَجَ قَرْنٌ قُطِعَ.(۱)

''ایک نسل پیدا ہوگی جو قرآن مجید کی تلاوت کرے گی مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ (ہر دور میں) جب کبھی اس خصلت کے لوگ خروج (یعنی مسلح بغاوت) کریں تو اُنہیں (فوجی آپریشن کے ذریعہ) جڑ سے کاٹ دیا جائے۔''

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہی روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو بیس سے زائد مرتبہ یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

كُلَّمَا خَرَجَ قَرْنٌ قُطِعَ أَكْثَرَ مِنْ عِشْرِينَ مَرَّةً حَتَّى يَخْرُجَ فِي

(۱) ابن ماجه، السنن، المقدمة، باب فی ذکر الخوارج، ۱: ۶۱، رقم: ۱۷۴

عِرَاضِهِمُ الدَّجَّالُ.[۱]

”جب کبھی بھی اس خصلت کے لوگ خروج کریں تو انہیں جڑ سے کاٹ دیا جائے یہاں تک کہ (ان کا آخری گروہ) دجال کی معیت میں نکلے گا۔“

اس حدیث کی تخریج امام ابن ماجہ نے کی ہے اور امام کنانی نے فرمایا: اس کی سند صحیح ہے اور اس کے تمام راویوں کو امام بخاری نے قابلِ حجت مانا ہے۔[۲]

(۱) قاضی عیاض المالکی

خوارج کے وجوبِ قتل کے بارے میں قاضی عیاض (م۵۴۴ھ) صحیح مسلم کی شرح إکمال المعلم میں فرماتے ہیں:

أجمع العلماء على أن الخوارج وأشباهَهم من أهل البدع والبغي متى خرجوا وخالفوا رأى الجماعة، وشقوا عصا المسلمين، ونصبوا راية الخلاف؛ أن قتالهم واجب بعد إنذارهم والإعذار إليهم، قال الله تعالى: ﴿فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ﴾.[۳] ...... وهذا إذا كان بغيهم لأجل بدعة يكفرون بها، وإن كان بغيهم لغير ذلك لعصبية، أو طلب رئاسة دون بدعة؛ فلا يحكم فى هؤلاء حكم الكفار بوجه، وحكمهم حكم أهل البغي.[۴]

---

(۱) ابن ماجه، السنن، المقدمة، باب فى ذكر الخوارج، ۱: ۶۱، رقم: ۱۷۴

(۲) كناني، مصباح الزجاجة، ۱: ۲۶، رقم: ۶۵

(۳) الحجرات، ۴۹: ۹

(۴) قاضی عياض، إكمال المعلم، ۳: ۶۱۳، ۶۱۴

''تمام علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ خوارج اور ان کی طرح کے دیگر اہلِ بدعت اور باغی و دہشت گرد گروہ جب مسلمانوں کی جمعیت یعنی ہیئتِ حاکمہ کے خلاف مسلح کارروائی کریں، ان کی رائے کی مخالفت کریں، مسلمانوں کی قوت کو پارہ پارہ کریں اور ان کے خلاف علم بغاوت بلند کریں تو ان کو ڈرانے اور سمجھانے کے بعد ان سے قتال واجب ہے۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: ﴿تو اُس (گروہ) سے لڑو جو زیادتی کا مرتکب ہو رہا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے﴾۔ ...... اور یہ اس وقت ہے جب ان کی بغاوت کسی ایسی بدعت کی وجہ سے ہو جس کی بناء پر ان کی تکفیر لازم آئے۔ اور اگر ان کی بغاوت اس کے علاوہ کسی عصبیت یا طلبِ جاہ و منصب کے لئے ہو تو ایسے لوگوں پر کفار کا حکم نہیں لگایا جائے گا بلکہ ان پر اہلِ بغاوت کے حکم کا اِطلاق ہوگا (مگر اس صورت میں بھی اِتمامِ حجت کے بعد ان سے قتال واجب ہوگا)۔''

(۲) امام ابن ہبیرہ الحنبلی

خوارج کے واجب القتل ہونے کے بارے میں ابن ہبیرہ الحنبلی (م ۵۸۷ھ) کا موقف یہ ہے:

وفي الحديث أن قتال الخوارج أولى من قتال المشركين، والحكمة فيه: أن في قتالهم حفظ رأس مال الإسلام، وفي قتال أهل الشرك طلب الربح، وحفظ رأس المال أولى.[۱]

''حدیثِ مبارکہ میں ہے کہ خوارج سے قتال مشرکوں سے قتال کی نسبت زیادہ اَجر والا اور اَفضل ہے اور اس میں حکمت یہ ہے کہ ان کے قتال میں اسلام کے

(۱) ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۵: ۱۵۷

سرمایہ کی حفاظت ہے اور اہلِ شرک کے قتال میں نفع کی طلب ہے اور اصل زر کی حفاظت افضل ہوتی ہے۔''

(۳) علامہ ابنِ تیمیہ

علامہ ابن تیمیہ (م۷۲۸ھ) کا بھی موقف یہ ہے کہ خوارج کا قلع قمع کرنے کے لیے ان سے جنگ کرنا بالاتفاق جائز ہے:

فكان قتالهم ثابتا بالسنة الصحيحة الصريحة، وباتفاق الصحابة. ...... والبغاة المأمور بقتالهم: هم الذين بغوا بعد الاقتتال، وامتنعوا من الإصلاح المأمور به؛ فصاروا بغاة مقاتلين. والبغاة إذا ابتدأوا بالقتال جاز قتالهم بالاتفاق؛ كما يجوز قتال الغواة قطاع الطريق إذا قاتلوا باتفاق الناس. (۱)

''پس ان کے ساتھ قتال سنّتِ صحیحہ و صریحہ اور صحابہ کرام ﷺ سے بالاتفاق ثابت ہے۔ ...... اور وہ باغی جن سے قتال کا حکم دیا گیا ہے، یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے مسلمانوں سے مقاتلہ کے بعد بغاوت اور صلح سے رُوگردانی اختیار کی، سو وہی لوگ باغی اور قاتلین ٹھہرے ہیں۔ اور باغی جب باقاعدہ قتال کی ابتداء کر دیں تو ان کے خلاف جنگ بالاتفاق جائز ہو جاتی ہے بالکل اُسی طرح جس طرح گمراہ اور راہزنوں سے؛ کہ جب وہ قتل و غارت گری شروع کر دیں تو بالاتفاق ان کے خلاف مسلح کارروائی جائز ہو جاتی ہے۔''

علامہ ابن تیمیہ کے ان فتاویٰ سے ان کا موقف دوٹوک الفاظ میں ثابت ہوجاتا ہے کہ خوارج کی سرکوبی اور خاتمہ ریاست کی ذمہ داری ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

(۱) ابن تيمية، النبوات: ۲۲۳، ۲۲۵

(۴) حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ ابن حجر عسقلانی (م۸۵۱ھ) حضور نبی اکرم ﷺ کے فرمان مبارک یمرقون من الدین کے حوالے سے لکھتے ہیں:

في رواية أبي إسحاق عن سويد بن غفلة عند النسائي والطبري "يمرقون من الإسلام". وكذا في حديث بن عمر في الباب وعند النسائي من رواية طارق بن زياد عن علي "يمرقون من الحق" وبقوله ﷺ: "فأينما لقيتموهم فاقتلوهم، فإن في قتلهم أجرا لمن قتلهم يوم القيامة."[1]

''امام نسائی کے ہاں سوید بن غفلہ کے طریق سے ابو اسحاق کی روایت میں حضور ﷺ کا ارشادِ گرامی یَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ بیان کیا گیا ہے۔ امام طبری نے یَمْرُقُوْنَ مِنَ الْاِسْلَامِ کے کلمات ذکر کئے ہیں اور اسی طرح خوارج کے باب میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں بھی یہی الفاظ ہیں۔ اور امام نسائی کے ہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی طارق بن زیاد کی روایت میں یَمْرُقُوْنَ مِنَ الْحَقِّ کے کلمات آئے ہیں۔ اور حضور ﷺ کا یہ بھی فرمان ہے: ''پس تم جہاں کہیں اُن سے ملو تو (ریاستی سطح پر اُن کے خلاف کارروائی کرکے) انہیں قتل کر دو، کیونکہ ان کو قتل کرنے والے شخص کے لئے قیامت کے دن اجر (عظیم) ہو گا۔''

خارجی دہشت گردوں سے جنگ کرنے والے فوجیوں کے لیے اَجرِ عظیم

خوارج سے جنگ پر بحث کرتے ہوئے حافظ ابن حجر عسقلانی مزید لکھتے ہیں:

---

(۱) ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۱۲: ۲۸۸

فی روایة زید بن وهب: ”لو یعلم الجیش الذین یصیبونهم ما قضى لهم على لسان نبيهم لنكلوا عن العمل“. وأخرج أحمد نحو هذا الحديث عن علی وزاد فی آخره: ”قتالهم حق على كل مسلم“. وقوله ﷺ: ”صلاتكم مع صلاتهم“. زاد فی روایة الزهری عن أبی سلمة كما فی الباب بعده ”وصيامكم مع صيامهم“. وفی روایة عاصم بن شمیخ عن أبی سعید: ”تحقرون أعمالكم مع أعمالهم“، ووصف عاصم أصحاب نجدة الحروری بأنهم ”يصومون النهار ويقومون الليل ويأخذون الصدقات على السنة“ أخرجه الطبری.

ومثله عنده من روایة یحیی بن أبی كثیر عن أبی سلمة. وفی روایة محمد بن عمرو عن أبی سلمة عنده ”يتعبدون يحقر أحدكم صلاته وصيامه مع صلاتهم وصيامهم“. ومثله من روایة أنس عن أبی سعید وزاد فی روایة الأسود بن العلاء عن أبی سلمة ”وأعمالكم مع أعمالهم“. وفی روایة سلمة بن كهيل عن زيد بن وهب عن علی: ”ليست قراءتكم إلى قراءتهم شيئا ولا صلاتكم إلى صلاتهم شيئا“. أخرجه مسلم والطبری وعنده من طريق سليمان التيمی عن أنس ”ذكر لی عن رسول الله ﷺ، قال: ”إن فيكم قوما يدأبون ويعملون حتى يعجبوا الناس وتعجبهم أنفسهم“. ومن طريق حفص بن أخی أنس عن عمه بلفظ ”يتعمقون فی الدين“. وفی حديث بن عباس عند الطبرانی فی

قصة مناظرته للخوارج قال: ’’فأتيتهم فدخلت على قوم لم أر أشد اجتهادا منهم أيديهم كأنها ثفن الإبل ووجوههم معلمة من آثار السجود‘‘. وأخرج بن أبى شيبة عن بن عباس رضی اللہ عنہ أنه ذُكِرَ عنده الخوارج واجتهادهم فى العبادة، فقال: ليسوا أشد اجتهادا من الرهبان.[1]

’’زید بن وہب کی روایت میں ہے: ’’خوارج کے ساتھ جنگ کرکے انہیں قتل کرنے والی مسلمان فوج (muslim army) اگر جان لیتی کہ ان کے لئے اپنے نبی ﷺ کی زبان سے کس قدر اعلیٰ اور بلند مقام کا فیصلہ کر دیا گیا ہے تو وہ باقی سارے کام چھوڑ کر صرف (خوارج سے جنگ کرنے کا) یہی عمل اختیار کر لیتی۔‘‘ امام احمد بن حنبلؒ نے اسی طرح کی حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کرکے اس کے آخر میں یہ اضافہ بھی ذکر کیا ہے: قِتَالُهُمْ حَقٌّ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ یعنی ان باغی دہشت گردوں کے خلاف ریاستی سطح پر کی جانے والی کارروائی میں حصہ لینا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ (یہاں پر یہ جاننا ضروری ہے کہ ان کی ظاہری دین داری کو دیکھ کر ان سے قتال اور ان کے خاتمہ میں پس و پیش نہ کیا جائے کیونکہ) حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: صَلَاتَكُمْ مَعَ صَلَاتِهِمْ اور حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے مروی امام زہری کی روایت میں وَصِيَامَكُمْ مَعَ صِيَامِهِمْ کے الفاظ کا اضافہ ہے۔ اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی عاصم بن شمیخ کی روایت میں تَحْقِرُوْنَ اَعْمَالَكُمْ اِلٰى اَعْمَالِهِمْ ہے اور عاصم نے اَصحابِ نجدکو الحروری کہا کہ ’’وہ دن کو روزہ رکھتے اور رات کو قیام کرتے اور سنت کے مطابق صدقات وصول کرتے تھے۔‘‘ اس کو امام طبری نے روایت کیا اور حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے یحییٰ بن کثیر کی اسی طرح

(۱) ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۱۲: ۲۸۸، ۲۸۹

کی روایت بھی انہوں نے بیان فرمائی ہے۔

''امام طبری کے ہاں حضرت ابوسلمہ سے مروی محمد بن عمرو کی روایت میں ہے: ''خوارج اتنی کثرت سے عبادت کریں گے کہ تم میں سے ہر کوئی اپنی نمازوں اور روزوں کو ان کی نمازوں اور روزوں کے مقابلے میں حقیر اور کم تر سمجھے گا۔'' اور حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح کی روایت ہے۔ اور حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے مروی اسود بن علاء کی روایت میں **اَعْمَالَكُمْ مَعَ اَعْمَالِهِمْ** کا اضافہ ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی زید بن وہب کی روایت میں ہے: ''تمہاری تلاوت ان کی تلاوت کے مقابلے میں اور تمہاری نماز ان کی نماز کے مقابلے میں کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتی۔'' اس کو امام مسلم اور امام طبری نے روایت کیا ہے۔ اور امام طبری کے ہاں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی سلیمان تیمی کے طریق سے بھی روایت ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی بیان کیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک تم میں ایک ایسی قوم ہوگی جو (بظاہر نیک اعمال) میں بہت مشقت اٹھائیں گے اور اتنے زیادہ اعمال کریں گے کہ لوگوں کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیں گے اور وہ آپ اپنے (اعمال) پر عُجب کا اظہار کریں گے۔'' اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کے بھتیجے حفص کے طریق سے اپنے چچا (یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ) سے مروی حدیث میں **يَتَعَمَّقُوْنَ فِي الدِّيْنِ** (بظاہر وہ دین میں بہت پختگی اور شدت رکھتے ہوں گے یعنی extremist ہوں گے) کے کلمات ہیں۔ امام طبرانی کے ہاں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے خوارج کے ساتھ مناظرہ کے قصے پر مبنی روایت میں مذکور ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''پس میں ان (خوارج) کے پاس پہنچا تو میں ایسی قوم پر داخل ہوا جن سے بڑھ کر محنت و ریاضت کرنے والے ہاتھ میں نے کبھی نہیں دیکھے تھے۔ ان کے ہاتھ (مشقت

کی وجہ سے) ایسے سخت تھے جیسے اونٹوں کے گھٹنے اور ان کے چہرے سجدوں کے آثار سے نشان زدہ تھے۔'' ابن ابی شیبہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی کہ آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے عبادت و ریاضت میں خوارج کی محنت و مشقت کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ''راہب'' بھی تو اعمال میں اُن سے زیادہ مشقت اٹھانے والے تھے۔''

خوارِج کے بارے میں علامہ انور شاہ کاشمیری اور علامہ شبیر احمد عثمانی کا موقف

خوارج اور اس طرح کے مسلح بغاوت کرنے والے دیگر گروہوں کی تکفیر اور ان کے قتل کے حکم کے بارے میں برصغیر پاک و ہند کے دیوبند مکتبہ فکر کے دو جید علماے کرام علامہ انور شاہ کاشمیری اور علامہ شبیر احمد عثمانی نے بھی مفصل کلام کیا ہے جو ''**فتح الملهم** (۵: ۱۵۳-۱۵۷)'' میں موجود ہے۔ ذیل میں ان کی مفصل تحقیق میں سے صرف وہ حصہ نقل کیا جاتا ہے جو اُن کی اپنی رائے اور فتویٰ پر مشتمل ہے۔ ورنہ جن احادیث اور ائمہ و محدثین کی تصریحات کو انہوں نے بطورِ استشہاد و استدلال بیان کیا ہے، ہم وہ تمام حوالہ جات پہلے ہی اصل مصادر سے مختلف مقامات پر درج کر چکے ہیں۔

علامہ شبیر احمد عثمانی نے خوارج پر بحث کا آغاز کرتے ہوئے اس کا عنوان ہی یہ رکھا ہے:

بحث شريف يتعلق بتكفير الخوارج وغيرهم من أهل الأهواء والملحدين، وهل يقاتلون؟ ومتى يقاتلون؟

''خوارج اور دیگر اہل اہواء اور ملحدین کی تکفیر سے متعلق بحث اور یہ کہ کیا ان کے ساتھ قتال کیا جائے گا؟ اور کب کیا جائے گا؟''

اِس کے بعد اُنہوں نے حافظ ابن حجر عسقلانی کا اِقتباس نقل کیا ہے، جس کے مطابق خوارج اہلِ فسق، باغی اور واجب القتل ہیں، کیوں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

فإذا خرجوا فاقتلوهم.

''پس جب وہ ریاست کے خلاف بغاوت کریں تو انہیں قتل کر ڈالو۔''

نیز معاً بعد امام طبری کا قول نقل کیا ہے جس میں اُنہوں نے اَحادیث مبارکہ - **هم شر الخلق؛ يمرقون من الإسلام؛ لأقتلنهم قتل عاد** - سے مستنبط کیا ہے کہ خوارج دین اسلام سے خارج ہیں اور ان سے قتال واجب ہے۔

اِسی طرح انہوں نے قاضی عیاض، امام ابو العباس القرطبی اور امام تقی الدین السبکی کا تکفیرِ خوارج کا موقف بھی اپنے الفاظ میں بیان کیا ہے۔

علامہ انور شاہ کشمیری نہایت واضح الفاظ میں خوارج کی تکفیر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

والحق أن حديث المروق يدل على أنَّ المارقة أقرب إلى الكفر من الإيمان، ومن أصرح ما وجدت فيه ما عند ابن ماجه عن أبي أُمامة: ''قد كان هؤلاء مسلمين، فصاروا كفَّاراً، قلت: يا أبا أمامة، هذا شيء تقوله؟ قال: بل سمعته من رسول الله ﷺ.'' قال الحافظ محمد بن إبراهيم اليماني في ''إيثار الحق'' (ص: ۴۲۱): وإسناده حسن. وحسنه الترمذي مختصراً.[1]

''حق یہ ہے کہ حدیث المروق اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ المارقة یعنی دین سے نکلنے والے ایمان کی بجائے کفر کے زیادہ قریب ہیں اور اس

(۱) شبیر احمد عثمانی، فتح الملهم، ۵: ۱۵۴

بارے میں جو کچھ میں نے ذخیرہ احادیث میں پایا اس میں سب سے زیادہ صریح ابن ماجہ میں حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جس میں انہوں نے فرمایا: یہ خوارج پہلے مسلمان تھے، پھر کافر ہوگئے۔ تو حضرت ابو غالب نے پوچھا: اے ابو امامہ! یہ بات آپ اپنی طرف سے کہہ رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: (نہیں) بلکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ ارشاد گرامی سنا ہے۔ حافظ محمد بن ابراہیم یمانی نے ''إیثار الحق (ص: ۴۲۱)'' میں فرمایا ہے: اس کی اسناد حسن ہیں اور امام ترمذی نے بھی اسے حسن قرار دیا ہے۔''

علامہ شبیر احمد عثمانی احادیث مبارکہ کی روشنی میں خوارج کے واجب القتل ہونے پر اپنا موقف یوں لکھتے ہیں:

ویؤیّد القول المذکور الأمر بقتلھم مع ما تقدم من حدیث ابن مسعود: ''لا یحل قتل امرئ مسلم إلّا بإحدی ثلاث'' وفیہ: ''التارک لدینہ: المفارق للجماعۃ'' وورد في بعض الروایات الصحیحۃ: ''المارق من الدین، التارک للجماعۃ.''[1]

''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ان کے قتل کا حکم دینا بھی اسی قولِ مذکور کی تائید کرتا ہے، اس کے باوجود کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث جو پہلے بیان کی گئی کہ ''کسی مسلمان آدمی کا قتل حلال نہیں سوائے تین میں سے کسی ایک صورت کے۔'' سو اس حدیث میں ہے کہ ''جو اپنے دین کے خلاف بغاوت کرنے والا ہو اور جو مسلمانوں کی جماعت سے جدا ہونے والا ہو'' اور بعض صحیح روایات میں آیا ہے کہ ''دین سے نکلنے والا اور مسلمانوں کی جماعت کو چھوڑنے والا ہو۔''

(۱) شبیر احمد عثمانی، فتح الملھم، ۵: ۱۵۴

اِس کے بعد علامہ شبیر احمد عثمانی خوارج کو قتل کرنے کے جواز پر حنابلہ کا موقف بیان کرتے ہوئے اپنی رائے یوں دیتے ہیں:

الظاهر عندي درايةً وروايةً قول أهل الحديث، أما روايةً: فقوله ﷺ: ''فأين لقيتموهم فاقتلوهم'' وأما قول علي رضی اللہ عنہ: فمعناه أن الإنكار على الإمام والطعن فيه لا يوجب قتلاً، حتى ينزع يده من الطاعة، فيكون باغياً، أو قاطع الطريق.(۱)

''میرے نزدیک روایتاً اور درایتاً ائمہ حدیث کا قول واضح ہے۔ رہا حضور نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد فأين لقيتموهم فاقتلوهم، اور حضرت حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ (مذکورہ بالا) قول، تو اس کا معنی یہ ہے کہ حکمران کا انکار اور اس پر طعنہ زنی قتل کو واجب نہیں کرتے، جب تک کہ وہ حکومت کی اتھارٹی کو تسلیم کرنے سے انکار نہ کر دے اور باغی یا راہ زن نہ ہو جائے۔''

آخر میں علامہ شبیر احمد عثمانی بحث کو سمیٹتے ہوئے اپنا اور علامہ انور شاہ کشمیری کا موقف دہراتے ہیں:

وقال في موضع آخر من رسالته بعد سرد الأحاديث: ''فخرج من هذه الأحاديث بهذا الوجه وجه من كفرهم من أهل الحديث، وقد نسبه ''السندي رحمه الله على سنن النسائي'' إليهم، وهو قول فحل، وكذا نسبه في ''فتح القدير'' إليهم، وخرج عدم الفرق بين الجحُود والتأويل في القطعيات. والله سبحانه و تعالى أعلم. وخرج أن الكفر قد يلزم من حيث لا يدري، مع ما يحقر أحدكم صلاته، وصيامه مع صلاتهم وصيامهم، وأعماله مع

(۱) شبیر احمد عثمانی، فتح الملهم، ۵: ۱۵۵

أعمالهم، وليست قراء ته إلى قراء تهم شيئاً، فخذ هذه الجمل النبوية أصلاً في مسألة التكفير، فهي كأحرف القرآن، كلها شاف كاف.[1]

’’اور آپ نے اپنے مقالے میں کسی ایک مقام پر ان احادیث کو بیان کرنے کے بعد لکھا ہے: پس ان احادیث سے اس توجیہ کے ساتھ ائمہ حدیث کا بیان کردہ وہ سبب مستنبط ہوتا ہے جنھوں نے ان (خوارج) کو کافر قرار دیا۔ اسی طرح امام سندی نے سنن نسائی پر اپنے حاشیہ میں بھی کفر کو ان کی طرف منسوب کیا ہے، اور یہ ایک مضبوط قول ہے۔ اسی طرح انہوں نے ’’فتح القدير‘‘ میں کفر کو انہی کی طرف منسوب کیا ہے۔ یاد رہے کہ قطعی عقائد میں تاویل اور جحود (انکار) کے درمیان فرق کا نہ ہونا بھی انہی احادیث سے مستنبط ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ بہتر علم رکھنے والا ہے۔ اور یہ چیز بھی مستنبط ہوتی ہے کہ کفر کبھی کبھی اِس طرح لازم آ جاتا ہے جس کا پتہ بھی نہیں چلتا، اس کے باوجود کہ جن کی نماز کے ساتھ تم میں سے ہر کوئی اپنی نماز کو حقیر جانتا ہے اور جن کے روزوں کے ساتھ اپنے روزے کو حقیر جانتا ہے اور جن کے اعمال کے ساتھ اپنے اعمال کو حقیر جانتا ہے اور جن کی قراءت کے مقابلہ میں اس کی قراءت کچھ بھی نہیں۔ پس اس مسئلہ تکفیر میں حضور نبی اکرم ﷺ کے یہ جملے قرآن کے حروف کی طرح حکم صادر کرنے میں کافی و شافی ہیں۔‘‘

گویا علامہ انور شاہ کاشمیری اور علامہ شبیر احمد عثمانی کی مفصل تحقیق سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ ان کے نزدیک بھی خوارج اور ان کی راہ پر چلنے والے لوگ دین سے خارج ہیں۔ کیونکہ انہوں نے دینی تعلیمات کو مسخ کیا اور دین میں نئی نئی بدعات ایجاد کی ہیں اور ان خیالات اور اَعمال کو دین قرار دے دیا جن کا حضور نبی اکرم ﷺ اور صحابہ

(۱) شبیر احمد عثمانی، فتح الملهم، ۵: ۱۵۶

کرام رضی اللہ عنہم کے قول و عمل سے کوئی تعلق نہیں۔

غور کیا جائے تو آج اسلام کے نام پر جو اِنتہاء پسندی اور دہشت گردی ہو رہی ہے اس کا اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ موجودہ دور میں لوگوں کا قتل عام، عورتوں اور بچوں کی بہیمانہ ہلاکت، جہاد کا معنی و مفہوم، شرعی شرائط اور تقاضے سمجھے بغیر اِسے ہر ایک پر واجب قرار دے دینا، مُردوں کو قبروں سے نکال کر ان کی بے حرمتی کرنا، صالحین کے مقابر کو تباہ کرنا، مساجد اور عبادت گاہیں مسمار کرنا اور اپنے مخالف نظریات کے حامل عامۃ المسلمین پر کفر و شرک کے فتوے لگانا اور مسلم و غیر مسلم پُر امن انسانی آبادیوں کو تباہ و برباد کرنا اور خودکش حملوں کے ذریعے انسانی جانوں کو لقمہ اجل بنانا (یہ سب کچھ) خوارج کے نظریات اور کردار کا ہی تسلسل ہے۔

فصل چہارُم

عصرِ حاضر کے دہشت گرد ’’خوارج‘‘ ہیں

خوارج کے باب میں وارد ہونے والی احادیث و آثار اس قدر کثرت سے ہیں کہ ان کے لیے کئی دفتر درکار ہیں۔ تاہم اِس موضوع پر راقم کی کتاب **الإنتباه للخوارج والحروراء** کا مطالعہ بھی مفید ہوگا۔ یہ بات طے شدہ ہے کہ ایسے خیالات، رُجحانات، معتقدات اور اقدامات کرنے والوں سے کوئی دور خالی نہ ہوگا کیونکہ حضور نبی اکرم ﷺ نے اِس امر کی قطعیت کے ساتھ وضاحت فرما دی ہے کہ ایسے گروہ میں ناپختہ ذہن اور کم عمر لڑکے کثرت سے ہوں گے کیوں کہ ایسے لڑکوں کو آسانی سے ورغلایا جاسکتا ہے اور ان کی ذہن سازی (brain washing) کرکے اپنے مذموم مقاصد کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ احادیث مبارکہ سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ یہ گروہ کسی ایک دور کے ساتھ مختص نہیں ہوگا بلکہ یہ لوگ خروجِ دجال کے زمانے تک پیدا ہوتے رہیں گے۔ درج ذیل حدیث مبارکہ سے بھی یہی ثابت ہے کہ یہ فرقہ کئی بار ظہور کرے گا:

عن ابن عمرو رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: يخرج قوم من قبل المشرق يقرؤون القرآن، لا يجاوز تراقيهم كلما قطع قرن نشأ قرن، حتى يخرج في بقيتهم الدجال. (۱)

’’حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کئی

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۰۹، رقم: ۶۹۵۲
۲۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۷: ۴۱، رقم: ۶۷۹۱
۳۔ حاكم، المستدرك، ۴: ۵۵۶، رقم: ۸۵۵۸
۴۔ طيالسي، المسند: ۳۰۲، رقم: ۲۲۹۳
۵۔ أبو نعيم، حلية الأولياء و طبقات الأصفياء، ۶: ۵۴

لوگ مشرق کی طرف سے نکلیں گے، وہ قرآن پڑھیں گے مگر قرآن اُن کے حلق سے نیچے نہ اترے گا۔ جب ایک گروہ (شیطانی سینگ) کاٹا جائے گا تو دوسرا نکلے گا (یعنی جب ایک ایسے گروہ کا خاتمہ کر دیا جائے گا تو کچھ عرصہ کے بعد دوسرا گروہ پیدا ہو جائے گا) یہاں تک کہ ان کے آخری گروہ کے دور میں ہی دجال نکلے گا۔‘‘

حدیث مبارکہ کا نفس مضمون بتارہا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے خوارِج کے ظہور اور اُن کے مظالم کے تسلسل کے بارے میں خبر دی کہ یہ دہشت گرد گروہ فتنہ دجال تک علاقے اور شکلیں بدل بدل کر آتا رہے گا۔ یاد رہے کہ دجال کا ظہور قیامت کی علاماتِ کبریٰ میں سے ہے۔

۱۔ خوارِج انسانوں کی شکل میں خونخوار بھیڑیے ہیں

حضور نبی اکرم ﷺ نے احادیث میں واضح الفاظ میں یہ پیشین گوئی بھی فرما دی تھی کہ اُمت کے آخری زمانے میں ایک ایسا گروہ نکلے گا جن کے چہرے انسانوں کے اور دل شیطانوں کے ہوں گے۔ وہ خونخوار بھیڑیوں کی طرح ہوں گے اور ان کے دلوں میں رحم نام کی کوئی شے نہ ہوگی۔ وہ کثرت سے خون بہائیں گے۔ امام ترمذی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

يخرج في آخر الزمان رجال يختلون الدنيا بالدين، يلبسون للناس جلود الضأن من اللين، ألسنتهم أحلى من السكر، وقلوب الذئاب، يقول الله: أبي يغترون أم علي يجترءون؟ فبي حلفت لأبعثن على أولئک منهم فتنة تدع الحليم منهم حيرانا.[۱]

’’آخری زمانے میں ایسے لوگ سامنے آئیں گے جو دھوکہ وفریب کے ساتھ

(۱) ترمذی، السنن، کتاب الزھد، ۴: ۶۰۴، رقم: ۲۴۰۴

دین کے نام پر دنیا کمائیں گے۔ وہ لوگوں کو اپنی نرم مزاجی ظاہر کرتے ہوئے (دنیا کے سامنے) بھیڑ کی کھال پہنیں گے۔ ان کی زبانیں شکر سے زیادہ میٹھی ہوں گی (یعنی وہ مؤثر نعرے لگائیں گے اور مؤثر باتیں کریں گے) مگر ان کے دل بھیڑیوں کے ہوں گے۔ اللہ ﷻ فرمائے گا: کیا میرے نام پر دھوکہ کرتے ہو یا مجھ پر جرأت کرتے ہو؟ مجھے اپنی ذات کی قسم! میں ان لوگوں پر ضرور ایک فتنہ (آزمائش و مصیبت) بھیجوں گا جو ان میں سے بُردبار لوگوں کو بھی حیران و پریشان کر دے گا۔‘‘

امام طبرانی حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

سيجيء في آخر الزمان أقوام، يكون وجوههم وجوه الآدميين، وقلوبهم قلوب الشياطين، أمثال الذئاب الضواري، ليس في قلوبهم شيء من الرحمة، سفاكون الدماء، لا يرعون عن قبيع إن تابعتهم واربوك، وإن تواريت عنهم اغتابوك، وإن حدثوك كذبوك، وإن ائتمنتهم خانوك، صبيهم عامر، وشابهم شاطر، وشيخهم لا يأمر بمعروف ولا ينتهى عن منكر، الاعتزاز بهم ذل، وطلب ما في أيديهم فقر، الحليم فيهم غاو، والآمر بالمعروف فيهم متهم، المؤمن فيهم متضعف، والفاسق فيهم مشرف، السنة بدعة، والبدعة فيهم سنة، فعند ذلك يسلط عليهم شرارهم، ويدعوا خيارهم، فلا يستجاب لهم.[1]

(۱) ۱۔ طبراني، المعجم الكبير، ۱۱: ۹۹، رقم: ۱۱۱۶۹
۲۔ طبراني، المعجم الصغير، ۲: ۱۱۱، رقم: ۸۶۹

''آخری زمانہ میں ایسے گروہ آئیں گے جن کے چہرے انسانوں کے اور دل شیطانوں کے ہوں گے۔ وہ خونخوار بھیڑیوں کی طرح ہوں گے۔ ان کے دلوں میں رحم نام کی کوئی چیز نہ ہوگی۔ وہ اپنی سفاکانہ کارروائیوں سے کثرت کے ساتھ خون بہائیں گے۔ کسی برے کام یعنی ظلم و زیادتی کی پروانہیں کریں گے۔ اگر تو ان کی بات مانے گا تو تجھے دھوکہ دیں گے۔ اگر تو ان سے چھپے گا تو تیری برائی اور مذمت کریں گے اگر وہ تمہارے ساتھ مذاکرات (dialogue) کریں گے تو جھوٹ بولیں گے۔ اگر تم ان کے پاس امانت رکھو گے تو وہ خیانت کریں گے۔ ان کے بچے گھر کا نظام چلائیں گے (اور بڑے برسرِپیکار ہوں گے) اور ان کے جوان شاطر ہوں گے۔ ان کا سردار انہیں نہ تو بھلائی کا حکم دے گا اور نہ ہی غلط کام سے روکے گا، ان کے ذریعے عزت اور غلبے کی طلب ذلت کا باعث ہوگی اور ان کے ہاتھوں میں جو کچھ ہوگا (یعنی ان کے نظریات اور اسلحہ وغیرہ) اس کی خواہش کرنا سراسر افلاس (معیشت کی تباہی) ہوگا۔ ان میں بردبار اور ٹھنڈے مزاج کا دکھائی دینے والا شخص (بھی) دھوکے باز ہوگا۔ انہیں بھلائی کا حکم دینے والے پر تہمت لگائی جائے گی۔ صاحبِ ایمان ان میں کمزور شمار ہوگا اور فاسق معزز ہوگا۔ رسول اکرم ﷺ کی اصل سنت ان کے ہاں بدعت اور بدعت سنت قرار پائے گی۔ اس وقت ان پر بدترین شرپسند مسلط کر دیے جائیں گے (تب) ان کے اچھے لوگ دعا کریں گے لیکن ان کی دعائیں قبول نہ ہوں گی۔''

امام ترمذی اور امام طبرانی کی روایت کردہ مذکورہ بالا احادیث مبارکہ میں آج کے دور میں پائے جانے والے دہشت گردوں کی تمام صفات بیان کر دی گئی ہیں۔ درحقیقت یہی شرپسند اور جنگجو گروہ موجودہ دور کے وہ دہشت گرد اور خوارج ہیں جن کے دل درندوں کے ہیں اور چہرے انسانوں کے ہیں۔ ان کے دلوں میں رحم نام کی کوئی شے

نہیں۔ وہ مخلوقِ خدا کا انتہائی سفاکانہ طریقے سے نہ صرف خون بہاتے ہیں اور اپنے عقائد ونظریات سے اختلاف رکھنے والوں کو مشرک اور کافر قرار دے کر ذبح کرتے ہیں بلکہ ان خونین مناظر کی ویڈیو فلمیں تیار کر کے مخلوقِ خدا کو دہشت زدہ اور اسلام کو بدنام بھی کرتے ہیں۔

۲۔ خوارج کے تسلسل کے بارے میں علامہ ابن تیمیہ کی تحقیق

خوارج کے بارے میں علامہ ابن تیمیہ کے کئی اقوال ہم نے گزشتہ صفحات میں بیان کیے ہیں، جن سے خوارج کے بارے میں ان کا عقیدہ مترشح ہوتا ہے۔ اب ہم علامہ ابن تیمیہ کے الفاظ میں یہ واضح کریں گے کہ خوارج کا وجود ہر دور میں رہا ہے اور یہ آج کے دور میں بھی موجود ہیں مگر لوگوں کو ان کی پہچان نہیں ہے۔

علامہ ابن تیمیہ اپنی کتاب النبوات میں بیان کرتے ہیں:

وكذلك الخوارج: لما كانوا أهل سيف وقتال، ظهرت مخالفتهم للجماعة؛ حين كانوا يقاتلون الناس وأما اليوم فلا يعرفهم أكثر الناس.(۱)

’’اور اسی طرح خوارج ہیں کہ جب انہوں نے اسلحہ اٹھا لیا اور بغاوت کرتے ہوئے (مسلمانوں سے) جنگ کی اور لوگوں سے قتال کرنے لگے تو اُن کی جماعتِ مسلمہ سے مخالفت و عداوت ظاہر ہوگئی تاہم عصر حاضر میں بھی (بظاہر دین کا لبادہ اوڑھنے کی وجہ سے) لوگوں کی اکثریت انہیں پہچان نہیں پاتی۔‘‘

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر خوارج پہلے مخفی تھے تو ان کا علم کیسے ہوا؟ اس کا جواب علامہ ابن تیمیہ یوں دیتے ہیں:

---

(۱) ابن تيمية، النبوات: ۲۲۲

وهاتان البدعتان ظهرتا لما قتل عثمان ﷛ في الفتنة؛ في خلافة أمير المؤمنين علي بن أبي طالب ﷛؛ وظهرت الخوارج بمفارقة أهل الجماعة، واستحلال دمائهم وأموالهم؛ حتى قاتلهم أمير المؤمنين علي بن أبي طالب ﷛ متبعا في ذالک لأمر النبي ﷺ. قال الإمام أحمد بن حنبل: صح الحديث في الخوارج من عشرة أوجه. وهذه قد رواها صاحبه مسلم بن الحجاج فی صحيحه، وروى البخارى قطعة منها. واتفقت الصحابة على قتال الخوارج حتى أن ابن عمر ...... قال عند الموت: ما آسى على شيء إلا على أني لم أقاتل الطائفة الباغية مع علي، يريد بذلک قتال الخوارج. ...... وإنما أراد المارقة التي قال فيها النبي ﷺ: تمرق مارقة على حين فرقة من الناس، يقتلهم أدنى الطائفتين إلى الحق. وهذا حدّث به أبو سعيد. فلما بلغ ابن عمر قول النبي ﷺ فی الخوارج، وأمره بقتالهم، تحسر على ترک قتالهم.(۱)

’’اور خوارج کی طرف سے (مسلمانوں کو کافر قرار دینے اور ان کے جان و مال کو حلال سمجھنے کی) دو بدعتیں اُس وقت منظر عام پر آئیں جب حضرت عثمان غنی ﷛ کو شہید کر کے فتنہ بپا کیا گیا۔ امیر المؤمنین سیدنا علی ﷛ کے دورِ خلافت میں خوارج کی صحابہ کرام ﷡ کی جماعت سے مفارقت اور ان کے جان و مال کو حلال قرار دینے کی صورت میں ظاہر ہوئی، یہاں تک کہ امیر المؤمنین حضرت علی ابن ابی طالب ﷛ نے فرمانِ نبوی ﷺ کی اتباع میں (نہروان کے مقام پر ہزاروں صحابہ کرام ﷡ کی معیت میں) ان خارجیوں سے جنگ کی (اور اُنہیں

(۱) ابن تیمیة، النبوات: ۲۲۲، ۲۲۳

چن چن کر قتل کیا)۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ خوارج کے بارے میں حدیث دس طرق سے ثابت ہے اور اسے آپ کے ہم عصر امام مسلم بن الحجاج نے اپنی **الصحیح** میں روایت کیا ہے اور امام بخاری نے اسے مختصراً روایت کیا ہے۔ خوارج سے جہاد پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اتفاق ہے؛ یہاں تک کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے وصال کے وقت فرمایا: مجھے کسی بات پر افسوس نہیں سوائے اس کے کہ میں (حضرت) علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر باغی گروہ کے ساتھ قتال نہ کر سکا۔ ...... اور آپ کی مراد تو صرف اُس باغی گروہ سے تھی جس کے بارے میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ''اور یہ گروہ اُس وقت خروج کرے گا جب لوگوں میں تفرقہ و انتشار پیدا ہوگا؛ اسے دونوں گروہوں میں سے حق کے قریب ترین گروہ قتل کرے گا۔'' اس حدیث کو ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خوارج اور ان سے قتال کے متعلق یہ ارشاد گرامی جب عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تک پہنچا تو وہ قتال ترک کرنے پر حسرت زدہ ہوگئے۔''

گزشتہ صفحات میں بیان کی گئی احادیث مبارکہ سے بھی وضاحت ہوتی ہے کہ بالعموم لوگوں کو خوارج کی ظاہری دین داری اور پرہیزگاری کی بنا پر مغالطہ لاحق ہوجاتا ہے اور وہ انہیں طبقہ مسلمین میں شامل سمجھنے لگتے ہیں۔ جب کہ حقیقت اس کے برعکس ہے کیوں کہ خوارج کا پتہ ہی اُس وقت چلتا ہے جب وہ مسلح ہوکر قتلِ عام شروع کرتے ہیں۔ دہشت گردوں کے ماتھے پر نہیں لکھا ہوتا کہ وہ خوارج ہیں۔ ان کا وحشت و بربریت اور درندگی و قتل عام پر مبنی عمل ہی انہیں expose کرتا ہے۔ یہ خودساختہ باطل مذہبی نظریات کی بنا پر عام انسانوں اور مسلمانوں کو قتل کرتے ہیں۔ یہ ہر دور میں آتے رہیں گے۔ قربِ قیامت کی علامات میں خوارج میں دجال کے خروج کی روایات بھی کتبِ احادیث میں موجود ہیں جو ہم نے گزشتہ صفحات میں درج کی ہیں۔

۳۔ خوارج کی پشت پناہی کرنے والوں کی مذمت

بعض لوگ خوارج کے بارے میں نرم گوشہ رکھتے ہیں اور انہیں برا نہیں جانتے، جب کہ بعض لوگ اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھتے ہوئے خوارج کی پشت پناہی اور support کرتے ہیں اور اپنے طرزِ عمل سے شرپسندوں اور دہشت گردوں کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں، اُن کے لیے ماسٹر مائنڈ (master mind) کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں اور ان کی مالی و اخلاقی معاونت (financial & moral support) کرکے انہیں مزید دہشت پھیلانے کی شہ دیتے ہیں، یہ عمل بھی انتہائی مذموم ہے۔

خوارج کی پشت پناہی کرنے والوں کے لیے قَعَدِیَة (عملاً بغاوت میں شریک نہ ہونے والے کی) اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔ شارح صحیح البخاری حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

”والقعدية“ قوم من الخوارج، كانوا يقولون بقولهم، ولا يرون الخروج بل يزينونه.[1]

”اور قَعَدِيَة خوارج کا ہی ایک گروہ ہے۔ یہ لوگ خوارج جیسے عقائد تو رکھتے تھے مگر خود مسلح بغاوت نہیں کرتے تھے بلکہ (وہ خوارج کی پشت پناہی کرتے ہوئے) اسے سراہتے تھے۔“

حافظ ابن حجر عسقلانی مقدمة فتح الباری میں ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

والخوارج الذين أنكروا على علي رضی الله عنه التحكيم وتبرءوا منه ومن عثمان رضی الله عنه وذريته وقاتلوهم فإن أطلقوا تكفيرهم فهم الغلاة منهم والقعدية الذين يزينون الخروج على الأئمة ولا يباشرون

(۱) عسقلاني، مقدمة فتح الباري: ۴۳۲

ذلک.[۱]

''اور خوارج وہ ہیں جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فیصلۂ تحکیم (arbitration) پر اعتراض کیا اور آپ رضی اللہ عنہ سے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اور ان کی اولاد و اَصحاب سے برأت کا اظہار کیا اور ان کے ساتھ جنگ کی۔ اگر یہ مطلق تکفیر کے قائل ہوں تو یہی ان میں سے حد سے بڑھ جانے والا گروہ ہے جبکہ **قَعَدِیَة** وہ لوگ ہیں جو مسلم حکومتوں کے خلاف مسلح بغاوت اور خروج کو سراہتے اور اس کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں، لیکن خود براہِ راست اس میں شامل نہیں ہوتے۔''

اِسی طرح حافظ ابن حجر عسقلانی اپنی ایک اور کتاب ''تهذيب التهذيب'' میں خوارج کی پشت پناہی کرنے والوں کے بارے میں لکھتے ہیں:

"والقعد" الخوارج كانوا لا يرون بالحرب، بل ينكرون على أمراء الجور حسب الطاقة، ويدعون إلى رأيهم، ويزينون مع ذالك الخروج، ويحسنونه.[۲]

''اور **قَعَدِیَة** (خوارج کی پشت پناہی کرنے والے) وہ لوگ ہیں جو بظاہر خود مسلح جنگ نہیں کرتے بلکہ حسبِ طاقت ظالم حکمرانوں کا انکار کرتے ہیں اور دوسروں کو اپنی فکر و رائے کی طرف دعوت دیتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ مسلح بغاوت اور خروج کو (مذہب کا لبادہ اوڑھا کر) سراہتے ہیں اور دہشت گرد باغیوں کو اِس کی مزید ترغیب دیتے ہیں۔''

شارح صحیح البخاری حافظ ابن حجر عسقلانی کے درج بالا اقتباسات سے

---

(۱) عسقلاني، مقدمة فتح الباري: ۴۵۹

(۲) عسقلاني، تهذيب التهذيب، ۸: ۱۱۴

یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ **قَعْدِیَة** بھی خوارج میں سے ہی ہیں۔(۱) لیکن یہ گروہ کھل کر اپنی رائے کا اظہار نہیں کرتا اور پسِ پردہ رہ کر خوارج کی باغیانہ اور سازشی سرگرمیوں کے لیے منصوبہ بندی (planning) کرتا ہے۔ گویا یہ گروہ ماسٹر مائنڈ کے فرائض سرانجام دیتا ہے۔ اِس گروہ کا کام دلوں میں بغاوت اور خروج کے بیج بونا ہے، خاص طور پر جب یہ گفتگو کسی ایسے فصیح و بلیغ شخص کی طرف سے ہو جو لوگوں کو اپنی چرب زبانی سے دھوکہ دینے اور اسے سنتِ مطہرہ کے ساتھ گڈ مڈ کرنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہو۔

۴۔ اہم فقہی نکتہ: دہشت گردوں پر خوارج کا اِطلاق اِجتہادی نہیں، منصوص ہے

موجودہ دور میں دہشت گردی اور قتل و غارت گری کرنے والے لوگ خوارج ہی کا تسلسل ہیں۔ اِس اَمر کا اِطلاق اِجتہادی نہیں اور نہ ہی تشریحی ہے بلکہ یہ اِطلاق منصوص ہے۔ خوارج سے مراد صرف سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے عہد میں نکلنے والا گروہ ہی نہیں ہے بلکہ وہ خوارج کا پہلا گروہ تھا۔ خوارج ایک ایسا فتنہ ہے جو گروہ در گروہ ظاہر ہوتا رہا اور اس کے لوگ دجال کے زمانے تک ظاہر ہوتے رہیں گے اور قیامت تک وقتاً فوقتاً نکلتے رہیں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جن کا ظہور ہوا وہ فتنہ خوارج کے بانی تھے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی واضح نشانیاں بیان فرما دی ہیں، جن میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ وہ ہر دور میں نکلتے رہیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خوارج کا آخری گروہ دجال کے ساتھ اس کی حمایت میں نکلے گا۔ حضرت شریک بن شہاب سے مروی روایت میں خوارج کے متعلق حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صراحتاً فرمایا:

يَخْرُجُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ كَأَنَّ هَذَا مِنْهُمْ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَا

---

(۱) ہم نے اِس باب کے آغاز میں بھی ذکر کیا تھا کہ خوارج کے تقریباً بیس فرقے ہیں۔ ''قعدیہ'' بھی اُنہی میں سے ایک فرقہ ہے۔

يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، سِيْمَاهُمُ التَّحْلِيْقُ، لَا يَزَالُوْنَ يَخْرُجُوْنَ حَتَّى يَخْرُجَ آخِرُهُمْ مَعَ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ، فَإِذَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ، هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ وَالْخَلِيْقَةِ.(۱)

''آخری زمانے میں کچھ لوگ پیدا ہوں گے گویا یہ شخص بھی انہی میں سے ہے۔ وہ قرآن مجید کی تلاوت کریں گے مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہ اترے گا وہ اسلام سے اس طرح نکل چکے ہوں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ ان کی نشانی یہ ہے کہ وہ سرمنڈے ہوں گے ہمیشہ نکلتے ہی رہیں گے یہاں تک کہ ان کا آخری گروہ دجال کے ساتھ نکلے گا جب تم (میدانِ جنگ میں) ان سے ملو تو انہیں قتل کردو۔ وہ تمام مخلوق سے بدترین لوگ ہیں۔''

اسی طرح امام احمد بن حنبل اور امام ابنِ ابی شیبہ کی بیان کردہ روایت میں ہے:

لَا يَزَالُوْنَ يَخْرُجُوْنَ حَتَّى يَخْرُجَ آخِرُهُمْ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ، قَالَهَا ثَلَاثًا. شَرُّ الْخَلْقِ وَالْخَلِيْقَةِ. قَالَهَا ثَلَاثًا.(۲)

''یہ خوارج ہمیشہ نکلتے رہیں گے یہاں تک کہ ان کا آخری گروہ (دجال کے

(۱) ۱۔ نسائي، السنن، كتاب تحريم الدم، باب من شهر سيفه ثم وضعه في الناس، ۷: ۱۱۹، رقم: ۴۱۰۳
۲۔ نسائي، السنن الكبرى، ۲: ۳۱۲، رقم: ۳۵۶۶
۳۔ بزار، المسند، ۹: ۲۹۴، رقم: ۳۸۴۶
۴۔ طيالسي، المسند، ۱: ۱۲۴، رقم: ۹۲۳

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۴۲۱، رقم: ۱۹۷۹۸
۲۔ ابن ابی شيبة، المصنف، ۷: ۵۵۹، رقم: ۳۷۹۱۷
۳۔ رویانی، المسند، ۲: ۲۶، رقم: ۷۶۶

ساتھ) نکلے گا جب تم (میدانِ جنگ میں) ان کو دیکھو تو انہیں قتل کر دو۔ وہ تمام مخلوق سے بدترین لوگ ہیں۔ مزید آپ ﷺ نے یہ الفاظ تین مرتبہ ارشاد فرمائے۔''

امام حاکم کی روایت کردہ حدیث میں ہے:

لَا يَزَالُوْنَ يَخْرُجُوْنَ حَتَّى يَخْرُجَ آخِرُهُمْ فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ. قَالَهَا حَمَّادٌ ثَلَاثًا هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ وَالْخَلِيْقَةِ قَالَهَا حَمَّادٌ ثَلَاثًا. وَقَالَ: قَالَ أَيْضًا: لَا يَرْجِعُوْنَ فِيْهِ. (۱)

''خوارج کے یہ گروہ مسلسل پیدا ہوتے رہیں گے یہاں تک کہ ان کا آخری گروہ (دجال کے ساتھ) نکلے گا۔ جب تم (میدانِ جنگ میں) ان سے سامنا کرو تو انہیں قتل کر دو۔ (اس حدیث کے ایک راوی) حماد بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے یہ الفاظ تین مرتبہ ارشاد فرمائے: ''وہ تمام مخلوق سے بدترین ہیں۔'' حضرت حماد بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے یہ الفاظ تین مرتبہ ارشاد فرمائے۔ اور حضرت حماد بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ وہ اپنے عقائد و نظریات سے رجوع نہیں کریں گے۔''

حضور نبی اکرم ﷺ نے بھی تصریح فرما دی ہے کہ قیامت تک اِس طرح کے مسلح اور باغی گروہ مسلمانوں کی ریاستوں اور معاشروں میں نکلتے رہیں گے۔ **لَا يَزَالُوْنَ يَخْرُجُوْنَ** کا واضح معنی یہ ہے کہ وہ سارے گروہ خوارج ہی ہوں گے اور یہ بغیر انقطاع کے تسلسل کے ساتھ پیدا ہوتے رہیں گے حتی کہ ان کا آخری گروہ قیامت سے قبل دجال کے ساتھ نکلے گا۔

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرک علی الصحیحین، ۲: ۱۶۰، رقم: ۲۶۴۷
۲۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۶: ۲۲۹

خلاصہ کلام

خوارج کی صفات و علامات اور ان کی پہچان کو واضح کرنے والی اِس طویل بحث سے ثابت ہوجاتا ہے کہ عصر حاضر کے دہشت گرد ہی خوارج ہیں۔ ہمارا دینی و ملی فریضہ ہے کہ ہم قرآن و حدیث، آثارِ صحابہ اور اقوالِ ائمہ کی روشنی میں ان انسانیت دشمن خونخوار بھیڑیوں کے گھناؤنے چہروں کو پہچانیں اور معاشرے کے سامنے انہیں بے نقاب کریں۔ انہوں نے اپنے مکروہ چہروں پر مذہب کا لبادہ اوڑھ رکھا ہے، لیکن اس سے کوئی مغالطہ لاحق نہیں ہونا چاہیے۔ وہ اپنے سیاہ کارناموں سے پہچانے جاتے ہیں۔ وہ جو روپ بھی چاہیں اپنا لیں، ان کا دین اسلام سے کوئی تعلق اور واسطہ نہیں ہے۔ وہ اسلام سے اس طرح نکل چکے ہیں جیسے تیر یا گولی تیز رفتاری کے ساتھ شکار سے نکل جاتی ہے۔ ان کی دہشت گردانہ کارروائیوں کو اسلام اور اُمتِ مسلمہ کی طرف منسوب نہ کیا جائے۔

یاد رہے کہ متقدمین و متاخرین ائمہ اور اکابر علماء کرام کا متفقہ فیصلہ ہے کہ آیات و احادیث کی روشنی میں سفاک و خونخوار دہشت گردوں کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق یہ باغی ہیں۔ اس لیے ریاستی مشینری پر ان کی بیخ کنی واجب ہے۔ تاہم یہ اَمر واضح رہے کہ ریاستی سطح سے ہٹ کر کسی فرد یا جماعت کو نجی حیثیت میں اِس بات کی قطعاً اجازت نہیں ہے کہ وہ اپنے تئیں امن و امان قائم کرنے کے لیے قانون اپنے ہاتھ میں لے یا ان خوارج کے مقابلے میں خود مسلح ہوکر میدان میں اتر آئے، چاہے ان کی نیت کتنی ہی صاف کیوں نہ ہو۔ اس کے نتائج نہایت بھیانک اور ناقابلِ تصور ہوں گے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی اُمت کو قیامت تک ہر دور میں خوارج کے ظاہر ہوتے رہنے اور منظّم و مسلح گروہوں کی شکل میں نکلتے رہنے کی اطلاع اپنی پیغمبرانہ پیشین گوئی کے طور پر اسی لئے دے دی تھی کہ ہر زمانے میں مسلمان انہیں پہچان سکیں۔ اور جب ان کا خروج ہو تو سادہ لوح مسلمان ان کی شکلوں، نعروں (slogans) اور شریعت

کی ظاہری پابندی کو دیکھ کر دھوکے میں نہ آجائیں اور ساتھ ہی آپ ﷺ نے ریاست پر یہ ذمہ داری عائد کی کہ ان کی بیخ کنی کی جائے تاکہ خلق خدا ان کے شر سے محفوظ ہو جائے۔ اِسی لیے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی زیرقیادت ریاستی سطح (state level) پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کا قلع قمع کیا تھا۔

باب ہشتم

مسلم ریاست میں اِعلاءِ کلمہ حق کا پُر امن منہاج

یہ بات دلائل سے ثابت ہو چکی ہے کہ کسی مسلم ریاست میں قائم حکومت کے خلاف مسلح بغاوت جائز نہیں، خواہ اَربابِ اِختیار و اِقتدار فاسق و فاجر اور معصیت کیش ہی کیوں نہ ہوں۔ یہاں بعض ذہنوں میں اس سوال کا پیدا ہونا فطری امر ہے کہ مسلمان رعایا اگر مسلمان حکمرانوں کے ظلم وستم کے خلاف مسلح جد و جہد نہیں کر سکتی تو پھر اسے کیا کرنا چاہیے؟ کیا حکمرانوں کو کھلی چھوٹ دے دی جائے کہ وہ جو چاہیں کرتے پھریں اور اہلِ حق خاموش تماشائی بن کر بیٹھے رہیں؟ ان حالات میں مسلمان شہریوں پر کوئی ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے یا نہیں؟ کیونکہ اگر ایک طرف اسلام مسلم ریاست کے خلاف مسلح بغاوت کی حمایت نہیں کرتا تو دوسری طرف اس کے ظلم و جبر اور غیر عادلانہ و غیر صالحانہ رویوں پر خاموش رہنے کی بھی اجازت نہیں دیتا۔ اس حوالے سے اسلامی ریاست کے شہریوں کے لئے برائی کو روکنے، ظلم کو مٹانے اور اَحوال کو سدھارنے کی جد و جہد میں کون سے راستے کھلے ہیں؟ آئندہ سطور میں اسی پہلو کا جائزہ لیا جائے گا۔

۱۔ قرآن میں اَمر بالمعروف و نہی عن المنکر کا حکم

کسی بھی سوسائٹی میں برائی کو روکنے اور اچھائی کو فروغ دینے کا عمل اسلامی اصطلاح میں ''امر بالمعروف و نہی عن المنکر'' کہلاتا ہے۔ خواہ برائی، حکومتی مظالم کی صورت میں ہو یا کرپشن کی صورت میں، غیر آئینی و غیر قانونی اقدامات کی شکل میں ہو یا آمرانہ و جابرانہ طرزِ عمل کی شکل میں، غیر منصفانہ اور غیر صالحانہ قوانین کی صورت میں ہو یا ملک و قوم کے مفاد کے خلاف پالیسیوں کی صورت میں، اس برائی کو روکنے اور اسے اچھائی سے بدلنے کی ہر پُرامن کوشش ''امر بالمعروف و نہی عن المنکر'' کے ذیل میں آتی ہے۔ اس لئے

قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر مسلمانوں کو اس اہم فریضہ کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ سورۃ آل عمران میں اللہ تعالیٰ نے اُمت مسلمہ کو بہترین اُمت قرار دیتے ہوئے اس کی پہلی علامت ہی امر بالمعروف و نہی عن المنکر بیان کی ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ.[1]

''تم بہترین اُمت ہو جو سب لوگوں (کی رہنمائی) کے لئے ظاہر کی گئی ہے، تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو۔''

دوسرے مقام پر اہلِ ایمان کی علامات میں سے ایک نہایت اہم علامت امر بالمعروف و نہی عن المنکر قرار دی گئی ہے؛ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ.[2]

''اور اہلِ ایمان مرد اور اہلِ ایمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق و مددگار ہیں۔ وہ اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے ہیں۔''

یہ فرض جہاں اسلامی معاشرے کے ہر فرد پر عائد کیا گیا ہے وہاں یہ بات بھی واضح ہے کہ اجتماعی اور حکومتی سطح پر فروغ پانے والی برائیوں اور خرابیوں کا ازالہ محض انفرادی کوششوں سے ممکن نہیں ہوتا۔ اس کے لئے مؤاخذہ و اصلاح کی کوششیں بھی اجتماعی ہونی چاہئیں۔ یہاں سے جماعت سازی اور تنظیم سازی کا عمل، شرعی جواز پاتا ہے۔

(۱) آل عمران، ۳: ۱۱۰

(۲) التوبة، ۹: ۷۱

اَمر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لئے اِجتماعی جد و جہد

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر صرف انفرادی سطح پر سر انجام دیا جانے والا فریضہ نہیں بلکہ اس کو جماعتی و تنظیمی سطح پر منظّم کرنا بھی منشاء قرآن ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلْتَكُنْ مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ط وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَO(۱)

''اور تم میں سے ایسے لوگوں کی ایک جماعت ضرور ہونی چاہیے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائیں اور بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں، اور وہی لوگ بامراد ہیںO''

اس آیت کریمہ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ باقاعدہ تنظیم اور جماعت کی صورت میں ادا کرنے سے دعوت زیادہ مؤثر، وسیع اور نتیجہ خیز ہوتی ہے۔ اسی طرح نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون اور بدی کے کاموں میں عدمِ تعاون کا حکم بھی امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہی کی اجتماعی شکل ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ.(۲)

''اور نیکی اور پرہیزگاری (کے کاموں) پر ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم (کے کاموں) پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔''

(۱) آل عمران، ۳: ۱۰۴

(۲) المائدۃ، ۵: ۲

۲۔ اَحادیث میں اَمر بالمعروف و نہی عن المنکر کا حکم

اَحادیث مبارکہ میں بھی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی اہمیت و ضرورت اور اس سے پہلوتہی پر عذاب و عقاب بیان کیا گیا ہے۔ اس حوالے سے چند اہم احادیث درج ذیل ہیں:

۱۔ امام بخاری اور امام مسلم حضرت حذیفہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِي أَهْلِهِ وَمَالِهِ وَجَارِهِ تُكَفِّرُهَا الصَّلَاةُ وَالصَّدَقَةُ وَالْأَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ.(۱)

''آدمی کا فتنہ (یعنی اس کی آزمائش) اس کے اہل و عیال، اس کے مال اور اس کے پڑوس میں ہے جس کا کفّارہ نماز، خیرات اور اچھائی کی طرف بلانا اور برائی سے روکنا ہے۔''

۲۔ امام ترمذی، ابن ماجہ اور احمد بن حنبل حضرت حذیفہ بن یمان ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ أَوْ لَيُوْشِكَنَّ اللهُ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عِقَابًا مِنْهُ. ثُمَّ تَدْعُوْنَهُ فَلاَ يُسْتَجَابُ لَكُمْ.(۲)

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب المناقب، باب علامات النبوة في الإسلام، ۳: ۱۳۱۴، رقم: ۳۳۹۳

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الفتن وأشراط الساعة، باب في الفتنة التي تموج كموج البحر، ۴: ۲۲۱۸، رقم: ۱۴۴

(۲) ۱۔ ترمذي، السنن، كتاب الفتن، باب ما جاء في الأمر بالمعروف ـــــ

''اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! تم ضرور بالضرور نیکی کا حکم دو گے اور برائی سے منع کرو گے ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب بھیجے گا۔ پھر تم اسے (مدد کے لیے) پکارو گے تو تمہاری پکار کو ردّ کر دیا جائے گا۔''

۳۔ برائی کو روکنے کی فضیلت ایک اور حدیث مبارکہ میں ان الفاظ میں آئی ہے۔ امام احمد بن حنبل حضرت عبدالرحمٰن بن الحضرمی سے روایت کرتے ہیں:

أَخْبَرَنِي مَنْ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ: إِنَّ مِنْ أُمَّتِي قَوْمًا يُعْطَوْنَ مِثْلَ أُجُوْرِ أَوَّلِهِمْ، فَيُنْكِرُوْنَ الْمُنْكَرَ.(۱)

''مجھے اس نے خبر دی جس نے حضور نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: بے شک میری اُمت میں ایک قوم ایسی ہوگی جس کو اُمت کے دورِ اول کے لوگوں کی طرح اجر دیا جائے گا۔ وہ برائی سے منع کرنے والے ہوں گے۔''

۴۔ امام طبرانی اور ابن ابی شیبہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ، أَوْ لَيُسَلِّطَنَّ اللهُ عَلَيْكُمْ شِرَارَكُمْ. ثُمَّ يَدْعُوْ خِيَارُكُمْ فَلَا يُسْتَجَابُ لَكُمْ.(۲)

.... والنهي عن المنكر، ۴: ۴۶۸، رقم: ۲۱۶۹

۲۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الفتن، باب الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، ۲: ۱۳۲۷، رقم: ۴۰۰۴

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۳۹۱، رقم: ۲۳۳۷۵

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۶۲، رقم: ۱۶۶۴۳

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۳۷۵، رقم: ۲۳۲۲۹

۳۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۷: ۲۶۱، ۲۷۱

(۲) ۱۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۲: ۹۹، رقم: ۱۳۷۹ ←

’’تم ضرور بالضرور نیکی کا حکم دو گے اور برائی سے منع کرتے رہو گے ورنہ اللہ تعالیٰ تم میں سے برے لوگوں کو تم پر مسلط کردے گا۔ پھر تمہارے اچھے لوگ اللہ تعالیٰ سے (مدد کی) دعا کریں گے لیکن ان کی دعا تمہارے حق میں قبول نہیں ہوگی۔‘‘

۵۔ امام طبرانی اور بیہقی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

قُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللهِ، لَا نَأْمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ حَتَّى نَعْمَلَ بِهِ وَلَا نَنْهَى عَنِ الْمُنْكَرِ حَتَّى نَجْتَنِبَهُ كُلَّهُ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: بَلْ مُرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَإِنْ لَمْ تَعْمَلُوْا بِهِ كُلِّهِ، وَانْهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَإِنْ لَمْ تَجْتَنِبُوْهُ كُلَّهُ. (۱)

’’ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم اس وقت تک نیکی کا حکم نہیں دیں گے جب تک ہم مکمل طور پر خود اس پر عمل نہیں کر لیتے اور نہ اس وقت تک برائی سے منع کریں گے جب تک ہم مکمل طور پر خود اس سے اجتناب نہیں کر لیتے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: (نہیں) بلکہ نیکی کا حکم دو اگرچہ تم مکمل طور پر اس پر عمل نہ بھی کرسکو اور برائی سے منع کرو اگرچہ مکمل طور پر اس سے اجتناب نہ بھی کرسکو (یعنی اگر ممکنہ حد تک عمل کرتے ہو تب بھی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرو)۔‘‘

درج بالا اَحادیث سے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔

.... ۲۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۷: ۴۶۰، رقم: ۳۷۲۲۱
۳۔ بزار، المسند، ۱: ۲۹۲، ۲۹۳، رقم: ۱۸۸
۴۔ أبو يعلى، المسند، ۸: ۳۱۳، رقم: ۶۹۱۶

(۱) ۱۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۶: ۳۶۵، رقم: ۶۶۲۸
۲۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۶: ۸۹، رقم: ۷۵۷۰
۳۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۷: ۲۷۷

یہ وہ فریضہ ہے جو انفرادی زندگی کی آزمائشوں کا کفارہ بھی ہے اور دنیا میں عذابِ الٰہی کے راستے میں ڈھال بھی۔ اِس کو ترک کرنے سے قوم دنیوی عذاب کا شکار ہو جاتی ہے، دعاؤں کی قبولیت رک جاتی ہے اور ظالم و جابر، فاسق و فاجر، بدکردار اور خائن حکمران مسلط کر دیے جاتے ہیں۔

اگر ہم آج اپنے حالات کا جائزہ لیں تو یہ علامات ہمیں واضح طور پر نظر آ رہی ہیں۔ ہماری دعائیں قبول نہیں ہو رہیں، زمینی اور آسمانی آفات و بلیات کی کثرت ہے، بداَمنی، قتل و غارت گری، کرپشن، بد دیانتی، چوری، مہنگائی، بے روزگاری اور پریشاں حالی، الغرض کون کون سے عذاب ہیں جنہوں نے ہمیں نہیں گھیر رکھا۔

برائی کو روکنے کے تین درجات کا بیان

حضور نبی اکرم ﷺ نے برائی کو روکنے کے تین درجے بیان فرمائے ہیں جن کا ذکر درج ذیل حدیث میں ہوا ہے:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَالِکَ أَضْعَفُ الإِيْمَانِ. (۱)

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب الإیمان، باب بیان کون النهي عن المنکر من الإیمان، ۱: ۶۹، رقم: ۴۹
۲۔ ترمذي، السنن، کتاب الفتن، باب ما جاء في تفسیر المنکر بالید أو باللسان أو بالقلب، ۴: ۴۶۹، رقم: ۲۱۷۲
۳۔ أبو داود، السنن، کتاب الملاحم، باب الأمر والنهي، ۴: ۱۲۳، رقم: ۴۳۴۰
۴۔ نسائي، السنن، کتاب الإیمان وشرائعه، باب تفاضل أهل الإیمان، ۸: ۱۱۱، رقم: ۵۰۰۸

''تم میں سے جو کسی برائی کو دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ (یعنی عملی جد و جہد) سے روکنے کی کوشش کرے اور اگر ایسا نہ کر سکے تو اپنی زبان سے (تنقید و مذمت کے ذریعے) روکے اور اگر اپنی زبان سے بھی روکنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو (کم از کم اس برائی کو) اپنے دل سے برا جانے؛ اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔''

حدیث مبارکہ میں برائی کی مذمت اور روک تھام کے تین ذرائع بیان کئے گئے ہیں: ہاتھ، زبان اور دل؛ جس کا مطلب یہ ہے کہ ہم برائی کو دل سے برا سمجھیں، زبان سے اس کی مذمت کریں اور عملی جد و جہد کے ذریعے اسے روکنے کی کوشش کریں۔ یہ تینوں طریقے برائی کے خلاف پُر اَمن جد و جہد سے عبارت ہیں۔ برائی کو ہاتھ سے روکنے سے مراد ہے کہ برائی کے خاتمہ کے لئے عملی جد و جہد کی جائے جس کا ہر لحاظ سے تشدد سے پاک ہونا ضروری ہے کیونکہ نیکی کو ظلم اور بربریت کے طریق سے کسی پر مسلط نہیں کیا جاسکتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے لَا اِکْرَاهَ فِي الدِّيْنِ [1] (دین میں کوئی زبردستی نہیں) فرما کر بتا دیا ہے۔ البتہ برائی کے خلاف عملی جد و جہد کرنا ہر اس شخص پر لازم ہے جو اس کی استطاعت رکھے ورنہ برائی کی اپنی زبان سے مذمت کرنا ہر مومن کا فریضہ ہے اور کم از کم دل سے برا جاننا تو ہر کمزور و ناتواں کے لئے ضروری بھی ہے۔

برائی سے کیا مراد ہے؟ ہمارے ہاں اس کا مفہوم بڑا محدود ہو گیا ہے حالانکہ ہر ظلم برائی ہے۔ خواتین پر گھریلو تشدد، برائی ہے۔ بچیوں کو سکول نہ بھجوانا، برائی ہے۔ عورتوں کو علم اور حقوق سے محروم رکھنا، برائی ہے۔ تعلیمی اداروں کی تباہی و بربادی، برائی ہے۔ اپنا مخصوص تصورِ دین کسی پر زبردستی مسلط کرنا، برائی ہے۔ بدعنوانی، برائی ہے۔ اَقربا پروری، برائی ہے۔ میرٹ کی پامالی، برائی ہے۔ فحاشی و عریانی کی ترویج، برائی ہے اور تذلیلِ

.... ۵۔ ابن ماجه، السنن، كتاب إقامة الصلاة والسنة فيها، باب ما جاء في صلاة العيدين، ۱: ۴۰۶، رقم: ۱۲۷۵

(۱) البقرة، ۲: ۲۵۶

انسانیت تو ان سب سے بڑی برائی ہے۔

برائی کو ہاتھ سے روکنے کا مفہوم

اب تصور کریں کہ جہاں برائی کی اتنی کثیر شکلیں ہوں اور ہر شکل کسی نہ کسی صورت میں معاشرہ میں موجود ہو اور وہاں برائی کو ہاتھ سے روکنے کا معنی بزورِ بازو یا بزورِ بندوق لے لیا جائے تو ہر کوئی اپنا تصورِ خیر لے کر دوسرے پر اپنی مرضی مسلط کرنا شروع کر دے گا۔ اس سے جبر و تشدد اور بدامنی کی کیفیت پیدا ہو جائے گی اور جہاں برائی کو ہاتھ سے روکنے کی تشریح ہاتھ سے بڑھ کر بندوق اور بندوق سے بڑھ کر بمباری سے کی جانے لگے تو پھر خانہ جنگی اور دہشت گردی نہیں ہو گی تو اور کیا ہوگا؟ وہ اِسلام جس نے ظالم اور فاسق و فاجر حکمران کے خلاف بھی بغاوت کو صرف اس لئے جائز قرار نہیں دیا کہ اس سے معاشرے کی اجتماعیت اور امن وسکون تباہ و برباد ہونے کا امکان ہوتا ہے تو وہ بزورِ بندوق دیگر برائیوں کو روکنے کی اجازت کیسے دے سکتا ہے؟ لہٰذا برائی کو ہاتھ سے روکنے کا معنی عام فرد کے لئے عملی جد و جہد ہی لی جاسکتی ہے؛ اور وہ بھی اس کی استطاعت کے مطابق۔

ہاتھ سے روکنے سے مراد اگر بزورِ طاقت روکنا ہی لیا جائے تو اس سے مراد قوتِ نافذہ یعنی حکومت اور حکومتی ادارے ہوں گے کیونکہ معاشرے سے برائی، ظلم اور ناانصافی کو ختم کرنا اور اچھائی اور عدل و انصاف کو رائج کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے، اور یہی اس کے قیام کا جواز بھی ہے۔ جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اہلِ ایمان کی یہ علامت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ○[1]

”(یہ اہلِ حق) وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار دے دیں (تو) وہ

---

(۱) الحج، ۲۲: ۴۱

نماز (کا نظام) قائم کریں اور زکوٰۃ کی ادائیگی (کا انتظام) کریں اور (پورے معاشرے میں نیکی اور) بھلائی کا حکم کریں اور (لوگوں کو) برائی سے روک دیں، اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہےo‘‘

۳۔ ظلم و نااِنصافی کے خلاف سیاسی و جمہوری جد و جہد

اسلام ایسے معاشرے کی تشکیل چاہتا ہے جو عدل و انصاف پر مبنی ہو، جس میں کوئی شخص قوت و طاقت، مال و دولت یا عہدہ و منصب کے بل بوتے پر دوسروں کے حقوق پر ڈاکہ نہ ڈالے اور نہ ہی انہیں کسی حوالے سے اپنے ظلم و جبر کا نشانہ بنائے۔ اگر بعض افراد یا حکومت اس ظالمانہ کردار کی حامل ہو تو ان کے خلاف اپنی بساط کے مطابق آواز اٹھانا اور ان کے ظالمانہ و جابرانہ رویوں کو مہذب طریقے سے بے نقاب کرنا مسلمان کی ذمہ داریوں میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ظالم کے ظلم کو اعلانیہ بے نقاب کرنے کا حکم دیا ہے، ارشاد ربانی ہے:

لَا يُحِبُّ اللهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ط وَكَانَ اللهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًاo[1]

’’اللہ کسی (کی) بری بات کا بآوازِ بلند (ظاہراً و علانیتاً) کہنا پسند نہیں فرماتا سوائے اس کے جس پر ظلم ہوا ہو (اسے ظالم کا ظلم آشکار کرنے کی اجازت ہے)، اور اللہ خوب سننے والا جاننے والا ہےo‘‘

حدیثِ نبوی ﷺ میں متعدد مقامات پر ظلم و جبر اور ناانصافی کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے اور اسے ہر ممکن جائز طریقے سے روکنے کی تلقین کی گئی ہے۔ اس حوالے سے چند احادیث ملاحظہ ہوں:

۱۔ ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کا اعلانیہ اظہار کرنا، جہاد سے تعبیر کیا گیا ہے۔

---

(۱) النساء، ۴: ۱۴۸

امام ترمذی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ مِنْ أَعْظَمِ الْجِهَادِ كَلِمَةَ عَدْلٍ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ.[۱]

’’سب سے بڑا جہاد، ظالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق بلند کرنا ہے۔‘‘

امام ابو داؤد کی بیان کردہ روایت میں سُلْطَانٍ جَائِرٍ (ظالم بادشاہ) کے بعد أَمِيْرٍ جَائِرٍ (ظالم حکمران) کے الفاظ بھی ہیں۔[۲]

۲۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوف کے باعث حق بات کو چھپانے سے بھی منع فرمایا ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ایک طویل روایت میں بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَمْنَعَنَّ رَجُلًا هَيْبَةُ النَّاسِ أَنْ يَقُوْلَ بِحَقٍّ إِذَا عَلِمَهُ.[۳]

’’کسی شخص کو لوگوں کا ڈر حق بات کہنے سے نہ روکے جبکہ اسے اس بات کا حق ہونا معلوم ہو۔‘‘

۳۔ حضرت هُشَيم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قدرت رکھنے

---

(۱) ترمذی، السنن، أبواب الفتن، باب ما جاء أفضل الجهاد كلمة عدل عند سلطان جائر، ۴: ۴۷۱، رقم: ۲۱۷۴

(۲) أبو داود، السنن، كتاب الملاحم، باب الأمر والنهي، ۴: ۱۲۴، رقم: ۴۳۴۴

(۳) ۱۔ ترمذي، السنن، كتاب الفتن، باب ما جاء ما أخبر النبي أصحابه بما هو كائن إلى يوم القيامة، ۴: ۴۸۳، رقم: ۲۱۹۱
۲۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الفتن، باب الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، ۲: ۱۳۲۸، رقم: ۴۰۰۷
۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۵، رقم: ۱۱۰۳۰

کے باوجود برے کاموں سے منع نہ کرنے والوں کو تنبیہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

مَا مِنْ قَوْمٍ يُعْمَلُ فِيْهِمْ بِالْمَعَاصِي، ثُمَّ يَقْدِرُوْنَ عَلَى أَنْ يُّغَيِّرُوْا، ثُمَّ لَا يُغَيِّرُوا إِلَّا يُوْشِكُ أَنْ يَعُمَّهُمُ اللهُ مِنْهُ بِعِقَابٍ.(۱)

''جس قوم میں بھی برے کاموں کا اِرتکاب کیا جائے، پھر لوگ اِن برے کاموں کو روکنے پر قدرت رکھنے کے باوجود بھی نہ روکیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنے عذاب میں مبتلا کر دے۔''

۴۔ حضرت عدی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو عوام وخواص کے عذاب میں مبتلا ہونے کا سبب بیان کرتے ہوئے سنا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ لَا يُعَذِّبُ الْعَامَّةَ بِعَمَلِ الْخَاصَّةِ حَتَّى يَرَوا الْمُنْكَرَ بَيْنَ ظَهْرَانَيْهِمْ، وَهُمْ قَادِرُوْنَ عَلَى أَنْ يُّنْكِرُوْهُ فَلَا يُنْكِرُوْهُ. فَإِذَا فَعَلُوْا ذَالِكَ عَذَّبَ اللهُ الْخَاصَّةَ وَالْعَامَّةَ.(۲)

''بے شک اللہ تعالیٰ عوام کو خاص لوگوں کے برے اعمال کے سبب سے عذاب نہیں دیتا یہاں تک کہ وہ (عوام) اپنے درمیان برائی کو کھلے عام پائیں اور وہ

(۱) ۱۔ أبو داود، السنن، كتاب الملاحم، باب الأمر والنهي، ۴: ۱۲۲، رقم: ۴۳۳۸

۲۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الفتن، باب الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، ۲: ۱۳۲۹، رقم: ۴۰۰۹

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۳۶۴، رقم: ۱۹۲۵۰

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۹۲

۲۔ مالك، الموطأ، كتاب الكلام، باب ما جاء في عذاب العامة بعمل الخاصة، ۲: ۹۹۱، رقم: ۱۷۹۹

۳۔ طبراني، المعجم الكبير، ۱۷: ۱۳۹

اس کو روکنے پر قادر ہونے کے باوجود نہ روکیں۔ پس جب وہ ایسا کرنے لگیں تو اللہ تعالیٰ سب خاص و عام کو (بلا امتیاز) عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے۔‘‘

۵۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو نظر انداز کرنے والوں کو تنبیہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّكُمْ تَقْرَءُوْنَ هَذِهِ الْآيَةَ: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ﴾ (۱) وَإِنَّا سَمِعْنَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ إِنَّ النَّاسَ إِذَا رَأَوُا الْمُنْكَرَ فَلَمْ يُنْكِرُوْهُ أَوْشَكَ أَنْ يَعُمَّهُمُ اللهُ بِعِقَابِهِ. (۲)

’’اے لوگو! تم یہ آیت مبارکہ تو پڑھتے ہی ہو: ﴿ اے ایمان والو! تم اپنی جانوں کی فکر کرو، تمہیں کوئی گمراہ نقصان نہیں پہنچا سکتا اگر تم ہدایت یافتہ ہو چکے ہو﴾۔ اور بے شک ہم نے حضور نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ لوگ جب برائی کو پنپتے ہوئے دیکھیں اور اس کو نہ روکیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے عذاب میں مبتلا کر دے۔‘‘

۶۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے برائی کو روکنے کی قدرت رکھنے کے باوجود نہ روکنے والوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتے ہوئے ارشاد فرمایا:

مَا مِنْ رَجُلٍ يَكُوْنُ فِي قَوْمٍ يُعْمَلُ فِيْهِمْ بِالْمَعَاصِي يَقْدِرُوْنَ عَلَى أَنْ يُّغَيِّرُوْا عَلَيْهِ فَلاَ يُغَيِّرُوْا إِلاَّ أَصَابَهُمُ اللهُ بِعَذَابٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَّمُوْتُوا. (۳)

---

(۱) المائدة، ۵: ۱۰۵

(۲) احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۲، رقم: ۱

(۳) ۱۔ أبو داود، السنن، كتاب الملاحم، باب الأمر والنهي، ۴: ۱۲۲، رقم: ۴۳۳۹

←

’’جو شخص بھی ایسی قوم میں رہتا ہو جس میں برے کام کئے جاتے ہوں اور لوگ ان کو روکنے کی قدرت رکھنے کے باوجود نہ روکتے ہوں تو اللہ تعالیٰ انہیں ان کی موت سے قبل عذاب میں مبتلا کر دے گا۔‘‘

۷۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں خرابی اس لیے پختہ ہو گئی تھی کہ انہوں نے اِحقاقِ حق اور اِبطالِ باطل کا فریضہ ترک کر دیا تھا۔ فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملاحظہ کریں:

إِنَّ بَنِي إِسْرَائِيْلَ لَمَّا وَقَعَ فِيْهِمُ النَّقْصُ كَانَ الرَّجُلُ يَرَى أَخَاهُ عَلَى الذَّنْبِ فَيَنْهَاهُ عَنْهُ. فَإِذَا كَانَ الْغَدُ لَمْ يَمْنَعْهُ مَا رَأَى مِنْهُ أَنْ يَكُوْنَ أَكِيْلَهُ وَشَرِيْبَهُ وَخَلِيْطَهُ. فَضَرَبَ اللهُ قُلُوْبَ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ وَنَزَلَ فِيْهِمُ الْقُرْآنُ. فَقَالَ: ﴿لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِيْٓ إِسْرَائِيْلَ عَلَى لِسَانِ دَاوُدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ﴾.(۱) فَقَرَأَ حَتَّى بَلَغَ: ﴿وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللهِ وَالنَّبِيِّ وَمَآ أُنْزِلَ إِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ أَوْلِيَاءَ وَلٰـكِنَّ كَثِيْرًا مِنْهُمْ فَاسِقُوْنَ﴾.(۲) قَالَ: وَكَانَ نَبِيُّ اللهِ مُتَّكِئًا فَجَلَسَ، فَقَالَ: لَا، حَتَّى تَأْخُذُوْا عَلَى يَدِ الظَّالِمِ فَتَأْطُرُوْهُ عَلَى الْحَقِّ أَطْرًا.(۳)

.... ۲۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الفتن، باب الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، ۲: ۱۳۲۹، رقم: ۴۰۰۹

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۳۶۴

۴۔ ابن حبان، الصحيح، ۱: ۵۳۶، رقم: ۳۰۰

۵۔ طبراني، المعجم الكبير، ۲: ۳۳۲، رقم: ۲۳۸۲

(۱) المائدة، ۵: ۷۸

(۲) المائدة، ۵: ۸۱

(۳) ترمذي، السنن، كتاب تفسير القرآن، باب ومن سورة المائدة، ۵: ←

''جب بنی اسرائیل میں خرابی واقع ہوتی تو اس وقت ان میں سے بعض لوگ اپنے دوسرے بھائی کو گناہ کرتے دیکھ کر منع کرتے۔ لیکن جب دوسرا دن ہوتا تو اس خیال سے نہ روکتے کہ اس کے ساتھ کھانا پینا اور ہم مجلس ہونا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو باہم مخلوط کر دیا۔ ان کے بارے میں قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی ہے: ﴿بنی اسرائیل میں سے جو کافر ہوئے ان پر داؤد (علیہ السلام) اور عیسی بن مریم (علیہما السلام) کی زبان سے لعنت کی گئی۔ یہ اس لئے کہ وہ نافرمان تھے اور حد سے گزر گئے تھے﴾۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت یہاں تک پڑھی: ﴿اور اگر وہ اللہ تعالیٰ اور نبی پر اور اس چیز پر جو ان کی طرف نازل کی گئی ہے ایمان لاتے تو کافروں کو دوست نہ بناتے۔ لیکن ان میں سے اکثر نافرمان ہیں﴾۔ حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں حضور نبی اکرم ﷺ تکیہ لگائے ہوئے تھے۔ پس آپ ﷺ اُٹھ بیٹھے اور فرمایا: تم بھی عذابِ الٰہی سے اس وقت تک نجات نہیں پا سکتے جب تک کہ تم ظالم کا ہاتھ پکڑ کر اُسے راہِ راست پر نہ لے آؤ۔''

۸۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے اَمر بالمعروف و نہی عن المنکر کے اَہم فریضے کو نظر انداز کرنے اور ایک مثال کے ذریعے اس مداہنت و چشم پوشی کے تباہ کن نتائج سے خبردار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

.... ۲۵۲، رقم: ۳۰۴۸

۲۔ أبو داود، السنن، کتاب الملاحم، باب الأمر والنهي، ۴: ۱۲۱، رقم: ۴۳۳۶

۳۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الفتن، باب الأمر بالمعروف والنهي عن المنکر، ۲: ۱۳۲۷، رقم: ۴۰۰۶

۴۔ طبراني، المعجم الکبیر، ۱۰: ۱۴۶، رقم: ۱۰۲۶۸

۵۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۱: ۱۶۶، رقم: ۵۱۹

مَثَلُ الْمُدْهِنِ فِي حُدُوْدِ اللهِ وَالْوَاقِعِ فِيْهَا مَثَلُ قَوْمٍ اسْتَهَمُوْا سَفِيْنَةً فَصَارَ بَعْضُهُمْ فِي أَسْفَلِهَا وَصَارَ بَعْضُهُمْ فِي أَعْـلَاهَا. فَكَانَ الَّذِي فِي أَسْفَلِهَا يَمُرُّوْنَ بِالْمَاءِ عَلَى الَّذِيْنَ فِي أَعْـلَاهَا فَتَأَذَّوْا بِهِ. فَأَخَذَ فَأْسًا فَجَعَلَ يَنْقُرُ أَسْفَلَ السَّفِيْنَةِ. فَأَتَوْهُ فَقَالُوْا: مَا لَكَ؟ قَالَ: تَأَذَّيْتُمْ بِي وَلاَ بُدَّ لِي مِنَ الْمَاءِ. فَإِنْ أَخَذُوْا عَلَى يَدَيْهِ أَنْجَوْهُ وَنَجَّوْا أَنْفُسَهُمْ، وَإِنْ تَرَكُوْهُ أَهْلَكُوْهُ وَأَهْلَكُوْا أَنْفُسَهُمْ.(۱)

’’اللہ تعالیٰ کی حدود کے بارے میں نرمی برتنے والے اور ان میں مبتلا ہونے والے کی مثال ان لوگوں جیسی ہے جنہوں نے کشتی میں (سفر کرنے کے سلسلے میں) قرعہ اندازی کی تو بعض کے حصے میں نیچے والا حصہ آیا اور بعض کے حصے میں اوپر والا۔ پس نیچے والوں کو پانی کے لیے اوپر والوں کے پاس سے گزرنا ہوتا تھا تو اس سے اوپر والوں کو تکلیف ہوتی تھی۔ چنانچہ (اس خیال سے کہ اوپر کے لوگوں کو ان کے آنے جانے سے تکلیف ہوتی ہے) نیچے والوں میں سے ایک شخص نے کلہاڑا لیا اور کشتی کے نچلے حصے میں سوراخ کرنے لگا۔ تو وہ اس کے پاس آئے اور کہا: تجھے کیا ہوگیا ہے؟ اس نے کہا: تمہیں میری وجہ سے تکلیف ہوتی تھی اور پانی کے بغیر میرا گزارہ نہیں۔ پس اگر انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اسے بچا لیا تو خود بھی بچ گئے، اور اگر انہوں نے اسے چھوڑ دیا تو اسے بھی

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الشهادات، باب القرعة في المشكلات، ۲: ۹۵۴، رقم: ۲۵۴۰

۲۔ ترمذي، السنن، كتاب الفتن، باب ما جاء في تغيير المنكر باليد أو باللسان أو بالقلب، ۴: ۴۷۰، رقم: ۲۱۷۳

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۲۷۰

۴۔ بزار، المسند، ۸: ۲۳۸، رقم: ۳۲۹۸

ہلاک کر دیا اور اپنے آپ کو بھی ہلاکت میں ڈال لیا۔‘‘

سو معلوم ہوا کہ حکمرانوں کے ظلم و نا انصافی اور فسق و فجور کو بے نقاب کرنا اور اس کے خلاف آواز بلند کرنا مسلمان کی اہم ذمہ داری ہے مگر اس کا طریقہ پُراَمن ہونا چاہیے، جو تشدد اور دہشت گردی کی جملہ شکلوں سے پاک ہو۔ موجودہ دور میں اس کی کئی صورتیں ممکن ہیں، مثلاً:

- آزادیِ اِظہارِ رائے کا حق استعمال کرتے ہوئے ظلم کے خلاف ہر سطح پر آواز بلند کرنا۔
- کتب، لٹریچر اور اخبارات میں مضامین کے ذریعے ہر برائی اور ظلم کی مذمت اور اس کا جمہوری انداز سے مؤاخذہ کرنا۔
- احتجاجی مظاہروں اور پُراَمن ریلیوں کی شکل میں ظلم و نا انصافی اور انسانی حقوق کی پامالی کے خلاف آواز بلند کرنا۔
- جمہوری و آئینی دائرے کے اندر رہ کر اجتماعات اور کانفرنسز منعقد کرنا۔
- تقریر و تحریر کے ذریعے اجتماعی شعور کو بیدار اور رائے عامہ کو ظلم و استحصال اور ناانصافی کے خلاف ہموار کرنا۔
- ان تمام مقاصد کے لئے تنظیم سازی اور جماعت سازی کرنا۔
- بہتری کے لئے حکومتوں کو آئینی و جمہوری طریقے سے بدلنے کی کوشش اور جماعتی سطح پر منظّم پُراَمن جد و جہد کرنا۔

بعض اوقات یہی کوششیں انفرادی، اجتماعی، تنظیمی اور جماعتی سطح پر فرائض کا درجہ بھی اختیار کر لیتی ہیں اور ان سے پہلو تہی گناہ اور عذابِ خداوندی کا باعث بن جاتی ہے۔

- اِسی طرح ظلم و تشدد کے خاتمے، انسانی حقوق کی بحالی، بنیادی ضرورتوں کی فراہمی اور قانون کی بالا دستی کے لئے پارلیمنٹ کے فلور پر آواز اٹھانا بھی اسلامی، آئینی اور

جمہوری طریقہ ہے جسے کوئی ردّ نہیں کرسکتا۔ سیاسی جماعت تشکیل دے کر انتخابی جد و جہد کرنا اور مختلف فورمز پر اپنا نقطہ نظر بیان کرنا اور ترویج و اشاعتِ اسلام کے لئے انفرادی، اجتماعی اور جماعتی سطح پر آئینی و جمہوری طریقے سے جد و جہد کرنا، یہ سب کچھ قرآن وسنت کی بنیادی روح کے عین مطابق ہے۔

باب نہم

دعوتِ فکر و اِصلاح

جیسا کہ گذشتہ ابواب میں ہم بارہا ذکر کر چکے ہیں کہ اس وقت ملکِ عزیز پاکستان جس اَلمناک صورت حال سے دوچار ہے اس نے ہر حساس دل کو بے چین اور ہر دردمند انسان کو پریشان کر رکھا ہے۔ گزشتہ کئی سالوں سے بچوں، عورتوں، ناتواں بوڑھوں اور مستقبل کے معمار نوجوانوں کا خون جس بے دردی سے بہایا جا رہا ہے اور نجی و قومی املاک کو جس وحشت و بربریت کے ساتھ تباہ کیا جا رہا ہے، اس نے چنگیز اور ہلاکو کے مظالم کی داستانیں بھی بھلا دی ہیں۔

موجودہ قتل و غارت گری کو نہ تو جنگ کا نام دیا جا سکتا ہے اور نہ جہاد کا کیونکہ نہ صرف اسلام نے بلکہ آج کی متمدن دنیا نے بھی جنگ کے کچھ اصول وضع کر رکھے ہیں جن میں سفاکی، بربریت اور پُرامن شہریوں پر اندھی بم باری کی قطعاً گنجائش نہیں، جب کہ اسلام نے تو جہاد کے ایسے زرّیں اصولوں سے دنیا کو رُوشناس کرایا ہے جن کی نظیر پوری تاریخ انسانی میں نہیں ملتی۔ وہ کیسے انسان ہیں جن کے دل انسانیت سے یکسر خالی ہو چکے ہیں اور انہیں کسی بین الاقوامی اصول اور قانون کی پروا نہیں رہی! یہ کیسے مسلمان ہیں جو نہ صرف اسلامی جہاد کی شرائط اور ضابطوں بلکہ اسلام کی جمیع تعلیمات کو پامال کرتے اور مسلمانوں و دیگر انسانوں کا خون بے دریغ بہاتے جا رہے ہیں لیکن خود کو ''مسلمان مجاہد'' کہلوانے پر مصر ہیں۔

موجودہ حالات میں اہلِ وطن چکی کے دو پاٹوں میں پس رہے ہیں۔ ایک طرف یہ انتہا پسند دہشت گرد ہیں جو مخالفین کا خون مباح قرار دے چکے ہیں۔ مساجد کو شہید کرنے، نمازیوں کے خون سے مساجد کے در و دیوار رنگنے، مزارات کی بے حرمتی کرنے اور انہیں شرک کے اڈے قرار دے کر مسمار کرنے میں مصروف ہیں۔ اپنے انتہا

پسندانہ نظریات کے باعث سرکاری اسکولوں کو غیر اسلامی تعلیم کے مراکز قرار دے کر انہیں گرانے اور اساتذہ کو قتل کرنے میں لگے ہیں۔ ۲۰۰۶ء سے ۲۰۰۹ء تک سیکڑوں اساتذہ اور طلباء کو قتل کر دیا گیا اور سیکڑوں سکولوں کو جلایا اور گرایا جا چکا ہے۔ حتی کہ سرکاری عمارات اور پبلک مقامات پر خودکش حملوں کے نتیجے میں ہزارہا سرکاری اہلکار اور عام شہری اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ اس وحشت و بربریت پر ہر محبِّ وطن شہری کا دل فگار اور آنکھیں اشک بار ہیں۔

اس ظلم وستم اور بربریت کی چکی کا دوسرا پاٹ وہ غیر ملکی طاقتیں ہیں جن کے میزائل دہشت گردوں اور پُراَمن شہریوں میں فرق روا نہیں رکھتے۔ جہاں گرتے ہیں کئی گھروں کو راکھ کا ڈھیر بنا دیتے ہیں۔ ان میں بے شمار بچے، عورتیں اور بوڑھے بھی جل جاتے ہیں۔ اس سے مقامی لوگوں میں ان غیر ملکی طاقتوں کے خلاف شدید غم و غصہ کی لہر اور انتقام کے جذبات پیدا ہوتے ہیں جو آخرکار خودکش حملوں کا جواز بن جاتے ہیں اور ان کا نشانہ بھی یہی عام شہری ہی بنتے ہیں۔ یعنی دہشت گردی خواہ مقامی اور اندرونی ہو یا سامراجی اور عالمی، خون عامۃ الناس کا ہی بہتا ہے۔

درج بالا سطور میں موجودہ خوفناک صورت حال کا ایک اجمالی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ اب میں چند گذارشات مسئلے سے متعلق بعض طبقات کی خدمت میں بھی کرنا چاہتا ہوں تاکہ اِصلاحِ اَحوال کی کوئی واضح صورت نظر آ سکے اور اللہ رب العزت کے فضل و کرم سے ہم اس حساس اور مشکل صورت حال سے چھٹکارہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکیں۔ اس سے میرا مقصود صرف حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کی اُمت کی خیر و فلاح اور اسلام کے پیغامِ امن کو عام کرنا ہے۔ میں اسے ایک پاکیزہ فرض سمجھ کر ادا کر رہا ہوں۔ اُمتِ مسلمہ کی موجودہ صورت حال، اس کی زبوں حالی اور بے توقیری دیکھ کر میں سخت کرب و اضطراب کی کیفیت سے گزر رہا ہوں اور اِصلاحِ اَحوال کے اِمکانات پر مسلسل غور وفکر کرتا رہا ہوں۔ جن طبقات سے غور وفکر کی درخواست ہے ان میں **پہلا فریق** حکومت اور اس کے

متعلقہ ادارے ہیں، **دوسرا فریق** وہ عالمی قوتیں ہیں جو بظاہر دہشت گردی کے خلاف برسرِپیکار ہیں اور پاکستان ان کا فرنٹ لائن اتحادی ہے۔ میری درخواست کا **تیسرا مخاطب** طبقۂ علماء و مشائخ ہے جن پر سب سے اہم دینی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ ذیل میں بالترتیب ان تمام طبقات کی خدمت میں اخلاصِ قلب کے ساتھ دعوتِ فکر اور کلمہ ہائے نصیحت و اِصلاح گوش گذار کر رہا ہوں۔

۱۔ اہلِ اِقتدار کی توجہ کے لیے

سب سے پہلے میں چند باتیں پاکستان کے مقتدر اور پالیسی ساز اداروں سے کرنا چاہتا ہوں۔ میری دانست میں دہشت گردی کا خاتمہ محض برسرِپیکار جنگجوؤں کے قتل اور گرفتاریوں سے نہیں ہوگا۔ یہ اسی وقت ممکن ہوگا جب دہشت گرد باغی گروہوں میں تازہ افرادی قوت کی آمد اور داخلے کے تمام راستے کلیتًا مسدود کر دیئے جائیں گے۔ جس طرح تالاب کو خشک کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس کے اندر موجود پانی کو نکالنے کے ساتھ ساتھ تالاب میں نئے پانی کی آمد کے تمام راستے بھی بند کر دیئے جائیں ورنہ تالاب کبھی خشک نہیں ہوسکتا۔ اِسی طرح دہشت گردی کا مکمل خاتمہ باغی گروہوں میں افرادی قوت کی تازہ کمک روک کر ہی ممکن ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ان برسرپیکار دہشت گردوں کو تازہ افرادی قوت کہاں سے ملتی ہے۔

۱۔ وہ نوعمر لڑکے اور نوجوان جن کے والدین فوجی کارروائی یا ڈرون حملوں میں مارے گئے ان میں شدید غم وغصہ اور انتقامی جذبات کا پیدا ہونا ایک فطری امر ہے۔ انہیں ورغلا کر دہشت گرد اپنے مذموم مقاصد کی خاطر خودکش حملوں کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ حکومت کو چاہیئے کہ پاک فوج جس علاقے کو کلیئر کرتی ہے وہاں کے یتیم اور بے سہارا بچوں کو اپنی تحویل میں لے کر ان کی پرورش اور تعلیم و تربیت کا مناسب انتظام کرے۔ اس سے نہ صرف ان معصوم بچوں کے غموں اور دکھوں کا کسی حد تک مداوا ہو گا بلکہ حصولِ تعلیم کے بعد برسر روزگار ہو کر وہ امن پسند شہری بھی ثابت ہوں گے ورنہ وہ عسکریت پسندوں

کے ہتھے چڑھ کر خودکش بمبار یا فرقہ پرستوں کے اداروں میں جا کر انتہا پسند بن جائیں گے اور بعد ازاں وہی ترقی پا کر دہشت گردی کی منازل پر فائز ہوں گے۔

۲۔ بعض دینی اداروں اور مدارس میں طلباء کو دیگر مسالک کے خلاف نفرت، عدم رواداری اور انتہا پسندی پر مبنی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ میرے نزدیک بدقسمتی سے ہمارے سارے مسالک کسی نہ کسی حد تک اس مہلک مرض میں مبتلاء ہیں، وہ ایک دوسرے کو غیر مسلم اور گمراہ سمجھتے ہوئے معصوم ذہنوں میں نفرتوں کی آبیاری کرتے ہیں۔ نتیجتاً یہ لوگ تنگ نظری اور فکری مغالطوں کا شکار ہو کر اپنے علاوہ سب کو کافر، مشرک اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دینے لگتے ہیں۔ بلکہ بعض انتہا پسند تو اتنے متشدد ہو جاتے ہیں کہ وہ مخالفین کا خون بہانا نہ صرف جائز بلکہ واجب سمجھتے ہیں۔ یہیں سے شدت پسندی اور دہشت گردی پنپنے لگتی ہے جسے ایک ''دینی فریضہ (جہاد)'' سمجھ کر اختیار کیا جاتا ہے۔ اگر ان اداروں میں زیرِ تعلیم بعض طلباء کے قبائلی علاقوں میں واقع دہشت گردوں کے تربیتی کیمپوں میں جا کر تربیت لینے کی اطلاعات درست ہیں تو عسکریت پسندوں کے ساتھ ان کے شامل ہونے کے امکانات کو کیسے ردّ کیا جا سکتا ہے؟

ضرورت اِس اَمر کی ہے کہ حکومت پاکستان سرکاری اساتذہ اور اَئمہ اوقاف کے تربیتی کورسز کی طرح تمام دینی مدارس کے اساتذہ کے لئے بھی کورسز کا اہتمام کرے۔ اس کے لئے ماہرینِ علم اور اعتدال پسند علماء اور دانش وروں کی خدمات و تعاون حاصل کیا جائے۔ ان تربیت گاہوں میں مختلف مسالک کے علماء کے باہمی میل جول، تبادلہ خیال اور مذاکرات کے ذریعے جہاں غلط فہمیوں اور فکری مغالطوں کا ازالہ ہوگا وہاں ان میں تحمل و رواداری اور قلبی و نظری وسعت کو بھی فروغ ملے گا اور اِن کا ذہنی اُفق بھی وسیع ہوگا۔ دینی اداروں کے ان اساتذہ کرام کے مثبت رویوں کا ان شاء اللہ ان کے تلامذہ پر بھی اثر ہوگا اور وہ تنگ نظری و انتہا پسندی کے خول سے باہر نکل سکیں گے۔

یہاں اس امر پر بھی توجہ ضروری ہے کہ انتہاء پسندی اور دہشت گردی کے فروغ

میں ایسی کتب، رسائل، کیسٹس اور CDs و DVDs بھی بڑا اہم کردار ادا کر رہی ہیں جو مختلف اشاعتی اداروں کی طرف سے مارکیٹ میں دستیاب ہیں۔ تمام شہروں خصوصاً پشاور، راولپنڈی، لاہور، کراچی اور کوئٹہ میں ایسی کیسٹس اور CDs و DVDs سستے داموں دستیاب ہیں جو مختلف ریاستی اداروں کے خلاف نفرت انگیز مواد پر مبنی ہیں اور جن میں دوسرے مسلمانوں کے نظریات کے خلاف بھی انتہائی اشتعال انگیزی پائی جاتی ہے اور کفر و شرک کے فتوے اور منافرت پیدا کرنے والی تعلیمات ہیں۔ حکومت کو ایسی کتب، رسائل، کیسٹس اور CDs و DVDs کو ضبط کر لینا ہئے اور ان کی اشاعت اور خرید و فروخت پر مؤثر پابندی عائد کر دینی چاہیے۔

۳۔ سرورِ دوعالم ﷺ کا فرمان ہے: كَادَ الْفَقْرُ أَنْ يَّكُوْنَ كُفْرًا یعنی غربت و افلاس انسان کو کفر تک پہنچا دیتا ہے۔[(۱)] پاکستان میں حضور نبی اکرم ﷺ کے اس قول مبارک کے عملی مظاہر ہر طرف نظر آتے ہیں۔ غربت و افلاس کے ستائے لوگ اپنے پیارے بچوں کو بیچنے اور رہن رکھنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ بعض ظالمانہ کھیلوں میں چند روپوں کے عوض غریب لوگ اپنے دل کے ٹکڑوں کو بیچ دیتے ہیں۔ ان معصوم بچوں پر وہاں جو گزرتی ہے اس کے تصور سے ہی ہر صاحبِ اولاد کا کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ غربت اور معاشی بدحالی کی بڑھتی ہوئی شرح نے انتہاپسندی اور دہشت گردی کو پھلنے پھولنے کے لئے سازگار فضا فراہم کی ہے۔ دہشت گرد جانتے ہیں کہ جو لوگ غربت و افلاس کے ہاتھوں تنگ آ کر خودکشی کے ذریعے اپنی جان لے سکتے ہیں، انہیں چند ٹکوں کے عوض دوسروں کی جان لینے پر بھی آمادہ کیا جا سکتا ہے۔

یوں تو پاکستان بھر میں غربت اور بے روزگاری کے عفریت نے پنجے گاڑ رکھے ہیں لیکن شمالی علاقہ جات اور جنوبی پنجاب میں اس عفریت نے عوام کا جینا دوبھر کر دیا

---

(۱) ۱۔ بیہقی، شعب الایمان، ۵: ۲۶۷، رقم: ۶۶۱۲

۲۔ قضاعی، مسند الشهاب، ۱: ۳۴۲، رقم: ۵۸۶

ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دہشت گردوں کو اپنے مذموم مقاصد کے لئے ان علاقوں سے افرادی قوت بڑی آسانی سے دستیاب ہو جاتی ہے۔ نیز ان علاقوں کی غریب اکثریت بچوں کی پرورش، فیسوں اور تعلیمی اخراجات کی استطاعت نہ رکھنے کی وجہ سے انہیں سکولوں اور کالجوں کی بجائے دینی مدارس میں داخل کرا دیتی ہے۔ جہاں انہیں مفت دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ بعض مدارس میں انتہا پسندی، فرقہ پرستی اور تنگ نظری کی تعلیم بھی ملتی ہے جس کے نتیجے میں کئی طلباء میں عسکریت پسندی کا رجحان زور پکڑ لیتا ہے۔

حکومت کو ان پسماندہ علاقوں کی معاشی ترقی کے لئے مؤثر اقدامات کرنے چاہئیں۔ وہاں انڈسٹریل زون بنائے جائیں تاکہ غریبوں کو روزگار کے لئے دور دراز شہروں میں نہ جانا پڑے، انہیں وہیں روزگار میسر آ سکے اور وہ اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کی خودنگرانی کر کے انہیں عسکریت پسندوں سے بچا سکیں۔

حکومت کے لئے آخری اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ پاکستان کے پالیسی ساز ادارے یہ فیصلہ کریں کہ اس جنگ کے بعد آیا یہی ''یک جہت پالیسی'' دائماً برقرار رہے گی یا پھر سے ''دو جہتی پالیسی'' کا آغاز ہو جائے گا۔ اگر مؤثر حکومتی ادارے ماضی میں دہشت گردوں کی بالواسطہ یا خفیہ پرورش نہ کرتے تو وہ آج اژدھا کا روپ نہ دھار سکتے۔ وہ اس مقام پر اچانک اور خود بخود نہیں پہنچ گئے۔ وہ اس بھیانک، خطرناک اور طاقت ور حیثیت کے ساتھ ابھرنے تک اپنے پیچھے کئی دہائیوں کی تاریخ رکھتے ہیں۔ پودا یک لخت تناور درخت نہیں بن جاتا، اس کی ابتداء بیج سے ہوتی ہے، مالی اس کی نشو و نما کا سامان کرتا ہے اور اسے رفتہ رفتہ بڑے درخت کی شکل تک لے آتا ہے۔ اگر آپ آئندہ ملک و قوم اور انسانیت کو اس اذیت ناک عذاب سے نجات دلانا چاہتے ہیں اور سوسائٹی کو دائمی امن دینا چاہتے ہیں تو خدارا ''بیج فروشوں'' کا خاتمہ کیجئے، دہشت گردی کے پودوں کے لئے پانی اور کھاد وغیرہ کی فراہمی بند کیجئے، مالیوں کی تقرریاں اور ترقیاں ختم کر دیجئے اور نیک نیتی کے ساتھ اس قوم کی آئندہ نسلوں پر رحم فرمائیے! یہ بات کوئی

بھی ذی شعور تسلیم نہیں کرسکتا کہ گزشتہ کئی دہائیوں سے انتہاء پسندی سے دہشت گردی تک پرورش پانے والا یہ فتنہ حکومتی اداروں کی ''آ گاہی و رضامندی'' اور ''شفقت و عنایت'' کے بغیر اس قدر قوت و طاقت کا حامل بن گیا ہے۔ اس سلسلے میں ''مؤثر اور طاقت ور اداروں'' کو اپنی آستینوں میں چھپے سانپوں کا بھی جائزہ لینا ہوگا اور دہشت گردوں کے سرکاری مخبروں اور خفیہ محسنوں کے لئے بھی کوئی واضح پالیسی بنانا ہوگی۔ اگر ان خطوط پر کوئی ٹھوس اور مؤثر کام نہ ہوا تو پھر یہ جنگ، ایک رُخ میں تو جنگ رہے گی اور دوسرے رُخ میں ڈرامہ۔ کیونکہ طریقہ یہ رہا ہے کہ ''پہلے انہیں پیدا کرنا، پھر پالنا، حسبِ ضرورت کام لینا اور جب مالک کو کاٹنے لگیں تو مار دینا، اور پھر اسی عمل کا دوبارہ اجراء اور ارتقاء جاری رکھنا۔'' اُمید ہے کہ آئندہ ''چوہے بلی'' کا یہ کھیل ختم ہوگا۔

۲۔ عالمی طاقتوں کے لئے

اب میرا روئے سخن ان عالمی طاقتوں کی طرف ہے جن کے خیال میں پاکستان کی سرزمین دہشت گردی کا اڈا بن چکی ہے اور دنیا بھر میں دہشت گردی پھیلانے والوں کو یہاں سے تربیت اور گائیڈ لائن ملتی ہے۔ لہٰذا وہ عالمی امن کے لئے پاکستان میں ان کی پناہ گاہوں کو ختم کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ اس کے لئے جہاں وہ حکومت پاکستان پر دہشت گردوں کے خلاف آپریشن جاری رکھنے کے لئے **do more** کہہ کر مسلسل دباؤ ڈالتی رہتی ہیں وہاں وہ خود بھی گاہے بگاہے، ڈرون طیاروں کے ذریعہ بم باری کرکے اپنی دانست میں دہشت گردوں کا صفایا کر رہی ہیں۔ ایک نقطہ نظر یہ بھی ہے کہ ان کی براہ راست کارروائیوں سے دہشت گردی کو مزید فروغ اور انتہا پسندوں کو مزید تقویت مل رہی ہے۔ ایک وقت تھا کہ مفسدین کو دہشت گردی کے لئے افرادی قوت بڑی مشکل سے ملتی تھی لیکن اب ہزاروں افراد اس کام کے لئے میسر ہیں۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ ایک مکان پر بمباری سے مزید کئی مکانات بھی تباہ ہو جاتے ہیں جس میں بے گناہ ہلاک ہونے والوں کی تعداد گنتی سے باہر ہے۔ بے گناہ لوگ جو پل بھر میں بے گھر اور بے آسرا ہو جاتے ہیں

اور ان کے عزیز و اقارب موت کے گھاٹ اتر جاتے ہیں تو ان کے دل و دماغ میں اُٹھنے والے انتقام کے شعلے انہیں بعض اوقات ان گروہوں کی طرف دھکیل دیتے ہیں جو بزعم خویش ''جہاد'' کے نام پر دہشت گردی اور فساد کے مرتکب ہو رہے ہوتے ہیں۔ مستزاد یہ کہ ان ڈرون حملوں سے ذہنوں میں پاکستان کی خودمختاری کی پامالی کا خیال بھی ابھرتا ہے جس سے ان لوگوں میں عالمی طاقتوں کے خلاف نفرت بڑھتی ہے اور دہشت گردوں کو ایسے لوگوں کی مزید ہمدردی ملتی چلی جاتی ہے۔

لہٰذا اگر دہشت گردی کے خاتمے کے لیے کام کرنے والے ممالک خلوصِ دل سے دہشت گردی کا خاتمہ چاہتے ہیں تو کسی بھی ملک پر براہِ راست کارروائی کرنے کی بجائے دہشت گردی سے نبٹنے کے لئے اُس ریاست کی فوج اور سیکیورٹی اداروں پر اِعتماد کریں اور اُنہیں ہر لحاظ سے مضبوط اور مستعد کریں اور معلومات فراہم کریں۔ اِس طرح عوام بھی دہشت گردوں کے خلاف یکسو ہو جائیں گے اور اُنہیں کسی جانب سے بھی ہمدردی میسر نہیں ہوگی۔

۳۔ وارثانِ منبر و محراب سے گذارش

اس وقت وطنِ عزیز ایک آتش فشاں کے دہانے پر ہے۔ جو لوگ ان آتشیں شعلوں کی زد میں ہیں وہ آخرت کو سدھار رہے ہیں، جو بچ رہے ہیں جیتے جی مر رہے ہیں۔ شہر شہر اور قریہ قریہ کربلا کا منظر ہے۔ لوگ اپنے معصوم بچوں، عورتوں اور مَردوں کے لاشے اٹھا اٹھا کر تھک چکے ہیں۔ ان کی نیندیں اڑ چکیں، ان کے کھانے بے لذت ہوگئے کہ جلتے جسموں کے مناظر اور پیاروں کی چیخ و پکار اِن کا پیچھا نہیں چھوڑتی۔ جن پر بیتی ان سے پوچھیں یا جنہوں نے دیکھا ان سے سنیں۔ کتنا بڑا المیہ ہے کہ یہ سب کچھ دینِ اسلام کے نام پر ہو رہا ہے۔ وہ دین جس کا معنی ہی امن و سلامتی ہے۔ وہ دین جس کا پیغام حیات بخش ہے نہ کہ حیات کُش، جو دکھ درد بانٹنے کا درس دیتا ہے نہ کہ سکھ چین چھین لینے کا، جو کشتِ انسانیت میں محبتوں کے پھول اُگانے کی بات کرتا ہے نہ کہ نفرتوں کے

کانٹے بچھانے کی۔

تو پھر ہمارے گرد و پیش یہ کیا ہو رہا ہے؟ یہ نفرتوں کے پجاری اور موت کے سوداگر کہاں سے آ گئے؟ یہ کس دین کے ماننے والے ہیں؟ ان کے استاد اور رہبر کون ہیں؟ کن لوگوں نے اس راہ سے انہیں جنت کا دروازہ دکھایا؟ کیا یہ اَصحابِ دانش و بینش اور وارثانِ منبر و محراب کے سوچنے کی بات نہیں؟ انہیں مسندِ رسول ﷺ کے وارث ہونے کا دعویٰ ہے۔ وہی تو حاملین دعوتِ دینِ متین ہیں۔ وہی ہیں اور وہی مبلغ۔ مدارس بھی ان کے، مساجد بھی ان کی اور تبلیغی مراکز بھی ان کے۔ جب کہ ایوان ہائے اقتدار میں بھی ان کی خصوصی نمائندگی ہے۔ پھر ان کے ہوتے ہوئے وہ کون لوگ ہیں جو ان علماء کو بائی پاس کرکے دین کے نام پر نوجوانوں کو انتہا پسندی اور دہشت گردی کا سبق دے رہے ہیں؟ اسے جہاد سمجھتے ہوئے اپنے ہم وطن بے قصور شہریوں کو بے دریغ قتل کر رہے ہیں۔ جب دین کے سارے تربیتی، دعوتی اور تعلیمی شعبے علماء کرام کے زیر اثر ہیں تو ان باغیوں اور جنونیوں کو جنت کی ''مخصوص تجارت'' پر کس نے لگا دیا ہے؟

ایسے سوالات جب عوام کی طرف سے اٹھتے ہیں تو ہمارا دینی حلقہ فوراً امریکہ کا نام لے دیتا ہے لیکن لوگ مطمئن نہیں ہوتے۔ وہ پوچھتے ہیں امریکہ کی مداخلت تو 9/11 کے بعد ہوئی، وہ بھی عراق اور افغانستان میں۔ پاکستان میں تو گذشتہ کئی دہائیوں سے ایک دوسرے کی مساجد اور بطورِ خاص امام بارگاہوں پر حملے ہوتے تھے۔ نمازیوں پر بموں اور گولیوں کی بارش جاری تھی۔ ایک دوسرے کے علماء کو قتل کیا جاتا تھا۔ بعد ازاں فقط سمت اور ہدف بدل گیا۔ عمل اور ذہنیت وہی ہے جو آج سے تیس (۳۰) سال قبل (۱۹۸۰ء) سے چلی آ رہی ہے۔

اگر یہ سب کچھ غیر ملکی عناصر کرا رہے ہیں تو بھی وہ خود تو جیکٹس پہن کر خودکش حملے نہیں کرتے۔ جتنے لوگ پکڑے گئے اور ان سے خودکش جیکٹس برآمد ہوئیں وہ زیادہ تر پاکستانی تھے اور اسلام کے دعوے دار بھی۔ ان کے چہرے مہرے اور وضع قطع بھی دین دار

لوگوں کی طرح تھی اور جہاد کی آیتیں اور حدیثیں بھی ان کے وردِ زبان تھیں۔

دور نہ جایئے حال ہی میں صوبہ خیبر پختونخواہ کے بعض علاقوں میں اولیاء و صالحین کے مزارات کو بموں اور راکٹوں سے تباہ کس نے کیا؟ ایک مخصوص FM ریڈیو پر اعلانات کئے گئے کہ ہم شرک کے ان اڈوں کو جلد ہی ملیا میٹ کر دیں گے، اور پھر انہوں نے دھمکی پر عمل بھی کر دکھایا۔ درندگی کی انتہا یہ کہ لاشوں کی بے حرمتی کی گئی، انہیں درختوں پر لٹکایا گیا۔ بعض روحانی خانوادوں کے افراد کو چن چن کر بے دردی سے شہید کیا گیا۔ کس کس کو گنوایا جائے؟ ان ظالموں کی ستم رانیوں کی فہرست بڑی طویل ہے۔ اب خوف کی ایسی فضا قائم کر دی گئی ہے کہ بہت سے روحانی خانوادے آبائی خانقاہیں چھوڑ کر پشاور، اسلام آباد، راولپنڈی اور لاہور شفٹ ہوگئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا عقیدہ رکھنے والوں، اللہ و رسول ﷺ کی محبت کا دم بھرنے والوں اور ذکر الٰہی سے زبانیں تر اور آنکھیں نم رکھنے والوں پر شرک کا فتویٰ لگا کر قتل و غارت گری کا بازار گرم کرنا کون سا جہاد ہے؟

سوچنے کی بات یہ ہے کہ جہاد کے نام پر تخریب کاری اور دہشت گردی کے لئے فکری غذا کہاں سے مہیا کی جاتی رہی ہے؟ فرقہ پرستی سے انتہا پسندی اور انتہا پسندی سے دہشت گردی اور خون ریزی تک کے فاصلے بہت زیادہ طویل نہیں ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اس سفر کو طے کرنے کے لئے تیاری کہاں ہوتی رہی ہے؟

ہمارے ہاں انتہا پسندی کے سفر کی ابتداء یہ تھی کہ دوسرے مسالک کے لوگوں کو کافر و مشرک قرار دیا جائے۔ پھر اپنے مسلک کے جابرانہ غلبے کی خواہش نے انہیں اسلام کے اجتماعی مفاد اور تحفظ سے یکسر غافل کر دیا۔ وہ اپنے مسلک اور عقائد کے غلبے کو ہی اسلام کے غلبے سے تعبیر کرنے لگے اور اس کی راہ میں حائل ہونے والے ہر عقیدے اور مسلک کو فتویٰ کی مشینوں اور اسلحہ کے زور سے ختم کرنے میں لگ گئے۔ یہی سوچ اور عمل بڑھتے بڑھتے دہشت گردی پر جا کر منتج ہوا۔ طرزِ فکر و عمل وہی تھا، مگر نئے حالات میں سمت اور اَہداف بدل گئے۔ اس وقت مفسدین کی مسلح آویزش، انتہا پسندی اور دہشت

گردی نے اسلام کے تحفظ اور ملتِ اسلامیہ کی سلامتی کو معرضِ خطر میں ڈال دیا ہے۔ خدا نہ کرے کہ فتنۂ تاتار اور زوالِ بغداد کی تاریخ پھر دہرائی جائے۔ آج ہنستے بستے ملکوں اور شہروں کے کھنڈرات اور اُجڑی ویران بستیاں، بے گھر اور لٹے پٹے مکین زبانِ حال سے پکار رہے ہیں:

دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو
میری سنو جو گوشِ حقیقت نیوش ہو

اسلامی دنیا اور خصوصاً پاکستان میں بعض انتہا پسند اور متشدد گروہوں کے خروج اور اِن کی دہشت گردانہ کارروائیوں نے دنیا بھر میں فروغ اِسلام کی تحریک کو زبردست نقصان پہنچایا ہے۔ فرقہ پرستوں، انتہا پسندوں اور دہشت گردوں نے ساری امیدیں خاک میں ملا دیں۔ ایک وقت تھا کہ یورپ کے غیر متعصب اور سنجیدہ فکر طبقات اسلام کے مطالعے کی طرف راغب ہو رہے تھے۔ وہ مسلمان علماء کے پاس بیٹھنے اور کچھ سمجھنے کے متمنی نظر آتے تھے۔ ان کی پیاس اسلام کے سوا کہیں اور سے بجھتی نظر نہیں آتی تھی۔ چنانچہ بے شمار لوگ گذشتہ صدی میں مشرف بہ اسلام ہوئے لیکن اب تصور اور نقشہ یکسر بدل چکا ہے۔

اے وارثانِ منبر و محراب! موجودہ صدی میں دعوتِ دین اور فروغِ اسلام کے جس قدر وسیع اِمکانات، سازگار ماحول اور وسائل، قدرت نے آپ کو عطا کر دیئے ہیں اس کی نظیر مسلمانوں کی گذشتہ چودہ سو سالہ تاریخ میں نہیں ملتی۔ دنیا **global village** بن چکی ہے، زمینی فاصلے سمٹ گئے ہیں۔ لیکن افسوس! بعض عاقبت نااندیشوں کی موجودہ انتہا پسندانہ روِش اور شدت پسندی نے مسلمانوں اور دیگر اقوام کے درمیان فاصلے بڑھا دیئے ہیں۔ جس کے نتیجے میں اشاعت و فروغِ اسلام کے مواقع محدود سے محدود تر ہوتے جا رہے ہیں۔

خدارا! وقت کے تقاضوں کو سمجھئے اور انتہا پسندانہ فکر و عمل رکھنے والوں کی اصلاح کے لئے سب مل کر اجتماعی کاوشیں بروئے کار لایئے۔ انہیں راہِ راست پر لانے کے لئے

اپنا فرض منصبی بلاامتیاز ادا کیجئے، اٹھئے! کچھ کیجئے ورنہ وقت تیزی کے ساتھ گرفت سے نکلتا جا رہا ہے۔

اہلِ خانقاہ سے اِلتماسِ توجہ

بے دینی، اَخلاقی بے راہ روی اور ہوسِ زر نے پہلے ہی معاشرے کو مضطرب کر رکھا تھا؛ اب فرقہ پرستی، انتہا پسندی اور دہشت گردی نے اس کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ یوں تو معاشرے کے تمام ادارے شکست و ریخت کا شکار ہیں لیکن خانقاہوں اور ان سے وابستہ افراد کو دہشت گرد فرقہ پرستوں کی طرف سے جس جارحیت اور بربریت کا سامنا ہے اس سے پورا خانقاہی نظام ہی معرض خطر میں نظر آ رہا ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ پہلے بھی اسلام اور مسلمانوں پر بڑے کٹھن دور آتے رہے لیکن یہ صوفیاء اسلام ہی تھے جن کے نظامِ فکر و عمل نے دورِ انحطاط میں بھی مسلم معاشرے کی راکھ میں چنگاریوں کو بجھنے سے بچائے رکھا اور جس کا اعتراف غیر مسلموں نے بھی بارہا کیا۔ مشہور مستشرق **H.A. R. Gibb** نے آکسفورڈ یونی ورسٹی میں خطاب کرتے ہوئے کہا تھا:

> ’’تاریخ اسلام میں بارہا ایسے مواقع آئے ہیں کہ اسلام کے کلچر کا شدت سے مقابلہ کیا گیا لیکن بایں ہمہ وہ مغلوب نہ ہوسکا۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ تصوف اور صوفیاء کا اندازِ فکر فوراً اس کی مدد کو آجاتا تھا اور اس کو اتنی توانائی اور قوت بخش دیتا تھا کہ کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہ کرسکتی تھی۔‘‘

یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ صوفیاء نے شکست و ریخت کی آندھیوں میں بھی خانقاہوں کی اوٹ میں اپنے مضبوط کردار اور توفیقِ اِلٰہی کے ساتھ پیغامِ رسالت کی شمع جلائے رکھی۔ وہ نہایت حوصلے، صبر اور سکون سے کفر کی تہذیب کے سامنے بند باندھے اسلامی تہذیب و اَفکار کو اگلی نسلوں تک منتقل کرتے رہے۔ لیکن اب صورت حال بالکل مختلف ہوگئی ہے۔ اب خانقاہی نظام کی چولیں ڈھیلی ہوتی نظر آرہی ہیں بلکہ اس کا وجود ہی منتشر ہوتا دکھائی دے رہا ہے۔ اس اَدبار و اِنحطاط اور بے وقعتی کی بنیادی وجہ میری

دانست میں یہ ہے کہ موجودہ خانقاہی ماحول میں متقدمین صوفیاء کا وہ مثالی اَخلاق و کردار نظر نہیں آرہا جس سے ماحول جگمگاتا اور بدی کے اندھیرے چھٹتے تھے۔ سلف صالحین کے اَدوار میں خانقاہیں رُشد و ہدایت کا مرکز تھیں اور وہاں لوگوں کے عقائد و اعمال کی اصلاح ہوتی تھی، وہاں غریب اور پسے ہوئے طبقات کی پناہ گاہیں بھی تھیں، وہاں ان کی دل جوئی، غم خواری اور دکھ بانٹنے کے پورے سامان ہوتے تھے۔ تب خانقاہیں عوامی لنگر خانے بھی تھیں جہاں دولقموں کو ترسنے والے پیٹ بھر کر کھاتے۔ وہ ایسے شفاخانے تھے جہاں بیماروں کو دعا کے ساتھ دوا بھی میسر آتی۔ وہاں نہ صرف ذکر سے سکونِ قلب کا سامان ہوتا بلکہ قرآن و سنت اور سلوک و تصوف کی تعلیم سے عقل و فکر اور قلب و روح کو جِلا بھی ملتی تھی۔ غریبوں کے بچوں کو لباس، خوراک اور رہائش کے ساتھ ساتھ علم و اخلاق کے زیور سے آراستہ کرنے کا بھی مکمل انتظام ہوتا تھا۔ تب خانقاہ ایک ہمہ گیر فلاحی ادارہ تھی۔

بڑے دکھ سے کہنا پڑتا ہے کہ خانقاہ کا وہ روحانی، فلاحی، تعلیمی اور تربیتی کردار فراموش کردیا گیا ہے۔ اب تو لوگوں کا تعلق خانقاہ سے دعا، تعویذ، نذرانہ اور نذر و نیاز تک محدود ہوکر رہ گیا ہے۔ بے شمار خانقاہوں کے در و دیوار قَالَ اللّٰهُ وَقَالَ الرَّسُوْلُ ﷺ کی آوازوں کو ترس گئے ہیں۔ رُشد و ہدایت اور تعلیم و تعلم کی مسندیں ویران ہوگئیں کہ خانقاہ نشینوں کے مشاغل اور ترجیحات بدل گئیں۔ غریبوں، مجبوروں اور بے کسوں کے لئے دستِ شفقت و تعاون بڑھانے والے بڑے شہروں کی کوٹھیوں اور شاہی ایوانوں میں جا بسے۔ خانقاہ سے لوگوں کی اُمیدیں ٹوٹیں تو وہ لوگ اپنے قریبی شہروں اور دیہاتوں میں قائم ہونے والے دینی مدارس میں اپنے بچوں کو داخل کرانے پر مجبور ہو گئے، جہاں ان کے بچوں کو لباس، خوراک اور تعلیم کے ساتھ وظائف بھی ملتے ہیں اور انہیں ان کے فلاحی اداروں سے کپڑا اور مالی امداد بھی۔ وہ خوش ہیں کہ یہ ادارے ان کا معاشی بوجھ بانٹتے ہیں اور ان کے بچوں کو تعلیم بھی دیتے ہیں۔ انہیں اس سے غرض نہیں کہ وہ کیسی تعلیم دیتے ہیں اور انہیں کیا بناتے ہیں۔ وہ اُن اداروں کو اپنا محسن سمجھتے ہوئے ان کی ہر بات ماننے کے لئے تیار ہیں۔

خانقاہ کے مقدس ادارے سے وابستہ تمام اہلِ فکر و دانش کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔ انہیں یہ سوچنا ہے کہ قوم کو موجودہ خطرناک صورت حال تک پہنچانے میں خود ان کا اپنا کتنا کردار ہے۔ دوسروں پر الزام دھرنے کی بجائے اپنے حصے کی کوتاہیوں اور غلطیوں کے ادراک، اعتراف اور ان کی تلافی وقت کا تقاضا ہے اور اسی میں خانقاہی نظام کی بقا کا راز بھی مضمر ہے۔ انہیں خود کو اپنے اَسلاف کے اَخلاق و اَوصاف سے مزین کرکے خانقاہوں کے تعلیمی، تربیتی اور فلاحی کردار کا احیاء کرنا ہوگا۔ اس کارِ خیر کے لئے ان کے پاس نہ وسائل کی کمی ہے اور نہ جوہرِ قابل کی۔ بس اِحساسِ زیاں، عزمِ راسخ اور قوتِ عمل کی ضرورت ہے۔

اُٹھ کہ خورشید کا سامان سفر تازہ کریں
نفسِ سوختۂ شام و سحر تازہ کریں

(اقبالؔ)

مآخذ و مراجع

۱۔ القرآن الحکیم۔

(۲) تفسیر القرآن

۲۔ **طبری**، ابوجعفر محمد بن جریر بن یزید بن خالد (۲۲۴-۳۱۰ھ/ ۸۳۹-۹۲۳ء)۔ جامع البیان فی تفسیر القرآن۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۰۵ھ۔

۳۔ **ابن ابی حاتم**، ابو محمد عبد الرحمٰن بن محمد ادریس رازی (۲۴۰-۳۲۷ھ/ ۸۵۴-۹۳۸ء)۔ تفسیر القرآن العظیم۔ صیدا، لبنان: المکتبۃ العصریہ۔

۴۔ **ماتریدی**، ابومنصور محمد بن محمد بن محمود (م ۳۳۳ھ)۔ تفسیر القرآن العظیم المسمی تأویلات أهل السنة۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۴۲۵ھ/ ۲۰۰۴ء۔

۵۔ **نحاس**، ابو جعفر احمد بن محمد بن اسماعیل (م ۳۳۸ھ)۔ معاني القرآن الكريم۔ مکہ مکرمہ، سعودی عرب: جامعہ ام القریٰ، ۱۴۰۹ھ۔

۶۔ **جصاص**، ابوبکر احمد بن علی رازی (۳۰۵-۳۷۰ھ)۔ أحکام القرآن۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث، ۱۴۰۵ھ۔

۷۔ **سمرقندی**، ابو اللیث نصر بن محمد بن ابراہیم حنفی (۳۳۳-۳۷۳ھ)۔ بحر العلوم (تفسیر السمرقندي)۔ بیروت، لبنان: دار الفکر۔

۸۔ **بغوی**، ابو محمد حسین بن مسعود بن محمد الفراء (۴۳۶-۵۱۶ھ/ ۱۰۴۴-۱۱۲۲ء)۔ معالم التنزیل۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء

۹۔ **زمخشری**، جار اللہ ابو القاسم محمود بن عمر بن محمد خوارزمی (۴۶۷۔۵۳۸ھ)۔ **الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل**۔ بیروت، لبنان: دار إحیاء التراث۔

۱۰۔ **رازی**، فخر الدین محمد بن عمر بن حسن بن حسین بن علی تمیمی شافعی، (۵۴۴-۶۰۴ھ)۔ **مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر)**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۱ھ۔

۱۱۔ **قرطبی**، ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن ابو بکر بن فرح (۶۷۱ھ)۔ **الجامع لأحکام القرآن والمبین لما تضمن من السنة وآي الفرقان**۔ قاہرہ، مصر: دار الشعب، ۱۳۷۲ھ۔

۱۲۔ **خازن**، علی بن محمد بن ابراہیم بن عمر بن خلیل (۶۷۸-۷۴۱ھ/ ۱۲۷۹-۱۳۴۰ء)۔ **لباب التأویل في معانی التنزیل**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ۔

۱۳۔ **ابن کثیر**، ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر بن ضوء بن کثیر بن زرع بصروی (۷۰۱-۷۷۴ھ/ ۱۳۰۱-۱۳۷۳ء)۔ **تفسیر القرآن العظیم**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۰۱ھ۔

۱۴۔ **ابو حفص الحنبلی**، سراج الدین عمر بن علی بن عادل دمشقی۔ **اللباب في علوم الکتاب**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء۔

۱۵۔ **سیوطی، محلی**، جلال الدین محمد بن احمد المحلی (م ۸۶۴ھ)۔ جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد سیوطی (۸۴۹-۹۱۱ھ/ ۱۴۴۵-۱۵۰۵ء)۔ **تفسیر الجلالین**۔ بیروت، لبنان: دار ابن کثیر، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء۔

۱۶۔ **سیوطی**، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹-۹۱۱ھ/ ۱۴۴۵-۱۵۰۵ء)۔ **الدر المنثور في التّفسیر بالمأثور**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۹۹۳ء۔

۱۷۔ **قاضی ثناء اللہ پانی پتی** (۱۲۲۵ھ)۔ التفسیر المظهری۔ کوئٹہ، پاکستان: بلوچستان بک ڈپو۔

(۳) الحدیث

۱۸۔ **بخاری**، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (۱۹۴-۲۵۶ھ/ ۸۱۰-۸۷۰ء)۔ الصحیح۔ بیروت، لبنان: دار ابن کثیر، الیمامہ، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء

۱۹۔ **مسلم**، ابو الحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم بن ورد قشیری نیشاپوری (۲۰۶-۲۶۱ھ/ ۸۲۱-۸۷۵ء)۔ الصحیح۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔

۲۰۔ **ترمذی**، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک (۲۰۹-۲۷۹ھ/ ۸۲۵-۸۹۲ء)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دار إحیاء التراث العربی۔

۲۱۔ **نسائی**، ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب بن علی (۲۱۵-۳۰۳ھ/ ۸۳۰-۹۱۵ء)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۵ء + حلب، شام: مکتب المطبوعات الاسلامیہ، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء۔

۲۲۔ **نسائی**، ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی (۲۱۵- ۳۰۳ھ/ ۸۳۰-۹۱۵ء)۔ السنن الکبریٰ۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۱ھ/ ۱۹۹۱ء۔

۲۳۔ **ابو داؤد**، سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد ازدی سجستانی (۲۰۲-۲۷۵ھ/ ۸۱۷-۸۸۹ء)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۴ء

۲۴۔ **ابن ماجہ**، ابو عبد اللہ محمد بن یزید قزوینی (۲۰۷-۲۷۵ھ/ ۸۲۴-۸۸۷ء)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دار الفکر۔

۲۵۔ **ابو نعیم**، احمد بن عبد اللہ بن احمد اصبہانی (۳۳۶- ۴۳۰ھ/ ۹۴۸-۱۰۳۸ء)۔ مسند الإمام أبي حنيفة۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ الکوثر، ۱۴۱۵ھ۔

۲۶۔ **مالک**، ابنِ انس بن مالک بن ابی عامر بن عمرو بن حارث اصبحی (۹۳- ۱۷۹ھ/

۷۱۲-۷۹۵ء)۔ الموطأ۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۵ء۔

۲۷۔ **شافعی**، ابو عبد اللہ محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع قرشی (۱۵۰-۲۰۴ھ/ ۷۶۷-۸۱۹ء)۔ المسند۔ بیروت لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۲۸۔ **احمد بن حنبل**، ابو عبد اللہ شیبانی (۱۶۴-۲۴۱ھ/ ۷۸۰-۸۵۵ء)۔ المسند۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی للطباعۃ والنشر، ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۸۷ء۔

۲۹۔ **احمد بن حنبل**، ابو عبد اللہ شیبانی (۱۶۴-۲۴۱ھ/ ۷۸۰-۸۵۵ء)۔ المسند۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۹ء۔

۳۰۔ **احمد بن حنبل**، ابو عبد اللہ بن محمد (۱۶۴-۲۴۱ھ/ ۷۸۰-۸۵۵ء)۔ فضائل الصحابۃ۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۰۳ھ/ ۱۹۸۳ء۔

۳۱۔ اَزدی، معمر بن راشد (م ۱۵۱ھ)۔ الجامع۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۳ھ۔

۳۲۔ **طیالسی**، ابو داؤد سلیمان بن داؤد جارود (۱۳۳-۲۰۴ھ/ ۷۵۱-۸۱۹ء)۔ المسند۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ۔

۳۳۔ **عبد الرزاق**، ابو بکر بن ہمام بن نافع صنعانی (۱۲۶-۲۱۱ھ/ ۷۴۴-۸۲۶ء)۔ المصنف۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۳ھ۔

۳۴۔ **ابن ابی شیبہ**، ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ الکوفی (۱۵۹-۲۳۵ھ/ ۷۷۶-۸۴۹ء)۔ المصنف۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ الرشد، ۱۴۰۹ھ۔

۳۵۔ **عبد بن حمید**، ابو محمد عبد بن حمید بن نصر الکسی (م ۲۴۹ھ/ ۸۶۳ء)۔ المسند۔ قاہرہ، مصر: مکتبۃ السنۃ، ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء۔

۳۶۔ **دارمی**، ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمٰن (۱۸۱-۲۵۵ھ/ ۷۹۷-۸۶۹ء)۔ السنن۔

بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ۔

۳۷۔ **ابن ابی عاصم**، ابوبکر عمرو بن ابی عاصم ضحاک شیبانی (۲۰۶-۲۸۷ھ/ ۸۲۲-۹۰۰ء)۔ **السنۃ**۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۰ھ۔

۳۸۔ **نعیم بن حماد**، ابو عبد اللہ مروزی (م ۲۸۸ھ)۔ **الفتن**۔ قاہرہ، مصر: بیروت، لبنان: مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ، ۱۴۰۸ھ۔

۳۹۔ **عبد اللہ بن احمد**، ابنِ محمد بن حنبل شیبانی (۲۱۳-۲۹۰ھ)۔ **السنۃ**۔ دمام: دار ابن القیم، ۱۴۰۶ھ۔

۴۰۔ **بزار**، ابو بکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق بصری (۲۱۵-۲۹۲ھ/ ۸۳۰-۹۰۵ء)۔ **المسند (البحر الزخار)**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ علوم القرآن، ۱۴۰۹ھ۔

۴۱۔ **مروزی**، ابو بکر احمد بن علی بن سعید اموی (۲۰۲-۲۹۲ھ)۔ **مسند أبي بكر الصديق**۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی۔

۴۲۔ **ابو یعلیٰ**، احمد بن علی بن مثنی بن یحییٰ بن عیسیٰ بن ہلال موصلی تمیمی (۲۱۰-۳۰۷ھ/ ۸۲۵-۹۱۹ء)۔ **المسند**۔ دمشق، شام: دار المأمون للتراث، ۱۴۰۴ھ/ ۱۹۸۴ء۔

۴۳۔ **رویانی**، ابو بکر محمد بن ہارون رازی طبری (م ۳۰۷ھ)۔ **مسند الصحابة المعروف بـ: مسند الرویانی**۔ قاہرہ، مصر: مؤسسہ قرطبہ، ۱۴۱۶ھ۔

۴۴۔ **ابن خزیمہ**، ابو بکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ سلمی نیشاپوری، (۲۲۳-۳۱۱ھ/ ۸۳۸-۹۲۴ء)۔ **الصحیح**۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۳۹۰ھ/ ۱۹۷۰ء۔

۴۵۔ **خلال**، ابوبکر احمد بن محمد بن ہارون بن یزید (۲۳۴-۳۱۱ھ)۔ **السنۃ**۔ ریاض، سعودی عرب: دار الرایہ، ۱۴۱۰ھ۔

۴۶۔ **ابو عوانہ**، یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم بن زید نیشاپوری (۲۳۰-۳۱۶ھ/

۸۴۵-۹۲۸ء)۔ **المسند**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۹۹۸ء۔

۴۷۔ **طبرانی**، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی (۲۶۰-۳۶۰ھ/ ۸۷۳-۹۷۰ء)۔ المعجم الصغیر۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء

۴۸۔ **طبرانی**، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی (۲۶۰-۳۶۰ھ/ ۸۷۳-۹۷۱ء)۔ المعجم الأوسط۔ قاہرہ، مصر: دار الحرمین، ۱۴۱۵ھ۔

۴۹۔ **طبرانی**، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی (۲۶۰-۳۶۰ھ/ ۸۷۳-۹۷۰ء)۔ المعجم الکبیر۔ موصل، عراق: مکتبۃ العلوم والحکم، ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء۔

۵۰۔ **طبرانی**، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر لخمی (۲۶۰-۳۶۰ھ/ ۸۷۳-۹۷۱ء)۔ مسند الشامیین۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء۔

۵۱۔ **ابن مندہ**، ابو عبد اللہ محمد بن اسحاق بن یحییٰ (۳۱۰-۳۹۵ھ/ ۹۲۲-۱۰۰۵ء)۔ الإیمان۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۰۶ھ۔

۵۲۔ **حاکم**، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد (۳۲۱-۴۰۵ھ/۹۳۳-۱۰۱۴ء)۔ المستدرک علی الصحیحین۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۰ء۔

۵۳۔ **ابو نعیم**، احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران اصبہانی (۳۳۶-۴۳۰ھ/ ۹۴۸-۱۰۳۸ء)۔ کتاب الأربعین علی مذہب المتحققین من الصوفیة۔ بیروت، لبنان: دار ابن حزم، ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۳ء۔

۵۴۔ **بیہقی**، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴-۴۵۸ھ/ ۹۹۴-

۱۰۶۶ء)۔ السنن الکبری۔ مکہ مکرمہ، سعودی عرب: مکتبہ دار الباز، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء۔

۵۵۔ **بیہقی**، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ البیہقی (۳۸۴-۴۵۸ھ/ ۹۹۴-۱۰۶۶ء)۔ شعب الإیمان۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء۔

۵۶۔ **ابن حبان**، ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان التمیمی البستی (۲۷۰-۳۵۴ھ/ ۸۸۴-۹۶۵ء)۔ الصحیح۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۳ء۔

۵۷۔ **دار قطنی**، ابو الحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی بن مسعود بن نعمان (۳۰۶- ۳۸۵ھ/۹۱۸-۹۹۵ء)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۶ء۔

۵۸۔ **دیلمی**، ابو شجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ الدیلمی الھمذانی (۴۴۵-۵۰۹ھ/ ۱۰۵۳-۱۱۱۵ء)۔ الفردوس بمأثور الخطاب۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء۔

۵۹۔ **مقدسی**، ابو عبد اللہ محمد بن عبد الواحد بن احمد حنبلی (۵۶۹-۶۴۳ھ/ ۱۱۷۳- ۱۲۴۵ء)۔ الأحادیث المختارۃ۔ مکہ مکرمہ، سعودی عرب: مکتبۃ النہضۃ الحدیثۃ، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء۔

۶۰۔ **منذری**، ابو محمد عبد العظیم بن عبد القوی بن عبد اللہ بن سلامہ بن سعد (۵۸۱- ۶۵۶ھ/۱۱۸۵- ۱۲۵۸ء)۔ الترغیب والترھیب من الحدیث الشریف۔ بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ، ۱۴۱۷ھ۔

۶۱۔ **ذہبی**، ابو عبد اللہ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان (۶۷۳-۷۴۸ھ/

۱۲۷۴-۱۳۴۸ء)۔ الكبائر۔ بيروت، لبنان: دار الندوة الجديدة۔

۶۲۔ **زیلعی**، ابو محمد عبداللہ بن یوسف حنفی (م ۷۶۲ھ)۔ نصب الراية لأحاديث الهداية۔ مصر: دارالحدیث، ۱۳۵۷ھ۔

۶۳۔ **ابن رجب حنبلی**، ابو الفرج عبد الرحمٰن بن احمد (۷۳۶۔۷۹۵ھ)۔ جامع العلوم والحكم في شرح خمسين حديثا من جوامع الكلم۔ بیروت، لبنان: دارالمعرفہ، ۱۴۰۸ھ۔

۶۴۔ **ہیثمی**، نور الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر بن سلیمان (۷۳۵-۸۰۷ھ/ ۱۳۳۵-۱۴۰۵ء)۔ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد۔ قاہرہ، مصر: دار الریان للتراث + بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء۔

۶۵۔ **کنانی**، احمد بن ابی بکر بن إسماعیل (۷۶۲-۸۴۰ھ)۔ مصباح الزجاجة في زوائد ابن ماجه۔ بیروت، لبنان، دارالعربیۃ، ۱۴۰۳ھ۔

۶۶۔ **ابن حجر عسقلانی**، احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی (۷۷۳-۸۵۲ھ/ ۱۳۷۲-۱۴۴۹ء)۔ الدراية في تخريج أحاديث الهداية۔ بیروت، لبنان: دار المعرفۃ۔

۶۷۔ **ابن حجر عسقلانی**، احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳-۸۵۲ھ/۱۳۷۲-۱۴۴۹ء)۔ هدي الساري مقدمة فتح الباري۔ بیروت، لبنان: دار المعرفۃ۔

۶۸۔ **ربیع**، ابنِ حبیب بن عمر اَزدی بصری۔ الجامع الصحيح مسند الإمام الربيع بن حبيب۔ بیروت، لبنان، دار الحکمۃ، ۱۴۱۵ھ۔

۶۹۔ **ہندی**، حسام الدین علاء الدین علی متقی (م ۹۷۵ھ)۔ كنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء۔

۷۰۔ **عبدالحق محدث دہلوی**، شیخ (۹۵۸-۱۰۵۲ھ/۱۵۵۱-۱۶۴۲ء)۔ أشعة اللمعات

شرح مشکوٰۃ المصابیح۔ سکھر، پاکستان: مکتبہ نوریہ رضویہ، ۱۹۷۶ء۔

۷۱۔ **عجلونی**، ابو الفداء اسماعیل بن محمد جراحی (۱۰۸۷-۱۱۶۲ھ/۱۶۷۶-۱۷۴۹ء)۔ کشف الخفاء ومزيل الإلباس عما اشتهر من الأحاديث على ألسنة الناس۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء۔

۷۲۔ **البانی**، محمد ناصر الدین (۱۳۳۳-۱۴۲۰ھ/۱۹۱۴-۱۹۹۹ء)۔ سلسلة الأحاديث الصحيحة۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء۔

(۴) شروحات الحدیث

۷۳۔ **ابن بطال**، ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک بن بطال قرطبی (م ۴۴۹ھ)۔ شرح صحيح البخاري۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ الرشد، ۱۴۲۳ھ/ ۲۰۰۳ء۔

۷۴۔ **ابن عبد البر**، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن عبد البر النمری، (۳۶۸-۴۶۳ھ/ ۹۷۹-۱۰۷۱ء)۔ التمهيد لما في الموطا من المعانى والأسانيد۔ مغرب (مراکش): وزارت عموم الأوقاف، ۱۳۸۷ھ۔

۷۵۔ **قاضی عیاض**، ابو الفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض بن عمرو بن موسیٰ یحصبی (۴۷۶-۵۴۴ھ/ ۱۰۸۳-۱۱۴۹ء)۔ إكمال المعلم بفوائد مسلم۔ بیروت، لبنان: دارالوفا للطباعہ والنشر والتوزیع، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء۔

۷۶۔ **ابو العباس قرطبی**، ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم (۵۷۸-۶۵۶ھ)۔ المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم۔ بیروت، لبنان + دمشق، شام: دار ابن کثیر، ۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۹ء۔

۷۷۔ **نووی**، ابو زکریا محی الدین یحیٰ بن شرف بن مری (۶۳۱-۶۷۶ھ)۔ شرح النووي على صحيح مسلم۔ بیروت، لبنان: دار إحیاء التراث، ۱۳۹۲ھ۔

۷۸۔ **ابن حجر عسقلانی**، ابو الفضل احمد بن علی بن حجر کنانی شافعی (۷۷۳-۸۵۲ھ/ ۱۳۷۲-۱۴۴۹ء)۔ فتح الباري شرح صحيح البخاري۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۳۷۹ھ۔

۷۹۔ **عینی**، بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین بن یوسف بن محمود (۷۶۲-۸۵۵ھ/ ۱۳۶۱-۱۴۵۱ء)۔ عمدة القارى شرح صحيح البخارى۔ بیروت، لبنان: دار اِحیاء التراث العربی

۸۰۔ **قسطلانی**، ابو العباس احمد بن محمد بن ابی بکر بن عبد الملک بن احمد بن محمد بن حسین بن علی (۸۵۱-۹۲۳ھ/ ۱۴۴۸-۱۵۱۷ء)۔ إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري۔ بیروت، لبنان: دار الفکر۔

۸۱۔ **ملا علی قاری**، علی بن سلطان محمد نور الدین حنفی (م ۱۰۱۴ھ/ ۱۶۰۶ء)۔ مرقاة المفاتيح شرح مشكوٰة المصابيح۔ ملتان، پاکستان: مکتبہ امدادیہ۔

۸۲۔ **مناوی**، عبدالرؤف بن تاج العارفین بن علی (۹۵۲۔۱۰۳۱ھ/ ۱۵۴۵۔۱۶۲۱ء)۔ فيض القدير شرح الجامع الصغير۔ مصر: مکتبہ تجاریہ کبریٰ، ۱۳۵۶ھ۔

۸۳۔ **مبارک پوری**، ابو العلاء محمد عبد الرحمٰن بن عبد الرحیم (۱۲۸۳-۱۳۵۳ھ)۔ تحفة الأحوذي في شرح جامع الترمذي۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ ۔

۸۴۔ **شبیر احمد عثمانی**، شبیر احمد بن فضل الرحمان ہندی (۱۳۰۵-۱۳۶۹ھ/ ۱۸۸۹-۱۹۴۹ء)۔ فتح الملهم بشرح صحيح الإمام مسلم۔ دمشق، شام: دار القلم، ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶ء۔

(۵) أسماء الرجال

۸۵۔ **بخاری**، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (۱۹۴-۲۵۶ھ/ ۸۱۰-۸۷۰ء)۔ التاريخ الكبير ۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۱ء۔

۸۶۔ **ذہبی**، ابوعبد اللہ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان (۶۷۳-۷۴۸ھ/ ۱۲۷۴-۱۳۴۸ء)۔ سير أعلام النبلاء۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۱۳ھ۔

۸۷۔ **ابن حجر عسقلانی**، ابو الفضل احمد بن علی کنانی (۷۷۳-۸۵۲ھ/ ۱۳۷۲-۱۴۴۹ء)۔ تهذيب التهذيب۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۰۴ھ۔

۸۸۔ **ابن حجر عسقلانی**، ابو الفضل احمد بن علی کنانی (۷۷۳-۸۵۲ھ/ ۱۳۷۲-۱۴۴۹ء)۔ الإصابة في تمييز الصحابة۔ بیروت، لبنان: دار الجیل، ۱۴۱۲ھ۔

(۶) الفقه وأصول الفقه

۸۹۔ **مالک**، ابن انس بن مالک بن ابی عامر بن عمرو بن حارث اُصبحی (۹۳-۱۷۹ھ/ ۷۱۲-۷۹۵ء)۔ المدونة الكبرى۔ بیروت، لبنان: دار صادر۔

۹۰۔ **ابو یوسف**، یعقوب بن ابراہیم (م ۱۸۲ھ)۔ کتاب الخراج۔ بیروت، لبنان: دار المعرفۃ۔

۹۱۔ **شیبانی**، ابوعبد اللہ محمد بن حسن بن فرقد (۱۳۲-۱۸۹ھ)۔ المبسوط۔ کراچی، پاکستان: ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ۔

۹۲۔ **شیبانی**، ابوعبد اللہ محمد بن حسن بن فرقد (۱۳۲-۱۸۹ھ)۔ كتاب الحجة على أهل المدينة۔ بیروت، لبنان: عالم الکتب، ۱۴۰۳ھ۔

۹۳۔ **یحییٰ بن آدم**، ابو زکریا ابن سلیمان قرشی (۲۰۳ھ)۔ کتاب الخراج۔ لاہور، پاکستان: المکتبۃ الاسلامیۃ، ۱۹۷۴ء۔

۹۴۔ **شافعی**، ابوعبد اللہ محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع قرشی (۱۵۰-۲۰۴ھ/ ۷۶۷-۸۱۹ء)۔ الأم۔ بیروت لبنان: دار المعرفہ، ۱۳۹۳ھ۔

۹۵۔ **ابو عبید**، قاسم بن سلام (م ۲۲۴ھ)۔ كتاب الأموال۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۰۸ھ۔

۹۶۔ **ابن زنجویہ،** حمید (۲۵۱ھ)۔ **کتاب الأموال۔** ریاض، سعودی عرب: مرکز الملک فیصل للبحوث والدراسات الاسلامیۃ، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء۔

۹۷۔ **ابن ابی عاصم،** ابوبکر عمرو بن ابی عاصم ضحاک شیبانی (۲۰۶-۲۸۷ھ/ ۸۲۲-۹۰۰ء)۔ **الدیات۔** کراچی، پاکستان: إدارۃ القرآن والعلوم، ۱۴۰۷ھ۔

۹۸۔ **مروزی،** ابو عبد اللہ محمد بن نصر بن الحجاج (۲۰۲-۲۹۴ھ)۔ **تعظیم قدر الصلاۃ۔** مدینہ منورہ، سعودی عرب: مکتبۃ الدار، ۱۴۰۶ھ۔

۹۹۔ **طحاوی،** ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن سلمہ (۲۲۹- ۳۲۱ھ/ ۸۵۳-۹۳۳ء)۔ **شرح معانی الآثار۔** بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۳۹۹ھ۔

۱۰۰۔ **خرقی،** ابو القاسم عمر بن حسین (م ۳۳۴ھ)۔ **مختصر الخرقي من مسائل الإمام أحمد بن حنبل۔** بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۳ھ۔

۱۰۱۔ **ماوردی،** ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب بصری (۳۶۴-۴۵۰ھ)۔ **الأحکام السلطانیۃ۔** بیروت لبنان: دار الکتب العلمیۃ، ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء۔

۱۰۲۔ **ماوردی،** ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب بصری (۳۶۴-۴۵۰ھ)۔ **الإقناع في الفقه الشافعي۔**

۱۰۳۔ **ابن حزم،** ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی الظاہری (۳۸۳-۴۵۶ھ/ ۹۹۳-۱۰۶۴ء)۔ **المحلی۔** بیروت، لبنان: دار الآفاق الجدیدہ۔

۱۰۴۔ **ابن عبد البر،** ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر قرطبی (۳۶۸-۴۶۳ھ/ ۹۷۹-۱۰۷۱ء)۔ **الکافي في فقه أهل المدینة۔** بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۷ھ۔

۱۰۵۔ **سرخسی،** شمس الدین (م ۴۸۳ھ)۔ **کتاب المبسوط۔** بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء۔

۱۰۶۔ **طبرسی**، ابوعلی فضل بن حسن (م ۵۴۸ھ)۔ المؤتلف من المختلف بين أئمة السلف۔ قم، ایران: مطبعۃ سید الشھد ا، ۱۴۱۰ھ۔

۱۰۷۔ **ابن ھبیرہ**، وزیر ابو المظفر عون الدین یحییٰ بن ھبیرہ حنبلی (م ۵۶۰ھ)۔ الإفصاح عن معاني الصحاح في الفقه على المذاهب الأربعة۔

۱۰۸۔ **کاسانی**، علاء الدین (م ۵۸۷ھ)۔ بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع۔ بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۹۸۲ء۔

۱۰۹۔ **مرغینانی**، ابو الحسن علی بن ابو بکر بن عبد الجلیل (۵۱۱-۵۹۳ھ)۔ الهداية شرح البداية۔ بیروت، لبنان: المکتبۃ الاسلامیہ۔

۱۱۰۔ **ابن رشد**، ابو ولید محمد بن احمد بن محمد بن رشد القرطبی (م ۵۹۵ھ)۔ بداية المجتهد۔ بیروت، لبنان: دارالفکر۔

۱۱۱۔ **ابن قدامہ**، ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ المقدسی (۵۴۱-۶۲۰ھ)۔ الكافي في فقه ابن حنبل۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی۔

۱۱۲۔ **ابن قدامہ**، ابو محمد عبد اللہ بن احمد المقدسی (۵۴۱-۶۲۰ھ)۔ المغني في فقه الإمام أحمد بن حنبل الشيباني۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۰۵ھ۔

۱۱۳۔ **نووی**، ابو زکریا محی الدین یحییٰ بن شرف (م ۶۷۶ھ)۔ روضة الطالبين وعمدة المفتين۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۵ھ۔

۱۱۴۔ **قرافی**، ابو العباس شہاب الدین احمد بن ادریس مالکی (م ۶۸۴ھ)۔ الذخيرة في الفقه المالكي۔ بیروت، لبنان: دار الغرب، ۱۹۹۴ء۔

۱۱۵۔ **قرافی**، ابو العباس شہاب الدین احمد بن ادریس مالکی (م ۶۸۴ھ)۔ الفروق/ أنوار البروق في أنواع الفروق۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۸ء۔

۱۱۶۔ **ابن جزی**، محمد بن احمد بن جزی الکلبی الغرناطی (۶۹۳-۷۴۱ھ)۔ القوانين الفقهية۔

۱۱۷۔ **ابن قیم**، ابوعبد اللہ محمد بن ابو بکر ایوب الزرعی (۶۹۱-۷۵۱ھ)۔ أحكام أهل الذمة۔ بیروت، لبنان: دار ابن حزم، ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۷ء۔

۱۱۸۔ **ابن مفلح**، شمس الدین محمد ابوعبد اللہ مقدسی حنبلی (۷۱۷-۷۶۲ھ)۔ الفروع۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ ، ۱۴۱۸ھ۔

۱۱۹۔ **شاطبی**، ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ بن محمد اللخمی الغرناطی (م ۷۹۰ھ)۔ الاعتصام۔ مصر: المكتبة التجارية۔

۱۲۰۔ **ابن ہمام**، کمال الدین محمد بن عبد الواحد سیواسی سکندری (۷۹۰-۸۶۱ھ) ۔ فتح القدير شرح الهداية۔ کوئٹہ، پاکستان: مکتبہ رشیدیہ۔

۱۲۱۔ **عینی**، بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین بن یوسف بن محمود (۷۶۲-۸۵۵ھ/ ۱۳۶۱-۱۴۵۱ء)۔ البناية شرح الهداية۔

۱۲۲۔ **ابن مفلح**، ابو اسحاق ابراہیم بن محمد بن عبد اللہ حنبلی (۸۱۶-۸۸۴ھ)۔ المبدع في شرح المقنع۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی۔

۱۲۳۔ **مرداوی**، ابو الحسن علاء الدین علی بن سلیمان بن احمد بن محمد (۸۱۷-۸۸۵ھ)۔ الإنصاف في معرفة الراجح من الخلاف على مذهب الإمام أحمد بن حنبل۔ بیروت، لبنان: دار إحیاء التراث العربی۔

۱۲۴۔ **زکریا انصاری**، ابو یحییٰ زکریا بن محمد بن احمد (۸۲۳-۹۲۶ھ)۔ منهج الطلاب۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ ، ۱۴۱۸ھ۔

۱۲۵۔ **ابن نجیم**، زین بن ابرہیم بن محمد بن محمد بن محمد بن بکر حنفی (۹۲۶-۹۷۰ھ)۔ البحر الرائق شرح كنز الدقائق۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ۔

۱۲۶۔ **شربینی،** محمد خطیب (م ۹۷۷ھ)۔ الإقناع في حل ألفاظ أبي شجاع۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۱۵ھ۔

۱۲۷۔ **شربینی،** محمد خطیب (م ۹۷۷ھ)۔ مغني المحتاج إلى معرفة معاني ألفاظ المنهاج۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی، ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء۔

۱۲۸۔ **مرعی،** ابن یوسف بن ابی بکر بن احمد کرمی مقدسی حنبلی (م ۱۰۳۳ھ)۔ غاية المنتهي۔

۱۲۹۔ **بہوتی،** منصور بن یونس بن ادریس (م ۱۰۵۱ھ)۔ کشاف القناع عن متن الإقناع۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۰۲ھ۔

۱۳۰۔ **حصکفی،** محمد علاء الدین بن علی حنفی (۱۰۲۵-۱۰۸۸ھ)۔ الدر المختار في شرح تنویر الأبصار۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۳۸۶ھ۔

۱۳۱۔ **بجیرمی،** سلیمان بن عمر بن محمد (م ۱۲۲۱ھ)۔ حاشية البجيرمي على شرح منهج الطلاب۔ دیار بکر، ترکی: المکتبۃ الاسلامیۃ۔

۱۳۲۔ **شوکانی،** محمد بن علی بن محمد (۱۲۵۵ھ)۔ نيل الأوطار شرح منتقى الأخبار۔ بیروت، لبنان: دار الجیل، ۱۹۷۳ء۔

۱۳۳۔ **دسوقی،** محمد بن احمد بن عرفہ مالکی (م ۱۲۳۰ھ/ ۱۸۱۵ء)۔ حاشية الدسوقي على الشرح الكبير۔ بیروت، لبنان: دار الفکر۔

۱۳۴۔ **ابن عابدین شامی،** محمد بن محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین دمشقی (۱۲۴۴-۱۳۰۶ھ)۔ رد المحتار على الدر المختار على تنویر الأبصار۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۳۸۶ھ۔

۱۳۵۔ **دردیر،** ابو البرکات احمد۔ الشرح الكبير۔ بیروت، لبنان: دار الفکر۔

۱۳۶۔ **عبد الرحمٰن جزیری۔** الفقه على المذاهب الأربعة۔ بیروت، لبنان: دار إحیاء

التراث العربی۔

۱۳۷۔ مصطفیٰ بن سعد، السیوطی الرحیبانی۔ مطالب أولي النهی في شرح غاية المنتهی۔ دمشق، شام: المکتب الإسلامی، ۱۹۶۱ء۔

۱۳۸۔ فوزان، صالح بن فوزان بن عبد اللہ۔ الجهاد وضوابطة الشرعية۔

(۷) السیرة

۱۳۹۔ ابن سعد، ابو عبد اللہ محمد (۱۶۸-۲۳۰ھ/۷۸۴-۸۴۵ء)۔ الطبقات الکبری۔ بیروت، لبنان: دار بیروت للطباعہ والنشر، ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء۔

۱۴۰۔ قاضی عیاض، ابو الفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض بن عمرو بن موسیٰ یحصبی (۴۷۶-۵۴۴ھ/۱۰۸۳-۱۱۴۹ء)۔ الشفا بتعريف حقوق المصطفیٰ ﷺ۔ بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی۔

(۸) العقائد

۱۴۱۔ ابو حنیفہ، امامِ اعظم نعمان بن ثابت (۸۰-۱۵۰ھ)۔ الفقه الأبسط (مجموعة العقيدة وعلم الكلام للشيخ زاهد الكوثری)۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴ء۔

۱۴۲۔ طحاوی، ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ (۲۲۹-۳۲۱ھ/۸۵۳-۹۳۳ء)۔ العقيدة الطحاوية۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۳۹۹ھ۔

۱۴۳۔ آجری، ابو بکر محمد بن حسین بن عبد اللہ (م۳۶۰ھ)۔ الشریعة۔ ریاض، سعودی عرب: دار الوطن، ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء۔

۱۴۴۔ شہرستانی، ابو الفتح محمد بن عبدالکریم بن ابی بکر احمد (۴۷۹-۵۴۸ھ)۔ الملل والنحل۔ بیروت، لبنان: دار المعرفة، ۲۰۰۱ء۔

١٤٥۔ **ابن تیمیہ**، ابو العباس احمد بن عبد الحلیم حرانی (٦٦١-٧٢٨ھ/ ١٢٦٣-١٣٢٨ء)۔ النبوات۔ بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ١٤٠٥ھ/ ١٩٨٥ء۔

١٤٦۔ **ابن ابي العز**، صدر الدین محمد بن علاء الدین حنفی اذرعی صالحی دمشقی (٧٣١-٧٩٢ھ)۔ شرح العقیدة الطحاویة۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ١٤٠٨ھ/ ١٩٨٨ء۔

١٤٧۔ **عبد القاہر بغدادی**، ابو منصور بن طاہر بن محمد (م ٤٢٩ھ/ ١٠٣٧ء)۔ الفرق بین الفرق وبیان الفرقة الناجیة۔ بیروت، لبنان: دار الآفاق الجدیدة، ١٩٧٧ء۔

١٤٨۔ **عبد العزیز محدث دہلوی** (م١٢٢٩ھ)۔ تحفة اثنا عشریة۔ استنبول، ترکی: مکتبة الحقیقة، ١٤٠٨ھ/ ١٩٨٨ء۔

(٩) الفتاوی

١٤٩۔ **ابن تیمیہ**، ابو العباس احمد بن عبد الحلیم حرانی (٦٦١-٧٢٨ھ/ ١٢٦٣-١٣٢٨ء)۔ مجموع الفتاوی۔ مکتبہ ابن تیمیہ۔

١٥٠۔ **ابن علاء**، عالم بن العلاء انصاری دہلوی حنفی (م ٧٨٦ھ)۔ الفتاوی التاتارخانیة في الفقه الحنفي۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیة، ٢٠٠٥ء۔

١٥١۔ **ابن بزاز**، محمد بن محمد بن شہاب کردری (٨٢٧ھ)۔ الفتاویٰ البزازیة علی ہامش الفتاویٰ العالمکیریة۔ بیروت، لبنان: دار المعرفة، ١٣٩٣ھ/ ١٩٧٣ء۔

١٥٢۔ **نذیر حسین**، سید دہلوی (١٨٠٠-١٩٠٣ء)۔ فتاوی نذیریہ۔ گوجرانوالہ، پاکستان: مکتبة المعارف الاسلامیة، ١٤٠٩ھ/ ١٩٨٨ء۔

١٥٣۔ **احمد رضا**، محدثِ ہند ابنِ نقی علی خاں قادری (١٢٧٢-١٣٤٠ھ/ ١٨٥٦-١٩٢١ء)۔ العطایا النبویة في الفتاویٰ الرضویة۔ لاہور، پاکستان: رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، ١٩٩١ء۔

۱۵۴۔ فہد الحصین ۔ الفتاوی الشرعیة في القضایا العصریة۔

(۱۰) التصوف

۱۵۵۔ ابن ابی الدنیا، ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن عبید بن سفیان قیس قرشی (۲۰۸-۲۸۱ھ)۔ الأهوال۔

۱۵۶۔ ابونعیم، احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران اصبہانی (۳۳۶-۴۳۰ھ/ ۹۴۸-۱۰۳۸ء)۔ حلیة الأولیاء وطبقات الأصفیاء۔ بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء۔

(۱۱) التاریخ

۱۵۷۔ بلاذری، احمد بن یحییٰ بن جابر (۲۷۹ھ)۔ فتوح البلدان۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۳ھ/ ۱۹۸۳ء۔

۱۵۸۔ طبری، ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید (۲۲۴-۳۱۰ھ/ ۸۳۹-۹۲۳ء)۔ تاریخ الأمم والملوک۔ بیروت، لبنان، دارالکتب العلمیہ، ۱۴۰۷ھ۔

۱۵۹۔ طوسی، ابوجعفر محمد بن حسن (۳۸۵-۴۶۰ھ)۔ الإقتصاد الهادي إلی طریق الرشاد۔ طہران، ایران: مکتبۃ جامع چھلستون۔

۱۶۰۔ خطیب بغدادی، ابو بکر احمد بن علی بن ثابت بن احمد (۳۹۳-۴۶۳ھ/ ۱۰۰۳-۱۰۷۱ء)۔ تاریخ بغداد۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۱۶۱۔ ابن عساکر، ابو قاسم علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ بن عبد اللہ بن حسین دمشقی الشافعی (۴۹۹-۵۷۱ھ/ ۱۱۰۵-۱۱۷۶ء)۔ تاریخ دمشق الکبیر المعروف بہ: تاریخ ابن عساکر۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۹۹۵ء۔

۱۶۲۔ ابن اثیر، ابو الحسن علی بن محمد بن عبد الکریم شیبانی جزری (۵۵۵-۶۳۰ھ/

۱۱۶۰-۱۲۳۳ء)۔ الكامل في التاريخ۔ بیروت، لبنان: دار صادر، ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء۔

۱۶۳۔ **ابن کثیر**، ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر بن ضوء بن کثیر (۷۰۱-۷۷۴ھ/ ۱۳۰۱-۱۳۷۳ء)۔ البداية والنهاية۔ بیروت، لبنان: مکتبہ المعارف۔

۱۶۴۔ **ابن خلدون**، عبد الرحمٰن بن محمد الحضرمی (۷۳۲-۸۰۸ھ)۔ مقدمة۔ بیروت، لبنان، دار القلم، ۱۹۸۴ء۔

(۱۲) اللغات

۱۶۵۔ **ازہری**، ابو منصور محمد بن احمد (۲۸۲-۳۷۰ھ)۔ تهذيب اللغة۔

۱۶۶۔ **ابن فارس**، ابو الحسین احمد بن فارس بن زکریا قزوینی رازی (م ۳۹۵ھ)۔ معجم مقاييس اللغة۔ دمشق، شام: اتحاد الکتاب العرب، ۱۴۲۳ھ/ ۲۰۰۲ء۔

۱۶۷۔ **جزری**، ابو السعادات مبارک بن محمد (۵۴۴-۶۰۶ھ)۔ النهاية في غريب الأثر۔ بیروت، لبنان: المكتبة العلمية، ۱۳۹۹ھ۔

۱۶۸۔ **ابن منظور**، ابو الفضل جمال الدین محمد بن مکرم افریقی (۶۳۰-۷۱۱ھ/ ۱۲۳۲-۱۳۱۱ء)۔ لسان العرب۔ بیروت، لبنان: دار صادر۔

(۱۳) متفرقات

۱۶۹۔ **محمد عبدہ** (۱۲۶۵-۱۳۲۳ھ/ ۱۸۴۹-۱۹۰۵ء)۔ المسلمون والإسلام۔

۱۷۰۔ **اسماعیل محمد میقا**۔ مبادی اسلام و منهجه۔

171. www.binbaz.org.sa/mat/1934

(۱۴) انگریزی کتب

172. Hitti, Philip K, *History of the Arabs*, Macmilan

Education Ltd., 1991.

173. Watt, Montgomery Watt, ***Islamic Political Thought: The Basic Concepts***, **Edinburgh University Press, 1980.**

اِشاریہ

آیاتِ قرآنی

آیت	حوالہ	صفحہ نمبر
وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِىْ	النساء، ۴: ۵	۴۳۲
وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ	النساء، ۴: ۲۹	۱۳۰
وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا	النساء، ۴: ۳۰	۱۳۰
اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ	النساء، ۴: ۵۹	۳۱۱
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ	النساء، ۴: ۷۱	۳۴۲
مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ	النساء، ۴: ۹۲	۱۵۴
وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ	النساء، ۴: ۹۳	۱۱۳،۱۱۴
اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا	النساء، ۴: ۹۷	۳۰۹
وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ	النساء، ۴: ۱۲۵	۴۷، ۷۸
لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ	النساء، ۴: ۱۴۸	۵۷۰
وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى	المائدة، ۵: ۲	۵۶۳
اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ	المائدة، ۵: ۳	۴۶
وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا	المائدة، ۵: ۳	۴۳
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ	المائدة، ۵: ۸	۱۷۳
يَهْدِىْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ	المائدة، ۵: ۱۶	۵۱
مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ	المائدة، ۵: ۳۲	۹۶، ۱۴۸، ۱۵۴

آیت	حوالہ	صفحہ نمبر
اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ	الحج، ۲۲: ۴۱	۵۶۹
هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِیْنَ مِنْ قَبْلُ	الحج، ۲۲: ۷۸	۴۳
وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا	الفرقان، ۲۵: ۶۳	۵۱
وَالَّذِينَ لا يَدْعُونَ مَعَ اللهِ إِلَهًا آخَرَ	الفرقان، ۲۵: ۶۸	۱۱۵
اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ○	الشعراء، ۲۶: ۸۹	۵۱
وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِی الْاَرْضِ	القصص، ۲۸: ۷۷	۲۶۲
وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا.	العنكبوت، ۲۹: ۸	۷۳
اِنَّ اَرْضِیْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّایَ فَاعْبُدُوْنِ○	العنكبوت، ۲۹: ۵۶	۳۱۰
اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا	العنكبوت، ۲۹: ۶۷	۶۳
اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ	العنكبوت، ۲۹: ۶۹	۷۸
وَالَّذِیْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ	الأحزاب، ۳۳: ۵۸	۱۲۱
اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا	فاطر، ۳۵: ۸	۳۶۶
سَلٰمٌ ۚ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ○	يٰسين، ۳۶: ۵۸	۵۲
يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِی الْاَرْضِ	صٓ، ۳۸: ۲۶	۴۰۰
اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ	الزمر، ۳۹: ۳	۳۵
وَاسْتَحْيُوْا نِسَآءَهُمْ	المؤمن، ۴۰: ۲۵	۱۸۱

آیت	حوالہ	صفحہ نمبر
وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ	حمٓ السجدة، ۴۱: ۳۴	۷۴
فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ	الأحقاف، ۴۶: ۲۴	۴۶۹
تُدَمِّرُ كُلَّ شَیْءٍ بِاَمْرِ رَبِّهَا فَاَصْبَحُوْا	الأحقاف، ۴۶: ۲۵	۴۶۹
إِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللهَ	الفتح، ۴۸: ۱۰	۲۷۶، ۳۶۲
رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ	الفتح، ۴۸: ۲۹	۶۵
وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا	الحجرات، ۴۹: ۹	۲۵۵
فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰهُمَا عَلَى الْاُخْرٰی	الحجرات، ۴۹: ۹	۲۸۱، ۳۲۰
فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰی تَفِیْٓءَ اِلٰٓی اَمْرِ اللهِ	الحجرات، ۴۹: ۹	۴۶۵، ۵۳۰
قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ط قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا	الحجرات، ۴۹: ۱۴	۴۷
اِنَّـآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً	القمر، ۵۴: ۳۱	۴۷۵
هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُo	الرحمٰن، ۵۵: ۶۰	۷۶
لَا يَنْهٰكُمُ اللهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ	الممتحنة، ۶۰: ۸	۱۷۴
وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍo	الحاقة، ۶۹: ۶	۴۶۹
سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ	الحاقة، ۶۹: ۷	۴۶۹
فَهَلْ تَرٰی لَهُمْ مِّنْ بَاقِيَةٍo	الحاقة، ۶۹: ۸	۴۶۹
اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ	نوح، ۷۱: ۲۷	۴۷۴

اَحادیث و آثار

حدیث / اثر	صفحہ نمبر
لَا تَغْدِرُوا وَلَا تَغُلُّوْا وَلَا تُمَثِّلُوْا وَلَا تَقْتُلُوا الْوِلْدَانَ وَلَا أَصْحَابَ	۱۸۴
لَا تَغُلُّوْا وَلَا تَغْدِرُوْا، وَلَا تَقْتُلُوْا وَلِيْدًا، وَاتَّقُوا اللهَ فِي الْفَلَّاحِيْنَ	۱۸۷
لَا تَقْتُلَنَّ ذُرِّيَّةً وَلَا عَسِيْفًا	۱۸۹
لَا تَقْتُلْهُ	۱۰۰
لَا تَقْتُلْهُ فَإِنْ قَتَلْتَهُ فَإِنَّهُ بِمَنْزِلَتِکَ قَبْلَ أَنْ تَقْتُلَهُ، وَإِنَّکَ بِمَنْزِلَتِهِ	۱۰۰
لَا تَقْتُلُوا أَصْحَابَ الصَّوَامِعِ	۱۸۴
لَا، حَتَّى تَأْخُذُوْا عَلَى يَدِ الظَّالِمِ فَتَأْطُرُوْهُ عَلَى الْحَقِّ أَطْرًا	۵۷۴
لَا حُكْمَ إِلَّا لِلّٰهِ	۴۲۷
لَا طَاعَةَ فِي مَعْصِيَةٍ، إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ	۱۳۵
لَا مَا أَقَامُوْا فِيْكُمُ الصَّلَاةَ، وَإِذَا رَأَيْتُمْ مِنْ وُلَاتِكُمْ شَيْئًا تَكْرَهُوْنَهُ	۳۰۲
لَا، مَا صَلَّوْا	۳۰۵
لَا نَأْمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ حَتَّى نَعْمَلَ بِهِ وَلَا نَنْهَى عَنِ الْمُنْكَرِ	۵۶۶
لَا يُجَاوِزُ إِيْمَانُهُمْ حَنَاجِرَهُمْ	۴۷۹
لَا يَرْجِعُوْنَ فِيْهِ	۵۵۶
لَا يُذَفَّفُ عَلَى جَرِيْحٍ، وَلَا يُقْتَلُ أَسِيْرٌ، وَلَا يُتْبَعُ مُدْبِرٌ	۱۹۲
لا يرعون عن قبيع إن تابعتهم واربوک	۵۴۷
لَا يَزَالُوْنَ يَخْرُجُوْنَ حَتَّى يَخْرُجَ آخِرُهُمْ مَعَ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ	۴۴۰

اَعلام وموضوعات